
محقق و مدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند و معتبر مجموعہ)

جلد دوم

پسند فرمودہ

حضرت مولانا غلام محمد صاحب و ستانوی دامت برکاتہم

تحریک و تحریض

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب و ستانوی

ناظم تعلیمات و معتمد جامعہ

تالیف و ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب علی رحمانی

تحقیق و تخریج: معاون مفتیان کرام و طلبہ افتاء

ناشر: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، ضلع نندربار، مہاراشٹر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کسی فرد یا ادارے کو بلا اجازت اشاعت کرنے کی اجازت نہیں

نام کتاب:	: محقق و مدلل جدید مسائل جلد دوم
پسند فرمودہ:	: حضرت مولانا غلام محمد صاحب و ستانوی
تحریک و تخریض:	: حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب و ستانوی
تالیف و ترتیب:	: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
اشاعت اول:	: ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء
تعداد صفحات:	: ۷۷۶
تعداد مسائل:	: ۶۷۰
قیمت:	:
ناشر:	: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کو
مطبع:	:

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کو ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail: jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

<http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/>

فہرست عناوین

۳۶	تقریظ..... خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد صاحب دستاوی	✽
۳۷	ایک اہم وضاحت..... حضرت مولانا حذیفہ صاحب دستاوی	✽
۴۰	ابتدائیہ حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی	✽
✽	کتاب الإيمان والعقائد	✽
۴۱	۱ ضروریات دین کی وضاحت	
۴۲	۲ کیا ”خدا“ ہر شئی میں ہے؟	
۴۳	۳ اللہ تعالیٰ کو ”ظالم“ کہنا	
۴۴	۴ اللہ تعالیٰ کی طرف ”بے انصافی“ کی نسبت	
۴۵	۵ اذان جمعہ کے بعد ”الصلوة سنة رسول الله“ پکارنا	
۴۶	۶ مسجد نبوی ﷺ کے نقشے کی جانب رخ کر کے درود شریف پڑھنا	
۴۷	۷ مسجد میں میلا دشریف پڑھوانے کی نذر	
۴۸	۸ ۱۲ ربیع الاول وغیرہ تاریخوں میں عرس	
۵۰	۹ سیرت کانفرنس	
۵۱	۱۰ بغرض تخفیف عذاب، قبر پر پھول کی چادر چڑھانا	
۵۳	۱۱ گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست	
۵۴	۱۲ منگل اور بدھ کو حجامت بنوانے کو منحوس سمجھنا	
۵۴	۱۳ رات میں قرض دینے کو منحوس سمجھنا	
۵۵	۱۴ کیا رام، کچھن وغیرہ بیغیر تھے؟	
۵۶	۱۵ مرچی وغیرہ سے نظر بد اتارنا	
۵۷	۱۶ دعائیں وسیلہ پکڑنا	
۵۸	۱۷ ”اطلبوا العلم ولو بالصّین“ کی تحقیق	

۱۸	”من أحيي سنتي“ اور ”من أحب سنتي“ الخ کی تحقیق	۵۹
۱۹	بیعت کا ثبوت اور عورتوں کی بیعت	۶۰
۲۰	تبلیغ فرض کفایہ ہے	۶۱
۲۱	تبلیغ کا ثواب	۶۲
۲۲	والدین کی اجازت کے بغیر جماعت میں جانا	۶۳
۲۳	عورتوں کو دینی مسائل کی تعلیم	۶۴
۲۴	مصافحہ کا مسنون طریقہ	۶۶
۲۵	ذکر جہری	۶۸
❀	قرآنیات	❀
۲۶	سات زمینوں کا ثبوت	۶۹
۲۷	ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت	۷۱
۲۸	کیسٹ سے تلاوت قرآن پاک سننا	۷۲
۲۹	کیسٹ کے ذریعہ قرآن کریم کی مشق	۷۲
۳۰	قرآن کریم گرنے پر صدقہ	۷۳
۳۱	میوزک کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت	۷۴
۳۲	سید افضل یا قرآن پاک؟	۷۵
۳۳	تفسیر بالرائے	۷۶
۳۴	غیر مسلم، انگریز وغیرہ کو دینی تعلیم دینا	۷۸
❀	کتاب الطہارۃ	❀
۳۵	آپریشن کے ذریعہ ولادت پر نکلنے والا خون	۷۹
۳۶	انجکشن یا دوا کے ذریعہ حیض کو بند کرنا	۸۰
۳۷	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے وجوب غسل	۸۱

۸۳	المونیم اور اسٹیل کے برتن کی پاکی کا طریقہ	۳۸
۸۴	روٹی اور فوم کے گدوں کی پاکی کا طریقہ	۳۹
۸۵	مکان میں محبوس شخص کا تیمم کرنا	۴۰
۸۵	سخت سردی میں بجائے وضو کے تیمم	۴۱
۸۷	سنی پلاسٹ پر مسح	۴۲
❁	کتاب الصلوٰۃ	❁
۸۸	اذان کے وقت کتوں کا رونا	۴۳
۸۹	دونمازیں ایک وقت میں ادا کرنا	۴۴
۹۰	بند کو اڑیا پردے والی مسجد میں موجود امام کی اقتدا	۴۵
۹۱	تعلیم کی خاطر ترک نماز	۴۶
۹۳	سجدہ میں پیشانی اور ناک کا زمین پر رکھنا	۴۷
۹۴	آدھی آستین والے قمیص میں نماز	۴۸
۹۵	کافر امام کی اقتدا میں پڑھی گئیں نمازوں کا اعادہ	۴۹
۹۶	نماز سے خارج آدمی کا امام کو لقمہ دینا	۵۰
۹۷	تصویر دار مصلے پر نماز	۵۱
۹۸	بیمار کی نماز	۵۲
۹۹	بغیر داڑھی اور ٹوپی کے اذان و اقامت	۵۳
۱۰۰	عالم یا بزرگ کو اگلی صف میں جگہ دینا	۵۴
❁	کتاب الجنائز	❁
۱۰۱	زچہ و بچہ کا انتقال	۵۵
۱۰۲	اجنبیہ عورت کی لاش	۵۶
۱۰۴	مردہ اجنبیہ عورت سیلاب میں بہہ کر آئی	۵۷

۵۸	حفاظت ناموس میں ماری گئی عورت	۱۰۶
۵۹	تیج، دسواں اور چالیسواں	۱۰۷
۶۰	میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا	۱۰۸
۶۱	شہید کی قسمیں	۱۰۹
✽	أحكام المساجد والمدارس	✽
۶۲	عید گاہ میں جماعتِ ثانیہ	۱۱۱
۶۳	راستے کو مسجد میں شامل کرنا	۱۱۲
۶۴	سنگ مرمر پر آیات قرآنی کندہ کرانا	۱۱۳
۶۵	مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار	۱۱۴
۶۶	مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار پر کیلنڈر	۱۱۵
۶۷	مسجد میں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کریم سننا	۱۱۵
۶۸	مدارس و مساجد کا رجسٹریشن کرانا	۱۱۷
۶۹	تحفظ مسجد کی خاطر بیمہ	۱۱۸
۷۰	جامع مسجد کو تبدیل کرنا	۱۱۹
۷۱	مسجد کی آمدنی یا چندہ کی رقم پر سود	۱۲۰
۷۲	ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا	۱۲۱
۷۳	حرم شریف کے گلاس کمرہ پر لانا	۱۲۱
۷۴	نائب امام تنخواہ کا حقدار ہوگا؟	۱۲۲
✽	كتاب الزکوة و صدقة الفطر	✽
۷۵	درآمد و برآمد کرنے والی تجارتی کمپنیوں کے شیئرز پر زکوٰۃ	۱۲۳
۷۶	صاحبِ نصاب شیئرز ہولڈر کے سرمایہ سے زکوٰۃ	۱۲۴
۷۷	فلاحی اداروں اور تنظیموں کی حیثیت	۱۲۵

۱۲۶	دواخانہ کی تعمیر میں زکوٰۃ یا سودی رقم	۷۸
۱۲۷	صدقہ فطر کا وجوب	۷۹
۱۲۸	صدقہ فطر کی پیشگی ادائیگی	۸۰
۱۲۹	اولاد کی طرف سے صدقہ فطر	۸۱
۱۳۰	اقرباء کی طرف سے صدقہ فطر	۸۲
۱۳۱	صدقہ فطر کا مصرف	۸۳
۱۳۳	قربانی کی کھال کی رقم کا مصرف	۸۴
۱۳۴	قربانی کی کھال کی رقم رفاہی کاموں میں	۸۵
❁	کتاب الصوم	❁
۱۳۵	رمضان المبارک کی اہمیت	۸۶
۱۳۶	دن میں سفر کا ارادہ ہو تو روزہ رکھے یا نہیں؟	۸۷
۱۳۸	روزے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟	۸۸
۱۳۹	روزہ رکھنے سے قریب المرگ ہو جانا	۸۹
۱۴۰	کفارہ کی بجائے توبہ	۹۰
۱۴۱	ماہ رمضان المبارک میں ہوٹل بند رکھنا	۹۱
۱۴۲	روزہ میں ڈکار	۹۲
۱۴۳	بحالتِ روزہ لبوں پر سرخی لگانا	۹۳
۱۴۴	بحالتِ روزہ انیمہ کروانا	۹۴
۱۴۵	بحالتِ روزہ ٹیلی ویژن دیکھنا	۹۵
۱۴۷	ہاتھ اور پیر کا آپریشن	۹۶
۱۴۸	انجکشن سے دم حیض بند کرنا اور روزہ رکھنا	۹۷
۱۴۹	افطاری کے وقت سائرن بجانا	۹۸

۱۵۰	ہوائی جہاز میں افطار	۹۹
۱۵۳	ماہ شوال کے چھ روزوں میں قضا رمضان کی نیت	۱۰۰
✽	کتاب الحج	✽
۱۵۴	شرکت کی رقم سے حج	۱۰۱
۱۵۵	بحالت احرام ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا استعمال	۱۰۲
۱۵۷	عورت کی طرف سے دوسرے کا رمی کرنا	۱۰۳
۱۵۸	جرہ کے قریب گری ہوئی کنکری سے رمی	۱۰۴
۱۵۹	شوہر یا باپ کا اپنی بیوی یا بیٹی کے بال کاٹنا	۱۰۵
۱۶۰	حج میں ٹور والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا	۱۰۶
✽	کتاب الأضحية	✽
۱۶۱	کانچی ہاؤس سے خریدے گئے جانور کی قربانی	۱۰۷
✽	کتاب النکاح	✽
۱۶۲	نکاح گھر پر یا مسجد میں؟	۱۰۸
۱۶۳	کورٹ میرج	۱۰۹
۱۶۴	خفیہ نکاح	۱۱۰
۱۶۵	اجتماعی شادیوں میں ایک خطبہ	۱۱۱
۱۶۵	بچپن کا ایجاب وقبول	۱۱۲
۱۶۶	رجسٹر یا صداقت نامہ پر دستخط یا انگوٹھا	۱۱۳
۱۶۷	تحریری ایجاب وقبول	۱۱۴
۱۶۸	منگنی کے وقت ایجاب وقبول	۱۱۵
۱۶۹	باپ کی موجودگی میں دادا یا نانا کا نکاح کرا دینا	۱۱۶
۱۶۹	اولیاء کا ایجاب وقبول	۱۱۷

۱۱۸	ولی سے جبر نکاح کی اجازت	۱۷۰
۱۱۹	ولی اُبعد کے نکاح کرانے پر ولی اُقرب کا سکوت	۱۷۱
۱۲۰	نکاح فاسد و فاضل میں فرق	۱۷۲
۱۲۱	صیغہ حال سے نکاح	۱۷۳
۱۲۲	”قَبِلْتُ“ کے بجائے ”الْحَمْدُ لِلّٰہ“ کہنا	۱۷۳
۱۲۳	نکاح میں گواہ	۱۷۴
۱۲۴	سنی کے نکاح میں شیعہ گواہ	۱۷۴
۱۲۵	چہرہ دکھائی کی رقم	۱۷۵
۱۲۶	نکاح میں لڑکی کے نام میں غلطی	۱۷۶
۱۲۷	منکوحہ کے نام میں شوہر کو اشتباہ ہو گیا	۱۷۷
۱۲۸	عاقلہ، بالغہ لڑکی کا بادلِ نخواستہ ایجاب و قبول	۱۷۸
۱۲۹	عاقلہ، بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر	۱۷۹
۱۳۰	نکاح کے وقت لڑکی راضی نہیں	۱۸۰
۱۳۱	کفایت یعنی برابری کا اعتبار	۱۸۱
۱۳۲	عاقلہ، بالغہ کا نکاح غیر کفو کے ساتھ زبردستی کرنا	۱۸۲
۱۳۳	مغویہ کے ساتھ غیر کفو شخص کا نکاح	۱۸۲
۱۳۴	دو پٹہ اڑھانے سے نکاح نہیں ہوتا	۱۸۳
۱۳۵	محرمات اور غیر محرمات	۱۸۴
۱۳۶	علاقائی اور اخلاقی بھائی بہن کا رشتہ	۱۸۶
۱۳۷	سویتیلی ماں کے شوہر سابق کی لڑکی سے نکاح	۱۸۷
۱۳۸	سویتیلی ماں کی بہن سے نکاح	۱۸۸
۱۳۹	ساس کی سویتیلی ماں سے نکاح	۱۸۹

۱۳۰	سوتیلی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا	۱۹۰
۱۳۱	سوکن کے لڑکے کا دوسری سوکن کی نواسی کی لڑکی سے نکاح	۱۹۱
۱۳۲	دادی یا نانی کا دودھ پینے والے لڑکے کا نکاح پھوپھی، چچا، خالو ماموں کی اولاد سے	۱۹۱
۱۳۳	رضاعی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح	۱۹۲
۱۳۴	مرئیہ کی لڑکی کے ساتھ زانی کے لڑکے کا نکاح	۱۹۳
۱۳۵	زنا کا نکاح پر اثر	۱۹۴
۱۳۶	سنی اور شیعہ کا نکاح	۱۹۵
۱۳۷	قادیانی سے نکاح	۱۹۶
۱۳۸	کافرہ عورت کو جبراً مسلمان بنا کر اس سے نکاح	۱۹۷
۱۳۹	بیوی کی لڑکی سے شوہر کے بھائی کا نکاح	۱۹۸
۱۵۰	دو بہنوں کی شادی دو بھائیوں سے	۱۹۸
۱۵۱	رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح	۲۰۰
۱۵۲	چچا کا اپنے بھتیجے کی بیوہ سے یا بھتیجے کا اپنے چچا کی بیوہ سے نکاح	۲۰۱
۱۵۳	جیل میں بند شخص کی بیوی کا دوسرے شخص سے نکاح	۲۰۲
۱۵۴	چچا یا خالو کی نواسی سے نکاح	۲۰۳
۱۵۵	بیٹے کی سالی سے نکاح	۲۰۴
۱۵۶	بیوی کے انتقال کے فوراً بعد سالی سے نکاح	۲۰۴
۱۵۷	حالت نفاس میں نکاح	۲۰۵
۱۵۸	بارات کے تاخیر سے آنے پر کسی دوسرے لڑکے سے نکاح	۲۰۶
✽	باب المہر	✽
۱۵۹	مہر کی قسمیں	۲۰۷

۱۶۰	مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح اور نسب کا ثبوت	۲۰۸
۱۶۱	لڑکے کو مہر بتائے بغیر نکاح	۲۰۸
۱۶۲	مہر مؤجل اور مہر معجل میں فرق	۲۰۹
۱۶۳	نکاح میں مقدار مہر کا تعین	۲۱۰
۱۶۴	یک مٹھ مہر کی ادائیگی	۲۱۱
۱۶۵	نا قابل جماع عورت مہر کی حق دار ہوگی یا نہیں؟	۲۱۲
۱۶۶	مہر معاف کر دینے کے بعد دوبارہ اُس کا مطالبہ	۲۱۳
۱۶۷	مہر معاف کرنے پر ولی کو حق اعتراض	۲۱۴
۱۶۸	مہر کے علاوہ رقم کا مطالبہ	۲۱۴
۱۶۹	مہر میں نقد روپیوں کی بجائے کپڑے یا زیورات	۲۱۵
۱۷۰	تجدید نکاح میں مہر جدید	۲۱۶
❀	باب الولیمة	❀
۱۷۱	ولیمة کی شرعی حیثیت	۲۱۷
۱۷۲	دعوت ولیمة میں امتیازی سلوک	۲۱۷
❀	متفرقات نکاح	❀
۱۷۳	بالغ ہونے پر اولاد کا نکاح کر دیا جائے	۲۱۸
۱۷۴	ساس کی خدمت	۲۱۹
۱۷۵	جہیز کی نمائش	۲۲۰
۱۷۶	جہیز میں دیئے گئے زیورات	۲۲۱
۱۷۷	جہیز پر قبضے سے پہلے لڑکی کا انتقال	۲۲۲
۱۷۸	”بری“ کا مالک کون	۲۲۳
۱۷۹	بیوی کو جبراً لانا	۲۲۴

۱۸۰	بیوی سے دوری کتنے عرصے تک؟	۲۲۵
۱۸۱	دولہا دولہن کو کرسی پر بٹھانا	۲۲۶
۱۸۲	سہرا باندھنا	۲۲۶
❁	کتاب الطلاق	❁
۱۸۳	طلاق خالص شوہر کا حق ہے	۲۲۷
۱۸۴	لفظ ”ڈائی ورس“ (Divorce) سے طلاق	۲۲۹
۱۸۵	ایک مجلس کی تین طلاق	۲۳۱
۱۸۶	قوتِ تولید کے ختم ہونے پر فسخ نکاح	۲۳۷
۱۸۷	فسخ نکاح کی ایک صورت	۲۳۷
۱۸۸	شرعی کمیٹی سے فسخ نکاح	۲۴۰
۱۸۹	غیر مسلم حج کا فسخ نکاح	۲۴۲
۱۹۰	غیر اسلامی عدالت میں فسخ نکاح	۲۴۳
۱۹۱	خاوند کا قادیانی ہو جانا	۲۴۵
۱۹۲	کافر شوہر کا حلالہ	۲۴۶
۱۹۳	فسخ نکاح میں حکم کا فیصلہ	۲۴۷
۱۹۴	پہلی بیوی کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ	۲۴۸
۱۹۵	زنا سے ثبوتِ نسب	۲۴۹
۱۹۶	منکوحۃ الغیر سے نکاح اور اس سے پیدا شدہ اولاد	۲۵۰
❁	کتاب البیوع	❁
۱۹۷	معاملاتِ دین کا ایک اہم شعبہ ہے	۲۵۱
۱۹۸	حقوق العباد کی اہمیت و فضیلت	۲۵۳
۱۹۹	بیع اور وعدہ بیع میں فرق	۲۵۵

۲۵۶	خریدنے کا وعدہ کر کے پورا نہ کرنا	۲۰۰
۲۵۸	انٹرنیٹ پر نمونہ دیکھ کر بیع	۲۰۱
۲۵۹	بیع الحصاصۃ (کنکر پھینک کر خرید و فروخت)	۲۰۲
۲۶۰	بیع صرف	۲۰۳
۲۶۱	بیع المناذرۃ (بیع پھینک کر خرید و فروخت)	۲۰۴
۲۶۲	مجهول الصفت بیع کی طرف اشارہ	۲۰۵
۲۶۳	تخلیہ	۲۰۶
۲۶۴	صحۃ تخلیہ کی شرطیں	۲۰۷
۲۶۵	قبضہ حقیقی اور حکمی	۲۰۸
۲۶۶	گھر کی چابی سوپ دینا تخلیہ ہے یا نہیں؟	۲۰۹
۲۶۶	تخلیہ کے بعد بیع تلف ہو جائے	۲۱۰
۲۶۷	بیع ہلاک ہو جائے	۲۱۱
۲۶۷	بیع عیب دار ہو جائے	۲۱۲
۲۶۸	کرنسی نوٹوں کی حیثیت	۲۱۳
۲۷۱	دم مسفوح کی خرید و فروخت	۲۱۴
۲۷۲	آلات موسیقی کی خرید و فروخت	۲۱۵
۲۷۳	شمنٹ کے ذریعہ سامان کی منتقلی	۲۱۶
۲۷۵	ایگریمینٹ ٹو سیل کا حقیقی سیل میں تبدیل ہو جانا	۲۱۷
۲۷۷	ایکسپورٹ فائننگ کے طریقے	۲۱۸
۲۸۱	سیمنٹ کی تصویر دار جالی	۲۱۹
۲۸۲	حق تصنیف کو خاص کرنا	۲۲۰
۲۸۴	کمیشن پراسٹامپ پیپر پہنچنا	۲۲۱

۲۸۵	گنا کھیت سے نکلنے سے قبل ہی بھاؤ تاؤ	۲۲۲
۲۸۷	تصویر دار برتنوں کی خرید و فروخت	۲۲۳
۲۸۸	بیرون ممالک سے مال لانا	۲۲۴
۲۹۰	ٹیکس کی قیمت ملا کر خرید و فروخت	۲۲۵
۲۹۱	اضافی اخراجات قیمت خرید میں ملانا	۲۲۶
۲۹۲	شراب کی خالی بوتلوں کی خرید و فروخت	۲۲۷
۲۹۳	درخت پر آموں کی خرید و فروخت	۲۲۸
۲۹۴	بلا اجازت کسی کی تالیف شائع کرنا	۲۲۹
۲۹۴	مصنف و مؤلف کا مکتبہ والوں سے کتاب کے نسخے لینا	۲۳۰
۲۹۵	زامیٹکٹ واپس کر کے پیسہ وصول کرنا	۲۳۱
۲۹۶	پینشن کی خرید و فروخت	۲۳۲
۲۹۷	سانپ کے چمڑے کی خرید و فروخت	۲۳۳
۲۹۸	آپرچیونٹی کاسٹ (متوقع نفع)	۲۳۴
۳۰۰	بونس واؤچر کی خرید و فروخت	۲۳۵
۳۰۱	کنٹرول (راشن) کا مال بلیک میں فروخت کرنا	۲۳۶
۳۰۲	بیٹڈ بلاجہ	۲۳۷
۳۰۵	گاڑی بنگ کی رسید فروخت کرنا	۲۳۸
۳۰۶	بیج سلم	۲۳۹
۳۰۷	بیج کی اضافت مستقبل کی طرف	۲۴۰
۳۰۸	بیج استحصناع منسوخ کرنا	۲۴۱
۳۰۹	مطلوبہ صفات کے مطابق سامان تیار نہ کرنا	۲۴۲
۳۱۰	بیج خراب ہونے پر درستی کی شرط	۲۴۳

۳۱۱	قسطوں پر خریدی گئی گاڑی کا حادثہ اور ضمان	۲۳۴
۳۱۲	ٹیکسی پر مٹ (الائنس) کی بیج	۲۳۵
۳۱۳	اسکیم والی چیزوں کی خرید و فروخت	۲۳۶
۳۱۵	خود روگھاس کی خرید و فروخت	۲۳۷
۳۱۶	انسانی بالوں کی خرید و فروخت	۲۳۸
۳۱۷	نمک کے عوض ہڈیوں کی خرید و فروخت	۲۳۹
۳۱۷	مجبور شخص سے زیادہ قیمت لینا	۲۵۰
۳۱۹	ٹیلی فون پر عقد بیج	۲۵۱
۳۲۰	ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کی خرید و فروخت	۲۵۲
۳۲۱	پانی کی خرید و فروخت	۲۵۳
۳۲۲	شراب ملی ہوئی اشیاء کی خرید و فروخت	۲۵۴
۳۲۳	یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی	۲۵۵
۳۲۴	انعامی بانڈز کی خرید و فروخت	۲۵۶
۳۲۶	ڈپازٹ سرٹیفکٹ خرید کر اس پر نفع حاصل کرنا	۲۵۷
۳۲۶	بیڑی، گھگھا، تمباکو وغیرہ کی خرید و فروخت	۲۵۸
۳۲۷	زندہ مرغی تول کر فروخت کرنا	۲۵۹
۳۲۸	بت فروشی	۲۶۰
۳۲۸	بجلی کی خرید و فروخت	۲۶۱
۳۲۹	ویڈیو گیم پر پیسوں کی شرط اور اس کی خرید و فروخت	۲۶۲
۳۳۰	مقررہ مدت گزر جانے پر مزید رقم کا مطالبہ	۲۶۳
۳۳۱	ناخن پالش اور زودھ کی خرید و فروخت	۲۶۴
۳۳۲	فصل تیار ہونے کے بعد اسی میں سے مزدوری	۲۶۵

۳۳۲	نخر اور کتے کی خرید و فروخت	۲۶۶
۳۳۳	عقدِ مراحہ	۲۶۷
۳۳۴	کاریز: بندنالی (کاپانی بیچنا)	۲۶۸
۳۳۵	ما تھے پر لگایا جانے والا سند و راوی لکھی کا کاروبار	۲۶۹
۳۳۶	گوڈول یعنی نام کی خرید و فروخت	۲۷۰
۳۳۶	حق ایجاد کار جٹریشن	۲۷۱
۳۳۸	خراب تر بوزیا انڈا واپس کرنا	۲۷۲
۳۳۸	بیع المجازفۃ (اندازہ سے خرید و فروخت)	۲۷۳
۳۴۰	اسپانسر شپ ڈرافٹ بیچنا	۲۷۴
۳۴۱	پتنگ کی تجارت	۲۷۵
۳۴۳	حق چوکیداری کی خرید و فروخت	۲۷۶
۳۴۳	گا بھوں کی خرید و فروخت	۲۷۷
۳۴۴	عیب دار اشیاء کی خرید و فروخت	۲۷۸
۳۴۵	پرندوں کی خرید و فروخت	۲۷۹
۳۴۶	متوقع آمدنی کی خرید و فروخت	۲۸۰
۳۴۷	خنزیر کی خرید و فروخت	۲۸۱
۳۴۸	خنزیر کے بالوں کا برش	۲۸۲
۳۴۹	چوکیداری کے لیے کتے کی خرید و فروخت	۲۸۳
۳۵۰	چوری کردہ مال کی خرید و فروخت	۲۸۴
۳۵۰	قسطوں پر خرید و فروخت	۲۸۵
۳۵۲	آزاد عورت کی خرید و فروخت	۲۸۶
۳۵۲	جانوروں کے خون کی خرید و فروخت	۲۸۷

۲۸۸	سبزیوں میں پانی ڈال کر بیچنا	۳۵۳
۲۸۹	پانی چھڑک کر کپاس بیچنا	۳۵۴
۲۹۰	سٹہ (Speculation) کی حقیقت اور ڈیفینس کی برابری	۳۵۵
۲۹۱	مستقبل کی تاریخ پر خرید و فروخت	۳۵۸
۲۹۲	بیع الدین (نقد کے بدلے قرض کی بیع)	۳۵۹
۲۹۳	قرض کے بدلے قرض کی بیع	۳۶۱
۲۹۴	بیع السنین یا بیع المعاومۃ	۳۶۲
۲۹۵	بیع المزابنۃ	۳۶۳
۲۹۶	بیع العرایا	۳۶۴
۲۹۷	بیع الحاقلة	۳۶۵
۲۹۸	انٹرنیٹ پر کوڈ ورڈ کے ذریعے تجارت	۳۶۵
۲۹۹	قیمت کی ادائیگی اور اس کے تعین میں طرفین کی مرضی	۳۶۶
۳۰۰	متعین قیمت کا معلوم نہ ہونا	۳۶۷
۳۰۱	ٹھیکے پر باغ دینا	۳۶۸
۳۰۲	عقد صیانت (Maintenance Contract)	۳۶۹
۳۰۳	مکان کا ایڈوانس واپس لینا	۳۷۱
۳۰۴	اقالہ میں قیمت کم کرنے کی شرط	۳۷۲
۳۰۵	تجارتی لائسنس کی خرید و فروخت	۳۷۳
۳۰۶	مجبور مدت پر ادھار سامان	۳۷۴
۳۰۷	خیارات کی فراہمی پر فیس	۳۷۶
۳۰۸	گڑیوں کا استعمال اور تجارت	۳۷۷
۳۰۹	ماہنامہ رسائل و مجلات کی لائف ممبری	۳۷۸

۳۷۹	بیع العربون (بیعانہ)	۳۱۰
۳۸۰	مقتضائے عقد اور خلاف عرف قانون	۳۱۱
۳۸۲	ٹیکس سے بچنے کی مناسب تدبیر	۳۱۲
۳۸۳	غیر ملکی ویزوں کی تجارت	۳۱۳
۳۸۴	سامان کی وصولی سے پہلے اس کی خرید و فروخت	۳۱۴
۳۸۵	مرغی کی بیٹ کی کھاد	۳۱۵
۳۸۶	مسلم صنعت کار کا اپنی مصنوعات پر جاندار کی تصویر لگانا	۳۱۶
۳۸۷	جعلی سرٹیفکیٹ والی گاڑی کی خرید و فروخت	۳۱۷
۳۸۹	راکھی کی خرید و فروخت	۳۱۸
۳۸۹	جانور کے حرام اعضاء کی خرید و فروخت	۳۱۹
۳۹۱	گندے انڈوں کی واپسی	۳۲۰
۳۹۲	جسموں کی خرید و فروخت	۳۲۱
۳۹۳	حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا	۳۲۲
❁	باب الربوا	❁
۳۹۴	ہندوستان میں سودی لین دین	۳۲۳
۳۹۶	سودی رقم بینک میں چھوڑنا	۳۲۴
۳۹۷	مال حرام کا حکم	۳۲۵
۳۹۸	سودی رقم نفع کے نام پر وصول کرنا	۳۲۶
۳۹۹	سودی رقم ہدیہ میں لینا	۳۲۷
۴۰۰	کریڈٹ کارڈ (Credit Card)	۳۲۸
۴۰۱	شرط پر قرض	۳۲۹
۴۰۲	قرض پر نفع	۳۳۰

۴۰۴	نیشنل بینک سیونگ اسکیم	۳۳۱
۴۰۶	بازی لگانا	۳۳۲
۴۰۷	سودی رقم انکم ٹیکس میں ادا کرنا	۳۳۳
۴۰۸	سودی رقم رشوت میں دینا	۳۳۴
۴۰۹	ظلم پرست عناصر کو سودی رقم رشوت میں دینا	۳۳۵
۴۱۰	سودی رقم غیر مسلم فقراء کو دینا	۳۳۶
۴۱۱	کالج کے طلباء کو سودی رقم دینا	۳۳۷
۴۱۲	سودی معاملہ کی ایک صورت	۳۳۸
۴۱۳	ایونٹ ٹرسٹ آف انڈیا میں سرمایہ کاری	۳۳۹
۴۱۵	منی آرڈر	۳۴۰
۴۱۶	فلیٹ بیچنے والے سے بطور جرمانہ کرایہ وصولی	۳۴۱
۴۱۷	ملازمت وغیرہ کی خاطر جعلی ڈگری	۳۴۲
۴۱۸	جعلی سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر ملازمت و تنخواہ	۳۴۳
۴۱۹	دفع ظلم اور وصولی حق کی خاطر رشوت	۳۴۴
۴۲۱	ملازمت کے لیے رشوت	۳۴۵
۴۲۲	رشوت خور کا تحفہ	۳۴۶
۴۲۳	دکاندار سے کمیشن لینا	۳۴۷
۴۲۴	کمیشن پر بیسی چلانا	۳۴۸
۴۲۵	ہاؤسنگ لون	۳۴۹
۴۲۶	معمہ (Puzzle) کا شرعی حکم	۳۵۰
۴۲۷	تشیہ کی کیلنڈر یا ڈائری کا ہدیہ	۳۵۱
۴۲۸	مخصوص ذاتی کارڈ کی خرید و فروخت	۳۵۲

۴۲۸	این آئی ٹی (N.I.T.) کے حصص خریدنا	۳۵۳
۴۳۰	حرام کام کی اجرت	۳۵۴
۴۳۱	قسطوں میں زیادہ دام دے کر خرید و فروخت	۳۵۵
۴۳۲	مقروض کی کسی چیز سے نفع اٹھانا	۳۵۶
۴۳۳	اکم ٹیکس محکمے کو رشوت دینا	۳۵۷
۴۳۴	دھان وغیرہ میں پانی ملا کر فروخت کرنا	۳۵۸
۴۳۵	تعلیمی تاش کا استعمال اور خرید و فروخت	۳۵۹
۴۳۶	انعامی اسکیموں کے ساتھ خرید و فروخت	۳۶۰
۴۳۷	پاور لوم فیکٹری کے لائسنس کی خرید و فروخت	۳۶۱
۴۳۹	بچت سرٹیفکیٹ	۳۶۲
۴۴۰	کچھ قسطیں ادا کر کے بقیہ قسطیں معاف	۳۶۳
❀	مسائل التامین	❀
۴۴۱	میو چل فنڈ/ امدادِ باہمی	۳۶۴
۴۴۲	اضطراری حالت میں بیمہ	۳۶۵
۴۴۴	بیمہ کمپنی کے لیے بطور ایجنٹ کام کرنا	۳۶۶
۴۴۵	جہاز میں روانہ کیے گئے مال کا بیمہ	۳۶۷
۴۴۷	جہاز میں لدے ہوئے مال کا بیمہ	۳۶۸
۴۴۸	ایکسڈنٹ میں موت ہونے پر معاوضہ	۳۶۹
❀	کتاب الشركة	❀
۴۵۰	عقد شرکت اور اس کی قسمیں	۳۷۰
۴۵۳	موجودہ کمپنیوں کی شرعی حیثیت	۳۷۱
۴۵۴	شریک کا تصرف	۳۷۲

۴۵۵	شریک کا عقد شرکت سے نکلتا	۳۷۳
۴۵۵	عقد شرکت میں نفع کی تعیین نہ ہو	۳۷۴
۴۵۶	عقد شرکت کب ختم ہوتا ہے؟	۳۷۵
۴۵۷	عقد شرکت میں نفع کی زیادتی کی شرط	۳۷۶
۴۵۸	شریک مرتد ہو گیا	۳۷۷
۴۵۹	شرکت مع المضاربت	۳۷۸
۴۶۱	شرکت الاعمال (شرکت الابدان)	۳۷۹
۴۶۲	غائب شریک نفع کا حق دار ہوگا	۳۸۰
۴۶۳	شرکت الوجوہ	۳۸۱
۴۶۴	علیحدگی پر شریک کی رقم واپس کرنا	۳۸۲
۴۶۵	کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے ملازم	۳۸۳
۴۶۶	شریکین کا اپنی رقم سے الگ الگ تجارت کرنا	۳۸۴
۴۶۷	کاروبار کے کسی ایک حصے میں دوسرے کو شریک کرنا	۳۸۵
۴۶۸	شرکت میں کسی نئے شریک کا سرمایہ	۳۸۶
۴۶۸	ورکشاپ یا ہسپتال میں شرکت	۳۸۷
۴۶۹	مشترکہ ہوٹل میں کسی شریک کا اپنے دوستوں کو کھلانا	۳۸۸
۴۷۰	شریک کا انتقال ہو جائے	۳۸۹
۴۷۰	شریک پاگل ہو جائے	۳۹۰
۴۷۱	نقد اور جامداثاثے میں شرکت	۳۹۱
۴۷۳	عقد شرکت میں منافع کی تقسیم	۳۹۲
۴۷۳	عقد شرکت میں تقسیم نفع کے وقت خاموشی	۳۹۳
۴۷۴	عقد شرکت میں نقصان	۳۹۴

۳۹۵	شریک کو نفع سے محروم کرنا	۴۷۵
۳۹۶	قرض یا غائب مال میں شرکت	۴۷۵
۳۹۷	شریک کو اپنا حصہ ہیہ کر دینا	۴۷۶
۳۹۸	مخلوط مال شرکت ہلاک ہو جائے	۴۷۷
۳۹۹	شرکت کو ختم کر دینا	۴۷۸
۴۰۰	مشترکہ تجارت میں منافع کا مالک کون؟	۴۷۹
۴۰۱	شیرز میں ڈیفرنس برابر کرنا	۴۸۰
✽	كتاب المضاربة	✽
۴۰۲	مضارب بت اور اس کا شرعی حکم	۴۸۲
۴۰۳	صورت مضارب بت	۴۸۴
۴۰۴	عقد مضارب بت میں نفع کی تعیین	۴۸۵
۴۰۵	مضارب بت میں سرمایہ نقد ہو	۴۸۶
۴۰۶	قرض وصول کر کے مضارب بت میں لگانا	۴۸۷
۴۰۷	سامان میں عقد مضارب بت	۴۸۷
۴۰۸	سرمایہ مضارب کے حوالے کرنا	۴۸۸
۴۰۹	مضارب کو وقت معین تک خریداری کا پابند کرنا	۴۸۹
۴۱۰	دوران سفر مضارب کے اخراجات	۴۹۰
۴۱۱	عقد مضارب بت میں خسارہ	۴۹۰
۴۱۲	مضارب پر جرمانہ	۴۹۱
۴۱۳	مضارب بت پر ہسپتال کا قیام	۴۹۲
۴۱۴	مال مضارب بت سے ملازمین کی مزدوری	۴۹۳
۴۱۵	عقد مضارب بت فاسد ہو جائے	۴۹۴

۴۱۶	نفع کی ایک خاص مقدار رب المال کے لیے متعین کرنا	۴۹۵
۴۱۷	قرض کے ذریعہ عقد مضاربہ	۴۹۶
✽	کتاب الإجارة	✽
۴۱۸	عقد اجارہ	۴۹۸
۴۱۹	اجارۃ المشاع	۴۹۹
۴۲۰	انٹرنیٹ پر عقد اجارہ	۵۰۰
۴۲۱	اجیر خاص و اجیر مشترک	۵۰۱
۴۲۲	اجرت کی تعیین	۵۰۲
۴۲۳	دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ	۵۰۳
۴۲۴	اوور ٹائم (Overtime) میں صرف حاضری	۵۰۵
۴۲۵	ٹی وی کیبل کنکشن، وی سی آر کرایہ پر دینا	۵۰۶
۴۲۶	ڈرائیور کو گاڑی یا رکشا چلانے کے لیے دینا	۵۰۷
۴۲۷	رہنمائی کی اجرت	۵۰۹
۴۲۸	تجارت میں قرض کا مال دے کر نفع کی تعیین	۵۱۰
۴۲۹	فیصد کے حساب سے اجرت	۵۱۱
۴۳۰	بیرون ملک سے بذریعہ بینک تجارت	۵۱۲
۴۳۱	آب زم زم کی تجارت	۵۱۳
۴۳۲	ڈرائیونگ لائسنس	۵۱۵
۴۳۳	جہاز میں کرایہ پر لی ہوئی جگہ کرایہ پر دینا	۵۱۶
۴۳۴	بلائٹ سفر کرنا	۵۱۷
۴۳۵	ویڈیو فلمیں کرایہ پر دینا	۵۱۸
۴۳۶	مشترکہ لاؤڈ اسپیکر کرایہ پر دینا	۵۱۹

۴۳۷	عورتوں کا تجارت کرنا	۵۲۰
۴۳۸	پرہیز پر لیس میں ملازمت	۵۲۱
۴۳۹	بیمہ بار اور میوزک ہاؤس میں ملازمت	۵۲۳
۴۴۰	بینک کی ملازمت	۵۲۴
۴۴۱	انٹرنیٹ کیفے میں ملازمت	۵۲۶
۴۴۲	غیر مسلموں کے تہواروں میں منڈپ کرایہ پر دینا	۵۲۷
۴۴۳	فیکٹری میں ملازمت	۵۲۸
۴۴۴	ٹھیکیداری کا پیشہ	۵۲۹
۴۴۵	گانے کا پیشہ	۵۳۰
۴۴۶	وکالت کا پیشہ	۵۳۱
۴۴۷	تاڑ اور کھجور کے درخت اجارہ پر لینا	۵۳۳
۴۴۸	ہارمونیم کی تجارت	۵۳۴
۴۴۹	جانور ذبح کرنے کی اجرت	۵۳۵
۴۵۰	ٹیکسی اور رکشا کا کرایہ میٹر کے حساب سے لینا	۵۳۵
۴۵۱	گانے پالنے کے لیے دینا	۵۳۶
۴۵۲	اجرت سے زائد رقم دینا	۵۳۸
۴۵۳	سفارشات پر اجرت	۵۳۹
۴۵۴	ویٹر کو بخشش دینا	۵۴۰
۴۵۵	مجرم کو پکڑنے پر انعام رکھنا	۵۴۱
۴۵۶	گم شدہ چیز پہنچانے پر انعام کا اعلان	۵۴۱
۴۵۷	انعام کی حیثیت اور مقدار کی تعیین	۵۴۳
۴۵۸	انعام کی تعیین کے ساتھ دن کی تعیین	۵۴۴

۴۵۹	قرض واپس دلانے پر انعام	۵۴۵
۴۶۰	کاروبار کی ترقی کے لیے ملازمین کو زائد رقم دینا	۵۴۵
۴۶۱	گیسٹ ہاؤس میں اجنبی مرد و عورت کی رہائش	۵۴۶
۴۶۲	فائننس کمپنی کو کرایہ پر جگہ دینا	۵۴۷
۴۶۳	انشورنس ادارہ کو کرایہ پر جگہ دینا	۵۴۸
۴۶۴	مسلم معمار کے ہاتھوں سودی بینک یا مندر کی تعمیر	۵۴۹
۴۶۵	کرایہ کی سائیکل گم ہو جائے	۵۵۰
۴۶۶	ڈاکہ کا پیسہ وصول کرنا	۵۵۱
۴۶۷	قلی کا زیادہ قیمت لینا	۵۴۲
۴۶۸	رقم لے کر ویزا دلوانا	۵۵۳
۴۶۹	بکری کی پیدوار میں برابر کی حصہ داری	۵۵۴
۴۷۰	ٹیوب ویل کا پانی اجرت پر دینا	۵۵۴
۴۷۱	ایام تعطیلات کی تنخواہ	۵۵۵
۴۷۲	حج میں جانے والے مدرس یا ٹیچر کی تنخواہ	۵۵۶
۴۷۳	امام و مؤذن کے ایام غیر حاضری کی تنخواہ	۵۵۷
۴۷۴	سرکاری ملازم کا ڈیوٹی ادا کیے بغیر تنخواہ لینا	۵۵۸
۴۷۵	غیر حاضری کے باوجود مدرسین کا تنخواہ لینا	۵۵۹
۴۷۶	اخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسید بنوانا	۵۶۰
۴۷۷	ایام احتجاج کی تنخواہ	۵۶۱
۴۷۸	معاہدہ کی خلاف ورزی پر ضمانت ضبط کرنا	۵۶۲
✽	کتاب الکفالة	✽
۴۷۹	عقد کفاله	۵۶۳

۵۶۴	عقد کفالہ میں مکفول عنہ کی جہالت	۴۸۰
۵۶۵	مال مجہول کی ضمانت لینا	۴۸۱
۵۶۶	کفالہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا	۴۸۲
۵۶۸	کفالت کی اضافت مدت غیر متعین کی طرف	۴۸۳
۵۶۸	مکفول لہ کی جہالت	۴۸۴
۵۶۹	مکفول لہ کے آنے تک دوسرے کا کفیل بننا	۴۸۵
۵۷۱	قرض کی ادائیگی کا ذمہ لینا	۴۸۶
۵۷۲	مکفول عنہ کا مجہول ہونا	۴۸۷
۵۷۲	مصنوعات کی لائف ٹائم گارنٹی	۴۸۸
❀	کتاب الحوالہ	❀
۵۷۴	عقد حوالہ	۴۸۹
۵۷۵	حوالہ مطلقہ اور حوالہ مقیدہ	۴۹۰
۵۷۶	ٹرپلر چیک کے ذریعے حوالہ	۴۹۱
۵۷۸	قرض کی جگہ چیک جاری کرنا	۴۹۲
❀	کتاب الوکالہ	❀
۵۷۹	عقد وکالہ	۴۹۳
۵۸۰	وکالت میں جہالت فاحشہ	۴۹۴
۵۸۰	کسی چیز کے خریدنے کا مطلق وکیل بنانا	۴۹۵
۵۸۱	کسی کو اپنے معاملات میں وکیل بنانا	۴۹۶
❀	کتاب المساقاة والمزارعة	❀
۵۸۳	عقد مساقات	۴۹۷
۵۸۴	عقد مزارعت	۴۹۸

۴۹۹	کسی ایک فریق کے لیے پیداوار کی ایک خاص مقدار متعین کرنا	۵۸۵
۵۰۰	عقد مزاعت میں پیداوار سے ایک تہائی یا چوتھائی وصول کرنا	۵۸۶
✽	کتاب الرهن	✽
۵۰۱	عقد رهن	۵۸۷
۵۰۲	عقد رهن کی شرطیں	۵۸۸
۵۰۳	بلا اجازت کسی کی چیز رهن رکھنا	۵۸۸
۵۰۴	شیء مرہون پر مرہن کا قبضہ	۵۸۹
۵۰۵	اڑتے ہوئے پرندے یا بھگوڑے غلام کو رهن میں رکھنا	۵۹۰
۵۰۶	غاصب یا متلف سے رهن کا مطالبہ	۵۹۰
۵۰۷	خریدار کا بیوپاری سے رهن کا مطالبہ	۵۹۱
۵۰۸	مشترک چیز رهن رکھنا	۵۹۲
۵۰۹	شیء مرہون راہن کو عاریت پر دینا	۵۹۳
۵۱۰	راہن یا مرہن کا انتقال ہو جائے	۵۹۴
۵۱۱	عقد رهن سے رجوع	۵۹۵
۵۱۲	مرہون پر قبضے کے لیے راہن کی اجازت	۵۹۶
۵۱۳	رهن رکھتے وقت قرض کی صراحت	۵۹۷
۵۱۴	اپنے ماتحت کی کوئی چیز اپنے پاس رهن رکھنا	۵۹۷
۵۱۵	شیئرز کو بطور رهن رکھنا	۵۹۸
۵۱۶	شیء مرہون سے متعلق کاغذات مرہن کے حوالہ کرنا	۵۹۹
۵۱۷	شیء معدوم کو رهن رکھنا	۶۰۱
۵۱۸	مرہن کا رهن سے نفع حاصل کرنا	۶۰۲
✽	کتاب الغصب	✽

۶۰۳	میونسپلٹی کی زمین پر قبضہ و تصرف	۵۱۹
۶۰۵	کمیونٹ ملک میں رہائش پذیر مسلمانوں کے اموال	۵۲۰
۶۰۶	بزدور و بزدلی کسی کی زمین لے لینا	۵۲۱
✽	كتاب المقتطعة	✽
۶۰۸	سیلاب میں بہہ کر آئی چیزوں کا استعمال	۵۲۲
✽	كتاب الهبة والوصية	✽
۶۰۹	عقد ہبہ	۵۲۳
۶۱۰	ہبہ واپس لینا	۵۲۴
۶۱۱	اعضائے انسانی کا ہبہ یا وصیت	۵۲۵
✽	كتاب العارية	✽
۶۱۲	اعارہ / عاریت	۵۲۶
✽	كتاب الحظر والإباحة	✽
۶۱۳	کراٹے کے استاذ کو جھک کر سلام	۵۲۷
۶۱۴	بلا ضرورت تصویر	۵۲۸
۶۱۵	مکان میں فوٹو اور تصاویر	۵۲۹
۶۱۵	تخم ریزی کے لیے غلہ کی ذخیرہ اندوزی	۵۳۰
۶۱۶	مسجد کے قریب آلات لہو و لعب کا استعمال	۵۳۱
۶۱۷	ربڑ کی مصنوعی عورت	۵۳۲
۶۱۹	ٹیسٹ ٹیوب بے بی	۵۳۳
۶۲۰	افزائش نسل کے لیے جانوروں کو انجکشن لگانا	۵۳۴
۶۲۱	دھات سے جاندار کا مجسمہ بنانا	۵۳۵
۶۲۲	مقدس اوراق بیت الخلا میں لے جانا	۵۳۶

۶۲۳	چوہوں کو زہر دے کر مارنا	۵۳۷
۶۲۴	ٹی وی (TV) ام الخباثت	۵۳۸
۶۲۵	بے پردگی کی حالت میں ہسپتال میں ولادت	۵۳۹
۶۲۶	شاپ ایکٹ کا شرعی حکم	۵۴۰
۶۲۷	مکہ و مدینہ میں غیر قانونی طور پر رہائش	۵۴۱
۶۲۸	سی این این (C.N.N.)، نشریاتی بین الاقوامی ادارہ	۵۴۲
۶۲۹	مدرسہ کے تختہ سیاہ پر عبارتوں کی ترکیب وغیرہ لکھنا	۵۴۳
۶۳۰	مخلوط تعلیم	۵۴۴
۶۳۱	صابون اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال	۵۴۵
۶۳۲	نل کنکشن میں موٹر گا کر پانی نکالنا	۵۴۶
۶۳۳	دوسرے کے پاسپورٹ پر اپنا فوٹو چسپاں کرنا	۵۴۷
۶۳۵	ہوٹل کا صابون گھر لے جانا	۵۴۸
❀	کتاب اللباس والزینۃ	❀
۶۳۶	کفار و فساق کا لباس	۵۴۹
۶۳۷	موجودہ برقع	۵۵۰
۶۳۸	عورت باپردہ گھر سے نکلے	۵۵۱
۶۳۹	گھر کے ملازموں سے پردہ	۵۵۲
۶۴۰	ملازمہ کے ساتھ خلوت	۵۵۳
۶۴۱	لیڈی ڈاکٹر کا نامحرموں سے پردہ	۵۵۴
۶۴۳	گھر کی خادماؤں سے پردہ	۵۵۵
۶۴۵	محارم کے سامنے آدھی آستین کا قمیص	۵۵۶
۶۴۶	عورت کا مرد ڈاکٹر سے علاج کروانا	۵۵۷

۶۴۷	سونے، چاندی یا ریشمی کام والی ٹوپی یا جوتی	۵۵۸
۶۴۹	کشتی نما ٹوپی	۵۵۹
۶۵۰	موجودہ لباس شریعت کی روشنی میں	۵۶۰
۶۵۲	نیکر پہن کر فوجی مشق	۵۶۱
۶۵۳	شرٹ و نیکر پہن کر کھیلنا	۵۶۲
۶۵۵	خواتین کی ملازمت	۵۶۳
۶۵۷	تبلیغ دین کے لیے عورتوں کا ٹی وی پر آنا	۵۶۴
۶۵۹	آڑی مانگ نکالنا	۵۶۵
۶۶۰	انگریزی بالوں کو سنت کے مطابق کرنا	۵۶۶
۶۶۱	زائد بال صاف کرنا	۵۶۷
۶۶۲	بچوں کے بال	۵۶۸
۶۶۳	موچھوں کا بڑھانا	۵۶۹
۶۶۵	بیوٹی سپاٹ (Beauty Spat)	۵۷۰
۶۶۶	پلکیں بنوانا	۵۷۱
۶۶۷	کان چھدوانا	۵۷۲
۶۶۸	لڑکوں کے لیے کریم (Cream) کا استعمال	۵۷۳
۶۶۹	محض زینت کے لیے مضر دوا کا استعمال	۵۷۴
✽	کتاب الأکل والشرب	✽
۶۷۰	کوکا کولا (Coca Cola) اور فنٹا (Fanta) کا استعمال	۵۷۵
۶۷۲	بیر (Bear) کا حکم	۵۷۶
۶۷۳	تاڑ اور کھجور کا رس (نیرا) پینا	۵۷۷
۶۷۳	بھنگ پینا	۵۷۸

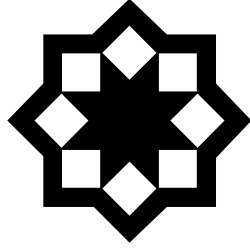
۶۷۴	چرٹ پینا	۵۷۹
۶۷۵	بطور علاج شراب پلانا	۵۸۰
۶۷۶	گرما گرم ماکولات و مشروبات کا استعمال	۵۸۱
۶۷۷	نشہ آور تمباکو کا استعمال	۵۸۲
۶۷۸	غیر نشہ آور کوکین کا استعمال	۵۸۳
۶۷۹	ہندوؤں کے برتنوں میں کھانا	۵۸۴
۶۸۰	غیر مسلم باورچی کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا	۵۸۵
۶۸۱	غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا	۵۸۶
۶۸۲	کتے یا بلی کی شکل میں بسکٹ بنانا	۵۸۷
۶۸۳	دعوتِ ولیمہ	۵۸۸
۶۸۵	سرک پر چلتے ہوئے کھانا	۵۸۹
۶۸۷	حلال اشیاء کی ایڈورٹائز (Advertise)	۵۹۰
۶۸۸	پنیر میں ڈالا جانے والا ریٹ	۵۹۱
۶۸۹	اہل کتاب کا ذبیحہ	۵۹۲
۶۹۰	بگلہ، گرسل اور نیل کنٹھ	۵۹۳
۶۹۱	چچ سے کھانا	۵۹۴
۶۹۲	جھینگے کا شرعی حکم	۵۹۵
۶۹۴	پان میں چونے کا استعمال	۵۹۶
۶۹۴	سودی بینک ملازم کی دعوت	۵۹۷
❁	فصل فی الاسامی	❁
۶۹۶	لڑکی کا نام ”رَبِّمَا“ رکھنا	۵۹۸
۶۹۶	لڑکی کا نام ”رَبِّنَا“ رکھنا	۵۹۹

✽	کتاب الطب	✽
۶۹۸	علم طب سیکھنا اور سکھانا	۶۰۰
۶۹۸	فن طب سیکھے بغیر علاج	۶۰۱
۶۹۹	دوا اور علاج	۶۰۲
۷۰۰	انسانی عضو قیتاً یا ہدیۃ دینا	۶۰۳
۷۰۲	انسانی آنکھ کا استعمال	۶۰۴
۷۰۳	سرجری کے دوران سوراخ و چھید کرنا	۶۰۵
۷۰۴	آپریشن کے بعد زخم پر ٹانکے لگانا	۶۰۶
۷۰۴	حاملہ عورت کا پیٹ چیرنا	۶۰۷
۷۰۵	ایکس رے (X-Ray) کے ذریعہ طبی جانچ	۶۰۸
۷۰۶	انسانی لاش کی چیر پھاڑ	۶۰۹
۷۰۷	مردہ انسان کے اعضا کا استعمال	۶۱۰
۷۰۸	انسانی اعضا کا استعمال	۶۱۱
۷۰۹	جواز سرجری کی شرط	۶۱۲
۷۱۰	بدن سے زائد گوشت نکالنا	۶۱۳
۷۱۱	سرجری کے لیے مریض کے ولی کی اجازت	۶۱۴
۷۱۱	انسانی اعضا کی پیوند کاری	۶۱۵
۷۱۲	نفس کی خرید و فروخت	۶۱۶
۷۱۳	بلڈ بینک (Blood Bank) کا قیام	۶۱۷
۷۱۴	الکحل ملی ہوئی ادویات کی تجارت	۶۱۸
۷۱۵	بطور دوا حرام اشیاء کا استعمال	۶۱۹
۷۱۶	مرہم، کریم اور پاؤڈر کا استعمال	۶۲۰

۶۲۱	شوگر کے مریض کے لیے انسولین کا استعمال	۷۱۶
۶۲۲	بو اسیری مسوں کو کاٹنا	۷۱۷
۶۲۳	پیریاڈن کی پھٹن کو جوڑنا	۷۱۷
۶۲۴	تحقیق جرائم کے لیے پوسٹ مارٹم	۷۱۸
۶۲۵	مریض کی سرجری	۷۱۹
۶۲۶	عمل سرجری کے لیے شرطیں	۷۲۰
۶۲۷	پردہ بکارت کو جوڑنا	۷۲۰
۶۲۸	مردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا	۷۲۱
۶۲۹	سونایا چاندی نگٹنے والے کا پیٹ چاک کرنا	۷۲۲
۶۳۰	عضو مجروح کو داغنا	۷۲۳
۶۳۱	پریکٹس کے لیے نعتوں کی چیر پھاڑ	۷۲۳
۶۳۲	مصنوعی پردہ بکارت	۷۲۴
۶۳۳	مصنوعی اعضا کے ذریعہ پیوندکاری	۷۲۶
۶۳۴	مصنوعی بال لگوانا	۷۲۶
۶۳۵	زائید انگلی کٹوانا	۷۲۸
۶۳۶	سرجری و آپریشن میں مریض کا عضو کاٹنا	۷۲۸
۶۳۷	خزیر کی کھال سے جلد کی پیوندکاری	۷۲۹
۶۳۸	سرجری کے ذریعہ عضو جوڑنا	۷۳۰
۶۳۹	تشخیص کی فیس	۷۳۰
۶۴۰	سرجری کے لیے بے ہوش کرنا	۷۳۱
۶۴۱	میڈیکل سرجری	۷۳۲
۶۴۲	سرجری سے ہونے والا ضرر	۷۳۳

۶۴۳	سرجن پر ضمان	۷۳۳
۶۴۴	ڈاکٹر سے باز پرس	۷۳۴
۶۴۵	مریض کی صحت یابی پر انعام	۷۳۵
✽	کتاب الضمان	✽
۶۴۶	قاتل شخص کی ضمانت	۷۳۷
۶۴۷	ورثاء کا دیت استعمال کرنا	۷۳۸
۶۴۸	ورک شاپ سے سامان گم ہونے پر ضمان	۷۳۹
۶۴۹	دھوبی سے کپڑا گم ہو جائے	۷۴۰
۶۵۰	دھوبی کی طرف سے کپڑوں کی تبدیلی	۷۴۱
✽	تفریحی امور	✽
۶۵۱	ٹی وی پر کرکٹ میچ	۷۴۲
۶۵۲	ٹی وی پر دینی پروگرام	۷۴۳
۶۵۳	ٹی وی پر ناچ گانا	۷۴۴
۶۵۴	کمپیوٹر اور موبائل پر فلم بنی	۷۴۵
۶۵۵	الرسالۃ (پیغام) نامی فلم	۷۴۷
۶۵۶	”فجر الاسلام“ نامی فلم	۷۵۰
۶۵۷	فلم جس میں آپ ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے	۷۵۲
۶۵۸	کھیل کے جواز و عدم جواز کی شرطیں	۷۵۳
۶۵۹	والی بال	۷۵۵
۶۶۰	فٹ بال، کبڈی اور دنگل میں کشتی	۷۵۶
۶۶۱	تاش، چوسر اور شطرنج	۷۵۷
۶۶۲	مداری کا کھیل	۷۵۹
۶۶۳	غیر مسلموں کے تہوار میں کرتب بازی	۷۶۰
۶۶۴	گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا	۷۶۱

۷۶۲	بلا ضرورت فوٹو رکھنا	۶۶۵
۷۶۳	تصویر والا شناختی کارڈ	۶۶۶
۷۶۳	بچوں کے جسمے والے کھلونے	۶۶۷
۷۶۵	”یوگا“ درحقیقت ”سوریہ پوجا“ ہے	۶۶۸
۷۶۶	ہیپنازم اور تیلی پیٹھی	۶۶۹
۷۶۷	کمپیوٹر و انٹرنیٹ کا حکم	۶۷۰
۷۶۸	مصادر و مراجع	❁



تقریظ

رئیس جامعہ

حضرت مولانا غلام محمد صاحب و ستانوی دامت برکاتہم

مسلمان احکام الہی کا پابند ہے، اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہے اور سمجھنا بھی چاہیے، اور اس کا کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: ”لا يجوز لمسلم أن يتصرف أو يفعل فعلاً إلا بعد معرفة حكم الله فيه“ . (موسوعة القواعد الفقهية: ۱۵/۸) عامۃ المسلمین کو درپیش مسائل مہمہ کے حل کی طرف ہر زمانے کے علماء نے خصوصی توجہ دی، جو ان کی ذمہ داری ہے، اور انہوں نے اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی، کر رہے ہیں، اور کرتے رہیں گے، کیوں کہ یہ دین قیامت تک کے لیے ہے، اور اس میں ہر زمانے میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل موجود ہے، حالات بدلتے رہے، بدل رہے ہیں، اور بدلتے رہیں گے، اور تبدیلی حالات کے ساتھ ساتھ نت نئے مسائل کا پیدا ہونا جہاں امر طبعی ہے، وہیں ان کا حل پیش کرنا بھی امر ضروری ہے۔

کتاب ”تحقیق و مدلل جدید مسائل“ جلد دوم چھ سو ستر (۶۷۰) عوام کو درپیش مسائل کا مجموعہ ہے، جن کو عزیزم مولانا حذیفہ سلمہ اور مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی نے منتخب و مرتب کر کے طلباء دارالافتاء سے تخریج و تحقیق کا کام کروا کر انہیں مسائل کا ایک مستند مجموعہ بنا دیا۔ اللہ اسے قبول فرمائے! اب جامعہ ان مسائل کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہماری تمام نیک کاوشوں کو شرف قبولیت سے نواز کر اپنی رضا نصیب فرمائے۔ فقط

(مولانا) غلام محمد و ستانوی

۱۴۳۶/۲/۲۵ھ - ۲۰۱۵/۲/۱۵ء

ایک اہم وضاحت

مولانا حذیفہ دستاوی

ناظم تعلیمات و معتمد جامعہ

اللہ رب العزت نے کائنات و انسان کو پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد دنیوی و انسانی نظام کو ویسے ہی اس کی حالت پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی نشوونما اور انتظام و انصرام کا اعلیٰ بندوبست فرمایا تاکہ کائنات میں توازن و برابری قائم رہ سکے، کیوں کہ اگر اللہ اپنی مخلوق کو اپنے سہارے کے بغیر چھوڑ دیتا تو پورا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

انسان کی نظر میں دو چیزیں بڑی اہم ہیں: (۱) خود اس کی زندگی، (۲) کائنات۔ کائنات کو عالم کبیر اور انسان کے اندرون و بیرون کو عالم صغیر سے موسوم کیا جاتا ہے، انسان اللہ کی دی ہوئی عقل سے اپنے مسائل کچھ نہ کچھ درجہ حل کر لیتا ہے، مگر کائنات جو عالم کبیر ہے، وہ اس کے بس میں نہیں اس لیے کہ اس کی عقل محدود، اس کا علم ناقص، اس کی طبیعت کمزور، اور اس کی قدرت محدود، غرضیکہ وہ گرچہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں اشرف ہے مگر اس کی تمام چیزیں محدود ہیں، اب ظاہری بات ہے کہ وہ اپنی محدود ملکات کے ذریعہ کائنات کا نظام نہیں چلا سکتا تھا، کیوں کہ اتنے عظیم نظام کو چلانے کے لیے غیر محدود ملکات کی حامل ذات کی ضرورت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے عالم کبیر کی تمام ذمہ داریاں اپنے ذمہ لے لی، البتہ انسان کو اپنے بارے میں محدود اختیارات دے رکھے ہیں، جس سے وہ اپنے بعض امور انجام دے سکتا ہے، مگر یہ بھی محدود ہیں، کیوں کہ اس کی عقل کی رسائی و پرواز بہت زیادہ نہیں، اس لیے اسے اللہ کے تعاون کی ضرورت تھی، اللہ نے یہ فضل و کرم فرمایا کہ ہر زمانہ میں انبیاء کو مبعوث کر کے اس کے مسائل کو اپنے غیر محدود علم و قدرت سے حل کر دیا، گویا انسان اپنے مسائل کو حل کرنے میں بھی اللہ کا محتاج ہے، اس کے بغیر وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ عقل بغیر وحی کے صحیح رہنمائی نہیں کر سکتی۔

سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو اس لیے نبی بنا کر مبعوث کیا گیا کہ انسانی عمارت کی بنیاد و اساس صحیح طور پر قائم ہو، ورنہ بنیاد ہی اگر کج ہوگی تو عمارت کا کیا پوچھنا؟ پھر ہر زمانہ میں اس زمانہ کے احوال کے اعتبار سے شریعتیں اتاری جاتی رہیں، اور وہ شریعتیں اپنے ایک محدود زمانے کے اعتبار سے مکمل ہوا کرتی تھیں، اس کے ذریعہ اس محدود زمانہ کی ضرورتیں پوری ہو جاتیں، تاہم ضرورت تھی ایک جامع و مکمل شریعت کی، تو اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر اس ضرورت کو بھی پورا کر دیا، اور اعلان کر دیا: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ .

(سورة المائدة: ۳)

اللہ رب العزت نے شریعت محمدیہ میں ایسے اصول اور ضروری جزئیات بیان کر دیئے کہ اس کی روشنی میں قیامت تک مسائل حل کیے جاتے رہیں گے، مگر بہر حال سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے اس کے لیے وارثین علوم نبوت کا ہونا ضروری تھا، تو اللہ نے اس امت پر یہ احسان عظیم اور فضل فرمایا کہ ہر زمانہ میں علماء و فقہاء کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جو پیش آمدہ تمام مسائل کو خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، ان کا تعلق معاشرت سے ہو، یا سیاست و معیشت سے، ان کا واسطہ اخلاق و مروت سے ہو، یا ظاہر و باطن سے، حل کرتی رہی، اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا، علامہ ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا:

”دین حق کی حفاظت کے لیے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا ہونا ضروری ہے۔“

صنعتی انقلاب کے بعد نئے مسائل پیدا ہوتے گئے اور علماء اسے حل کرتے رہے، خلافت عثمانیہ نے ”مجلۃ الأحکام العدلیۃ“ کو اسی ضرورت کے پیش نظر تیار کروایا تھا، جو ایک تاریخی کارنامہ ہے، اس کے بعد جب خلافت کا سقوط واقع ہو گیا، اور مسلمانوں کے مسائل حکومت کے ذریعہ حل نہیں ہو سکتے تھے، تو اللہ رب العزت نے دنیا بھر میں المجامع الفقہیہ (فقہی اکڈمیاں) قائم کروائی اور اب اہم اہم جدید مسائل انہیں کے ذریعہ حل ہو رہے ہیں، ضرورت اس بات کی تھی کہ قرآن و حدیث اصول و قواعد اور جزئیات فقہیہ کی روشنی میں ہر باب سے متعلق پیش آمدہ جدید مسائل کے حل پر مشتمل ایک ایسی عظیم کتاب تیار کی جائے جو تمام مسائل کو محیط نہ سہی مگر اکثر

مسائل کو جامع ہو، جب جامعہ میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا تو بندے کے ذہن میں یہ صورت آئی کہ ہمارا دارالافتاء اس کے لیے معین ثابت ہو سکتا ہے، وہ اس طرح کہ طلبہ افتاء کو شروع سال میں مختلف ابواب فقہیہ سے متعلق مسائل پر تمرین کروائی جائے، اور بعد میں جدید مسائل پر، مگر محقق و مدلل انداز میں، یعنی ہر مسئلہ کو حتی الامکان کتاب اللہ و سنت رسول اللہ، اور ساتھ ہی ساتھ قواعد فقہ و جزئیات فقہیہ سے حل کروایا جائے؛ کہ اس سے، جہاں طلباء افتاء کی تمرین و تدریب ہوگی وہیں مسائل جدیدہ پر تخریج و تحقیق کا کام بھی ہوتا رہے گا۔

الحمد للہ! محض اللہ کے فضل، اس کی توفیق اور نصرت سے یہ کام شروع ہو چکا ہے، سال اول کے طلبہ سے تقریباً چار سو باون (۴۵۲) ان مسائل پر کام کروایا گیا، جن کو ناکارہ بیان مصطفیٰ میں عوام کی ضرورت کے لیے صرف مسائل کی صورت میں بعنوان ”عصر حاضر کے پیش آمدہ جدید مسائل“ لکھتا رہا، ان طلباء نے ماشاء اللہ بحسن خوبی اور انتہائی جانفشانی سے، دن رات ایک کر کے اس کام کو انجام دیا، اور حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی بڑی دلچسپی و جدوجہد سے اس عمل تحقیق اور تخریج و تطبیق پر نظر فرماتے رہے۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء

محقق و مدلل جدید مسائل جلد دوم جو تقریباً چھ سو ستر (۶۷۰) مسائل پر مشتمل ہے، یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک زرین کڑی ہے، ان شاء اللہ ہر سال اسی طرح کام ہوتا رہے گا، اور یہ کوشش کی جائے گی کہ جدید مسائل کا ایک انسائیکلو پیڈیا تیار ہو جائے، تاکہ وقت کی ایک اہم ضرورت پوری ہو، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت و اعانت شامل حال رکھے!

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم
وتب علینا انک انت التواب الرحیم

حذیفہ و ستانوی

۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء - ۲۰۱۵ء/۲/۱۵

ابتدائیہ

مفتی محمد جعفر علی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم ، اما بعد! زیر نظر کتاب ”محقق و مدلل جدید مسائل“ جلد دوم، اسی سلسلہ کی دوسری اہم کڑی ہے، جسے جامعہ نے قیام دارالافتاء کے روزِ اول سے شروع کر رکھا ہے، پہلی جلد..... ایمان و عقائد، بدعات و رسومات، طہارت، تیمم، اذان، جمعہ، امامت، سجدہ تلاوت، قبلہ، زکوٰۃ، روزہ، اعتکاف، نکاح، معاملات، شیراز، سود، اجارہ، مباح و ممنوع، موبائل، لباس اور زیب و زینت وغیرہ سے متعلق (۴۵۲) جدید مسائل پر مشتمل تھی، اب یہ دوسری جلد بھی۔ ایمان و عقائد، قرآنیات، طہارت، نماز، جنازہ، مساجد، زکوٰۃ و صدقہ فطر، روزہ، حج، قربانی، نکاح، طلاق، معاملات (بیع، سود، انشورس، اجارہ، شرکت، غصب و لقطہ وغیرہ)، لباس اور زیب و زینت، مباح و ممنوع، طب اور تفریحی امور..... وغیرہ سے متعلق چھ سو ستر (۶۷۰) جدید مسائل پر مشتمل ہے۔

میں دعا گو ہوں طلبہ سال دوم و سوم کے لیے، جنہوں نے بوقت تمرین ان مسائل کی تحقیق و تخریج میں بڑی جانفشانی سے کام کیا، اللہ تعالیٰ انہیں تفقہ فی الدین کی دولت سے مالا مال فرمائے! اسی طرح میں مشکور ہوں اپنے معاونین مفتی عبدالمبین، مفتی افضل، مفتی مجیب الرحمن صاحبان کا جنہوں نے ان مسائل کی مراجعت، کمپوزنگ و پروف ریڈنگ میں بڑی محنت فرمائی۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر تصویر مسئلہ و تطبیق عبارات میں کچھ خلل ہو، تو صحیح تصویر مسئلہ و تطبیق عبارت سے احقر کو مطلع فرمائیں، یہ ان کا احسان عظیم ہوگا۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم !!

مؤلف:- ۱۴۳۶ھ/۲۵-۲۰۱۵ء

کتاب الایمان والعقائد

☆.....ایمان وعقائد کے مسائل.....☆

ضروریات دین کی وضاحت

مسئلہ (۱): ضروریات دین وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر ایمان کا مدار ہے، اور ان کا حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے ہونا قطعی، یقینی اور متواتر ثابت ہو، نیز ان کی شہرت اس درجہ ہو کہ عوام بھی ان کا حضور ﷺ کے دین سے ہونا جانتے ہوں، جیسے توحید، رسالت، ختم نبوت، حیات بعد الممات، سزا و جزاء اعمال، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی فرضیت، سود اور خمر کی حرمت وغیرہ۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” اكفار الملحدين في موسوعة رسائل الكشميري “ : والمراد بالضروریات على ما اشتهر في الكتب ما علم كونه من دين محمد ﷺ بالضرورة ، بأن تواتر عنه واستفاض ، وعلمته العامة كالوحدانية والنبوة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده وكالبعث والجزاء ووجوب الصلوة والزكاة وحرمة الخمر ونحوها . (۲/۳)

ما في ” رد المحتار “ : قوله : (هو تصديق الخ) معنى التصديق قبول القلب وإذعانه لما علم بالضرورة أنه من دين محمد ﷺ بحيث تعلمه العامة من غير افتقار إلى نظر واستدلال كالوحدانية والنبوة والبعث والجزاء ، ووجوب الصلاة والزكاة وحرمة الخمر ونحوها . اهـ .

(۳۵۴/۲ ، ۳۵۵ ، كتاب الجهاد ، باب المرتد ، بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱/۱۹۰، کراچی)

کیا ”خدا“ ہر شئی میں ہے؟

مسئلہ (۲): بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ہر شئی (چیز) میں حلول کیے ہوئے ہے، جب کہ یہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے، کیوں کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ حسین و قبیح، پاک و پلید ہر شئی (چیز) میں موجود ہے، اور اس امر کی قباحت ظاہر ہے، لہذا ایسا عقیدہ رکھنے والے کو خارج از اسلام سمجھا جائیگا۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ”فتح الباري“ : وأما قوله : ”عنده“ . فقال ابن بطال : ”عنده“ في اللغة للمكان، والله منزّه عن الحلول في المواضع ؛ لأن الحلول عرض يفنى وهو حادث والحادث لا يليق بالله . (۱۳/۴۶۰)

ما في ”شرح الفقه الأكبر“ : وليس حالا ولا محلاً . (ص/۳۶)

ما في ”أصول الدين لأبي منصور التميمي“ : وأما الحلولية فإن أرادوا بحلول الإله في الأشخاص مماسته أو مجاورته لها فقد أبطلنا ذلك وإن أرادوا حلولاً مثل حلول الأعراض في الأجسام فقد أوجبوا كون الإله عرضاً غير قائم بنفسه ، وما لا يقوم بنفسه لا يصح كونه صانعاً وإن أرادوا بالحلول وقوع ضوء منه على الصورة فليس الإله حسماً ذا شعاع وإنما وصفناه بأنه نور السموات والأرض على معنى أنه منورهما . (ص/۹۹)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱/۲۳۷، کراچی)

اللہ تعالیٰ کو ”ظالم“ کہنا

مسئلہ (۳): اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسے کلمات کا استعمال جو اس کی عالی ذات و صفات سے متضادم (ٹکرا جانے والے) ہیں، مثلاً: ”اللہ تعالیٰ ظالم ہے“، یہ انتہائی بے ادبی ہے، اور اُن کے اجراء یعنی کہنے سے کفر کا اندیشہ ہے^(۱)، خدا تعالیٰ اپنی مملوک مخلوق میں جیسا چاہے تصرف کر سکتا ہے^(۲)، حقیقت پسند اس کو ہرگز ظلم نہیں کہہ سکتا^(۳)، کیوں کہ مالک کو اپنی مملوک میں ہر قسم کے تصرف کی اجازت ہے۔

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : من نسب الله تعالى إلى الجور فقد كفر . (۳۵۹ / ۲)
- ما في ” البحر الرائق “ : يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به . (۲۰۲ / ۵)
- (۲) ما في ” شرح المجلة لسليم رستم باز “ : كل يتصرف في ملكه كيف شاء .
- (ص / ۶۵۴ ، رقم المادة : ۱۱۹۲)
- (۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ . (سورة النساء : ۴۰)
- ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَمَا اللَّهُ يَرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۸)
- ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ . (سورة فصلت : ۴۶)
- (فتاویٰ محمودیہ : ۲ / ۴۱۰ ، ۴۱۱ ، کراچی)

اللہ تعالیٰ کی طرف ”بے انصافی“ کی نسبت

مسئلہ (۴): بے انصافی کی حقیقت؛ ملکِ غیر میں ناحق تصرف کرنا ہے، اگر یہ تعریف ذہن میں رہے، تو اب خالق کا کوئی بھی تصرف اپنی مخلوق میں ظلم ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ مالک اپنی ملک میں ہی تصرف کر رہا ہے^(۱)، لہذا اللہ تعالیٰ کی طرف بے انصافی کی نسبت کرنا^(۲)، بارگاہِ خداوندی میں شدید گستاخی ہے، اس سے کفِ لسان (زبان کو روکنا) ضروری ہے، ورنہ کفر کا اندیشہ ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ”شرح المجلة لسليم رستم باز“ : كل يتصرف في ملكه كيف شاء .
(ص/ ۶۵۴ ، رقم المادة : ۱۱۹۲)
- (۲) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ . (سورة النساء : ۴۰)
- ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿وَمَا اللَّهُ يَرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۸)
- ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾ . (سورة فصلت : ۴۶)
- (۳) ما في ”الفتاوى الهندية“ : من نسب الله تعالى إلى الجور فقد كفر . (۳۵۹/۲)
- ما في ”البحر الرائق“ : يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به . (۲۰۲/۵)
- (فتاویٰ محمودیہ: ۴/۲۱۰، ۲۱۱، کراچی)

اذانِ جمعہ کے بعد ”الصلوة سنة رسول الله“ پکارنا

مسئلہ (۵): اذانِ جمعہ کے بعد ”الصلوة سنة رسول الله“ پکارنا محض

بے بنیاد اور بدعت ہے، جس کا کوئی ثبوت نہیں، جب تہویب للفرض (اذان کے بعد دوبارہ نماز کے لیے بلانا) میں اختلاف ہے^(۱)، حالانکہ یہ ائمہ سے ثابت بھی

ہے^(۲)، تو تہویب للسنۃ (سنت کے لیے بلانا) بر بنائے عدم ثبوت (ثابت نہ

ہونے کی بنا پر) یقیناً ناجائز ہوگی۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”المبسوط للسرخسي“ : لما روي أن علياً رضي الله عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء فقال : ”أخرجوا هذا المبتدع من المسجد“ . ولحديث مجاهد رضي الله عنه قال : دخلت مع ابن عمر رضي الله عنهما مسجداً نصلي فيه الظهر ، فسمع المؤذن يثوب فغضب وقال : ”قم حتى نخرج من عند هذا المبتدع ، فما كان التثويب على عهد رسول الله ﷺ إلا في صلاة الفجر“ . (۱/ ۲۷۴ ، باب الأذان)

(۲) ما في ”المبسوط للسرخسي“ : وقد روي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه قال : لا بأس بأن يخص الأمير بالتثويب فيأتي بابه فيقول : السلام عليك أيها الأمير ورحمة الله وبركاته ، حيّ على الصلاة مرتين ، حيّ على الفلاح مرتين غير أن محمد رحمه الله تعالى حين حج أناه مؤذن مكة يؤذنه بالصلاة فانتهره وقال : ألم يكن في أذانك ما يكفيني .

(۱/ ۲۷۳ ، باب الأذان)

ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : ويثوب بين الأذان والإقامة في الكل للكل . در مختار . وفي الشامية : خصه أبو يوسف بمن يشتغل بمصالح العامة كالقاضي والمفتي والمدرس ، واختاره قاضي خان وغيره . (۱/ ۵۱ ، كتاب الصلوة ، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان) ما في ”السعاية“ : أقول : التثويب الذي نحن فيه لم تعهد في الصدر الأول ، وإنما =

مسجد نبوی ﷺ کے نقشے کی جانب رخ کر کے درود شریف پڑھنا

مسئلہ (۶): ہر نماز کے بعد مسجد نبوی ﷺ کے نقشے کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر درود شریف پڑھنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے، البتہ نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے، جس قدر بھی توفیق ہو، بڑے ادب و احترام کے ساتھ بیٹھ کر درود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے، کیوں کہ درود شریف کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے۔^(۱)

=استحسنه المتأخرون للتواني في الصلوات كلها : السلام عليك أيها الأمير ورحمة الله وبركاته ، حيّ على الصلاة ، حيّ على الفلاح ، الصلاة يرحمك الله ، واستبعد محمد رحمه الله ، لأن الناس سواسية في أمر الجماعة . (۲۷/۲ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

(۳) ما في ” صحيح البخاري “ : قال رسول الله ﷺ : ” من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد “ . (ص ۳۷۷ ، كتاب الصلح ، باب قول الله تعالى الخ)

ما في ” فتح الباري “ : قال ابن المنير : ان المندوبات قد تنقلب مكروهات ، إذا رفعت عن رتبها . (۲۳۷/۲) (احسن الفتاوى : ۱/۳۳۶ ، باب رد البدعات)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : ان من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرّ على بدعة أو منكر . (۲۶/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۶)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال : لقيني كعب بن عجرة فقال : ألا أهدي لك هدية؟ إن النبي ﷺ خرج علينا فقلنا : يا رسول الله ! قد علمنا كيف نسلم عليك ، فكيف نصلي عليك ؟ قال : فقولوا : ” اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على آل إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد ، اللهم بارك على =

مسجد میں میلاد شریف پڑھوانے کی نذر

مسئلہ (۷): اگر کوئی شخص اس بات کی نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا، تو میں مسجد میں میلاد شریف پڑھاؤں گا، تو اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی، اور نہ اس کا ایفا (پورا کرنا) واجب ہے، کیوں کہ بطریق مروجہ مجلس میلاد منعقد کرنا شرعاً بے اصل، بدعت اور ناجائز ہے، جب کہ نذر کے منعقد ہونے کے لیے منذور بہ کا قربت مقصودہ ہونا ضروری ہے، اور مجلس میلاد قربت مقصودہ نہیں ہے، لہذا یہ نذر منعقد نہیں ہوگی، اور اس طرح کی نذر ماننے سے احتراز لازم ہے۔^(۱)

=محمد و علی آل محمد کما بרכת علی آل ابراہیم و علی آل ابراہیم إنک حمید مجید۔ (ص/۱۱۳۵، کتاب الدعوات، باب الصلاة علی النبی ﷺ)

ما فی ”صحیح مسلم“: عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله ﷺ قال: ”من صلى عليّ واحدة صلى الله عليه عشرًا“.

(۲۲۹/۳، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلاة علی النبی ﷺ بعد التشهد)

ما فی ”جامع الترمذی“: عن عبد الله بن مسعود، أن رسول الله ﷺ قال: ”أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم عليّ صلاة“۔ (۱۱۰/۱، قدیمی، ۳۵۹/۱، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاة علی النبی ﷺ، بیروت)

ما فی ”سنن النسائي“: عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ”من صلى عليّ صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت له عشر درجات“۔ (۳۸۵/۱، کتاب صفة الصلوٰۃ، الفضل في الصلاة علی النبی ﷺ)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی ”اعلاء السنن“: عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده: أن رسول الله ﷺ قال: ”لا نذر إلا فيما يبتغي به وجه الله، ولا يمين في قطيعة رحم“۔ (۴۹۷/۱۱)

۱۲ ربیع الاول وغیرہ تاریخوں میں عرس

مسئلہ (۸): ۱۲ ربیع الاول یا کسی بزرگ کی تاریخ وفات پر جو عرس لگتا ہے، اور اس میں ڈھول باجوں کے ساتھ قوالیاں ہوتی ہیں، شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں^(۱)، بلکہ یہ بہت سے مفاسد و برائیوں پر مشتمل ہیں^(۲)، جن میں سے ایک میوزک کے ساتھ قوالی کی محفل ہے، جس کے ناجائز ہونے پر دلائل فقہیہ دال ہیں^(۳)، لہذا یہ دونوں چیزیں (عرس و قوالی) شرعاً ناجائز اور ممنوع ہیں۔^(۴)

وما فی "اعلاء السنن" : قال المؤلف : دلالتہ علی الباب ظاہرہ ، فإن ما یتبغی بہ وجہ اللہ ظاہر فی العبادۃ المقصودۃ ، فغیر المقصود لا یتبغی بہ وجہ اللہ إلا بواسطۃ ، والمطلق إذا أطلق یراد بہ الفرد الكامل ، فالمراد العبادۃ المقصودۃ لا غیر . فافہم . ویؤید ما مرّ من أنه ﷺ أُلغی تعین بیت المقدس للصلاة فی النذر مع أن للصلاة فیہ فضلا تدل علی أن النذر بعبادۃ غیر مقصودۃ لا ینعقد ولا یجب إیفاءہ . (۴۹۷/۱۱)

ما فی "بدائع الصنائع" : ومنها أن یراد قربۃ مقصودۃ فلا یصح النذر بعبادۃ المرضی وتشیع الجنائز والوضوء والإغتسال ، ودخول المسجد ، ومسّ المصحف والأذان ، وبناء الرباطات والمساجد ، وغیر ذلك ، وإن كانت قربا ، لأنها لیست بقرب مقصودۃ . (۲۲۸/۴)

ما فی "البحر الرائق" : واعلم بأنهم صرحوا بأن شرط لزوم النذر ثلاثة : كون المنذور لیس بمعصیۃ ، وكونه من جنسه واجب ، وكون الواجب مقصوداً لنفسه . (۵۱۴/۲)

ما فی "رد المحتار" : وأقبح منه النذر بقراءۃ المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب ، وایہاب ثواب ذلك إلى حضرة المصطفیٰ ﷺ . (۳۸۰/۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی "الدر المنتقى مع مجمع الأنهر" : (فما ظنک بہ عند الغناء الذي یسمون وجدًا) ومحبة ، فإنه مکروه ، لا أصل له فی الدین ، زاد فی الجواهر : وما یفعله متصوفة زماننا حرام ، لا یجوز القصد والجلوس إلیه ، ومن قبلهم لم یفعله . (۲۱۹/۴) ، کتاب الکراهیۃ ، فی المتفرقات) =

= (۲) ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح “ : وأما الرقص والتصفيق والصريخ ، وضرب الأوتار ، والضج والبوق الذي يفعله بعض من يدعي التصوف ، فإنه حرام بالإجماع ، لأنه زيّ الكفار ، كما في سكب الأنهر . (۳۱۹ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب ما يفسد الصلاة)

(۳) ما في ” البزازیة علی هامش الهندیة “ : استماع صوت الملاهی كالضرب بالقضب ونحوه حرام ، قال علیه السلام : ” استماع الملاهی معصیة ، والجلوس علیها فسق ، والتلذذ بها كفر “ أي بالنعمة . (۳۵۹/۲ ، كتاب الكراهية ، الباب الثالث فيما يتعلق بالملاهی)

ما في ” حاشية الطحطاوي “ : وأجاز بعضهم الغناء في العرس كضرب الدف فيه ، قلت : لكن في البحر : والمذهب حرمة مطلقاً ، فانقطع الاختلاف ، بل ظاهر الهداية أنها كبيرة ولو نفسه . (ص / ۳۱۹ ، كتاب الصلاة)

(۴) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ واستغفر من استطعت منهم بصوتك ﴾ . (الإسراء : ۶۴)

ما في ” روح المعاني “ : ﴿ بصوتك ﴾ أي بدعائك إلى معصية الله تعالى عن مجاهد تفسيره بالغناء والمزامير واللهو والباطل . (۱۶۱/۹)

ما في ” التفسير المنير “ : قال القرطبي : دلّت آية ﴿ واستغفر من استطعت منهم بصوتك ﴾ على تحريم المزامير والغناء واللهو ، لأن صوته : كل دا ع يدعو إلى معصية الله تعالى ، وكل ما كان من صوت الشيطان أو فعله ، وما يستحسنه فواجب الترتّ عنه . (۱۲۸/۸)

ما في ” الدر المنثور للسيوطي “ : ﴿ ومن الناس من يشتري لهو الحديث ﴾ عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : ” إنما نهيت عن صوتين أحققين فاجرین : صوت عند نغمة لهو ولعب ، ومزامير شيطان ، وصوت عند مصيبة خدش وجهه ، وشق جيوب ورنة شيطان “ .

(۳۰۹/۵) (فتاوى محمودية : ۲۴۳/۳ ، باب البدعات والرسوم ، كراچی)

ما في ” العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية “ : سئل العلامة الجدد عبد الرحمن آفندي العمادي عن السماع بما صورته فيما إذا سمع من الآلات المطربة فأجاب المولى المذكور قلت : والحق الذي هو أحق يتبع ، وأحرى أن يدان به ويسمع ، أن ذلك كله من سينات البدع ، حيث لم ينقل فعله من السلف الصالحين ، ولم يقل محله أحد من أئمة الدين المجتهدين رضي الله تعالى عنهم أجمعين . (۵۵۸/۲ - ۵۵۹ ، الحظر والإباحة ، مطلب في سماع الآلات)

سیرت کانفرنس

مسئلہ (۹): سیرت پاک کو بیان کرنا اور لوگوں تک اسے پہنچانا موجب اجر و ثواب ہے، جب کہ اس میں التزام مالا یلزم نہ ہو، اور کوئی عمل خلاف شرع نہ ہو، مثلاً: زمان و مکان، مہینے، تاریخ، دن، خاص ہیئت اور اسے مستحب و واجب کا درجہ دینا؛ کہ شریک نہ ہونے والوں پر ملامت ہو، وغیرہ وغیرہ۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الحديثية “ : المواليد والأذكار التي تفعل عندنا أكثرها مشتملة على خير، كصدقة وذكره صلاة وسلام على رسول الله ﷺ ومدحه، وعلى شرب شرور، لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس شر، لكنه قليل نادر، ولا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة؛ أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح..... والقسم الثاني سنة تشمله الأحاديث الواردة في الأذكار المخصوصة والعامّة، كقوله ﷺ: ” لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة، وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة، وذكرهم الله تعالى فيمن عنده “. رواه مسلم. وروى أيضاً أنه عليه الصلاة والسلام قال لقوم جلوس يذكرون الله تعالى ويحمدونه على أن هداهم للإسلام: ” أتاني جبريل عليه الصلاة والسلام فأخبرني أن الله تعالى يباهي بكم الملائكة “. وفي الحديثين أوضح دليل على فضل الاجتماع على الخير والجلوس له، وأن الجالسين على خير كذلك، يباهي الله بهم الملائكة، وتنزل عليهم السكينة، وتغشاهم الرحمة، ويذكرهم الله تعالى بالثناء عليهم بين الملائكة فأى فضائل أجل من هذه.

(۱/ ۳۲۵، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار مطلوب ما لم يترتب عليه شر وإلا فيمنع منه،

مطبع مصطفى الحلبي، أحمد شهاب الدين بن حجر الهيتمي المكي)

(فتاوى محمودية: ۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، كراچی)

بغرض تخفیفِ عذاب، قبر پر پھول کی چادر چڑھانا

مسئلہ (۱۰): بعض لوگ اُس حدیث کو دلیل بنا کر؛ جس میں آپ ﷺ کا دو قبروں پر ہری ٹہنیاں رکھنے کا تذکرہ ہے، تخفیفِ عذاب کے لیے قبر پر پھول دار چادر ڈالتے ہیں، جب کہ حضور اکرم ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے رکھ کر یہ فرمایا تھا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گے عذاب میں تخفیف رہیگی، یہ آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی برکت تھی، یقینی طور پر عذاب کا ہونا آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم تھا، اور آپ ﷺ نے تخفیفِ عذاب کے لیے دعا بھی فرمائی تھی، ان تمام چیزوں کا حصول ہمارے لیے ممکن نہیں، معلوم ہوا کہ یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا، اگر عام ہوتا، تو صحابہ اور تابعین ضرور اس کا اہتمام فرماتے، لیکن کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قبروں پر پھول ڈالنا شرعاً ناجائز اور بدعت ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”سنن أبي داود“ : عن ابن عباس قال : ”مرّ النبي ﷺ على قبرين فقال : إنهما يعذبان ثم دعا بعسيب رطب فشقه باثنين ، ثم غرس على هذا واحداً ، وعلى هذا واحداً وقال : لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا“ . (ص/ ۴، كتاب الطهارة ، باب الاستبراء من البول) ما في ”فتح الباري“ : قال الخطابي : هو محمول على أنه دعا لهما بالتخفيف مدة بقاء النداوة وقد استنكر الخطابي ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملاً بهذا الحديث ، قال الطرطوشي: لأن ذلك خاص ببركة يده . (۱ / ۴۱ ، كتاب الوضوء ، باب من الكبائر ... الخ ، معالم السنن للخطابي : ۱ / ۱۸ ، رقم الحديث : ۱۳) ما في ”بذل المجهود“ : قال الحافظ في فتح الباري : قال المازري : يحتمل أن يكون =

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

=أوحى إليه أن العذاب يخفف عنهما هذه المدة .

(۲۳۶/۱ ، کتاب الطهارة ، باب الاستبراء من البول)

ما في ” فيض الباري “ : أما إلقاء الرياحين على القبور ، ففي الفتاوى الهندية عن مطالب المؤمنين ، أنه جائز تمسكاً بحديث الباب ، قلت : وصرح العيني أنه لغو وعيب ، وقال الخطابي : إن ما يفعله الناس على القبور لا أصل له . كما في النووي .

(۴۱۱/۱ ، كتاب الوضوء ، باب في الكبائر)

ما في ” حاشية البدر الساري إلى فيض الباري “ : قلت : وقد توغل الناس في إلقاء الرياحين على القبور ، حتى أنهم جعلوه من سمات الحنفية ، ومن لا يتبع هواهم يرمونه بالوهابية ، ويسخرون به ، وينبذونه بالألقاب ، فهداهم الله تعالى طريق الصواب إن كانوا يدعون اتباع الحديث ، فعليهم أن يضعوا الجرائد دون الرياحين ، وعلى المعذبين دون المقرَّبين ، لأن الحديث إنما ورد في المعذبين .

(فيض الباري : ۴۱۲/۱ ، كتاب الوضوء ، كذا في اعلاء السنن : ۳۳۱/۴ ، بيروت)

(فتاوى محمودية: ۹/۱۷۴، ۱۷۳، كراچی)

گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست

مسئلہ (۱۱): اسلام میں کسی چیز کے منحوس ہونے کا تصور و اعتقاد درست نہیں، اور احادیث میں جو آیا ہے کہ: ”گھر، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے“^(۱)، محدثین نے اس کے متعدد معانی بیان کیے ہیں، چنانچہ (فتح الباری، عمدۃ القاری اور مرقاۃ المفاتیح وغیرہ شروح کتب حدیث میں یہ تفصیل دیکھی جاسکتی ہیں)، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جس توجیہ کی اولویت (فوقیت) کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ضعیف الاعتقاد لوگوں کے اعتقاد کی حفاظت کے لیے ہے، مطلب یہ ہے کہ جس کو اپنے گھر یا گھوڑے یا بیوی کے متعلق دل میں کدورت ہو، اس کو ان سے مفارقت کر لینی چاہیے، تاکہ اگر تقدیر کے فیصلہ کے مطابق کوئی مصیبت آجائے، تو کم از کم آدمی کا اعتقاد تو محفوظ رہے؛ کہ اپنی مصیبت کا سبب ان چیزوں کو قرار نہ دے سکے، کیوں کہ ان سے مفارقت کی جا چکی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح مسلم “ : عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : ” الشؤم في الدار والمرأة والفرس “ . (رقم : ۳۷۵۹ ، باب الطيرة والفأل وما يكون فيه الشؤم)

(۲) ما في ” فتح الباری “ : والمراد بذلك حسم المادة وسد الذريعة لئلا يوافق شيء من ذلك القدر فيعتقد من وقع له أن ذلك من العدوى أو الطيرة فيقع في اعتقاده ما نهى عن اعتقاده فأشير إلى اجتناب مثل ذلك والطريق فيمن وقع له ذلك في الدار مثلا التبادر إلى التحول منها لأنه متى استمر فيها ربما حمله ذلك على اعتقاد صحة الطيرة والتشاؤم .

(۷۸/۶)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۳۲/۱، ۲۳۳، کراچی)

منگل اور بدھ کو جحامت بنوانے کو منحوس سمجھنا

مسئلہ (۱۲): بہت سے حضرات منگل اور بدھ کے دن جحامت بنوانے کو منحوس سمجھتے ہیں، جب کہ شریعت اسلامیہ میں کسی بھی وقت یا دن کے منحوس ہونے کا تصور نہیں ہے، یہ جاہلانہ اور ہندوانہ خیال ہے، متعدد احادیث میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے۔^(۱)

رات میں قرض دینے کو منحوس سمجھنا

مسئلہ (۱۳): بہت سے لوگ رات میں قرض دینے کو منحوس سمجھتے ہیں، جب کہ ایسے خیال کی شرعاً کوئی بنیاد نہیں ہے، بلکہ احادیث میں اس کی تردید آئی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : ” لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر “ . (۸۵۷/۲)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن عبد الله بن مسعود عن رسول الله ﷺ قال : ” الطيرة شرك ، الطيرة شرك ، ثلاثاً ، وما منا إلا ولكن الله يذهب بالتوكل “ . (ص/۵۴۶)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أنس أن النبي ﷺ قال : ” لا عدوى ولا طيرة ، ويعجبني الفأل الصالح ، والفأل الصالح ؛ الكلمة الحسنة “ . (۸۵۷/۲ ، سنن أبي داود: ص/۵۴۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : ” لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر “ . (۸۵۷/۲)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن عبد الله بن مسعود عن رسول الله ﷺ قال : ” الطيرة شرك ، الطيرة شرك ثلاثاً ، وما منا إلا ولكن الله يذهب بالتوكل “ . (ص/۵۴۶)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أنس أن النبي ﷺ قال : ” لا عدوى ولا طيرة ، ويعجبني الفأل الصالح ، والفأل الصالح ؛ الكلمة الحسنة “ . (۸۵۷/۲ ، سنن أبي داود: ص/۵۴۶)

کیا رام، کچھمن وغیرہ پیغمبر تھے؟

مسئلہ (۱۴): جس طرح ثابت النبوة نبی (جس نبی کی نبوت ثابت ہو) کی نبوت کا انکار جائز نہیں، اسی طرح غیر ثابت النبوة نبی (جس کی نبوت ثابت نہ ہو) کی نبوت کا اعتراف بھی جائز نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جن انبیاء کرام کے ناموں کی تصریح کی ہے، ان میں سے ہر ایک پر بالتعمین ایمان رکھنا ضروری ہے، البتہ جن کے احوال کو رب سبحانہ نے پردہ خفاء میں رکھا اُن پر اجمالی ایمان کافی ہے، نہ تو ان کی بحث و تفتیش کرنی ہے، اور نہ اس کا علم انقطاع وحی (سلسلہ وحی بند ہونے) کے بعد ہو سکتا ہے، رام کچھمن وغیرہ حضرات کی نبوت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں، لہذا ان کی نبوت کا اعتراف کرنا یا اس کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ورسلا قد قصصناهم عليك من قبل ورسلا لم نقصصهم عليك﴾ . (سورة النساء : ۱۶۴)

ما في ” شرح الفقه الأكبر “ : يجب أن يقول : آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله . (ص/ ۲۶)
ما في ” شرح العقائد النسفية “ : والأولى أن لا يقتصر على عدد في التسمية ولا يؤمن في ذكر العدد أن يدخل فيهم من ليس منهم أو يخرج منهم من هو فيهم ويحتمل مخالفة الواقع وهو عد النبي ﷺ من غير الأنبياء أو غير النبي من الأنبياء . (ص/ ۱۳۹، ۱۴۰)
ما في ” شرح عقيدة الطحاوي “ : وأما الأنبياء والمرسلون فعلينا الإيمان بمن سمي الله تعالى في كتابه من رسله ، والإيمان بأن الله أرسل رسلا سواهم وأنبياء لا يعلم أسمائهم وعددهم إلا الله تعالى الذي أرسلهم ، فعلينا الإيمان بهم جملة لأنه لم يأت في عددهم نص .
(ص/ ۲۸۹) (فتاوى محمودية: ۱/ ۴۵۳، ۴۵۵، كراچی)

مرچی وغیرہ سے نظر بد اتارنا

مسئلہ (۱۵): نظر بد اتارنے کے لیے مرچی وغیرہ پر پڑھ کر آگ میں جلانا

درست ہے^(۱)، بشرطیکہ کوئی خلاف شرع چیز اُس پر نہ پڑھی جائے، اور کسی

شیطان و جنات سے استعانت و مدد نہ لی جائے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : ” كان يؤمر العائن

فيتوضأ ثم يغتسل منه المَعِينُ “ . (ص / ۵۴۱ ، ۵۴۲ ، كتاب الطب ، باب ما جاء في العين)

ما في ” شرح معاني الآثار للطحاوي “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : ” أمرني

رسول الله ﷺ أن استرقى من العين “ . (۲/ ۴۲۷ ، مكتبة سعيد)

ما في ” رد المحتار “ : لا بأس بوضع الجماجم في الزرع ، والمبطخة لدفع ضرر العين ،

حتى تصيب المال ، والآدمي والحيوان ويظهر أثره في ذلك عرف بالآثار روى أن

امرأة جاءت إلى النبي ﷺ وقالت : نحن من أهل الحرث ، وإنا نخاف عليه العين ، فأمر

النبي ﷺ أن يجعل فيه الجماجم . (۹/ ۴۴۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(فتاوى محمودية: ۸۱/۲۰، کراچی)

(۲) ما في ” مشکوة المصابيح “ : عن عوف بن مالک قال : كنا نرقى في الجاهلية يا رسول

الله ! كيف ترى في ذلك ؟ فقال : ” أعرضوا علي رقاكم لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه

شرك “ . (۲/ ۳۸۸)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها مقالا لا يجوز

شرعاً . (۸/ ۳۷۱ ، كتاب الطب والرقى)

دعائیں وسیلہ پکڑنا

مسئلہ (۱۶): اگر کوئی شخص اس طرح دعا کرے کہ: اے اللہ! میری فلاں حاجت رسول اللہ ﷺ کے طفیل پوری فرما دے، یا اولیاء کرام کا نام لے، تو دعائیں اس طرح وسیلہ لگانا جائز ہے، کیوں کہ خود حضور ﷺ نے اس وسیلہ کی تعلیم دی ہے^(۱)، حضرت عمر ابن خطاب اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما سے بھی اس طرح کا وسیلہ ثابت ہے^(۲)، البتہ اپنے پیر یا بزرگوں کو مدد کے لیے بلانا، ان سے اپنی مرادیں مانگنا، ان کو خدا کے کاموں میں دخیل سمجھنا وغیرہ، یہ سب اُمور ناجائز بلکہ شرک ہیں۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن عثمان بن حنيف أن رجلاً ضرير البصر أتى النبي ﷺ فقال : أدع الله أن يعافيني، قال : ”إن شئت دعوت وإن شئت صبرت فهو خير لك فادعه قال : فأمره أن يتوضأ فيحسن وضوءه ويدعو بهذا الدعاء : ”اللهم إني أسألك وأتوب إليك بنبيك محمد نبي الرحمة إني توجّهت بك ، إلى ربي في حاجتي هذه لتقضي لي اللهم فشفعه فيّ“ . (۲/ ۹۸ ، باب الدعوات)

(۲) ما في ”صحيح البخاري“ : عن أنس بن مالك ؛ أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان إذا قُحِطُوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب رضي الله عنه ، فقال : ”اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبيّنا فنتسقين ، وإنا نتوسل إليك بعمّ نبينا فأسقنا ، قال : فيُسَقُونَ“ .

(۱/ ۱۳۷ ، أبواب الاستسقاء ، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا ، قديمي ما في ”مرقاة المفاتيح“ : قال ابن حجر : واستسقى معاوية يزيد بن الأسود ، فقال : ”اللهم إنا نستسقي بخيرنا وأفضلنا ، اللهم إنا نستسقي بيزيد بن الأسود ، يا يزيد ! ارفع يديك =

”اطلبوا العلم ولو بالصّین“ کی تحقیق

مسئلہ (۱۷): ”اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّينِ“ (علم حاصل کرو گرچہ اس کے لیے چین کا سفر درکار ہو)، یہ روایت معتبر نہیں ہے، مشہور محدث امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور جتنی سندوں سے منقول ہے، وہ تمام ہی سندیں ضعیف ہیں^(۱)، اور ممتاز محدث علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے بحوالہ ابن حبان لکھا ہے کہ: ”یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔“^(۲)

= إلى الله تعالى فرفع يديه ، ورفع الناس أيديهم فثارت سحابة من المغرب كأنها ترس وهبت ريح فسقوا حتى كاد الناس لا يبلغون منازلهم “ . (۳/۵۶۰ ، باب الاستسقاء)

(۳) ما في ”روح المعاني“ : ان الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالى من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم ، مثل : يا سيدي فلان ! أغثني ، وليس ذلك من التوسل المباح في شيء ، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلك ، وأن لا يحوم حول حماه ، وقد عذّه أناس من العلماء شركاً ، وأن لا يكنيه ، فهو قريب منه . (۴/۱۸۸ ، سورة المائدة : الآية/۳۵ ، مكتبه زكريا بكذبو ديوبند) (فتاویٰ محمودیہ: ۱/۵۷۲، کراچی، نظام الفتاویٰ: ۱/۷۰، ۷۱، ۷۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”شعب الإيمان للبيهقي“ : ”اطلبوا العلم ولو بالصّين ، فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم“ . هذا الحديث شبه مشهور ، وإسناده ضعيف ، وقد روى من وجه كلها ضعيفة . (۲/۲۵۴ ، باب في طلب العلم)

(۲) ما في ”كتاب الموضوعات لابن الجوزي“ : هذا حديث لا يصح عن رسول الله ﷺ ، وقال ابن حبان : هذا الحديث باطل لا أصل له . (۱/۵۴ ، باب طلب العلم ولو بالصّين ، تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة : ۱/۲۵۸ ، اليواقيت الغالية في تحقيق وتخريج الأحاديث العالية : ۲/۴۳۰) (كتاب الفتاویٰ: ۱/۴۹۷، ۴۹۸، فتاویٰ حقانیہ: ۲/۲۱۴)

”من أَحَبَّي سُنَّتِي“ اور ”من أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ“ کی تحقیق

مسئلہ (۱۸): ”مَنْ أَحَبَّي سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي فَإِنْ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أَجُورٍ مِنْ عَمَلٍ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا“۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) اور ”مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي ، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ“ (رواہ الترمذی) یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں، اور حدیث کی معتبر کتاب ”مشکوٰۃ المصابیح“ کے ”باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثانی“، صفحہ ۳۰ پر بحوالہ ترمذی وابن ماجہ موجود ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشکوٰۃ المصابیح“ : عن بلال بن الحارث المزني قال : قال رسول الله ﷺ : ”من أَحَبَّي سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدَ فَإِنْ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أَجُورٍ مِنْ عَمَلٍ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ شَيْئًا . وَمَنْ ابْتَدَعَ بَدْعًا ضَالَّةً لَا يَرْضَاهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامٍ مِنْ عَمَلٍ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا“ . رواه الترمذی وابن ماجہ عن كثير بن عبد الله بن عمرو عن أبيه عن جده . (ص/ ۳۰ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الثاني ، قديمی ، جامع الترمذی : رقم الحديث : ۲۶۷۷ ، بیروت)

ما في ”مشکوٰۃ المصابیح“ : وعن أنس قال : قال لي رسول الله ﷺ : ”يا بني ! إن قدرْتَ أَنْ تَصْبِحَ وَتَمْسِيَ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ غَشٌّ لِأَحَدٍ فافْعَل ، قم قال : يا بني ! وذلك من سُنَّتِي ، وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي ، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ“ . رواه الترمذی .

(ص/ ۳۰ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الثاني)

(جامع الترمذی : رقم الحديث : ۲۶۷۸ ، بیروت)

بیعت کا ثبوت اور عورتوں کی بیعت

مسئلہ (۱۹): نصوص شرعیہ میں بیعت کا ثبوت ہے ^(۱)، عورتوں کو بھی بیعت

کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ اصلاح نفس کی ضرورت مردوں کی طرح عورتوں کو بھی ہے، البتہ بیعت کرنے میں پردے کا خیال کرنا، اور اس بات کا لحاظ رکھنا کہ شیخ کا ہاتھ عورتوں کے ہاتھ سے مس نہ ہو، ضروری ہے۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَاعِعَنَّكَ عَلَى أَنْ لَا يَشْرُكَنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ﴾ . (سورة الممتحنة : ۱۲)
ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عبادة بن الصامت قال : قال رسول الله ﷺ وحوله عصابة من أصحابه : ” بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئا ولا تسرقوا ، ولا تزنوا ، ولا تقتلوا أولادكم “ . (۱۳ / ۱ ، كتاب الإيمان)

(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : كانت المؤمنات إذا هاجرن إلى النبي ﷺ يمتحنهن بقول الله : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَاِمْتَحِنُوهُنَّ﴾ . قالت عائشة رضي الله تعالى عنها : فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات فقد أقر بالمحنة قال لهن رسول الله : إنطلقن فقد بايعتن لا والله ما مست يد رسول الله ﷺ يد امرأة قط غير أنه بايعهن بالكلام . (۷۹۶ / ۲)

ما في ” روح المعاني “ : عن أميمة بن رقية قالت : أتيت النبي ﷺ لبنايعة فأخذ عليا ما في القرآن ” أن لا تشرك بالله “ حتى بلغ ” ولا يعصين في معروف “ فقال : فيما استطعن وأطقن ، قلنا : الله ورسوله أرحم بنا من أنفسنا يا رسول الله ! ألا تصافحنا ؟ قال : إني لا أصافح النساء ، إنما قلتي لمائة امرأة كقولي لامرأة واحدة . (۱۱۹ / ۱۵)

(فتاویٰ محمودیہ : ۳۱۶ / ۳ ، کراچی ، فتاویٰ حقانیہ : ۲۳۵ / ۲)

تبلیغ فرض کفایہ ہے

مسئلہ (۲۰): تبلیغی جماعت میں جانا فرض کفایہ ہے، کیوں کہ مروجہ تبلیغ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسا اہم کام انجام دیا جاتا ہے، جو بالاتفاق فرض کفایہ ہے ^(۱)، البتہ بقدر ضرورت دین کا سیکھنا فرض عین ہے، خواہ مدرسہ میں داخل ہو کر ہو یا خارج مدرسہ پڑھ کر، خواہ اہل علم اور اہل دین کی خدمت میں جا کر ہو، یا تبلیغی جماعت کے ساتھ نکل کر۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”روح المعاني“ : قال العلامة الآلوسي رحمه الله : هذه الآية ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون﴾ . [سورة آل عمران : ۱۰۴] أن العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات . (۳۴/۴)

ما في ”مراقبة المفاتيح“ : وفي الإتيان بمن التبعية اشعار بأنه من فروض الكفاية وهذا المعنى مقتبس من قوله تعالى : ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ . (۳۲۳/۹)

(۲) ما في ”فيض القدير للمناوي“ : ”طلب العلم فريضة على كل مسلم“ . (۲۶۸/۴) ما في ”رد المحتار“ : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ومعايشة عباده ، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم ، وكل من اشتغل بشيء يفرض عليه علمه وحكمه ليمتنع عن الحرام فيه . (۱۲۱/۱) (فتاوى محمودية: ۲۰۸/۴، کراچی)

تبلیغ کا ثواب

مسئلہ (۲۱): خروج فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں نکلنا) کی حالت میں کی جانے والی ہر نیکی سات لاکھ نیکیوں کا درجہ رکھتی ہے^(۱)، اور لفظ ”خروج فی سبیل اللہ“ بہت عام ہے، دین کی ہر جدوجہد کے لیے نکلنا ”خروج فی سبیل اللہ“ میں داخل ہے، مثلاً: علم دین سیکھنے کے لیے، وعظ کہنے کے لیے، اصلاحِ نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں رہنے کے لیے، دعوت و تبلیغ میں جانے کے لیے گھر سے نکلنا، ”خروج فی سبیل اللہ“ میں شامل ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشکوٰۃ المصابيح“ : وعن الحسن بن علي بن أبي طالب وأبي الدرداء وأبي هريرة وأبي أمامة الباهلي وعبد الله بن عمر وجابر بن عبد الله وعمران بن حصين رضي الله تعالى عنهم أجمعين كلهم يحدث عن رسول الله ﷺ أنه قال : ” من أرسل نفقة في سبيل الله وأقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم ، ومن غزا بنفسه في سبيل الله وأنفق في وجهه ذلك ، فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم ثم تلا هذه الآية : ﴿وَالله يَضْعَفُ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ . (۳۳۵/۱)

(۲) ما في ”فتح الباري“ : قال الحافظ بن حجر : قال (أى ابن بطال) : المراد في سبيل الله جميع طاعاته وقد أورده المصنف في فضل المشي إلى الجمعة استعمالاً للفظ في عمومہ . (۳۶/۲ ، كتاب الجهاد) (فتاویٰ محمودیہ: ۴/۲۹۹، ۳۰۰، کراچی)

والدین کی اجازت کے بغیر جماعت میں جانا

مسئلہ (۲۲): اگر والدین کو خدمت و اعانت کی ضرورت ہو، ان کا خرچہ جماعت میں جانے والے شخص پر لازم ہو، اور اس کے علاوہ ان کے گزارے کی کوئی شکل نہ ہو، تو اس صورت میں والدین اگر جماعت میں جانے سے منع نہ کریں، تب بھی جماعت میں جانا درست نہیں ہے^(۱)، کیوں کہ والدین کی خدمت فرض عین ہے، اور تبلیغی جماعت میں جانا فرض کفایہ ہے، اور فرض عین فرض کفایہ پر مقدم ہوتا ہے^(۲)، البتہ اگر والدین صحیح و تندرست ہوں، انہیں خدمت و اعانت کی ضرورت نہ ہو، اور وہ خود مالدار ہوں، تو اس صورت میں ان کی اجازت کے بغیر بھی جماعت میں جانے کی گنجائش ہے^(۳)۔ تاہم ایسی روش اختیار نہ کی جائے جس سے والدین ناراض ہوں۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا﴾ . (سورة الإسراء : ۲۳)
 ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ :
 ” رَغِمَ أَنْفُهُ ، رَغِمَ أَنْفُهُ ، رَغِمَ أَنْفُهُ “ ، قيل : من يا رسول الله ؟ قال : ” من أدرك والدين عند
 الكبر أحدهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة “ . (ص / ۸ / ۴ ، باب البر والصلة)
 ما في ” الفتاوى الهندية “ : إذا أراد الرجل أن يسافر لتجارة أو حج أو عمرة أو غيرها ، وكره
 ذلك أبواه ، فإن كان يخاف الضيعة عليهما بأن كان معسرين ونفقتهما عليه فإنه لا يخرج
 بغير إذنهما . (۵ / ۳۶۵)
 ما في ” رد المحتار “ : السفر ما لا خطر فيه كالسفر للتجارة والحج ، والعمرة يحل بلا إذن
 إلا إن خيف عليهما الضيعة . (۶ / ۱۵۵ ، كتاب الجهاد)
 (۲) ما في ” رد المحتار “ : فرض العين أفضل من فرض الكفاية ، لأنه مفروض حقاً =

عورتوں کو دینی مسائل کی تعلیم

مسئلہ (۲۳): دینی مسائل کی تعلیم جس طرح مردوں کے لیے لازم ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی لازم ہے^(۱)، لہذا عورتوں کو کسی مکان میں جمع کر کے دینی مسائل سکھائے جائیں، یا پھر ہفتہ میں ایک دن ان کے لیے اجتماع کا مقرر کر دیا جائے، جہاں عورتیں پردے کے ساتھ جمع ہو جایا کریں^(۲)، خود آپ ﷺ نے عورتوں کے لیے ایک دن مقرر کیا تھا، جس میں آپ ﷺ عورتوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔^(۳)

= للنفس فهو أهم عندنا ، وأكثر مشقة بخلاف فرض الكفاية فإنه مفروض حقاً للكافة . (۱۲۲/۱)

(۳) ما في ” رد المحتار “ : لو أراد الخروج إلى الحج أو عمرة لا بأس به بلا إذن الأبوين إن استغنيا عن خدمته إذ ليس فيه إبطال حقهما . (۴۹۹/۹)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : إن كان لا يخاف الضيعة عليهما بأن كانا موسرين ، ولم تكن نفقتهما عليه ، كان له أن يخرج بغير إذنهما . (۳۶۵/۵)

(۴) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : ” رضي الرب في رضي الوالد ، وسخط الرب في سخط الوالد “ . (ص / ۴۱۹ ، باب البر والصلة)

(فتاوى عثمانی : ۲۴۴/۱ ، ۲۴۵ ، ما يتعلق بالدعوة والتبليغ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” طلب العلم فريضة على كل مسلم “ . (ص / ۳۴ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني)

ما في ” حاشية مشكوة “ : قوله : ” فريضة على كل مسلم – أي ومسلمة ، كما في الرواية ، والمراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه ؛ كمعرفة الصانع والعلم بوحدايته ونبوة رسوله وكيفية الصلاة ، فإن تعلمه فرض عين . =

== (ص/ ٣٢ ، حاشية : ١١ ، مرقاة المفاتيح : ١/ ٢٣٢ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني) ==

ما في ” رد المحتار “ : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين ، وهو بقدر ما يحتاج لدينه ، قال : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه ، وإخلاص عمله لله تعالى ومعايشة عباده ، وفرض كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية ، تعلم علم الوضوء ، والغسل والصلاة والصوم . (١ / ١٢١ ، قبيل مطلب في فرض الكفاية وفرض العين)

(٢) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ﴾ . (سورة الأحزاب : ٥٩)

(٣) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي سعيد الخدري قال : قال النساء للنبي ﷺ : غَلَبْنَا عَلَيْكَ الرِّجَالَ ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ ، فَوَعظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ ، فَكَانَ فِيمَا قَالَ لَهُنَّ : ” مَا مِنْكُمْ امْرَأَةٌ تَقْدُمُ ثَلَاثَةَ مِنْ وَلَدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابٌ مِنَ النَّارِ “ ، فقالت امرأة : واثنين ؟ فقال : ” واثنين “ .

(٢٠/١)، كتاب العلم، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۴/۲۶۷، ۲۶۸، کراچی)

مصافحہ کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۲۴): مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”باب المصافحة“ کا عنوان قائم کیا، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے، ”عَلَّمَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ التَّشَهُّدَ وَكَفَى بَيْنَ كَفَيْهِ“^(۱)، یعنی آپ ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اس حالت میں کہ میری ہتھیلی آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھی، یہ روایت اس بارے میں صریح ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، رہی یہ بات کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی ایک ہتھیلی کا ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی آپ ﷺ کے ہتھیلی سے ملی ہوئی نہیں تھی، بلکہ اس کے پشت پر تھی، اس لیے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، ورنہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ آپ ﷺ تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے مصافحہ فرمائیں^(۲)، اور صحابی رسول وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس امت میں سب سے بڑے فقیہ تھے)؛ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں، نیز اسی روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے مسنون ہونے کو ثابت فرمایا ہے، اور حماد ابن زید اور عبداللہ ابن المبارک کے مصافحہ کا ذکر کیا، کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا^(۳)، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ”وَكَفَى بَيْنَ كَفَيْهِ“ آپ ﷺ کے عمل (دونوں ہاتھ سے مصافحہ) کے ہوتے ہوئے قابل اتباع نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”صحيح البخاري“ : حدثنا أبو نعيم قال : حدثنا سيف بن سليمان قال : =

=سمعتُ مجاهداً يقول : حدثني عبد الله بن سخبرة أبو معمر قال : سمعتُ ابن مسعود يقول :
 ”عَلَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَكَفَى بَيْنَ كَفْيِهِ التَّشَهُّدَ ، كَمَا يَعْلَمُنِي السُّورَةُ مِنَ الْقُرْآنِ“ الخ .

(٢/٩٢٦ ، كتاب الاستيذان ، باب الأخذ باليدين)

(٢) ما في ”فيض الباري“ : التصافح باليدين حديث مرفوع أيضاً كما في ”الأدب المفرد“،
 وأراد المدرسون أن يستدلوا عليه من حديث ابن مسعود هذا ، فقالوا : أما كون التصافح فيه
 باليدين من جهة النبي ، فالحديث نص فيه ، وأما كونه كذلك من جهة ابن مسعود ، فالراوي
 إن اكتفى بذكر يده الواحدة إلا أن المرجو منه أنه لم يكن ليصافحه بيده الواحدة ، والنبي
 ﷺ قد صافحه بيديه الكريمتين ، فإنه تستبعد من مثله أن لا يبسط يديه للنبي ﷺ ، وقد
 بسط محمد له يديه غير أن الراوي لم يذكره لعدم كون غرضه متعلقاً بذلك ولا ريب أن
 للرواة يختلفون في التعبيرات . (٢/٢٠٣ ، باب المصافحة)

(٣) ما في ”حاشية صحيح البخاري“ : قوله : وصافح حماد الخ وقال البخاري في
 ترجمة عبد الله بن سلمة المروزي حدثني أصحابنا يحيى وغيره عن اسمعيل بن إبراهيم ، قال
 : رأيت حماد بن زيد وجاءه ابن المبارك بمكة فصافحه بكلتا يديه . اهـ . (٢/٩٢٦ ، باب
 الأخذ باليدين ، وصافح حماد بن زيد بن المبارك بيديه ، حاشية : ٤ ، قديمي)

ذکرِ جہری

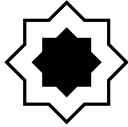
مسئلہ (۲۵): ذکرِ جہری (بلند آواز سے ذکر) احادیثِ مبارکہ اور بہت سارے اقوالِ فقہاء سے ثابت ہے ^(۱)، البتہ کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہو سکتا ہے، مثلاً: ذکرِ جہری کی وجہ سے نمازیوں، تلاوت کرنے والوں یا سونے والوں کو اذیت پہنچتی ہو، یا ریاء کا خوف ہو، تو ایسی صورت میں سرّی (آہستہ آواز میں) ذکر کرنا چاہیے۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” حاشية الطحطاوي “ : الجهر أفضل لأحاديث كثيرة ، منها ما رواه ابن الزبير كان رسول الله ﷺ إذا سلم من صلوته قال بصوته الأعلى : لا إله إلا الله ، لا شريك له ، وقد كان ﷺ يأمر من يقرأ القرآن في المسجد أن يسمع قراءته . (ص/ ۱۷۴)

(۲) ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح “ : وأجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالى جماعة في المساجد وغيرها من غير نكير إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصلي أو قارئ قرآن كما هو مقرر في كتب الفقه . (ص/ ۱۷۴)

ما في ” رد المحتار “ : وقد حرر المسئلة في الخيرية وحمل ما في فتاوى قاضي خان على الجهر المفرط ، وقال : إن هناك أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الإسرار ، والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال ، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام ، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر ، لأنه أكثر عملاً ومتعدى فائدته إلى السامعين ، ويوقظ قلب الذكر فيجمع همه إلى الفكر ، ويصرف سمعه إليه ويفرد النوم ، ويزيد النشاط . (۴۸۶/۹) (فتاوى محمودية: ۴/ ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، كراچی)



قرآنیات

☆.....قرآن کریم سے متعلق مسائل.....☆

سات زمینوں کا ثبوت

مسئلہ (۲۶): سات زمینوں کا موجود ہونا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے ^(۱)، مگر شریعت نے ان کی جگہ طے نہیں کی، اس لیے اس بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں:

(۱) سات زمینیں ایک دوسری کے اوپر ہیں، اور ہر دو کے درمیان فصل ہے۔ ^(۲)

(۲) پہلے آسمان کے اوپر دوسری زمین ہے، پھر دوسرے آسمان کے اوپر تیسری زمین، علیٰ ہذا القیاس چھٹے آسمان کے اوپر ساتویں زمین ہے، اور اس کے اوپر ساتواں آسمان ہے۔ ^(۳) (۳) سات زمینوں سے اقلیم سبعہ مراد ہے۔

(۴) معادن یا مٹی کے سات طبقات مراد ہیں۔ ^(۴)

(۵) بعض کا کہنا ہے کہ زمین ایک ہی ہے، اور مثلثیت بعض صفات میں مراد ہے، عدد میں نہیں، مگر یہ قول صحیح نہیں ہے ^(۵)، قول اول رائج ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ . ”اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور انہیں کی طرح زمین بھی۔“ (سورۃ الطلاق : ۷) =

==ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : أن صهيياً حدثه أن محمداً ﷺ لم ير قرية يريد دخولها إلا قال حين يراها : ” اللهم رب السموات السبع وما أظللن ، ورب الأرضين السبع وما أقللن “ . (١٨ / ١٤٥)

ما في ” جامع الترمذي “ : فقال النبي ﷺ : ” إذا أويت إلى فراشك فقل : ” اللهم رب السموات السبع ورب الأرضين وما أقلتُ ، ورب الشياطين وما أضلتُ “ .

(٣٤٨ / ٢) ، كتاب الدعوات ، باب ٩٢ ، رقم الحديث : ٣٥٢٣

(٢) ما في ” روح المعاني “ : فقال الجمهور : المثلية هاهنا في كونها سبعة وكونها طباقاً بعضها فوق بعض ، بين كل أرض وأرض مسافة كما بين السماء والأرض ، وفي كل أرض سكان من خلق الله عز وجل لا يعلم حقيقتهم إلا الله تعالى . (١٥ / ٢١١)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : ﴿ومن الأرض مثلهن﴾ ، قول الجمهور : إنها سبع أرضين طباقاً بعضها فوق بعض ، بين كل أرض وأرض مسافة كما بين السماء والسماء ، وفي كل أرض سكان من خلق الله . (١٨ / ١٤٣)

ما في ” جامع الترمذي “ : قال رسول الله ﷺ : ” هل تدرون ما الذي تحتكم ؟ قالوا : الله ورسوله أعلم ، قال : ” فإنها الأرض “ . ثم قال : هل تدرون ما الذي تحت ذلك ؟ قالوا : الله ورسوله أعلم ، قال : ” فإن تحتها أرضاً أخرى بينهما مسيرة خمس مائة سنة حتى عد سبع أرضين ، بين كل أرضين مسيرة خمس مائة سنة “ . ثم قال : ” والذي نفس محمد بيده لو أنكم دليتم رجلاً بحبل إلى الأرض السفلى لهبط على الله ثم قرأ : هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم “ . (٢٣٤ / ٢) ، كتاب تفسير القرآن ، باب ومن سورة الحديد

(٣) ما في ” روح المعاني “ : أخرج العياشي بإسناده عن الحسين بن خالد عن أبي الحسن الرضا رضي الله تعالى عنه قال : بسط كفه اليسرى ثم وضع اليمنى عليها فقال : هذه الأرض الدنيا والسماء الدنيا عليها قبة ، والأرض الثانية فوق السماء الدنيا والسماء الثانية فوقها قبة ، والأرض الثالثة فوق السماء الثانية والسماء الثالثة فوقها قبة ، حتى ذكر الرابعة والخامسة والسادسة ، فقال : والأرض السابعة فوق السماء السادسة والسماء السابعة فوقها قبة ، وعرش الرحمن فوق السماء السابعة . (١٥ / ٢١٣) =

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت

مسئلہ (۲۷): ریڈیو دراصل خبروں کو نشر کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا تھا، لیکن اب اس کا استعمال غالباً گانے بجانے، اور دیگر لہو و لعب کے لیے ہو رہا ہے، اس لیے ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت کرنا خلافِ ادب ہے۔^(۱)

== (۴) ما فی ” التفسیر الکبیر للرازی “ : ﴿وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ من کونها سبعة أقالیم علی حسب سبع سموات ، وسبع کواکب فیها وهي السیارة ، فإن لكل واحد من هذه الكواکب خواص تظهر آثار تلك الخواص فی كل إقليم من أقالیم الأرض فتصیر سبعة بهذا الاعتبار . (۵۶۶/۱۰)

ما فی ” روح المعانی “ : وقیل : من الأقالیم السبعة ، وهي مختلفة الحرارة والبرودة ، واللیل والنهار إلى أمور آخر ، واختاره بعضهم ولا أظنه شيئاً ، لأن المتبادر اعتبار انفصال أرض عن أرض انفصلاً حقیقیاً فی المثلیة .

(۲۱۳/۱۵ ، الجزء الثامن والعشرون ، سورة الطلاق ، الآية/ ۱۲)

ما فی ” روح المعانی “ : یحمل السبع علی الأقالیم أو علی الطبقات المعدنية والطينية ونحوهما مما تقدم . (۲۱۵/۱۵)

(۵) ما فی ” روح المعانی “ : ﴿وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ قیل المثلیة فی الخلق لا فی العدد ولا فی غیره ، فهي أرض واحدة مخلوقة كالسموات السبع . (۲۱۳/۱۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ . (سورة الحشر : ۲۱)

ما فی ” فتح القدير للشوکانی “ : وهذا تمثيل وتخيل يقتضي علو شأن القرآن . (۸۱۳/۲)

ما فی ” کنز العمال “ : عن علي رضي الله عنه قال : ” إن أفواهم طرق القرآن فطيوها بالسواک “ . (۱۳۸/۲ ، کتاب الأذکار ، قسم الأفعال)

(فتاویٰ محمودیہ: ۳/۵۴۹، ۵۵۰، کراچی، جدید مسائل کا حل: ج ۲۳/۶۵)

کیسٹ سے تلاوت قرآن پاک سننا

مسئلہ (۲۸): قرآن کریم کی تلاوت کیسٹ سے سننے کی بہ نسبت، بذاتِ خود تلاوت کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔^(۱)

کیسٹ کے ذریعہ قرآن کریم کی مشق

مسئلہ (۲۹): اگر کوئی شخص از خود قرآن کریم صحیح نہیں پڑھ سکتا، لیکن اس کی درستگی کی فکر اور کوشش میں لگا رہتا ہے، اگر ایسا شخص کیسٹ چلا کر اس کے مطابق قرآن پاک پڑھتا ہے، تو ان شاء اللہ اس کو ضرور ثواب ملے گا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿أتل ما أوحى إليك من الكتاب وأقم الصلوة﴾ .
(سورة العنكبوت : ۴۵)
ما في ” التفسير المنير “ : ﴿أتل ما أوحى إليك من الكتاب﴾ أي اقرأ يا محمد ، ومثلک کل مسلم وأدم تلاوة هذا القرآن وتبليغه للناس ، فإنه إمام ونور ، وهدى ورحمة ، ودليل خير ونجاة ، وعلاج ما استعصى من الأزمات والمحن ، وتخطي مراحل اليأس والقنوط .
(۲۳/۱۰ ، سورة العنكبوت ، الآية/۴۵)
ما في ” كنز العمال “ : قال رسول الله ﷺ : ” من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة ، والحسنة بعشر أمثالها ، لا أقول ألم حرف ، لكن ألف حرف ، ولام حرف ، وميم حرف ، وقال : ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة ، وغشيتهم الرحمة ، وحفتهم الملائكة ، وذكرهم الله فيمن عنده “ . (۲۶۱/۱)
ما في ” احياء علوم الدين “ : قال رسول الله ﷺ : ” وإن القلوب تصدأ كما يصدأ الحديد ، فقليل : يا رسول الله ! وما جلاؤها ؟ فقال : تلاوة القرآن وذكر الموت “ . (۲۷۳/۱) =

قرآن کریم کرنے پر صدقہ

مسئلہ (۳۰): شریعت اسلامیہ نے قرآن کریم کا ادب و احترام کرنے کا حکم دیا ہے^(۱)، لہذا اگر کسی کے ہاتھ سے قرآن کریم گر جائے، تو قرآن کی بے ادبی ہوئی، اس لیے توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے^(۲)، عوام میں جو مشہور ہے کہ قرآن کریم گر جائے، تو قرآن کے برابر گندم صدقہ کرے، فقہ کی کسی کتاب میں اس کی صراحت نہیں ملتی۔

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ”روح المعاني“ : ﴿وَلَقَدْ يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾ . [سورة القمر : ۱۷] أخرج ابن المنذر ، وجماعة عن مجاهد أنه قال : يسرنا القرآن هوناً قراءته ، وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس : ”لولا أن الله تعالى يسره على لسان الآدميين ما استطاع أحد من الخلق أن يتكلم الله تعالى“ . (۱۲۸/۱۵)

ما في ”مرقاة المفاتيح“ : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : ”الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة ، والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق ، له أجران“ . متفق عليه . (۸/۵) ، كتاب فضائل القرآن

ما في ”قواعد الفقه“ : ”الأمر بمقاصدها“ . (ص/۶۲) (فتاوى محمودية: ۵۵۰/۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما في ”الجامع لأحكام القرآن للقرطبي“ : أي من الأحداث والأنجاس والسادسة : واختلف العلماء في مسّ المصحف على غير وضوء ، فالجمهور على المنع . (۲۲۶/۹) ، سورة الواقعة ، تحت قوله : لا يمسه إلا المطهرون (فتاوى محمودية: ۵۴۲/۳، کراچی)

ما في ”الدر المنثور للسيوطي“ : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله =

میوزک کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت

مسئلہ (۳۱): میوزک حرام ہے^(۱)، اور قرآن کریم کے مقدس الفاظ کو اس

کے ساتھ پڑھنا قرآن کا استخفاف اور توہین ہے، اس لیے میوزک کے ساتھ تلاوت قرآن ہرگز جائز نہیں ہے۔^(۲)

==عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: "لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ". (۲۳۲/۶، سورة الواقعة، الآية ۷۹)

ما في "الفتاوى الهندية": رجل أراد أن يقرأ القرآن فينبغي أن يكون على أحسن أحواله يلبس صالح ثيابه ويتعمم ويستقبل القبلة، لأن تعظيم القرآن والفقه واجب، كذا في فتاوى قاضي خان. (۳۱۶/۵، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلوة والقراءة)

(۲) ما في "القرآن الكريم": ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا، عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾. [سورة التحريم: ۸] وقوله تعالى: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ، إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ﴾. (سورة هود: ۹۰) ما في "صحيح البخاري": عن عائشة رضي الله عنها عن النبي ﷺ قال: "فإن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه". (ص/۳۵، كتاب المغازي، باب حديث الإفك، رقم الحديث: ۴۱۴۱، الصحيح لمسلم: ۵۴/۹، كتاب التوبة، حديث الإفك، بيروت)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "القرآن الكريم": ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾. (سورة لقمان: ۶)

ما في "روح المعاني": ذكر الألوسي في روح المعاني عن البيهقي أنه روي في شعبه عن أبي الصهباء قال: سألت عبد الله بن مسعود عن قوله تعالى: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ﴾. قال: "هو والله الغناء". وأيضاً عن ابن عباس أنه قال: "لهو الحديث هو الغناء وأشباهه". (۱۰۲/۱۲) (فتاوى محمودية: ۳/۵۴۸، ۵۴۹، كراچی)

ما في "روح المعاني": في السنن عن ابن مسعود قال: قال رسول الله ﷺ: "الغناء =

سید افضل یا قرآن پاک؟

مسئلہ (۳۲): بعض اہل زمانہ کا خیال ہے کہ وہ بی بی فاطمہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے قرآن پاک سے افضل ہیں، اس لیے قرآن کریم میں بیان کردہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں، ایسا خیال اور دعویٰ کرنا انتہائی درجہ کی جہالت ہے، یا غایت درجہ نفس پرستی ہے، کیوں کہ خود حضرت فاطمہ، ان کے شوہر، بلکہ خود حضور ﷺ زندگی بھر عبادات اور ریاضات کرتے رہے، مگر احکام شرعیہ کو معفو (معاف) نہیں سمجھا^(۱)، تو کیا سیدوں کو ۱۴ صدیوں کے بعد اس انعام سے نوازا گیا کہ وہ شریعت کے مکلف نہیں، فیما للْعَجَب! نیز جس قرآن کریم سے احکام شرعیہ وابستہ ہیں وہ کلام نفسی ہے، جو خالص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور مخلوقات میں سے کوئی شئی خالق اور اس کی صفات سے افضل تو کیا۔ ہم پلہ بھی نہیں۔^(۲)

= ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل . (۱۰۲/۱۲)

(۲) ما في ” الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية “ : قرأ القرآن على ضرب الدف والقضيب يكفر لاستخفافه وأدب القرآن أن لا يقرأ في مثل هذه المجالس ، والمجلس الذي فيه الغناء والرقص لا يقرأ فيه القرآن كما لا يقرأ في البيع والكنائس لأنه مجمع الشيطان . (۳۳۸/۲ ، الفتاوى الهندية : ۲/۲۶۷ ، البحر الرائق : ۵/۲۰۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ . (الذاریات : ۵۶)
ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وأمر أهلك بالصلوة واصطبر عليها﴾ . (سورة طه : ۱۳۲)
ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿واعبد ربك حتى يأتيك اليقين﴾ . (سورة الحجر : ۹۹)
ما في ” شمائل النبي للإمام الترمذي “ : عن المغيرة بن شعبة قال : ” صلى رسول الله =

تفسیر بالرائے

مسئلہ (۳۳): تفسیر بالرائے جو اصول عربیہ کے خلاف ہو جائز نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص ائمہ تفاسیر کی متعین کردہ شرائط اور اصول عربیہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہے، اس کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔“^(۱)

==عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَسَمِعْنَاهُ يَقْرَأُ: «وَأَن مِّنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونُ السُّنَنَ بِالْكِتَابِ لِحَسْبِهِمْ مِنَ الْكِتَابِ». (آل عمران: ۷۸)
(۲) ما في ”القرآن الكريم“: ﴿ليس كمثله شيء﴾. (سورة الشورى: ۱۱)
الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ”القرآن الكريم“: ﴿وَأَن مِّنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُونُ السُّنَنَ بِالْكِتَابِ لِحَسْبِهِمْ مِنَ الْكِتَابِ﴾. (آل عمران: ۷۸)
ما في ”التفسير المظهر“: قال الضحاک: عن ابن عباس رضي الله عنهما: إن الآية نزلت في اليهود والنصارى جميعاً، وذلك أنهم حرقوا التوراة والإنجيل والحقوا بكتاب الله ما ليس منه. (۸۱/۱)
ما في ”جامع الترمذي“: قال رسول الله ﷺ: ”من قال في القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار“. (۴/۵۵، كتاب تفسير القرآن)

ما في ”مرقاۃ المفاتیح“: (من قال) أي من تكلم في (القرآن) أي في معناه أو قراءته (برأيه) أي من تلقاء نفسه من غير تتبع أقوال الأئمة من أهل اللغة العربية المطابقة للقواعد الشرعية، بل بحسب ما يقتضيه عقله وهو مما يتوقف على النقل بأنه لا مجال للعمل فيه كأسباب النزول والناسخ والمنسوخ، وما يتعلق بالقصاص والأحكام، أو بحسب ما يقتضيه ظاهر النقل..... ولذا قال البيهقي: المراد رأي غلب من غير دليل قام عليه (فليتبوأ مقعده)

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

= من النار قيل : يخشى عليه من الكفر . (۱/ ۴۴۵ ، كتاب العلم)

ما في ” الإتيان “ : ومنهم من قال : يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج المفسر إليها ، وهي خمسة عشر علماً : أحدها ؛ اللغة ، الثاني ؛ النحو ، الثالث ؛ التصرف ، الرابع ؛ الاشتقاق ، الخامس والسادس والسابع ؛ المعاني ، والبيان والبديع ، العاشر ؛ أصول الفقه ، الحادي عشر ؛ أسباب النزول والقصص ، الثاني عشر ؛ النسخ والمنسوخ ، والثالث عشر ؛ الفقه ، الرابع عشر ؛ الأحاديث المبينة لتفسير المحمل والمبهم ، الخامس عشر ؛ علم المواهبة ، قال : فهذه العلوم التي هي كالألة للمفسر لا يكون مفسراً إلا بتحصيلها ، فمن فسر بدونها كان مفسراً بالرأي المنهني عنه .

(۲/ ۳۵۹ ، النوع الثاني والسبعون في معرفة شروط المفسر وآدابه)

ما في ” شرح الطيبي “ : فمن لم يجتمع هذه الشرائط وخاض في بيان كتاب الله بالظن والتخمين فبالحري أن يكون قوله مهجوراً ، وسعيه مشوراً ، وحسبه من الزاجر أنه مخطئ عند الإصابة . (۱/ ۴۲۹ ، كتاب العلم ، كذا في روح المعاني : ۱/ ۱۶ ، خطبة المفسر)

(فتاوى رجبیہ : ۲۲/۳-۲۷ ، دارالاشاعت کراچی)

(خیر الفتاوی : ۱/ ۲۳۳ ، ۲۳۴ ، مکتبہ امدادیہ پاکستان ، جدید مسائل کا حل : ص/ ۵۷)

غیر مسلم، انگریز وغیرہ کو دینی تعلیم دینا

مسئلہ (۳۴): بہ نیت تبلیغ و ہدایت غیر مسلم؛ انگریز وغیرہ کو دینی تعلیم یا قرآن کریم وغیرہ سکھا سکتے ہیں، البتہ وہ قرآن کریم کو اس وقت تک نہیں چھو سکتا جب تک کہ غسل کر کے پاک صاف نہ ہو جائے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”روح المعاني“ : ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ . ”بلغ“ أو صل الخلق ”ما أنزل إليك“ أي جميع ما أنزل كائنًا ما كان . (سورة المائدة : ۶۸) ما في ”تكملة فتح الملهم“ : وقال الإمام محمد رحمه الله في السير الكبير : ”وإذا قال الحربي أو الذمى للمسلم : علمني القرآن فلا بأس بأن يعلمه ويفقهه في الدين لعل الله يقلب قلبه“ . وقال السرخسي في شرحه : ”ألا ترى أن النبي ﷺ كان يقرأ القرآن على المشركين ، وبه أمر ، قال الله تعالى : ﴿بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ [سورة المائدة ، آية : ۶۷] وفي حديث عثمان رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال : ”خير الناس من تعلم القرآن وعلمه“ ، ولم يفصل بين تعليم المسلمين وتعليم الكفار ، وإذا كان يندب إلى تعليم غير المخاطبين رجاء أن يعملوا به إذا خوطبوا ، فلأن يندب إلى تعليم المخاطبين رجاء أن يهتدوا به ويعملوا ، كان أولى“ . والحاصل مما سبق أن وقوع المصحف بأيدي الكفار إنما يمنع منه إذا خيف منهم إهانتهم ، أما إذا لم يكن مثل هذا الخوف فلا بأس بذلك ، لا سيما لتعليم القرآن وتبليغه . ولله سبحانه أعلم .

(۹/ ۳۲۱ ، كتاب الإمارة ، باب النهي أن يسافر بالمصحف إلى أرض الكفار إذا خيف وقوعه بأيديهم ، مسألة تعليم الكافر القرآن ، دار المؤيد/ دار احياء التراث)

ما في ”حلبی کبیر“ : ولا بأس بتعليم الكافر القرآن أو الفقه رجاء أن يهتدي لكن لا يمس المصحف ما لم يغتسل . (ص/ ۴۹۷ ، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره وفي القراءة خارج الصلاة وفي سجدة التلاوة ، الدر المختار مع الشامية : ۱۶/ ۲ ، و ۳۳/ ۱ ، كتاب الطهارة) (فتاویٰ محمودیہ : ۳/ ۵۷۵ ، ۵۷۶ ، کراچی)

کتاب الطہارۃ

☆.....طہارت کے مسائل.....☆

آپریشن کے ذریعہ ولادت پر نکلنے والا خون

مسئلہ (۳۵): اگر آپریشن کے ذریعہ بچے کی ولادت ہو، اور خون شرمگاہ سے نکلے، تو وہ نفاس کا خون مانا جائے گا، اور اس عورت پر نفساء کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اگر وہ خون شرمگاہ سے نہیں بلکہ آپریشن کی جگہ سے نکلے، تو وہ نفاس کا نہیں بلکہ زخم کا خون شمار ہوگا، اور اس عورت پر مستحاضہ کے احکام جاری ہوں گے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (والنفاس لغة) : ولادة المرأة ، وشرعاً : (دم) ... (ويخرج) من رحم ، فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء ، وإلا فذات جرح وإن ثبت له أحكام الولد . الدر المختار . قال الشامي : قوله : (من سرتها) عبارة البحر : من قبل سرتها ، بأن كان بطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها اهـ . قوله : (فنفساء) لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة . بحر . قوله : (وإلا) أي بأن سال الدم من السرة . (۳۰/۱) ، كتاب الطہارۃ ، مطلب في حکم وطی المستحاضة ومن بذکره نجاسة ، دار الكتاب دیوبند ، و: ۱/۲۹۶ ، دار الكتب العلمية بیروت

ما في ” البحر الرائق “ : والنفاس دم يعقب الولادة ، وقولهم : النفاس هو دم الخارج عقب الولادة وأراد المصنف بالدم الخارج عقب الولادة من الفرج ، فإنها لو ولدت من قبل سرتها بأن كان بطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء إذا سال الدم من الأسفل فإنها تصير نفساء ، ولو ولدت من السرة ، لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة . (۱/۳۷۸)

ما في ” الفتاوى الولوالجية “ : المرأة إذا خرج ولدها ميتا من قبل سرتها ، بأن ظهر قرحة =

انجکشن یادوا کے ذریعہ حیض کو بند کرنا

مسئلہ (۳۶): انجکشن یادوا کے ذریعہ حیض کو بند کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر حیض بند کرنے میں نقصان کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں ہے، کیوں کہ انسان کے لیے اپنے نفس کی حفاظت لازم ہے^(۱)، البتہ انجکشن یادوا کی وجہ سے ایام معتاد میں حیض نہ آئے، تو حیض کے احکام جاری نہیں ہوں گے، بلکہ طہر کے احکام ہی باقی رہیں گے۔^(۲)

==عند سرتها ثم انشقت وخرج منها ، وكذا إن سال الدم من قبل سرتها ، لا تكون نفساء بل مستحاضة ، لأن النفاس إسم لدم يخرج من الرحم عقيب الولد ، وإن سال الدم من الأسفل صارت نفساء لوجود دم النفاس . (۵۶/۱) ، الفصل الخامس في النفاس والحیض

ما في ” فتح القدير لابن الهمام “ : ثم ينبغي أن يزداد في التعريف فيقال : عقيب الولادة من الفرج ، فإنها لو ولدت من قبل سرتها بأن كان بطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء . (۱۸۸/۱) (فتاوى حنابلة: ۵۶۳/۲)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو ولدت من قبل سرتها بأن كان بطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء ، هكذا في الظهيرية والتبيين ، إلا إذا خرج من الفرج دم عقيب خروج الولد من السرة فإنه حينئذ يكون نفاساً ، هكذا في التبيين . (۳۷/۱) ، الفصل الثاني في النفاس ، هكذا في الفتاوى التاتارية : ۲۴۰/۱ ، نوع آخر في النفاس

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” كتاب الفقه على المذاهب الأربعة “ : إذا استعملت دواء ينقطع به الحيض في غير وقته المعتاد ، فإنه يعتبر طهراً ، وتنقضي به العدة ، على أنه لا يجوز للمرأة أن تمنع حيضها ، أو تستعجل انزاله إذا كان ذلك يضرّ صحتها ، لأن المحافظة على الصحة واجبة .

(۱۱۶/۱) ، تعريف الحيض ، دار احياء التراث العربي) ==

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے وجوب غسل

مسئلہ (۳۷): وجوب غسل کا سبب، نفس خروج منی یا ادخال منی نہیں بلکہ اصل علت اس میں لذت اور تسکین قلب ہے، جو شہوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے^(۱)، لہذا اگر کسی عورت کے رحم میں مادہ منویہ بذریعے ٹیسٹ ٹیوب بے بی داخل کیا جائے، تو اس میں لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے، اس لیے غسل واجب نہیں ہوگا، اور اس کی مثال عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے کی ہوگی، جو موجب غسل نہیں، البتہ اگر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل کے وقت عورت کو شہوت^(۲) یا انزال ہو جائے تو غسل واجب ہوگا۔^(۳)

ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : صرح الحنابلة بأنه يجوز للمرأة شرب دواء مباح لقطع الحيض إن أُمن الضرر ، وكرهه مالک مخافة أن تدخل على نفسها ضرراً بذلك في جسمها ، ثم ان المرأة متى شربت دواء وارتفع حيضها فإنه يحكم لها طهارة . (۳۷/۱۸)

ما فی ”فتاوى المرأة المسلمة“ : ان هذه المواد التي تتعاطاها المرأة لتأخير دورة الحيض مباحة لا شيء فيها إلا أن تكون مضرة ، فإن لم تكن مضرة فهي مباحة كما نص عليه أهل العلم كشيخ الإسلام ابن تيمية وابن قدامة وفتاوى اللجنة الدائمة . (ص/۷۴)

(۲) ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : أما إذا أحست بنزوله ولم يظهر إلى حرف المخرج فليس له حكم الحيض حتى لو منعت ظهوره بالشدة والاحتشاء . (۲۹۳/۱۸)

ما فی ”الفتاوى الهندية“ : خروج الدم إلى فرج الخارج ولو بسقوط الكرسف فما دام بعض الكرسف حائلاً بين الدم والفرج الخارج لا يكون حيضاً . (۳۶/۱ ، الباب السادس ، الفصل الأول)

ما فی ”رد المحتار“ : لا يثبت الحيض إلا بالبروز لا بالاحساس به خلافاً لمحمد ، فلو أحست به فوضعت الكرسف في الفرج الداخل ومنعته من الخروج فهي طاهرة .

(۲/۴۴۱ ، قبيل باب الانجاس)

والحجة على ما قلنا :

= (١) ما في ” بدائع الصنائع “ : إن قضاء الشهوة بإنزال المنى استمتاع بنعمة يظهر أثرها في جميع البدن ، وهو اللذة ، فأمر بغسل جميع البدن شكراً لهذه النعمة .

(١٢٦/١ ، كتاب الطهارة ، صفة الغسل)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ولا عند إدخال أصبح ونحوه كذكر غير آدمي وذكر خنثى وميت وصبي لا يشتهي ، وما يصنع من نحو خشب في الدبر أو القبل على المختار .

(٢٤٣/١ ، كتاب الطهارة ، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل)

(٢) ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح “ : عشرة أشياء لا يغتسل منها : إدخال أصبع ونحوه كشبه ذكر مصنوع من نحو جلد في أحد السبيلين على المختار لقصور الشهوة ، وحكى العلامة أن المختار فيه الوجوب إذا قصدت الاستمتاع ، لأن الشهوة فيهن غالبية ، فيقام السبب مقام المسبب . (ص / ١٠١ ، كتاب الطهارة)

ما في ” رد المحتار “ : رجل أدخل أصبعه في دبره وهو صائم يختلف في وجوب الغسل والقضاء ، والمختار أنه لا يوجب الغسل ولا القضاء ، لأن الاصبع ليس آلة للجماع فصار بمنزلة الخشبة ذكره في الصوم ، وقيد بالدبر لأن المختار وجوب الغسل في القبل إذا قصدت الاستمتاع ، لأن الشهوة فيهن غالبية فيقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها .

(٢٤٣/١ ، كتاب الطهارة ، كذا في منحة الخالق على البحر الرائق : ١ / ١١١ ، كتاب الطهارة ، الموسوعة الفقهية : ٢٠٣/٣١ ، الغسل)

(٣) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وإن كنتم جنباً فاطهروا﴾ . (سورة المائدة : ٦)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قال أبو بكر : الجنابة إسم شرعي يفيد لزوم اجتناب الصلاة وقراءة القرآن ومس المصحف ودخول المسجد إلا بعد الاغتسال ، وذلك إنما يكون بالانزال على وجه الدفق والشهوة أو الإيلاج في أحد السبيلين من الإنسان .

(٢ / ٢٥٤ ، باب الغسل من الجنابة)

الموینم اور اسٹیل کے برتن کی پاکی کا طریقہ

مسئلہ (۳۸): الموینم اور اسٹیل کے برتن پر اگر نجاستِ مرئیہ لگ جائے، تو عین نجاست کے دور کرنے سے وہ برتن پاک ہو جائے گا، اور اگر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے، تو تین مرتبہ دھونے اور ہر بار دھو کر اتنی دیر چھوڑنے سے کہ قطرات کا ٹپکنا بند ہو جائے، پاک ہو جائے گا۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وبثليث جفاف أي انقطاع تقاطر في غيره أي غير منعصر مما يتشرب النجاسة أو جرى عليه الماء طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس ، هو المختار . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (مما يتشرب النجاسة) أن الممتنحس إما أن لا يتشرب فيه أجزاء النجاسة أصلاً كالأواني المتخذة من الحجر والنحاس والخزف العتيق أو يتشرب فيه قليلاً كالبدن والخف والنعل أو يتشرب كثيراً ، ففي الأول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية أو بالعدد على ما مر ، وفي الثاني كذلك ، لأن الماء يستخرج ذلك القليل فيحكم غيرها بثليثهما ، وإن كان مما لا ينعصر كالحصير المتخذة من البردي ونحوه إن علم أنه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر . (۱/۲۹۹)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : أما إن كان محل النجاسة مما لا يتشرب شيئاً أصلاً من النجاسة كالأواني الخزفية والمعدنية أو مما يتشرب شيئاً قليلاً من النجاسة كالجسد والخف والنعل فطهارته بزوال عين النجاسة . (۱/۳۳۵) (فتاوى محمودیہ: ۵/۲۷۸، کراچی)

روئی اور نوم کے گدوں کی پاکی کا طریقہ

مسئلہ (۳۹): ایسی چیز جس کو نچوڑنا ناممکن ہو مثلاً روئی اور نوم کے گدے، تو ان کی پاکی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر نجاست، نجاستِ مرئیہ ہے، تو عینِ ناپاکی کے زائل ہونے سے یہ پاک ہو جائیں گے، اور اگر نجاست، نجاستِ غیر مرئیہ ہے، تو ان کی طہارت دھونے والے کے غلبہِ ظن پر مبنی ہے، اگر وہ غلبہِ ظن کا ادراک نہیں کر سکتا، تو انہیں تین مرتبہ دھوئے، ہر مرتبہ دھونے کے بعد چھوڑے رکھے یہاں تک کہ پانی کے قطرات ٹپکنا بند ہو جائیں، تب یہ پاک ہو جائیں گے، علاوہ ازیں کسی بڑے حوض یا جاری پانی میں ڈبو کر کچھ وقت گزر جانے کے بعد نکال لینے پر بھی پاک سمجھے جائیں گے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ويطهر محل غيرها أي غير مرئية بغلبة ظن غاسل لو مكلفاً وإلا فمستعمل طهارة محلها بلا عدد ، به يفتى ، وقدر ذلك الموسوس بغسل وعصر ثلاثاً أو سبعاً فيما ينعصر مبالغاً بحيث لا يقطر طهر بالنسبة إليه دون ذلك الغير ، ولو لم يبلغ لرقته هل يطهر ؟ الأظهر نعم للضرورة ، وقدر تثليث جفاف أي انقطاع تقاطر في غيره أي غير منعصر مما يتشرب النجاسة وإلا فبقبلها كما مر ، وهذا كله إذا غسل في اجانة ، أما لو غسل في غدیر أو صب عليه ماء كثير أو جرى عليه الماء طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتحفيف وتكرار غمس . هو المختار . (۴۶۸/۱ . ۴۷۱ ، مطلب في حكم الوشم)

ما في ” رد المحتار “ : وإن كان مما لا ينعصر كالحصير المتخذ من البردي ونحوه إن علم أنه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر . (۴۶۹/۱)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : الخف الخراساني الذي صرمه موشى بالغزل بحيث صار ظاهره كله عزلاً فأصابته النجاسة تحتها فإنه يغسل ثلاثاً ويجفف كل مرة ، وقال بعضهم : يغسل مرة ويترك حتى ينقطع التقاطر ثم يغسل ثانياً وثالثاً كذلك ، وهذا أصح ، والأول أحوط . =

مکان میں محبوس شخص کا تیمم کرنا

مسئلہ (۴۰): اگر کوئی شخص مکان میں موجود ہو اور دوسرا شخص مکان میں غلطی سے قفل لگا کر چلا جائے، اور وہ کب آئے گا اس کا کوئی پتہ نہیں، اور نماز کا وقت بھی گذرتا جا رہا ہے، اور مکان میں پانی بھی موجود نہیں ہے، نیز اس شخص نے حتی المقدور کوشش بھی کی کہ کسی کو آواز دے کر پانی منگوائے، لیکن کوئی شخص ملا نہیں، تو اب ایسے شخص کے لیے تیمم کی اجازت ہوگی۔^(۱)

سخت سرد ممالک میں بجائے وضو کے تیمم

مسئلہ (۴۱): اگر کوئی شخص ایسے سرد ملک میں ہو جہاں سخت سردی پڑ رہی ہو، گرم پانی بھی میسر نہ ہو، اور غسل یا وضو کی وجہ سے جان جانے، یا کسی عضو کے تلف ہونے کا قوی اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔^(۲)

^۱ = (۳۳/۱، الباب السابع فی النجاسة وأحكامه، هكذا فی بدائع الصنائع: ۲۵۰/۱، البحر الرائق: ۴۱۲/۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۵۷۶/۲)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی ”التفسیر المنیر“: ﴿فلم تجدوا ماءً أفتمموا صعيداً طيباً﴾، ويلزم التيمم كل مكلف لزمته الصلاة إذا عدم الماء ودخل وقت الصلاة. (۹۵/۳)
ما فی ”بذل المجهود“: (فقال) أي رسول الله ﷺ: (الصعيد الطيب وضوء المسلم) أي طهوره ما لم يجد الماء (ولو إلى عشرين سنين) أي ولو لم يجد الماء. (۵۱۹/۲)
ما فی ”الموسوعة الفقهية“: يتيمم العاجز الذي لا قدرة له على استعمال الماء ولا يعيد كالمكروه، والمحبوس. (۲۵۹/۱۴، رد المحتار: ۳۹۵/۱، باب التيمم)

(مجمع الأنهر: ۶۰/۱، كتاب الطهارة، القواعد الفقهية: ص/۱۹۳) =

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وما جعل عليكم في الدين من حرج ﴾ . (سورة الحج : ۷۳)
ما في ” التفسير المظهر “ : وقال مقاتل : يعني الرخص عند الضرورات كقصر الصلاة في
السفر والتيمم والافطار في السفر والمرض . (۲۶۸/۶)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن عمرو بن العاص قال : ” احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السلاسل
فأشفقت ان اغتسل فأهلك ، فتيممت ثم صليت بأصحابي الصبح ، فذكروا ذلك لرسول الله
ﷺ ، فقال : يا عمرو ! صليت بأصحابك وأنت جنب ؟ فأخبرته بالذي منعي من الاغتسل ، وقلت :
إني سمعت الله يقول : ﴿ ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيماً ﴾ فضحك رسول الله ﷺ ولم
يقُل شيئاً “ . (ص / ۴۸ ، كتاب الطهارة ، باب إذا خاف الجنب البرد تيمم ، قديمي)

ما في ” بذل المجهود “ : (اغتسل فأهلك) من شدة البرد وقد اختلف العلماء في هذه
المسألة وأجازه أبو حنيفة في الحضر . (۵۲۸/۲ ، ۵۲۹)

ما في ” رد المحتار “ : (ومن عجز) مبتدأ خبره تيمم (عن استعمال الماء) (أو لمرض)
يشد أو يمتد بغلبة ظن (أو برد) يهلك الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن
له أجرة حمام ولا ما يدفنه قوله : (يهلك الجنب) قيد بالجنب لأن المحدث لا يجوز له
التيمم للبرد في الصحيح وكأنه لعدم تحقق ذلك في الوضوء عادة نعم مفاد
التعليل لعدم تحقق الضرر في الوضوء عادة انه لو تحقق جاز فيه أيضاً اتفاقاً (ولا ما
يدفنه) أي من ثوب يلبسه أو مكان يأويه . (۳۵۳/۱ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في ” البحر الرائق “ : قوله : (أو برد) أي إن خاف الجنب أو المحدث إن اغتسل أو توضأ
أن يقتله البرد أو يمرضه تيمم ، سواء كان خارج المصر أو فيه ثم اعلم أن جوازه
للجنب عند أبي حنيفة مشروط بأن لا يقدر على تسخين الماء ولا أجرة الحمام في المصر
ولا يجد ثوباً يتدفأ فيه ولا مكاناً يأويه كما أفاده في البدائع وشرح الجامع الصغير لقاضي
خان . (۲۴۷/۱ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم ، كذا في البدائع : ۱ / ۱۷۱ ، شرائط التيمم ،
الموسوعة الفقهية : ۲۵۸/۱۴ ، خوف المرض من البرد)

(امداد الفتاوى : ۱/ ۹۷ ، فتاوى محمودية : ۵/ ۱۸۱ ، ۱۸۲ ، كراچی ، جدید مسائل کا حل : ص / ۸۳ ، ۸۴)

سنی پلاسٹ پر مسح

مسئلہ (۴۲): کسی شخص کے چہرے پر پھنسی یا زخم ہو جائے، اور اس پر مرہم کا پھایہ (سنی پلاسٹ) لگا ہوا ہو، تو اگر زخم کو پانی نقصان کرتا ہو، یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو، تو پھایہ ہٹائے بغیر اس پر مسح کرنے سے وضو ہو جائے گا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” السنن الكبرى للبيهقي “ : عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال : انكسرت إحدى زندي ، فسألت النبي ﷺ فقال : ” امسح على الجائر “ .
- (۲۹۱/۱) ، رقم الحديث : ۱۰۸۲ ، باب المسح على العصاب والجائر ، بيروت ، المعجم الكبير للطبراني : ۱۳۱/۸ ، رقم الحديث : ۷۵۹۷ ، دار احياء التراث العربي
- ما في ” كنز الدقائق مع البحر الرائق “ : والمسح على الجيرة وخرقة القرحة كالغسل .
- (۳۲۰/۱) ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين
- ما في ” بدائع الصنائع “ : ثم إذا مسح على الجائر والخرق التي فوق الجراحة جاز .
- (۹۰/۱) ، كتاب الطهارة ، المسح على الجائر
- ما في ” الهداية “ : ويجوز المسح على الجائر وإن شدها على غير وضوء ، وإن سقطت الجيرة عن غير برء لا يبطل المسح ، لأن العذر قائم والمسح عليها كالغسل .
- (۴۵/۱) ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۴۰۵/۱ ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين ، ديوبند ، ۴۶۸/۱ ، بيروت



کتاب الصلوة

☆.....نماز کے مسائل.....☆

اذان کے وقت کتوں کا رونا

مسئلہ (۴۳): اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے^(۱)، بعض دفعہ بعض جانوروں

کو نظر بھی آتا ہے، تو وہ اس سے گھبرا کر روتے اور آواز کرتے ہیں، اگر یہ گمان ہو کہ انہیں مارنے سے وہ خاموش ہو جائیں گے تو انہیں مارنا چاہیے، ورنہ نہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” السنن للنسائي “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي ﷺ قال : ” إذا نودي للصلاة أدبر الشيطان وله ضراط حتى لا يسمع التأذين ، فإذا قضي النداء أقبل حتى إذا ثُوب بالصلاة أدبر ، حتى إذا قُضي الثنويب أقبل ، حتى يخطر بين المرء ونفسه يقول : اذكر كذا ، اذكر كذا مما لم يكن يذكر حتى يظل المرء إن يدري كم صلى “ .

(۸/۱ ، كتاب الأذان ، فضل التأذين ، الصحيح لمسلم: ۱۶۷/۱ ، كتاب الصلاة ، باب فضل الأذان و هرب الشيطان عند سماعه)

(۲) ما في ” البحر الرائق “ : وفي القنية : يؤذّن المؤذّن فتعوى الكلاب فله ضربها إن ظن أنها تمتنع بضربه وإلا فلا . (۲۷۲/۱ ، باب الأذان ، دار المعرفة بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۴۴۲/۵، ۴۴۳، کراچی)

دو نمازیں ایک وقت میں ادا کرنا

مسئلہ (۴۴): دو نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کرنا صحیح نہیں ہے، احادیث میں جو دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے وہ ہمارے نزدیک جمعِ صوری پر محمول ہیں، کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کیا جائے^(۱)، کیوں کہ دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں ادا کرنا اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ ایک نماز کو اپنے وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے وقت سے پہلے ادا کیا جائے، یا پھر ایک نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے دوسری نماز کے وقت میں ادا کیا جائے، جب کہ پہلی صورت میں دوسری نماز ادا ہی نہیں ہوتی^(۲)، اور دوسری صورت میں گناہِ کبیرہ لازم آتا ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ .

(سورة النساء : ۱۰۳)

ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ أي مكتوباً مفروضاً محدوداً بالأوقات لا يجوز إخراجها عنها ما أمكن ، فلا يجوز الجمع بين الصلوتين في وقت إلا إذا ثبت بالتواتر ولم يثبت إلا في الجمع بين الظهر والعصر بعرفة جمع التقديم وإلا في الجمع بين المغرب والعشاء بمزدلفة جمع التأخير للحجاج ، وأما الجمع بين الصلوتين في السفر أو للمرض فلم يثبت إلا بخبر الآحاد فلا يعمل به إلا بطريق الجمع صورة بأن يصلي صلاة في آخر وقتها والأخرى في أول وقتها كما ورد التصريح في بعض الآثار ، لأن قوله تعالى : ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ . (۲/۲۴۷ ، ۲۴۸) ما في ” بدائع الصنائع “ : قال أصحابنا : إنه لا يجوز الجمع بين فرضين في وقت أحدهما =

بند کواڑ یا پردے والی مسجد میں موجود امام کی اقتدا

مسئلہ (۴۵): اگر کسی مسجد کے اندرونی حصہ میں جماعت ہو رہی ہو اور سب پردے چھوٹے ہوئے ہیں، یا کواڑ بند ہیں، لیکن اس کے باوجود امام کے انتقالات کا صحیح علم ہوتا ہے، تو بغیر کواڑ کھولے اور بغیر پردے اٹھائے بھی، باہر والوں کی نماز درست ہو جائے گی، مگر بہتر یہ ہے کہ پردے اٹھا دیئے جائیں، یا کواڑ کھول دیئے جائیں۔^(۱)

= إلا بعرفة والمزدلفة ، فيجمع بين الظهر والعصر في وقت الظهر بعرفة وبين المغرب والعشاء في وقت العشاء بمزدلفة اتفق عليه رواة نسك رسول الله ﷺ أنه فعله ، ولا يجوز الجمع بعذر السفر والمطر . (۳۲۷/۱)

(۲) ما في ” بدائع الصنائع “ : ومنها الوقت : لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلاة فهو شرط لأدائها ، قال الله تعالى : ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ أي فرضاً مؤقتاً ، حتى لا يجوز أداء الفرض قبل وقته إلا صلاة العصر يوم عرفة . (۳۱۵/۱)

(۳) ما في ” بدائع الصنائع “ : ولنا أن تأخير الصلوة عن وقتها من الكبائر ، فلا يباح بعذر السفر والمطر كسائر الكبائر ، والدليل على أنه من الكبائر ما روي عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال : ” من جمع بين الصلوتين في وقت واحد فقد أتى باباً من الكبائر “ . (۳۲۷/۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : والحائل لا يمنع الاقتداء إن لم يشتهبه حال إمامه بسماع أو رؤية ولو من باب مشبك لا يمنع الوصول في الأصح ، ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد وبيت في الأصح . قنية . ولا حكماً عند اتصال الصفوف . ” الدر المختار “ . قال ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله : (بسماع) أي من الإمام أو المكبر . التاتارخانية ينبغي أن تكون الرؤية كالسماع لا فرق فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أو أحد المقتدين . =

تعلیم کی خاطر ترک نماز

مسئلہ (۴۶): اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سب سے اول درجہ نماز کا ہے، قرآن و حدیث میں ایمان کے بعد جس درجہ نماز کی تاکید، اس کے فضائل، اجر و ثواب کا ذکر، اور اس کے ترک پر سخت وعیدیں وارد ہیں، کسی اور امر کی بابت نہیں، سخت بیماری کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں، لہذا تعلیم خواہ کوئی بھی ہو، اُس کی خاطر نماز کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

= (۳۴۴/۲ ، کتاب الصلوٰۃ ، باب الإمامة)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ويصح إن كان صغيراً لا يمنع أو كبيراً وله ثقب لا يمنع الوصول ، وكذا إذا كان الثقب صغيراً يمنع الوصول إليه لكن لا يشتبه عليه حال الإمام سماعاً أو رؤية ، هو الصحيح . (۸۸/۱) ، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الإقتداء وما لا يمنع ما في ” البحر الرائق “ : وإن كان الباب مسدوداً أو الكوة صغيرة لا يمكن النفوذ منها أو مشبكة وإن كان لا يشتبه عليه حال الإمام برؤية أو سماع لا يمنع على ما اختاره شمس الأئمة الحلواني ، قال في المحيط : وهو الصحيح ، وكذا اختاره قاضيان وغيره .

(۶۳۴/۱ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وعلى هذا الإقتداء في المساكن المتصلة بالمسجد الحرام وأبوابها من خارجه صحيح إذا لم يشتبه حال الإمام لسماع أو رؤية . (۲۴/۶ ، اقتداء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ اتل ما أوحى إليك من الكتاب وأقم الصلوة ، إن الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر ، ولذكر الله أكبر ، والله يعلم ما تصنعون ﴾ . (العنكبوت : ۴۵) ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : ﴿ وأقم الصلوة ﴾ الخطاب للنبي ﷺ وأمرته وإقامة الصلوة أداؤها في أوقاتها لقراءتها وركوعها وسجودها وقعودها وتشهدها وجميع شروطها . (۳۴۷/۱۳) =

ما في ” التفسير المنير “ : ﴿ وأقم الصلوة ﴾ أي وأدأ أيها النبي ﷺ وكل مؤمن فريضة الصلوة ونافلتها تامة الأركان والشروط مع الخشوع والخضوع لله واستحضار خشية الله في جميع مراحلها فهي تشتمل بمواظبتها على شيئين ؛ ترك الفواحش والمنكرات ، وهي عماد الدين وصلة بين العبد وربّه ، ودليل الإيمان واليقين وفرجة المكروب والمحزون وسبب لتطهير العبد من آثار الذنوب والمعاصي . (۱۰ / ۲۳)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : ” بني الإسلام على خمس ؛ شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً عبده ورسوله ، وإقام الصلوة ، وإيتاء الزكوة ، والحج ، وصوم رمضان “ متفق عليه .

(ص / ۱۲ ، كتاب الإيمان ، الفصل الأول ، قديمي)

ما في ” كنز العمال “ : قال عليه الصلاة والسلام : ” الصلوة عماد الدين “ .

(۱۱۵ / ۷ ، رقم الحديث : ۱۸۸۸۵)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن حريث بن قبيصة قال : قدمت المدينة فقلت : اللهم يسّر لي جلساً صالحاً قال : فجلستُ إلى أبي هريرة فقلت : إني سألت الله أن يرزقني جلساً صالحاً فحدثني بحديث سمعته من رسول الله ﷺ لعل الله أن ينفعني به فقال : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : ” إن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمل صلاته ، فإن صلحت فقد أفلح ونجح ، وإن فسدت فقد خاب وخسر ، فإن انتقص من فريضته شيء ، قال الرب تبارك وتعالى : ” انظروا ! هل لعبدي من تطوع فيكمل بها ما انتقص من الفريضة ، ثم يكون سائر عمله على ذلك “ .

(۹۴ / ۱ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء أن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال : كان بي الناصور فسألت النبي ﷺ فقال : ” صل قائماً ، فإن لم تستطع فقاعداً ، فإن لم تستطع فعلى جنب “ . (ص / ۱۳۷)

ما في ” مجمع الزوائد “ : وعن معاذ بن جبل رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال لمعاذ بن جبل : ” من ترك الصلوة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله عز وجل “ .

(۱۳ / ۲ ، رقم الحديث : ۱۲۳۵)

سجدہ میں پیشانی اور ناک کا زمین پر رکھنا

مسئلہ (۴۷): سجدہ میں پیشانی کا اکثر حصہ اور ناک کا زمین پر رکھنا واجب

ہے، البتہ عذر کی وجہ سے کسی ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن أبي حميد أن النبي ﷺ ”كان إذا سجد أمكن أنفه وجهته من الأرض ونحا يديه عن جنبه ووضع كفيه حذو منكبيه“ .

(۱/۲۱ ، باب ما جاء في السجود على الجبهة والأنف)

ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : ووضع أكثرها واجب (أي الجبهة) وكره اقتصاره في السجود على أحدهما ومنعا الاكتفاء بالأنف بلا عذر ، وإليه صح رجوعه وعليه الفتوى . (التنوير مع الدر) . وفي الشامية : وقد استشكله المحقق في الفتح بأن القول بعدم الجواز على الأنف يلزم منه الزيادة على الكتاب بخبر الواحد ، يعني حديث : ”أمرت أن أسجد على سبعة أعظم“ . الحديث . وقال : الحق أن مقتضاه ومقتضى المواظبة الوجوب فلو حمل قوله على كراهة التحريم ، وقولهما على الوجوب لارتفع الخلاف ، وأقره في شرح المنية ، وكذا في البحر ، وزاد أن الدليل يقتضي وجوب السجود على الأنف أيضاً كما هو ظاهر الكنز والمصنف وهذا الذي حط عليه كلام صاحب الحلبة فقال بعد ما أطل في الاستدلال : فالأشبه وجوب وضعهما معاً . (۲/۱۸۰ ، مطلب في إطالة الركوع للجائي) ما في ”البحر الرائق“ : فالسجود على الجبهة واجب اتفاقاً ، لأن مقتضى الحديث والمواظبة المروية في سنن الترمذي : ”كان النبي ﷺ إذا سجد أمكن جبهته وأنفه بالأرض“ . وقال : حديث حسن صحيح ، وهكذا في صحيح البخاري ، لكن هذا يقتضي وجوب السجود على الأنف كالجبهة ، لأن المواظبة المنقولة تعمها مع أن المنقول في البدائع والتحفة والاختيار عدم الكراهة بترك السجود على الأنف ، وظاهر ما في الكتاب يخالفه فإنه قال : وكره أي الاختصار على أحدهما ، سواء كان الجبهة أو الأنف ، وهي عند الإطلاق منصرفة إلى كراهة التحريم ، وهكذا في المفيد والمزيد . (۱/۵۵۵ ، صفة الصلاة) =

آدھی آستین والے قمیص میں نماز

مسئلہ (۴۸): اگر کسی عورت نے آدھی آستین والا قمیص پہنا ہو، تو اسے چاہیے کہ نماز کے وقت اُس قمیص کے اوپر ایسی کوئی چادر یا اوڑھنی اوڑھ لے، جس سے پورا بدن چھپ جائے، تاکہ نماز درست ہو جائے، اگر اس نے ایسا نہیں کیا، تو نماز درست نہیں ہوگی، کیوں کہ عورت کے لیے نماز میں؛ چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ، پورے بدن کا چھپانا فرض ہے۔^(۱)

=ما في " حاشية الطحطاوي " : ويجب ضم الأنف أي ما صلب منه للجهة في السجود للمواظبة عليه ، ولا تجوز الصلاة بالاختصار على الأنف في السجود على الصحيح .

(ص / ۲۴۹ ، فصل في بيان واجب الصلاة)

ما في " التصحيح والترجيح " : وسجد واعتمد بيده على الأرض ووضع وجهه بين كفيه وسجد على أنفه وجهته ، فإن اقتصر على أحدهما جاز عند أبي حنيفة ، وقال أبو يوسف ومحمد : لا يجوز الاختصار على الأنف ، وقال في العون : روي عنه مثل قولهما ، وعليه الفتوى ، وقال في ملتقى البحار : وقد روى أسد عن أبي حنيفة أن الاختصار على الأنف لا يجوز ، وهو المختار للفتوى ، واعتمده المحبوبي وصدر الشريعة . (ص / ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، في صفة الصلاة) (حسن الفتاوى: ۳/ ۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وللحرة جميع بدننها ، حتى شعر النازل في الأصح ، خلا الوجه والكفين والقدمين . (۲ / ۷۱ ، الصلاة ، شروط الصلاة ، مطلب في ستر العورة) ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها . (۱ / ۴۶۸ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة) ما في " البحر الرائق " : عن أم سلمة أنها سألت النبي ﷺ : أتصلي المرأة في درع وخمار وليس عليها إزار؟ فقال : " إذا كان الدرع سابغا يغطي ظهور قدميها " . =

کافر امام کی اقتدا میں پڑھی گئیں نمازوں کا اعادہ

مسئلہ (۴۹): اگر کسی امام نے ایک عرصہ تک نماز پڑھائی، لیکن بعد میں شواہد و قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ کافر ہے، تو اس کی اقتدا میں پڑھی گئیں نمازوں کا اعادہ فرض ہے۔^(۱)

= (۱/۴۷۰، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة) (فتاویٰ محمودیہ: ۳۱۲/۱۹، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وإذا ظهرت حدث إمامه ، وكذا كل مفسد في رأى مقتد بطلت فيلزم اعادتها . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : إن العبرة برأى المقتدي ، حتى لو علم من إمامه ما يعتقد أنه مانع والإمام خلافه أعاد .

(۲/۲۹۳، ۲۹۴، مطلب المواضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم)

ما في ” الفتاوى الولهجية “ : صلاة القوم بناء على صلاة الإمام ، حتى فسدت صلاة القوم بفساد صلاة الإمام ، وتنتقض بسهو الإمام ، ولهذا لا تصح ممن هو ليس من أهل الإمامة للصلاة كالمرأة والجنب والكافر ، والبناء على المعدوم باطل ، وعلى الموجود صحيح .

(۱/۱۱۳، كتاب الطهارة ، الفصل العاشر في حق المريض)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : رجل أم قوماً شهراً ثم قال : كنت مجوسياً فإنه يجبر على الإسلام ولا يقبل قوله ، وصلاتهم جائز ، ويضرب ضرباً شديداً ، وكذا لو قال : صليت بكم المدة على غير وضوئه وهو ماجن ، لا يقبل قوله ، وإن لم يكن كذلك ، واحتمل انه قال على وجه التورع والاحتياط أعادوا صلاتهم ، وكذا إذا بان أن الإمام كافر أو مجنون أو امرأة أو خنثى أو أمي أو صلى بغير احرام أو محدثاً أو جنباً . هكذا في التبيين .

(۱/۸۷، بيان من يصلح إماماً لغيره)

(حسن الفتاوى: ۳/۲۷۹، باب الامامة والجماعة)

نماز سے خارج آدمی کا امام کو لقمہ دینا

مسئلہ (۵۰): اگر نماز سے خارج کسی آدمی کے لقمہ دینے پر امام صاحب لقمہ لے لیں، تو نماز باطل ہو جائے گی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : فتحة على إمامه لا يفسد مطلقاً لفاتح ، وأخذ بكل حال ، إلا إذا سمعه المؤتم من غير مصلي ففتح به تفسد صلاة الكل . الدر المختار . قال الشامي : قلت : والذي ينبغي أن يقال : إن حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقاً ، أي سواء شرع في التلاوة قبل تمام الفتح أو بعده بوجود التعلم .

(۲/۳۲۹ ، كتاب الصلاة ، مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام) ما في ”بدائع الصنائع“ : ولو فتح على المصلي فهذا على وجهين : إما أن كان الفاتح هو المقتدي به أو غيره ، فإن كان غيره فسدت صلاة المصلي ، سواء كان الفاتح خارج الصلاة أو في صلاة أخرى غير صلاة المصلي .

(۱/۵۴۲ ، مفسدات الصلاة ، تبين الحقائق : ۱/۳۹۳ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفتاوى الهندية : ۱/۹۹ ، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) ما في ”حلي كبير“ : وإن فتح غير المصلي على المصلي فأخذ بفتحه تفسد صلاته ، لأنه تعلم وهو عمل كثير . (ص/۴۴۱ ، فصل فيما يفسد الصلاة)

تصویر دار مصلیٰ پر نماز

مسئلہ (۵۱): منقش مصلیٰ جس پر بیت اللہ، مسجد نبوی ﷺ یا بیت المقدس وغیرہ کی تصویر ہو، اس پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، اس لیے کہ وہ اصل نہیں، بلکہ محض ایک غیر ذی روح کی تصویر کے حکم میں ہے، اور غیر ذی روح کی تصویر پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے مصلوں کو خریدنا ہی نہ جائے، تاکہ اُن کا بننا بند ہو جائے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : أو لغير ذي روح لا يكره لأنها لا تعبد . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله: (أو لغير ذي روح) لقول ابن عباس للسائل: ”فإن كنت لا بدّ فاعلاً فاصنع الشجر وما لا نفسه له“ . [صحيح البخاري : ۲۹۶/۱ ، صحيح مسلم : ۲۰۲/۲] قوله : (لأنها لا تعبد) أي هذه المذكورات ” في التنوير “ . وحينئذٍ فلا يحصل التشبه . (۳۶۱/۲) ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى) ما في ” البحر الرائق “ : وقولهم : ويكره التصاویر المراد بها التماثيل ، فالحاصل أن الصورة عام ، والتماثيل خاص ، والمراد هنا خاص ، فإن غير ذي الروح لا يكره كالشجر . (۳۸/۲) ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) ما في ” حلي كبير “ : وأما صورة غير ذي الروح فلا خلاف في عدم كراهة الصلاة عليها وإليها . (ص/۳۵۹)

ما في ” حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح “ : ويكره أن يكون فوق رأسه أو خلفه أو بين يديه أو بحذاءه صورة حيوان ، لأنه يشبه عبادتها إلا أن تكون صغيرة أو مقطوعة الرأس ، لأنها لا تعبد بلا رأس أو تكون لغير ذي روح كالشجر ، لأنها لا تعبد . (ص/۳۶۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا يكره تمثال غير ذي الروح . كذا في النهاية . (۱۰۷/۱) ، بيان فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها (فتاوى محمودية: ۶/۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱

بیمار کی نماز

مسئلہ (۵۲): بیمار آدمی کے لیے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا اس وقت جائز ہے، جب کہ وہ قیام پر قادر نہ ہو، مثلاً: کھڑا ہو تو گر جائے یا سر چکرائے، یا مرض کے بڑھ جانے یا شفا میں تاخیر ہونے کا اندیشہ ہو، یا کھڑے ہونے میں سخت تکلیف ہوتی ہو وغیرہ۔ لیکن اگر وہ تکبیر تحریمہ کہنے کے بقدر بھی قیام کر سکتا ہو، تو اسے چاہیے کہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے، پھر بیٹھ کر یا ٹیک لگا کر نماز مکمل کر لے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن عمران بن حصين قال : كان بي الناصور فسألت النبي ﷺ فقال : ” صل قائماً ، فإن لم تستطع فقاعداً ، فإن لم تستطع فعلى جنب “ .

(ص/ ۱۳۷ ، باب في الصلاة القاعد ، جامع الترمذي : ۸۵/۱)

ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : من تعذر عليه القيام لمرض قبلها أو فيها أو خاف زيادته أو بقاء برئه بقيامه أو دوران الرأس أو وجد لقيامه ألماً شديداً صلى قاعداً كيف شاء بروكع وسجود ، وإن قدر على بعض القيام ولو متكئاً على عصا أو حائط قام لزوم بقدر ما يقدر ولو قدر آية أو تكبيرة على المذهب ، لأن البعض معتبر بالكل . (۴۹۳/۲ ، باب صلاة المريض)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً يركع ويسجد . كذا في الهداية . وأصح الأقاويل في تفسير العجز أن يلحقه بالقيام ضرر ، وعليه الفتوى . كذا في المعراج الدراية . وكذلك إذا خاف زيادة المرض أو أبطأ البرء بالقيام أو دوران الرأس . كذا في التبيين . أو يجد وجعاً لذلك ، فإن لحقه نوع مشقة لم يجز ترك ذلك القيام . كذا في الكافي . ولو كان قادراً على بعض القيام دون تمامه يؤمر بأن يقوم قدر ما يقدر حتى إذا كان قادراً على أن يكبر قائماً ولا يقدر على القيام للقراءة ، أو كان قادراً على القيام لبعض القراءة دون تمامها يؤمر بأن يكبر قائماً ويقرأ قدر ما يقدر عليه ثم يقعد إذا عجز .

(۱۳۶/۱ ، صلاة المريض) =

بغیر داڑھی اور ٹوپی کے اذان و اقامت

مسئلہ (۵۳): داڑھی رکھنا واجب ہے، آپ ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے^(۱)، اسی طرح آپ ﷺ سے ٹوپی کا ثبوت بھی ملتا ہے^(۲)، اس لیے بغیر داڑھی و بغیر ٹوپی کے اذان و اقامت کہنا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔^(۳)

== ما في " حاشية الطحطاوي " : إذا تعذر على المريض كل القيام ، أو تعسر كل القيام بوجود ألم شديد أو خاف زيادة المرض أو بظاً به صلى قاعداً بركوع وسجود ، ويقعد كيف شاء أي كيف تيسر له بغیر عذر من تربع أو غيره في الأصح ، وإلا قام بقدر ما يمكنه بلا زيادة مشقة . (ص / ۴۳۰ ، ۴۳۱ ، باب صلاة المريض) (فتاوى رحمیه: ۲۱، ۲۰/۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : " احفوا الشوارب واعفوا اللحي " . (۱ / ۲۸ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)
ما في " حاشية النووي على صحيح مسلم " : قال النووي : فحصل خمس روايات ، أعفوا ، وأوفوا ، وارخوا ، وارجوا ، ووفروا ، ومعناها كلها تركها على حالها ، هذا هو الظاهر من الحديث الذي يقتضيه ألفاظه ، وهو الذي قاله جماعة من أصحابنا وغيرهم من العلماء .

(۱ / ۲۸ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : يحرم على الرجل قطع لحيته . (۹ / ۴۹۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية: ۳۵۸/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع في الختان)
(۲) ما في " البحر الرائق " : (وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع) بيان للشئيين ؛ الصحة والكراهية ، أما الصحة فمبنية على وجود الأهلية للصلاة مع أداء الأركان وهما موجودان من غير نقص في الشرائط والأركان ، ومن السنة حديث " صلوا خلف كل بر وفاجر " . وفي صحيح البخاري أن ابن عمر كان يصلي خلف الحجاج وكفى به فاسقاً وأما الكراهية فمبنية على قلة رغبة الناس في الاقتداء بهؤلاء ، فيؤدي إلى تقليل =

عالم یایز رگ کو اگلی صف میں جگہ دینا

مسئلہ (۵۴): اہل علم کی تعظیم کے خاطر خود پیچھے ہٹ کر ان کو پہلی صف میں

جگہ دینا بلا کراہت درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔^(۱)

= الجماعة المطلوب تكثيرها تكثيراً للأجر ولأن الفاسق لا يهتم لأمر دينه .

(۱/۲۱۰، باب الإمامة)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ويكره تنزيهاً إمامة عبد وفاسق وأعمى .

(۲/۲۵۴، باب الإمامة) (فتاویٰ محمودیہ: ۶/۱۲۸، ۱۹/۳۰۰-۳۰۲، کراچی)

(۳) ما في ” مجمع الزوائد “ : عن ابن عمر قال : ” كان رسول الله ﷺ يلبس قلنسوة

بيضاء “ . (۵/۱۴۹، كتاب اللباس ، باب في القلنسوة ، رقم الحديث: ۸۵۰۵)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن ركانة قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ” فرق ما بينا وبين

المشركين العمائم على القلائس “ . (ص/۵۲۳ ، كتاب اللباس ، باب في العمائم)

ما في ” بذل المجهود “ : ومراد الحديث : أن المشركين كانوا يعممون على رؤوسهم من

غير أن يكون تحت العمامة قلنسوة ، ونحن نعمم على القلنسوة ، ولأبي الشيخ عن ابن عمر

كان لرسول الله ﷺ ثلاث قلنسوة . (۲/۱۰۵، باب في العمائم)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : قال بعض العلماء : السنة أن يلبس القلنسوة والعمامة وروي

عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ ؛ ” كان يلبس القلائس تحت العمائم ويلبس العمائم بغير

القلائس “ . (۸/۲۱۵، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم الحديث: ۴۳۴۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وفي حاشية الأشباه للحموي عن المضممرات عن النصاب : وإن

سبق أحد إلى الصف الأول فدخل رجل أكبر منه سناً أو أهل علم ينبغي أن يتأخر ويقدمه

تعظيماً له ، فهذا يفيد جواز الإيثار بالقرب بلا كراهة ، خلافاً للشافعي ، ونقل العلامة البيري

فروعاً تدل على عدم الكراهة ويدل عليه قوله تعالى : ﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ

خصاصة﴾ . (۲/۲۶۷) (فتاویٰ رحیمیہ: ۴/۱۴۶)

کتاب الجنائز

☆..... جنازے کے مسائل.....☆

زچہ و بچہ کا انتقال

مسئلہ (۵۵): ولادت کے وقت بچے کا کچھ حصہ نکلنے کے بعد اگر بچہ اور ماں دونوں کا انتقال ہو جائے، تو ماں، اور بچے کے ظاہری حصے کو غسل دے کر، کفن پہنا کر، نماز پڑھ کر، بچہ کو ماں کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے، اس لیے کہ بچہ جب تک ماں سے جدا نہیں ہوتا، ماں کا جز شمار کیا جاتا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”بدائع الصنائع“ : والسنة أن يدفن الميت بجميع أجزائه. (۲/۲۶ ، كيفية الغسل) ما في ”الموسوعة الفقهية“ : لو كانت كتابية تحت مسلم ثم ماتت وفي بطنها ولد مسلم، اختلف الصحابة في الدفن فقال بعضهم : تدفن في مقابر المسلمين ترجيحاً لجانب الولد ، وقال بعضهم : تدفن في مقابر المشركين ، لأن الولد في حكم جزء منها ما دام في البطن . (۱۲۲/۱۶)

ما في ”المغني لابن قدامة“ : غسلت الأم وما ظهر من الولد ، وما بقي ففي حكم الباطن لا يحتاج إلى التيمم من أجله ، لأن الجميع كان في حكم الباطن فظهر البعض فتعلق به الحكم وما بقي فهو على ما كان عليه . (۲/۴۱۴ ، فصل ما يشق بطن الميت وينبش قبره لأجله) ما في ”الإنصاف للمرداوي“ : فلو مات قبل خروجه ، وتعذر خروجه ، غسل ما خرج منه وأجزأ ، على الصحيح من المذهب . (۲/۳۹۰ ، إن ماتت حامل لم يشق بطنها الخ) (فتاوى دارالعلوم: ۵/۳۶۹، متفرقات جناز)

اجنبیہ عورت کی لاش

مسئلہ (۵۶): کسی جگہ کپڑے میں لپٹی ہوئی کسی عورت کی لاش ملی اور اس پر مسلم یا غیر مسلم ہونے کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، تو اگر لاش کے ملنے کی جگہ سے قریب والی بستی میں کل یا اکثر مسلمان بستے ہیں، تو لاش کو اسلامی طریقہ پر کفن دفن کیا جائے، اور اگر کل یا اکثر غیر مسلم آباد ہیں، تو نہلا کر، کفن پہنا کر غیر مسلموں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، اور اگر قریب والی بستی کے لوگوں میں مسلموں اور غیر مسلموں کی تعداد برابر ہے، تو نہلا کر، کفن پہنا کر بغیر نماز جنازہ پڑھے کسی علیحدہ جگہ دفن کیا جائے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : لو لم يدرك مسلم أم كافر ، ولا علامة فإن في دارنا غسل وصلى عليه ، وإلا لا ، اختلط موتانا بكفار ولا علامة اعتبر الأكثر ، فإن استوا غسلوا . (۸۸/۳ ، مطلب في الكفن)

ما في ” البحر الرائق “ : ومن لا يدري أم مسلم أم كافر ، فإن كان في قرية أهل الإسلام فظاهر أنه مسلم فيغسل ويصلى عليه ، وإن كان في قرية من قرى أهل الشرك فالظاهر منهم فلا يصلى عليه ، إلا أن يكون عليه سيما المسلمين فحينئذ يغسل ويصلى عليه فإذا استويا لم يصلى عليهم عندنا ، لأن الصلاة على الكفار منهي عنها ، ويجوز ترك الصلاة على بعض المسلمين . (۸۴/۲ ، ۸۵ ، باب الجنائز)

ما في ” الفتاوى الولوالجية “ : وإن تعذر التمييز فإن كانت الغلبة للمسلمين صلى عليهم وينوى بها المسلمين ، وإن كانت الغلبة للمشركين لم يصل عليهم ، لأن العبرة للغالب فيما تعذر الوصول إلى معرفته باليقين ، وإن استوى الفريقان لم يصل عليهم ، لأنه اجتمع عليهم ما يوجب الصلاة وما يوجب الترك ، لكنه ترجح الترك ، لأن ترك الصلاة على المسلم =

=بیاح بحال فإنه لا یصلی علی الباغي وهو مسلم ، والصلاة علی الکافر لا تباح بحال ، فكان المیل إلى ما یباح أولاً . (۱۲۳/۱ ، ۱۲۴)

ما فی ” المحيط البرهانی “ : قلنا : كما ان الصلاة علی المیت فرض ، وترك الصلاة علی الکافرین فرض ، فإذا تعارض الدلیلان اعتبرنا الغالب ، وإن استوی لم یصلی علیهم عندنا ، إنا نقول : استوی جانب الصلاة وجانب الترك فترجح جانب الترك ، لأن الصلاة علی الکافر لا تجوز بحال ، وترك الصلاة علی المسلم جائز فی الجملة ، فإنه لا یصلی علی الباغي عندنا . (۲/۳۳۱ ، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز)

ما فی ” الفتاوی التاتاریخانیة “ : ولو وجد میت فی دار الحرب لا یصلی علیه ، وإن احتمل أن یشکوک مسلماً ، لأن الغلبة فی دار الحرب لکفار ، فإذا كانت الغلبة للمسلمین جعل من حیث الحکم کان الكل مسلمون فیصلی علیهم ، لكن ینوون بالدعاء للمسلمین ، وإن کان الأكثر کفراً لم یغسلوا ولم یصلی علیهم ، وإن استووا لم یصلی علیهم عندنا ولم یشهد فی کتاب فی فصل الاستواء أنهم فی أي موضع یدفنون؟ وقد اختلف المشائخ فیہ ، بعضهم قالوا : یدفنون فی مقابر المشرکین ، وبعضهم قالوا : یتخذ لهم مقبرة علی حدة ، وهو قول الشیخ الإمام أبی جعفر الہندیانی . (۱/۲۱۸ ، نوع آخر من هذا الفصل فی المتفرقات ، الجنائز) ما فی ” بدائع الصنائع “ : ولو اجتمع الموتی المسلمون والکفار ینظر إن کان بالمسلمین علامة یمکن الفصل بها یفصل ، وإن لم یکن بهم علامة ینظر إن کان المسلمون أكثر غسلوا وکفنوا ودفنوا فی مقابر المسلمین وصلی علیهم وینوي بالدعاء المسلمون ، وإن کان الکفار أكثر یغسلوا ولا یصلی علیهم ، کذا ذکر القدوری فی شرحه مختصر الکرخي ، لأن الحکم للغالب ، وذكر القاضي فی شرحه مختصر الطحاوي ، انه إن كانت الغلبة لموتی الکفار لا یصلی علیهم ، لكن یغسلون ویکفنون ویدفنون فی مقابر المشرکین ، ووجهه أن غسل المسلم واجب ، وغسل الکافر جائز فی الجملة ، فیؤتی بالجنائز فی الجملة لتحصل الواجب ، وأما إذا کانوا سواء فلا یشکل انهم یغسلون لما ذکرنا أن فیہ تحصل الواجب مع الاتیان بالجنائز فی الجملة ، وهذا أولاً من ترک الواجب رأساً . (۲/۳۱ ، شرائط وجوب الغسل ، الفتاوی الہندیة : ۱/۱۰۹ ، الفصل الثانی فی غسل المیت)

مردہ اجنبیہ عورت سیلاب میں بہہ کر آئی

مسئلہ (۵۷): اگر کوئی مردہ عورت سیلاب میں بہہ کر آئی، اور اس پر مسلم یا غیر مسلم ہونے کوئی علامت نہ پائی جائے، تو اس کو مسنون طریقے کی رعایت کیے بغیر نہلا کر، کفن پہنا کر، کسی جگہ دفن کر دیا جائے، البتہ اگر کسی قرینہ سے مسلمان ہونے کا گمان ہو، تو مسنون طریقہ پر کفن دفن کیا جائے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : لو لم يدر أم مسلم أم كافر ولا علامة ، فإن في دارنا غسل وصلى عليه ، وإلا لا . (۸۸/۳) ، قبيل مطلب في الكفن

ما في ” بدائع الصنائع “ : ولو اجتمع الموتى المسلمون والكفار ينظر إن كان بالمسلمين علامة يمكن الفصل بها يفصل وإن لم يكن بهم علامة ينظر إن كان المسلمون أكثر غسلوا وكفنوا ودفنوا في مقابر المسلمين وصلى عليهم ، وينوي بالدعاء المسلمون ، وإن كان الكفار أكثر يغسلوا ولا يصلى عليهم ، كذا ذكر القدوري في شرحه مختصر الكرخي ، لأن الحكم للغالب ووجهه أن غسل المسلم واجب ، وغسل الكافر جائز في الجملة فيؤتى بالجنائز في الجملة لتحصيل الواجب ، وأما إذا كانوا على السواء فلا يشكل أنهم يغسلون لما ذكرنا أن فيه تحصيل الواجب مع الإتيان بالجنائز في الجملة ، وهذا أولى من ترك الواجب رأساً ، وهل يصلى عليهم؟ قال بعضهم : لا يصلى عليهم ، لأن ترك الصلاة على المسلم أولى من الصلاة على الكافر ، لأن الصلاة على الكافر غير مشروعة أصلاً ، قال تعالى : ﴿ولا تصلّ على أحد منهم مات أبداً﴾ وترك الصلاة على المسلم مشروعة في الجملة كالبغاة وقطاع الطريق ، فكان الترك أولى . (۳۱/۲) ، شرائط وجوب الغسل

ما في ” الفتاوى الولوالجية “ : وإن تعذر التمييز فإن كانت الغلبة للمسلمين صلى عليهم ، وينوى بها المسلمين ، وإن كانت الغلبة للمشركين لم يصل عليهم ، لأن العبرة للغالب فيما تعذر الوصول إلى معرفته باليقين ، وإن استوى الفريقان لم يصل عليهم ، لأنه اجتمع عليهم =

== ما یوجب الصلاة وما یوجب الترتک ، لکنه ترجیح الترتک ، لأن ترک الصلاة علی المسلم یناح بحال فإنه لا یصلی علی الباغی وهو مسلم ، والصلاة علی الکافر لا تباح بحال ، فکان الميل إلی ما یناح أولى .

(۱۶۳/۱ ، الفصل الثانی عشر فی الجنائز وغسل المیت وغیره . الخ)
ما فی ” المحيط البرهانی “ : قلنا : کما ان الصلاة علی المیت فرض ، وترک الصلاة علی الکافر فرض ، فإذا تعارض الدلیلان اعتبرنا الغالب ، وإن استوی لم یصل علیهم عندنا
إننا نقول : استوی جانب الصلاة وجانب الترتک فترجح جانب الترتک ، لأن الصلاة علی الکافر لا تجوز بحال ، وترک الصلاة علی المسلم جائز فی الجملة ، فإنه لا یصلی علی الباغی عندنا . (۳۳۱/۲ ، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز)

ما فی ” الفتاوی الهندیة “ : موتی المسلمون إذا اختلفوا بموتی الکفار وقتلی المسلمین بقتلی الکفار إن کان للمسلمین علامة یعرفون بها یمیز بینهم ، وعلامة المسلمین الختان والخضاب ولبس السواد ، فیصلی علیهم وإن لم تکن علامة ، إن كانت الغلبة للمشرکین فإنه لا یصلی علی الكل ، ولكن یغسلون ویکفنون ، ولكن لا وجه غسل موتی المسلمین وتکفینهم یدفنون فی مقابر المشرکین ، وإن کانا سواء فلا یصلی علیهم اتفاقاً ، واختلف المشایخ فی دفنهم قال بعضهم : فی مقابر المشرکین ، قال بعضهم : فی مقابر المسلمین ، وقال بعضهم : ینخذلهم مقبرة علی حدة ، کذا فی المضمرة .

(۱۵۹/۱ ، الفصل الثانی فی غسل المیت ، الفتاوی التاتاریخانیة : ۲۱۸/۱)

(فتاوی رحیمیہ : ۳۴/۷ ، فتاوی محمودیہ : ۵۳۲/۸ ، کراچی)

حفاظتِ ناموس میں ماری گئی عورت

مسئلہ (۵۸): اگر کوئی عورت اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دی جائے، تو وہ شہید شمار ہوگی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن سعيد بن زيد قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ”من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد“ . (۳۸۹/۲، كتاب الديات، باب فيمن قتل دون ماله)

ما في ”شرح الطيبي“ : وهذا إنما يكون إذا قصد المخالف من الكافر والمبتدع خذلانه في دينه أو توهينه فيه وهو يذب عنه . (۱۱۴/۷، كتاب الديات، فيمن قتل دون ماله)

ما في ”عارضه الأحمدي“ : المؤمن المسلم بإسلامه محترم في ذاته كلها ديناً ودماً ومالاً لا يحل لأحد أن يتعدى عليها فيها، فإذا أزيد شيء من ذلك منه جاز له الدفع، أو وجب عليه فيه اختلاف بين العلماء بما يراود منه من دم أو مال أو دين أو أهل الصحيح جاز الدفع بوجوبه. (۱۵۲/۳، كتاب الديات، فيمن قتل دون ماله)

ما في ”مرقاة المفاتيح“ : أو عند حفظ دينه فهو شهيد، وهذا إنما يتصور إذا قصد الخائف من الكافر، أو المبتدع خذلانه في دينه أو توهينه وهو يذب عنه ومن قتل دون أهله أي عند محافظة محارمه فهو شهيد .

(۸۲/۷، كتاب الديات، باب ما لا يضمن، رقم الحديث : ۳۵۲۹)

ما في ”رد المحتار“ : هو الشهيد . كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بغير حق بجارحة وكذا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ولو بغير آلة جارحة .

(۱۴۷/۳، كتاب الصلاة، باب الشهيد)

تیجہ، دسواں اور چالیسواں

مسئلہ (۵۹): کسی کی وفات پر میت کے گھر والوں کا کچھ پڑھ کر، یا غرباء کو کھانا کھلا کر، یا کچھ صدقہ دے کر، ایصالِ ثواب اور میت کے لیے دعا و استغفار کرنا یقیناً درست ہے^(۱)، مگر ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ سب ممنوع اور بدعت ہے، اور اس قسم کا کھانا کھانا مکروہ ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : الأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة ، أو صوماً ، أو صدقةً ، أو قراءة قرآن ، أو ذكراً ، أو طوافاً ، أو حجاً ، أو عمرة ، أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة . (۱۰۵/۳ ، باب الحج عن الغير)

ما في ” مراقي الفلاح “ : فلا إنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة ، صلاة ، أو صوماً ، أو حجاً ، أو صدقة ، أو قراءة للقرآن ، أو الأذكار ، أو غير ذلك ، من أنواع البرّ ، ويصل ذلك إلى الميت وينفعه . (ص / ۲۲۱ ، ۲۲۲ ، كتاب الجنائز)

(۲) ما في ” الفتاوى البزازية على هامش الهندية “ : ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث ، وبعد الأسبوع والأعياد ، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم ، واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء ، والقراءة للختم ، أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص ، فالحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل مكرم . (۸۱/۳ ، باب صلاة الجنائز)

ما في ” رد المحتار “ : ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت ، لأنه شرع في السرور لا في السرور ، وهي بدعة مستقبحة ، وروى الإمام أحمد ، وابن ماجه بإسناد صحيح ، عن جرير بن عبد الله قال : ” كنا نعدّ الإجتماع إلى أهل البيت وصنعهم الطعام من النياحة “ . (۱۳۹۰/۳ ، كتاب الصلاة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت ، كذا في حلي كبير : ص / ۶۰۹ ، فصل في الجنائز ، مسائل متفرقة ، رد المحتار : ۶۶/۹ ، كتاب الإجارة) (فتاوى محمودية : ۸۸/۳ ، كراچی)

میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

مسئلہ (۶۰): شریعت کا حکم یہ ہے کہ آدمی جس جگہ وفات پائے اسے وہیں دفن کر دیا جائے، اگرچہ اس نے کسی اور بستی میں دفن کر دینے کی وصیت کی ہو، کیوں کہ اس طرح کی وصیت باطل ہے، نیز میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اگر کہیں کسی فقیہ نے اس کی اجازت دی بھی ہو، تو وہ ایک دو میل کی قید کے ساتھ مقید ہے، اس لیے جس جگہ آدمی کا انتقال ہو جائے، اسے وہیں دفن کر دینا چاہیے، بعض لوگ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کے مصر سے شام منتقل کیے جانے کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں، ان کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ یہ شریعت سابقہ کا واقعہ ہے، اور شریعت سابقہ کی حجیت کے لیے یہ شرط ہے کہ ہماری شریعت میں اُس کے خلاف حکم موجود نہ ہو، حالانکہ زیر بحث مسئلے میں شریعت اسلامی کا حکم یہ ہے کہ میت کو جلد از جلد دفن کیا جائے، جمع عظیم کے انتظار کے لیے نماز جنازہ میں تاخیر نہ کی جائے، یہاں تک کہ اوقات مکروہہ میں بھی نماز جنازہ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا، اور ظاہر ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں اس حکم کی خلاف ورزی ہوگی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : أوصى بأن يصلي عليه فلان أو يحمل بعد موته الى بلد آخر فهي باطلة . الدر المختار . (۱۰ / ۲۹۷ ، كتاب الوصايا
ما في ” رد المحتار “ : قوله : (ولا بأس بنقله قبل دفنه) قيل مطلقاً ، وقيل إلى ما دون =

شہید کی قسمیں

مسئلہ (۶۱): شہید کی دو قسمیں ہیں: شہید دنیوی، شہید اخروی۔ شہید دنیوی کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا، اور نہ اس کے پہنے ہوئے کپڑے اتارے جاتے ہیں، بلکہ بغیر غسل کے اس کے خون آلود کپڑوں سمیت کفن برابر کر کے نماز جنازہ کے بعد دفن کر دیا جاتا ہے۔ شہادت کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، وہ کافروں کے ہاتھوں سے مارا جائے، یا میدان جنگ میں مرا ہوا پایا جائے، اور اس کے بدن پر قتل کے نشانات ہوں، یا ڈاکوؤں، چوروں نے اس کو قتل کر دیا ہو، یا وہ اپنی مدافعت کرتے ہوئے مارا جائے، یا کسی مسلمان نے اس کو آلہ جارحہ کے ساتھ ظماً قتل کر دیا ہو، اور قاتل

=مدة السفر ، وقيدہ محمد بقدر ميل أو ميلين ، لأن مقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد . قال في النهر عن عقد الفرائد : وهو الظاهر اهـ وأما نقل يعقوب ويوسف عليهما السلام من مصر إلى الشام ليكونا مع آبائهما الكرام فهو شرع من قبلنا ولم يتوفر فيه شروط كونه شرعاً لنا . اهـ . (۳/ ۲۶ ، ۱۳۷ ، كتاب الجنائز ، باب صلاة الجنائز ، مطلب في دفن الميت ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في ” حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح “ : (ويستحب الدفن في) مقبرة (محل مات به أو قتل) لما روي عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت حين زارت قبر أخيها عبد الرحمن وكان مات بالشام وحمل منها : ” لو كان الأمر فيك إلي ما نقلتك ، ولدفتك حيث مت “ . (فإن نقل قبل الدفن قدر ميل أو ميلين) ونحو ذلك (لا بأس به) لأن المسافة إلى المقابر قد تبلغ هذا المقدار (وكره نقله لأكثر منه) أي أكثر من الميلين . كذا في الظهيرية . مراقى الفلاح . وفي حاشية الطحطاوي : قوله : (بيان أن النقل من بلد إلى بلد مكروه) أي تحريماً لأن قدر الميلين فيه ضرورة ، ولا ضرورة في النقل إلى بلد آخر . (ص / ۶۱۳ ، ۶۱۴ ، كتاب الصلاة ، فصل في حملها ودفنها ، مكتبه شيخ الهند ديوبند) (فتاوى محمودية : ۹/ ۱۲۴-۱۳۱ ، احسن الفتاوى : ۳/ ۲۱۸-۲۲۱ ، حاشية نور الانوار : ج ۹/ ۹ ، توت الاخيار شرح نور الانوار : ۱/ ۵۱)

پردیت واجب نہ ہو، یا وہ شخص مندرجہ بالا صورتوں میں موقع پر ہلاک ہو گیا، اور اسے کچھ کھانے پینے، علاج و معالجہ، سونے، یا وصیت کرنے کی مہلت نہ ملی ہو، یا ہوش و حواس کی حالت میں اس پر ایک نماز کا وقت نہ گزرا ہو، اور اس پر پہلے سے غسل واجب نہ ہو، تو ایسے شخص کو شہید دنیوی کہہ سکتے ہیں، اور اگر کوئی مسلمان قتل ہو جائے اور مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا، اور دنیوی احکام کے اعتبار سے وہ شہید نہیں کہلائے گا، البتہ آخرت میں اس کا شمار شہداء میں ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : هو كل مكلف مسلم ظاهر قتل ظلماً بجراحة ، ولم يجب بنفس القتل مال ، ولم يرتث ، وكذا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ، أو بغير آلة جراحة ، أو وجد جريحاً ميتاً في معركتهم ، فينزعه عنه ما لا يصلح للكفن ، ويزاد وينقص ليتم كفنه ، ويصلى عليه بلا غسل ، ويدفن بدمه وثيابه ، ويغسل بحد أو قصاص أو جرح ، وارث بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى أو آوى خيمة ، أو مضى عليه وقت الصلاة ، وهو يعقل ، أو نقل من المعركة لا لخوف وطئ الخيل ، أو أوصى بأمور الدنيا ، وإن بأمور الآخرة لا ، عند محمد ، وهو الأصح ، أو باع أو اشترى أو تكلم بكلام كثير بعد انقضاء الحرب ولو فيها أي في الحرب لا . (۳/ ۱۴۷ - ۱۵۳ ، الاختيار لتعليل المختار : ۱/ ۱۴۵ - ۱۴۷ ، باب الشهيد) ما في ”كنز الدقائق مع البحر الرائق“ : هو من قتله أهل الحرب والبغي أو قطاع الطريق ، أو وجد في معركة وبه أثر ، أو قتله مسلم ظلماً ، ولم تجب به دية ، فيكفن ويصلى عليه بلا غسل ، ويدفن بدمه وثيابه إلا ما ليس من الكفن ، ويزاد وينقص ويغسل إن قتل جنباً أو صبياً أو ارتث بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى ، أو مضى وقت صلاة وهو يعقل ، أو نقل من المعركة حياً ، أو أوصى أو قتل ولم يعلم أنه قتل بحديدة ظلماً ، أو قتل بحد أو قصاص لا لبغي وقطع طريق . (۲/ ۳۴۳ - ۳۴۹ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الشهيد)

(جامع الفتاوى: ۵۳۴/۹)

أحكام المساجد والمدارس

☆.....مساجد کے احکام.....☆

عید گاہ میں جماعتِ ثانیہ

مسئلہ (۶۲): عید گاہ میں جماعتِ ثانیہ کرنا درست نہیں ہے، اس لیے جن حضرات کی عید کی نماز چھوٹ جائے، وہ دوسری جگہ چلے جائیں جہاں جماعت مل سکتی ہو، یا پھر ایسی مسجد میں جماعت کر لیں جہاں عید کی نماز نہ ہوئی ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : ولو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل ، لأنها تؤدي بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً . (۵۵/۳ ، باب العيدين ، مطلب أمر الخليفة لا يبقى بعد موته) ما في ”البحر الرائق“ : فإذا فاتت مع إمام وأمكته أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه لأنه يجوز تعدادها في مصر واحد في موضعين وأكثر اتفاقاً . (۲۸۳/۲ ، باب العيدين) ما في ”النهر الفائق“ : ولو قدر بعد الفوات مع الإمام على ادراكها مع غيره فعله للاتفاق على جواز تعددها . (۲۷۰/۱ ، صلاة العيدين ، حاشية الطحطاوي : ص/۵۳۵) ما في ”المحيط البرهاني“ : وتجوز إقامة صلاة العيدين في موضعين نص على هذا في الأصل . (۲۱۶/۲) (فتاوى رجمية: ۱۶۹/۶، فتاوى عثمانى: ۵۵۱/۱)

راستے کو مسجد میں شامل کرنا

مسئلہ (۶۳): حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ بوقتِ ضرورت راستہ کو بھی مسجد میں شامل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ کسی راہ گزر کو تکلیف نہ ہو، اسی بنیاد پر ایسا پلاٹ جو مسلمانوں ہی کے مفاد کے لیے ہو باتفاقِ رائے مسجد میں شامل کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔^(۲)

(۲) ما فی ”رد المحتار“ : (وجعل شيء) أي جعل الباني شيئاً (من الطريق مسجداً) لضيقة ولم يضر بالمارين (جاز) لأنهما للمسلمين . ” الدر المختار“ . في الشامي : قلت : إن المصنف قد تابع صاحب الدور مع أنه في جامع الفصولين نقل أو لا جعل شيئاً من الحد طريقاً ومن الطريق مسجداً جاز ، ثم رمز لكتاب آخر لو جعل الطريق مسجداً لأجل المسجد طريقاً لأنه لا تجوز الصلاة في الطريق فجاز جعله مسجداً ، ولا يجوز المرور في المسجد فلم يجوز جعله طريقاً . (۴/۲۹۹، ۴۵۰، مطلب في جعل شيء من المسجد طريقاً) ما فی ”فتاویٰ قاضی خان“ : قال الفقيه أبو جعفر رحمه الله : إن كان لا يضر ذلك بأهل الطريق جاز طريق العامة هي واسع فبني فيه أهل المحلة مسجداً للعامة ، ولا يضر ذلك بالطريق ، قالوا : لا بأس به ، هكذا روي عن أبي حنيفة ومحمد رحمهم الله تعالى ، لأن الطريق للمسلمين والمسجد لهم أيضاً .

(۳/۲۹۸ ، کتاب الوقف ، باب الرجل يجعل داره مسجداً أو خاناً أو سقاية أو مشربة) ما فی ”مجمع الأنهر“ : ولو ضاق المسجد وبجنبه طريق العامة يوسع منه (ضاق) أي على المصلين (منه) أي من الطريق إذا لم يضر بأصحاب الطريق . (۲/۵۹۵) (جدید مسائل کا حل: ج ۱/۱۰۱، حسن الفتاویٰ: ۶/۴۴۳، فتاویٰ محمودیہ: ۱۳/۵۱۳، کراچی)

سنگ مرمر پر آیات قرآنی کندہ کرانا

مسئلہ (۶۴): مساجد میں سنگ مرمر پر آیات قرآنی کندہ کرانے کو فقہاء کرام نے بے ادبی کے احتمال کی وجہ سے مکروہ لکھا ہے، لیکن اگر کندہ ہو کر لگ گئے ہوں، تو اب اس کا اکھاڑنا بے ادبی ہے، لہذا اب اُسے اُس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وليس بمستحسن كتابة القرآن على المحارِب والجدران لما يخاف من سقوط الكتابة وأن توطأ ، وفي جمع النسفي : مصلى أو بساط فيه أسماء الله تعالى يكره بسطه واستعماله في شيء .

(۱۰۹/۱) ، كتاب الصلاة ، الباب السابع ، فصل كره غلق باب المسجد

ما في ” رد المحتار “ : أقول : في فتح القدير : وتكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحارِب والجدران وما يفرش . والله تعالى أعلم .

(۲۸۹/۱) ، كتاب الطهارة ، قبيل باب المياه

ما في ” فتاوى قاضي خان “ : ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا : يرجى أن يجوز ذلك ، وبعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس .

(۳۷۸/۴) ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في التسبيح ، المكتبة الحفانية ، الفتاوى الهندية :

۳۲۳/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة

مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار

مسئلہ (۶۵): مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار کے علاوہ نقش و نگار کرنا اگر اپنے مال سے ہو تو جائز ہے، اور اگر مال وقف سے ہو تو جائز نہیں، خواہ داخلی حصہ میں ہو یا خارجی حصہ میں۔^(۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المنتقى في شرح الملتقى مع مجمع الأنهر “ : (ويجوز نقشه بالجص وماء الذهب) إذا تبرّع به إنسان سوى جدار القبلة . وأما المتولي فلا يفعل من مال الوقف إلا ما يرجع إلى إحكام البناء ، حتى لو جعل البياض فوق السواد للنقاء ضمن .

(۱۹۰/۱ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب الوتر والنوافل)

ما في ” الهداية “ : ولا بأس بأن ينقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب وهذا إذا فعل من مال نفسه ، أما المتولي فيفعل من مال الوقف ما يرجع إلى إحكام البناء دون ما يرجع إلى النقش ، حتى لو فعل يضمن والله أعلم بالصواب . (۸۰/۱ ، كتاب الصلوة ، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ، دار أرقم بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱۰۹/۱ ، كتاب الصلوة ، الفصل الثاني فيما يكره في الصلوة)

ما في ” البحر الرائق “ : ومحل الاختلاف في غير نقش المحراب ، أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي ، كما في فتح القدير . (۶۵/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلوة الخ ، رد المحتار : ۳۷۳/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلوة ، مطلب كلمة لا بأس دليل . الخ ، كذا في حلي كبير : ص/۶۱۵ ، ۶۱۶ ، كتاب الصلوة ، أحكام المساجد)

(فتاوى محمودية : ۲۵۶/۱۵ ، کراچی)

مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار پر کیلنڈر

مسئلہ (۶۶): مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار پر کیلنڈر، تقویم، یا کسی دینی پروگرام کا کوئی اشتہار وغیرہ لگانا مکروہ ہے۔^(۱)

مسجد میں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کریم سننا

مسئلہ (۶۷): ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کریم کا سننا خواہ مسجد کے باہر ہو یا اندر، فی نفسہ درست ہے، لیکن اس سے مسجد میں شور و غل ہوگا^(۲)، اس کی بجلی استعمال ہوگی^(۳)، اور دیگر لوگ اسے بنیاد بنا کر غلط قسم کی چیزیں بھی سننے سنانے کا جواز نکالیں گے، اس لیے اس کی اجازت نہیں ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره ، لأنه يلهي المصلي ، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا في جدار القبلة . ” الدر المختار “ . قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : وكره بعض مشايخنا النقش على المحراب وحائط القبلة ، لأنه يشغل قلب المصلي . (۳۷۳/۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره) ما في ” البحر الرائق “ : ومحل الاختلاف في غير نقش المحراب ، أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي ، كما في فتح القدير . (۶۵/۲ ، كتاب الصلوة ، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وكره بعض مشايخنا النقوش على المحراب وحائط القبلة ، لأن ذلك يشغل قلب المصلي . (۳۱۹/۵ ، الباب الخامس في آداب المسجد الخ) ما في ” حلي كبير “ : ومحل الكراهة التكلف بدقائق النقوش ونحوه خصوصا في جدار القبلة ، لأنه يلهي قلب المصلي . (ص/۶۱۶ ، فصل في أحكام المسجد ، وكذا في فتح القدير : ۴۳۴/۱ ، كتاب الصلوة ، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ، فصل ويكره =

= استقبال القبلة (فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/۲۲۹، کراچی)

والحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَأَن الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ . (الجن : ۵۳)
ما في ” تفسير المظهری “ : ونهى عن تناشد الأشعار في المسجد وعن البيع ولا شراء فيه
وأن يتحلق الناس يوم الجمعة قبل الصلاة في المسجد . (۵۳/۱۰)
ما في ” السنن لابن ماجه “ : عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال : ” جنبوا مساجدكم
صبيانكم ومجانينكم وشرائعكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم وسل
سيوفكم ، واتخذوا على أبوابها المطاهر وجمروها في الجمع “ . (ص/۵۳، كتاب المساجد)
ما في ” شروح ابن ماجه “ : قال السندي : قوله : (جنبوا) من التجنب أي بعدوا هذه الأشياء
عن المساجد إذ الكل لا تليق بالمساجد .

(۱/۳۳۳ ، كتاب المساجد والجماعات ، باب ما يكره في المساجد)
ما في ” رد المحتار “ : ويكره رفع صوت بذكر . الدر المختار . قوله : (ورفع صوت
بذكر) أقول : اضطراب كلام صاحب ” البزازیة “ في ذلك ، فتارة قال : إنه حرام ، وتارة
قال : إنه جائز والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال .

(۲/۳۷۶ ، كتاب الصلاة ، مطلب في رفع الصوت بالذكر)
(۳) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع
الليل بل بقدر حاجة المصلين ويجوز إلى ثلث الليل أو نصفه إذا احتجج إليه للصلاة فيه .
(۲/۴۵۹ ، الباب الحادي عشر في المسجد ، الفصل الأول فيما يصير به المسجد ، البحر
الرائق : ۵/۴۲۰ ، كتاب الوقف ، فصل في أحكام المساجد)

(۴) ما في ” المقاصد الشرعية “ : مفاده أن الذرائع تعدّ وسائل إلى المقاصد ، وحكمها حكم
مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة ، أي أن الوسيلة أو
الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً .
(ص/۴۶)

مدارس و مساجد کا رجسٹریشن کرانا

مسئلہ (۶۸): دور حاضر میں مدارس و مساجد کو رجسٹرڈ کرانا جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ بہت سے پیدا ہونے والے تنازعات کا فیصلہ آسانی ہو جاتا ہے، اور اوقاف کی حفاظت بھی ہوتی ہے، جس کے ہم مکلف ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مَسْمُومٍ فَكْتُبُوهُ﴾. (سورة التوبة: ۲۸۲)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قال سعيد بن جبیر : ﴿وأشهدوا إذا تبايعتم﴾ ، یعنی وأشهدوا على حقوقكم إذا كان فيها أجل أو لم يكن فيها أجل ، فاشهد على حقك على كل حال . (۵۸۴/۱)

ما في ” التفسير المنير “ : (فاكتبوه) ندبا استيثاقا للدين ودفعاً للنزاع وفي أحكام التعامل بالدين المؤجل والتجارة الحاضرة غاية الحكمة والمصلحة والعدل وحفظ حقه من الضياع ، ثم أكد الله النهي عن الإباء بالأمر بالكتابة بالحق ، لكون الوثيقة متعلقة بحفظ الحقوق إذ لا بأس من عدم الكتابة في التجارة الحاضرة أو التعامل يدا بيد ، فيطلب الاشهاد على التبايع ، لأن اليد الظاهرة التي تجوز الشيء قد لا تكون محقه ، فيحدث النزاع والخلاف ، فكان الاشهاد أحوط ومن جملة ذلك ما حذركم منه من الضرار ، وهو سبحانه يعلمكم ما فيه صلاح دنياكم وحفظ أموالكم فإنما يشرعه عن علم دقيق شامل بما يدرك المفاسد ويجلب المصالح ، وشرعه كله حكمة وعدل .

(۱۶/۲ - ۲۵ ، تفسير الآية/ ۲۸۲)

ما في ” البحر المحیط “ : (فاكتبوه) أمر تعالى بكتابة لأن ذلك أوثق وأمن من النسيان ، وأبعد من الجحود ، وظاهر الأمر الوجوب وقال الجمهور : هو أمر ندب يحفظ به المال ، وتزال به الريبة ، وفي ذلك حث على الاعتراف وحفظه ، فإن الكتاب خليفة اللسان، واللسان خليفة القلب . (۵۵۴/۲)=

تحفظ مسجد کی خاطر بیمہ

مسئلہ (۶۹): اگر مسجد کے تحفظ کی کوئی صورت نہ ہو، تو مجبوراً بیمہ کرنا درست ہے^(۱)، مگر اس سے حاصل ہونے والی سودی رقم مسجد میں صرف نہ کی جائے۔^(۲)

==ما في " التفسيرات الأحمدية " : وإنما أمرنا بها ، لأن ذلك أوثق وآمن من النسيان وأبعد من الجحود . (ص/ ۱۳۴)

ما في " رد المحتار " : قوله : (غير مسجل) معنى قولهم : مسجلاً أي محكوماً بلزومه بأن صار اللزوم حادثة وقع التنازع فيها ، فحكم القاضي باللزوم بوجهه الشرعي "رملی" وسمى مسجلاً ، لأن المحكوم به يكتب في سجل القاضي إن كان للوقف كتاب في ديوان القضاة المسمى في عرفنا السجل وهو في أيديهم اتبع ما فيه استحساناً إذا تنازع أهله فيه . (۲/ ۲۶۹ . ۳۸۶ ، كتاب الوقف ، مطلب في حكم الوقف القديم المجهولة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والوثيقة ما يحكم به الأمر في التوثيق منفعة من أوجه : أحدها : صيانة الأموال وقد أمرنا بصيانتها ونهينا عن إضاعته ، والثاني : قطع المنازعة فإن الوثيقة تصير حكماً بين المتعاملين ويرجعان إليها عند المنازعة فتكون سبباً لتسكين الفتنة ولا يجحد أحدهما حق صاحبه مخالفة أن تخرج الوثيقة وتشهد الشهود عليه بذلك فينفضح أمره بين الناس والرابع : رفع الارتياح فقد يشبه على المتعاملين إذا تطاول الزمان مقدار البدل ومقدار الأجل ، فإذا رجعا إلى الوثيقة لا يبقى لواحد منهما ريبة توثيق التصرفات أمر مشروع لاحتياج الناس إليه في معاملاتهم خشية جحداً لحقوق أو ضياعها ، والأصل في مشروعية التوثيق ما ورد من نصوص ففي مسائل الدين جاء قوله تعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مَّسْمُومٍ فَكْتُبُوهُ﴾ [سورة البقرة : ۲۸۳] .

(۱۴/ ۳۴ ، ۱۳۵ ، توثیق) (جدید مسائل کامل: ص/ ۱۰۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه والنظائر لابن نجيم " : الضرورات تبيح المحظورات ، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة . (۱/ ۳۰۷ ، قواعد الفقه : ص/ ۸۹) =

جامع مسجد کو تبدیل کرنا

مسئلہ (۷۰): جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے، اس لیے اگر کسی جگہ کے لوگ کسی مسجد کو منہدم کرنا چاہیں، تو شرعاً یہ درست نہیں ہے^(۱)، ہاں! البتہ اگر قدیم جامع مسجد مصلیوں کے لیے ناکافی ہو رہی ہو، یا کوئی اور مصلحت ہو، تو دوسری مسجد کو جامع مسجد قرار دینا اور اس میں جمعہ وغیرہ ادا کرنا درست ہے۔^(۲)

=ما فی ”شرح المجلة“ : الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة أو خاصة . (ص/ ۳۳ ، المادة : ۳۲ ، قواعد الفقه : ص/ ۱۰۸ ، رقم قاعدة : ۷۵ ، الأشباه والنظائر : ۳۳۶/۱)

(۲) ما فی ”رد المحتار“ : قال تاج الشريعة : أما لو أنفق في ذلك مالا خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره ، لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله . شرنبلالي . (۲/ ۳۳۱ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب كلمة لا بأس دليل على المستحب غيره ، لأن الباس الشدة ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ : ۱۵/۲۹۰ ، کراچی ، فتاویٰ رحیمیہ : ۹/۱۲۳ ، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”الدر المختار مع الشامية“ : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلى قيام الساعة . وبه يفتى . ”الحاوي القدسي“ .

(۲/ ۴۲۹ ، كتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره)

(۲) ما فی ”تفسير الكشاف“ : عن عطاء لما فتح الله الأمصار على يد عمر رضي الله تعالى عنه أمر المسلمين أن يبنوا المساجد وأن لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه . (۲/ ۳۰۰ ، سورة التوبة ، ط : دار الإيمان سهارنفور)

مسجد کی آمدنی یا چندہ کی رقم پر سود

مسئلہ (۷۱): سودی رقم چوں کہ حرام ہے ^(۱)، اس لیے اگر کسی مسجد کی آمدنی یا

چندہ کی رقم ضرورتاً بینک میں رکھی گئی ہو، اور اس پر سود ملا ہو، تو اس کو مسجد کے کاموں میں خرچ نہ کیا جائے، کیوں کہ یہ تقدُّسِ مسجد کے خلاف ہے، بلکہ یہ رقم بلائیتِ ثواب کسی غریب و فقیر کو صدقہ کر دیں۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿لمسجد اسس على التقوى من اول يوم احق ان تقوم فيه﴾ .

(سورة التوبة : ۱۰۸)

ما في ” روح المعاني “ : ويستفاد من الآية أيضاً على ما قيل النهي عن الصلاة في مساجد بنيت مباهاة أو رياء و سمعة أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله تعالى ، وألحق بذلك كل مسجد بني بمال غير طيب . (۷/ ۳۱ ، سورة التوبة : الآية/ ۱۰۸)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” من تصدَّق بعدل تمرّة من كسب طيّب ولا يقبل الله إلا الطيب ، فإن الله يتقبَّلها بيمينه ثم يربّيها لصاحبه كما يربّي أحدكم فلوه ، حتى تكون مثل الجبل “ .

(۱/ ۱۸۹ ، كتاب الزكاة ، باب الصدقة من كسب طيب ، قديمي)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : لو سقف المسجد بحرام حرم الجلوس تحته ، لأنه انتفاع بالحرام . (۲/ ۳۱۷)

ما في ” رد المحتار “ : قال تاج الشريعة : أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره ، لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب ، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله . شرنبالية . (۲/ ۳۷۳)

ما في ” البحر الرائق “ : وعلى هذا لو مات رجل وكسبه من ثمن الباذق والظلم أو أخذ الرشوة تعود الورثة ولا يأخذون منه شيئاً ، وهو الأولى لهم ويردونه على أربابه إن عرفوهم، =

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا

مسئلہ (۷۲): مسجد کے سامان کے بارے میں فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی مسجد ویران نہ ہو، اس کا سامان دوسری مسجد میں مسجد لے جانا درست نہیں ہے، اس لیے اگر پرانی مسجد کا سامان نئی مسجد میں لے جایا گیا، تو اس کو واپس لوٹانا ضروری ہے۔^(۱)

حرم شریف کے گلاس کمرہ پر لانا

مسئلہ (۷۳): حرم شریف میں زمزم پینے کے لیے پلاسٹک کے جو گلاس رکھے جاتے ہیں، وہ گلاس حرم کے لیے وقف ہوتے ہیں، اس لیے ان کو اپنے ذاتی کام کے لیے اپنے کمرے پر لانا جائز نہیں ہے^(۲)، کیوں کہ واقف اس پر راضی نہیں ہے۔^(۳)

= وإلا يتصدقوا به ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد . (۳۶۹/۸)

ما في ” شرح السير الكبير “ : وما حصل بسبب خبيث فالسبيل رده .

(۱۶۸/۹ ، بحوالہ فتاویٰ رحمیہ : ۱۷۶/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : قوله : (عند الإمام والثاني) فلا يعود ميراثاً ، ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أو لا ، وهو الفتوى . (۲۲۹/۶ ، كتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره) (فتاویٰ دارالعلوم : ۶۴/۱۴ ، فتاویٰ محمودیہ : ۲۵/۱۵ ، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” فتاویٰ قاضی خان “ : متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى =

نائب امام تنخواہ کا حقدار ہوگا؟

مسئلہ (۷۴): کسی مسجد کے امام کو کہیں جانے کی ضرورت پیش آئی، تو وہ اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے، کیوں کہ امامت اور تدریس میں نائب بنانا جائز ہے، مگر اجرت کا مستحق اصل امام اور اصل مدرس ہوگا، البتہ اصل نے نائب کے لیے کوئی اجرت مقرر کی ہو، تو وہ نائب اس کا مستحق ہوگا، اور اگر اجرت مقرر نہیں کی ہے تو وہ اجرِ مثل، یعنی عامۃً اس طرح کی منفعت کی جو اجرت ہوتی ہے کا مستحق ہوگا۔^(۱)

=بیئہ . (۳۹۸/۴ ، کتاب الوقف)

ما في "البحر الرائق" : الأصح عدم جواز أخذ الجمد إلى بيئته لأن الجمد لتبريد ماء السقاية لا للأخذ . (۴۲۷/۵ ، کتاب الوقف)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : شرط الواقف كنص الشارع - أي في المفهوم والدلالة . در مختار . (۵۰۷/۵ ، کتاب الوقف ، مطلب استأجر داراً فيها أشجار)

(فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۳/۱۳، کراچی، نظام الفتاویٰ: ۲۳۸/۳)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال في البحر : وحاصل ما في القنية : أن النائب لا يستحق شيئاً من الوقف ، لأن الاستحقاق بالقرير ولم يوجد ، ويستحق الأصيل الكل إن عمل أكثر السنة ، وسكت عما يعينه الأصيل للنائب كل شهر في مقابلة عمله ، والظاهر أنه يستحق لأنها إجارة، وقد وفي العمل بناء على قول المتأخرين المفتى به من جواز الاستيجار على الإمامة والتدريس وتعليم القرآن . (۴۹۳/۶ ، مطلب مهم في الاستئابة في الوظائف ، دار الكتاب ديوبند ، البحر الرائق: ۳۸۵/۵، ۳۸۶ ، کتاب الوقف) (حسن الفتاویٰ: ۲۸۵/۷)



کتاب الزکوٰۃ و صدقۃ الفطر

☆.....زکوٰۃ اور صدقۃ فطر کے مسائل.....☆

درآمد و برآمد کرنے والی تجارتی کمپنیوں کے شیئرز پر زکوٰۃ

مسئلہ (۷۵): وہ تجارتی کمپنیاں جو ساز و سامان خرید کر آگے فروخت کرتی

ہیں، اور درآمد و برآمد کا کاروبار (Business of Import & Export)

کرتی ہیں، اسی طرح ملکی مصنوعات (Product's) کی خرید و فروخت کی

کمپنیاں، اور خام مال کے ذریعہ مصنوعات پیدا کر کے فروخت کرنے والی

کمپنیاں وغیرہ؛ ان کے شیئرز پر زکوٰۃ واجب ہوگی، کیوں کہ وہ تجارتی کاروبار

کرتی ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت

قيمتها نصاباً من الورق والذهب . كذا في الهداية .

(۱/۱۷۹، كتاب الزكاة، الفصل الثاني في العروض)

ما في ” البحر الرائق “ : قوله : (وفي عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب) معطوف

على قوله أول الباب ” في مائتي درهم “ أي يجب ربع العشر في عروض التجارة إذا بلغت

نصاباً من أحدهما . (۲/۳۹۸، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : جمهور الفقهاء على أن المفتى به هو وجوب الزكاة في

عروض التجارة ، واستدلوا بقوله تعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا انْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ .

وبحديث سمرة : كان النبي ﷺ يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع .

(۲۳/۲۶۹، زكاة)

صاحبِ نصاب شیئر ہولڈر کے سرمایہ سے زکوٰۃ

مسئلہ (۷۶): ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک خلطۃ الشیوع (مشتکہ ملکیت) شخصِ قانونی کے درجہ میں ہے، چنانچہ اگر کئی افراد کی مشترکہ ملکیت میں قابلِ زکوٰۃ بقدرِ نصاب مال ہو، تو مجموعی طور پر اس مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل خلطۃ الشیوع کا اعتبار صرف مویشیوں (چرنے والے جانوروں) میں کرتے ہیں، جب کہ امام شافعی تمام قابلِ زکوٰۃ اموال میں معتبر مانتے ہیں، یعنی فقہ شافعی کے مطابق ہر کمپنی پر بحیثیت کمپنی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور احناف خلطۃ الشیوع (مشتکہ ملکیت) کو شخصِ قانونی نہیں مانتے، لہذا ان کے نزدیک کمپنی پر بہ حیثیت شخصِ قانونی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ جو شیئر ہولڈر بھی انفرادی طور پر صاحبِ نصاب بن جائے اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی، یہی مسلک برصغیر کے علماء کرام اور موجودہ دور کے بہت سے علماء عرب کا ہے، البتہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اگر چہ شیئر ہولڈر پر واجب ہوتی ہے، لیکن اگر کسی کمپنی کے کیفیت نامہ (Prospectus) یا اس کے سالانہ عمومی اجلاس (A.G.M.) میں، یا اس ملک کے قانون میں یہ بات طے کی گئی ہو کہ کمپنی صاحبِ نصاب شیئر ہولڈر کے سرمایہ سے ہر سال زکوٰۃ نکال دے گی، تو کمپنی شیئر ہولڈرز کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر سکتی ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : يزكي رب المال (المالك) رأس المال و حصته من الربح ، و يزكي العامل حصته من الربح ، قال أبو حنيفة : يزكي كل واحد من المالك و العامل بحسب حظه أو نصيبه كل سنة ، ولا يؤخر إلى المفصلة ، أى التصفية . =

فلاحی اداروں اور تنظیموں کی حیثیت

مسئلہ (۷۷): جو تنظیمیں اور فلاحی ادارے زکوۃ کی رقم جمع کرتے ہیں، وہ اس رقم کے مالک نہیں ہوتے، بلکہ زکوۃ دہندگان کے وکیل ہوتے ہیں، لہذا اگر وہ صحیح مصرف میں خرچ کریں گے، تو زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا ہوگی، ورنہ نہیں۔^(۱)

= (۱۸۷۸/۳، کتاب الزکاۃ، سادسا: زکاۃ شرکت المضاربة)

ما فی ”رد المحتار“: (ولا تجب الزکاۃ عندنا (فی نصاب) مشترک (من سائمه) وما ل تجارة (وان صحت الخلطة فيه) . قوله: (فی نصاب مشترک) المراد أن يكون بلوغه النصاب بسبب الاشتراك وضم أحد المالكين إلى الآخر بحيث لا يبلغ مال كل منهما بانفراده نصاباً. (۲۱۶/۳، کتاب الزکاۃ، باب زکوۃ المال)

ما فی ”فقہ النوازل للشیخ محمد بن حسین الجیزانی“: تجب زکاۃ الأسهم علی أصحابها، وتخرجها إدارة الشركة نيابة عنهم إذا نص في نظامها الأساسي على ذلك، أو صدر به قرار من الجمعية العمومية، أو قانون الدولة يلزم الشركات بإخراج الزکاۃ، أو حصل تفويض من صاحب الأسهم لإخراج إدارة الشركة زکاۃ أسهمه. (۲۰۲/۲، المكتبة دار ابن الجوزي) (تجارتی کمپنیوں کا لائحہ عمل شریعت کے دائرہ میں: ص/۷۲، ۷۳)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبِهِمْ..... وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾. (سورة التوبة: ۶۰) ما فی ”أحكام القرآن للجصاص“: فإن الصدقة تقتضي تملكاً وقال: إذ شرط الصدقة وقوع الملك للمتصدق عليه. (۱۶۱/۳)

ما فی ”سنن أبي داود“: قوله عليه السلام: ”إن الصدقة لا تحل لغني ولا لذي مرة سوى“. (ص/۲۳۱، کتاب الزکاۃ)

ما فی ”الدر المختار مع الشامية“: ولا يخرج عن العهدة بالعزل، بل بالأداء للفقراء..... فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکاۃ ولو مات كانت ميراثاً عنه. =

دواخانہ کی تعمیر میں زکوٰۃ یا سودی رقم

مسئلہ (۷۸): دواخانہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں، اگر استعمال کی جائے تو لوگوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی^(۱)، اسی طرح سودی رقم بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر اللہ رقم نہ ملتی ہو، اور تعمیری کام رکا ہوا ہو، تو اس صورت میں رفاہ عام (دواخانہ کی عمارت جس کو مسلم و غیر مسلم سب استعمال کریں گے) میں سودی رقم لگانے کی گنجائش ہے^(۲)، زکوٰۃ کی رقم استعمال نہیں کر سکتے۔

= (۳/۷۶۱، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء)

ما فی ” الفتاویٰ الولوالجیہ “ : ولا يجوز الحج والعق و بناء المسجد من زكاة ماله لأنهم مأمورون بالإتيان للفقير، وهو عبارة عن التملك من الفقير ولم يوجد . (۱۸۰/۱، الفصل الثاني)
ما فی ” البحر الرائق “ : وأشار المصنف إلى أنه لا يخرج بعزل ما وجب عن المهددة بل لا بد من الأداء إلى الفقير . (۳۶۹/۲، کتاب الزکاة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ” الدر المختار مع الشامیہ “ : ويشترط أن يكون الصرف (تمليکاً) لا إباحة كما مر (لا) يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد و) قوله : (نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات و كرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تملك فيه .
(۳/۲۶۳، باب المصرف، کتاب الزکوٰۃ، الفتاویٰ الہندیہ : ۱۸۸/۱، باب المصرف، تبیین الحقائق : ۲/۲۲۰، باب المصرف، البحر الرائق : ۲/۱۲۰)

(۲) ما فی ” بدائع الصنائع “ : وعلى هذا يخرج صرف الزكاة إلى وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقايات، وإصلاح القناطر، وتكفين الموتى ودفنهم أنه لا يجوز، لأنه لم يوجد التملك أصلاً . (۲/۱۴۲، کتاب الزکوٰۃ، فصل فی رکن الزکوٰۃ)
ما فی ” فتاویٰ معاصرہ للذکتور یوسف القرضاوی “ : الرابع : أن يصرف في مصارف الخير، أى للفقراء والمساكين واليتامى وابن السبيل، وللمؤسسات الخيرية الإسلامية =

صدقۃ فطر کا وجوب

مسئلہ (۷۹): صدقۃ فطر، عید الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے وقت واجب ہوتا ہے، لہذا جو شخص فجر کا وقت آنے سے قبل فوت ہو گیا، یا فقیر ہو گیا، اس پر صدقۃ فطر واجب نہیں۔^(۱)

=الدعویۃ والإجتماعیۃ، وهذا هو الوجه المتعین . (۴۱۱/۲)

ما فی ” فقہ النوازل “ : الفائدة الربویۃ من الکسب الخبیث و علی المسلمین استیفاء ہا والتخلص منها یصرفہا فی مصالح المسلمین العامۃ . (۱۵۲/۳، وثیقۃ: ۱۵)
(فتاویٰ رجیہ: ۲۷۹/۹، کفایت المفتی: ۶۸/۸)

والحجۃ علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الفتاویٰ الہندیۃ “ : ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثانی من یوم الفطر ، فمن مات قبل ذلک لم تجب علیہ الصدقۃ لو افتقر الغنی قبلہ لم تجب ، کذا فی المحيط السرخسی . (۱۹۲/۱ ، الباب الثانی فی صدقۃ الفطر)

ما فی ” الفتاویٰ التاتاریخانیۃ “ : ووقت وجوبہا من حین یطلع الفجر الثانی من یوم الفطر ، حتی إذا مات قبل ذلک أو أبق العبد أو کان معسراً فلا وجوب .

(۱۳۷/۲ ، کتاب الصوم ، الفصل الثالث عشر فی صدقۃ الفطر)

ما فی ” الفقہ الإسلامی وأدلئہ “ : قال الحنفیۃ : یجب الفطرۃ بطلوع الفجر من یوم عید الفطر ، فمن مات قبل ذلک أي طلوع الفجر لم تجب فطرته . (۲۰۴۱/۳)

ما فی ” مجمع الأنہر “ : وتجب الفطرۃ بطلوع أي بعد طلوع فجر یوم الفطر أي وجوب الفطرۃ یتعلق بطلوع الفجر الثانی من یوم الفطر ، فمن مات قبلہ لا تجب .

(۳۳۷/۱ ، کتاب الزکاة ، باب صدقۃ الفطر)

صدقۃ فطر کی پیشگی ادائیگی

مسئلہ (۸۰): صدقۃ فطر کی پیشگی ادائیگی مطلقاً جائز ہے، یا رمضان مبارک کے شروع ہو جانے کے بعد؟ اس سلسلے میں اختلاف ہے، اور مطلقاً جواز کا قول رائج ہے^(۱)، اگر کوئی شخص عید کے دن بھی صدقۃ فطر ادا نہ کر سکا، تو وہ ساقط نہ ہوگا، بلکہ اس کے ذمہ میں باقی رہے گا۔^(۲)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بذل المجهود “ : قال في البدائع : ولو عجل الصدقة على يوم الفطر لم يذكر في ظاهر الرواية ، وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز التعجيل سنة وسنتين ، وعن خلف بن أيوب أنه يجوز تعجيلها إذا دخل رمضان ، ولا يجوز قبله والصحيح أنه يجوز التعجيل مطلقاً ، وذكر السنة والسنتين في رواية الحسن ليس على التقدير ، بل هو بيان لاستكثار المدة أي يجوز وإن كثرت المدة . (۴۳۲/۶ ، كتاب الزكاة ، زكاة الفطر متى تؤدى)

ما في ” رد المحتار “ : لكن عامة المتون والشروح على صحة التقديم مطلقاً وصححه غير واحد ، ورجحه في النهر ، ونقل عن الولوالجية أنه ظاهر الرواية ، قلت : فكان هو المذهب . (۲۹۰/۳ ، كتاب الزكاة ، في مقدار الفطرة)

ما في ” البناية شرح الهداية “ : ولا تفصيل بين مدة ومدة ، أي لا تفصيل في جواز تقديم صدقة الفطرة بين مدة ومدة ، بل يجوز التقديم مطلقاً ، هو الصحيح .

(۵۹۵/۳ ، كتاب الزكاة ، صدقة الفطر وقت وجوب الفطرة ، خلاصة الفتاوى : ۲۷۵/۱ ، كتاب الصوم ، الفصل السابع في صدقة الفطر)

(الفقه الإسلامي وأدلته : ۳/ ۳۰۴۱ ، الفصل الثاني ، صدقة الفطر ، المبحث الثاني)

(۲) ما في ” بذل المجهود “ : وأما وقت أدائها فجمع العمر عند عامة أصحابنا ، ولا تسقط بالتأخير عن يوم الفطر . (۴۳۲/۶ ، كتاب الزكاة ، زكاة الفطر)

ما في ” خلاصة الفتاوى “ : ولا يسقط بتأخير الأداء وإن افتقر بخلاف الزكاة . =

اولاد کی طرف سے صدقۃ فطر

مسئلہ (۸۱): مالدار آدمی کے لیے اپنی، اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۃ فطر ادا کرنا واجب ہے، اگر نابالغ اولاد مالدار ہو، تو ان کے مال میں سے ادا کرے، بالغ اولاد یا بیوی کی طرف سے، باپ یا شوہر پر صدقۃ فطر ادا کرنا واجب نہیں، البتہ اگر باپ یا شوہر بالغ اولاد یا بیوی کی طرف سے صدقۃ فطر ادا کر دے، تو استحساناً ادا ہو جائے گا۔^(۱)

= (۱/۲۷۵، کتاب الصوم، الفصل السابع)

ما في ” البحر الرائق “ : وأما التأخير فلأنها قرينة مالية فلا تسقط بعد الوجوب إلا بالأداء كالزكاة ، حتى لو مات ولده الصغير أو مملوك يوم الفطر لا يسقط عنه ، أو افتقر بعد ذلك فكذلك . (۲/۴۴۵، کتاب الزكاة، صدقة الفطر) (حسن الفتاوى: ۳/۳۸۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وتجب عن نفسه وطفله الفقير ، ولا يؤدي عن زوجته وعن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله ، ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزأهم استحساناً ، كذا في الهداية . (۱/۱۹۲. ۱۹۳)

ما في ” الهداية “ : قال : يخرج ذلك عن نفسه ، ويخرج عن أولاده الصغار ومماليكه ، ولا يؤدي عن زوجته لقصور الولاية والمؤمنة ، ولا عن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله لإنعدام الولاية ، ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزأهم استحساناً لثبوت الإذن عادة .

(۱/۲۰۸، کتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : ويؤديها من وجبت عليه عن نفسه وأولاده الصغار ولا يؤدي عن زوجته ، ولا عن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله ، لكن لو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزأهم استحساناً . (۳/۲۰۳۸)

(كذا في تبیین الحقائق : ۲/۱۳۳، ۱۳۴، کتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)=

اقرباء کی طرف سے صدقۃ فطر

مسئلہ (۸۲): جو خویش و اقارب اپنے بیرون ملک رہائش پذیر رشتہ داروں کی طرف سے صدقۃ فطر ادا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ ان کی طرف سے عمدہ قسم کے نصف صاع، یعنی ایک کلو ۶۳۶ گرام، احتیاطاً پونے دو کلو گیموں یا اس کا آٹا، یا اُس کا ستو، یا ایک صاع، یعنی تین کلو ۲۷۲ گرام، احتیاطاً ساڑھے تین کلو کشمش، کھجور، یا جو سے صدقۃ فطر ادا کریں، یا بیرون ملک کی قیمت کے حساب سے مذکورہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی قیمت ادا کریں^(۱)، اگر یہاں کی قیمت زیادہ ہے تو یہاں کے حساب سے ادا کریں، تاکہ غریبوں کا فائدہ ہو۔^(۲)

ما فی ”الفتاویٰ التاتاریخانیہ“ : إذا كان للصغير مال فصدقته فطره عند أبي حنيفة وأبي يوسف تجب على الصغير . (۱۴۱/۲) ، کتاب الصوم ، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر) ما فی ”المبسوط للسرخسي“ : وكذا يؤدي عن نفسه فكذلك يؤدي عن أولاده الصغار ... وإن كان للولد الصغير مال أدى عنه أبوه من مال الصغير في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى ، وليس على الرجل أن يؤدي عن أولاده الكبار ، ولا يؤدي الزوج زكاة الفطر عن زوجته . (۱۱۳/۳ - ۱۱۶ ، کتاب الصوم ، باب صدقة الفطر) والحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”الدر المختار مع الشامية“ : نصف صاع من برّ أو دقيقه أو سويقه أو زبيب أو صاع تمر أو شعير . (۲۸۶/۳) ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر ، کذا فی البحر الرائق : ۴۴۳/۲ ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر ، کذا فی تبیین الحقائق : ۱۳۷/۲ ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر ، کذا فی مجمع الأنهر : ۳۳۷/۱ ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر) (۲) ما فی ”مجمع الأنهر“ : وفي الظهيرية : إن الفتوى على أن القيمة أفضل ، لكن لا خلاف بين النقلين في الحقيقة ، لأنهما نظراً لما هو أكثر نفعاً وأدفع للحاجة ، والله تعالى أعلم . =

صدقۃ فطر کا مصرف

مسئلہ (۸۳): صدقۃ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے، یعنی جہاں جہاں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اُن جگہوں میں صدقۃ فطر دینا بھی جائز ہے، اور جہاں جہاں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اُن جگہوں میں صدقۃ فطر دینا بھی جائز نہیں ہے، البتہ غریب غیر مسلم لوگوں کو صدقۃ فطر دینا کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور زکوٰۃ دینا بالکل ہی جائز نہیں۔^(۱)

= (۱/۳۳۹ ، کتاب الزکاة ، باب صدقۃ الفطر)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (ودفع القيمة) أي الدراهم (أفضل من دفع العين على المذهب) المفتى به ، أي الدراهم ربما يشعر أنها المرادة بالقيمة مع أن القيمة تكون أيضاً من الفلوس والعروض العلة في أفضلية القيمة كونها أعون على دفع حاجة الفقير لاحتمال أنه يحتاج غير الحنطة مثلاً من ثياب ونحوها .

(۳/۲۸۹ ، کتاب الزکاة ، مطلب في مقدار الفطرة)

ما في ” بدائع الصنائع “ : أن الناس إذا اختلفوا في صاع يقدرونه بالوزن ، فدل على أن المعتبر هو الوزن ، وأما صفة الواجب فهو أن وجوب المنصوص عليه من حيث أنه مال متقوم على الإطلاق لا من حيث أنه عين فيجوز أن يعطى عن جميع ذلك القيمة دراهم أو دنانير أو فلوساً أو عروضاً أو ما شاء وهذا عندنا .

(۲/۲۰۵ ، کتاب الزکاة ، بيان جنس الواجب وقدره وصفته)

ما في ” البحر الرائق “ : ولم يتعرض المصنف لأفضلية العين أو القيمة ، فقل بالأول ، وقيل بالثاني ، والفتوى عليه ، لأنه أدفع لحاجة الفقير ، كذا في الظهيرية .

(۲/۴۴۴ ، کتاب الزکاة ، باب صدقۃ الفطر) (فتاویٰ رحمیہ: ۱۹۵/۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا =

=والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل ، فريضة من الله ، والله عليم حكيم ﴿ (سورة التوبة : ١٠)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف) وفي كل حال (إلا في) جواز (الدفع إلى الذمي) . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (إلا في جواز الدفع إلى الذمي) في الخانية جاز ويكره . (٣٢٥/٣ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر ، بيروت) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : اتفق الفقهاء على أن مصرف زكاة الفطر هو مصارف الزكاة المفروضة ، لأن صدقة الفطر زكاة فكان مصرفها مصرف سائر الزكاة ، ولأنها صدقة ، فتدخل في عموم قوله تعالى : ﴿ إنما الصدقات للفقراء والمساكين ﴾ ولا يجوز دفعها إلى من لا يجوز دفع زكاة المال إليه ، ولا يجوز عند الجمهور دفعها إلى ذمي لأنها زكاة ، فلم يجز دفعها إلى غير المسلمين ، كزكاة المال ، ولا خلاف في أن زكاة المال لا يجوز دفعها إلى غير المسلمين وقال الحنفية : صدقة الفطر كالزكاة في المصارف وفي كل حال إلا في جواز الدفع إلى الذمي مع الكراهة . (٢٠٣٨/٣ ، الفصل الثاني صدقة الفطر) ما في ” تبين الحقائق “ : قال الإمام الحافظ الدين النسفي : (وصح غيرها) أي صح دفع غير الزكاة من الصدقات إلى الذمي كصدقة الفطر والكفارات . (١٢٠/٢ ، باب المصرف) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وأما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة إليهم بالإتفاق ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالإتفاق ، واختلفوا في صدقة الفطر والندور والكفارات ، قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى : يجوز إلا أن فقراء المسلمين أحب إلينا ، كذا في شرح الطحاوي . (١٨٨/١ ، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف ، الفتاوى الهندية : ١٩٢/١ ، الباب الثامن في صدقة الفطر) (فتاوى محمودية : ٦١٨/٩ ، كراچی)

قربانی کی کھال کی رقم کا مصرف

مسئلہ (۸۴): قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد ان کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے، جس کی تملیک ضروری ہے، اور مسجد، مدرسہ یا کنوئیں کی تعمیر میں تملیک نہیں پائی جاتی، اس لیے اس میں خرچ کرنا درست نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” المغني والشرح الكبير “ : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثلثه .

(۱۱۲/۱۱)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : من باع جلد أضحية فلا أضحية له ، فإن باع نفذ البيع عند أبي حنيفة ومحمد رحمه الله تعالى ، ووجب عليه التصديق بثلثه ، لأن القرية ذهبت عنه ببيعته .

(۱۰۴/۵)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثلثه . (۳۹۸/۹)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب ، ولا بأس بأن يشتري به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحساناً ، ولا يشتري به ما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاك ، نحو اللحم والطعام ، ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله ، واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح ، حتى لا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاك ، ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز ، لأنه قرية كالتصدق . (۳۰۱/۵ ، كذا في البحر الرائق : ۳۲۷/۸)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وأيضاً فإن الصدقة تقتضي تملكاً فلا يجوز أن يكون ذلك مجزئاً من الصدقة ، إذ شرط الصدقة وقوع الملك للمتصدق عليه . (۱۶۱/۳)

ما في ” رد المحتار “ : قوله : (تمليكاً) فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التملك ، ولو أطعمه عنده ناويا الزكاة لا تكفي (نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكري الأنهار والحج والجهاد ، وكل ما لا تملك فيه . (۲۶۳/۳)

(فتح القدير : ۲۷۲/۲ ، دار الكتب العلمية بيروت)

قربانی کی کھال کی رقم رفاہی کاموں میں

مسئلہ (۸۵): قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد ان کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے، جس کی تملیک ضروری ہے، اور بغیر تملیک کے رفاہی کاموں میں اس کا خرچ کرنا درست نہیں، لہذا قربانی کی کھالیں ایسے اداروں اور جماعتوں کو دینا چاہیے، جو شرعی اصولوں کے مطابق ان کو صحیح جگہ خرچ کرتے ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” المغني والشرح الكبير “ : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثلثه . (۱۱۲ / ۱)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثلثه . (۳۹۸ / ۹)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب ، ولا بأس بأن يشتري به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحساناً ، ولا يشتري به ما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاك ، نحو اللحم والطعام ، ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله ، واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح ، حتى لا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاك ، ولو باعها بالدراهم لیتصدق بها جاز ، لأنه قربة كالتصدق . (۳۰۱ / ۵) ، كذا في البحر الرائق : (۳۲۷ / ۸)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وإنما لم يحل البيع بما يستهلك ، لقوله عليه السلام : ” من باع جلد أضحية فلا أضحية له “ . فإن باع نفذ البيع عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ، ووجب عليه التصديق بثلثه . (۱۰۴ / ۵) ، أضحية

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ . الخ ﴾ . (سورة التوبة : ۶۰)
ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : إن الصدقة تقتضي تمليكاً ، وقال : إذ شرط الصدقة وقوع الملك للمتصدق عليه . (۱۶۱ / ۳)

ما في ” فتح القدير “ : ولا يبنى بها (الزكاة) مسجد ، ولا يكفن بها ميت لإنعدام التمليك ، وهو الركن ، فإن الله تعالى سماها صدقة ، وحقيقة الصدقة تمليك المال . (۲۷۲ / ۲)

کتاب الصوم

☆.....روزے کے مسائل.....☆

رمضان المبارک کی اہمیت

مسئلہ (۸۶): رمضان المبارک بڑا بابرکت مہینہ ہے، آپ ﷺ رجب ہی سے رمضان تک بقا کی دعا فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ۲۹ شعبان کو رمضان کی آمد کی اطلاع فرمائی، اور اس کی اہمیت کو آشکارہ کیا، کہ رمضان کا ایک سیکنڈ بھی غفلت میں نہ گزرنے پائے، ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جب نصف شعبان گزر جائے تو پھر روزہ نہ رکھا جائے، تا کہ رمضان کے روزوں پر اثر نہ پڑے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن﴾ . (البقرة : ۱۸۵)
ما في ” روح المعاني “ : (شهر رمضان) من وجوب التعظيم المستفاد مما في أثره على كل من أدركه ومدركه إما حاضر أو مسافر .. الخ . (۲/۹۳ ، ۹۴)
ما في ” مجمع الزوائد “ : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : كان النبي ﷺ إذا دخل رجب قال : ” اللهم بارك لنا في رجب وشعبان وبلغنا رمضان “ .
(۳/۲۵۵ ، كتاب الزكاة ، باب في شهور البركة وفضل شهر رمضان)
ما في ” مجمع الزوائد “ : وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ ذات يوم : ” إن أبواب السماء تفتح في أول ليلة من شهر رمضان ، فلا تغلق إلى آخر ليلة منه “ . (۳/۲۵۸ ، كتاب الزكاة ، باب في شهور البركة . الخ ، رقم الحديث : ۴۷۸۷)
ما في ” كنز العمال “ : قال رسول الله ﷺ : ” يا أيها الناس قد أظلكم شهر عظيم مبارك ، شهر فيه ليلة خير من ألف شهر ، جعل الله تعالى صيامه فريضة وقيام ليله تطوعاً ، من =

دن میں سفر کا ارادہ ہو تو روزہ رکھے یا نہیں؟

مسئلہ (۸۷): جو شخص صبح صادق سے پہلے مقیم ہو اور دن میں سفر کا پختہ ارادہ رکھتا ہو، تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا لازم ہے، اور اگر اول دن میں مسافر تھا، پھر بعد میں مقیم ہوا، تو اس روزے کو نہ رکھنے کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا، البتہ قضا لازم ہوگی۔^(۱)

= تقرّب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدى فريضة فيما سواه ، ومن أدى فريضة فيه كان كمن أدى سبعين فريضة فيما سواه ، وهو شهر الصبر ، والصبر ثوابه الجنة وهو شهر أوله رحمة ، وأوسطه مغفرة ، وآخره عتق من النار “ الحديث .

(۲۲۲/۸ ، کتاب الصوم ، قسم الأقوال ، رقم الحديث : ۲۳۷۰۹)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : ” إذا انتصف شعبان فلا تصوموا “ .

(ص/ ۳۱۹ ، کتاب الصيام ، باب في كراهية ذلك ، قديمي ، رقم الحديث : ۲۳۳۷)

ما في ” بذل المجهود “ : والنهي للتنزيه رحمة على الأمة أن يضعفوا عن حق القيام بصيام رمضان على وجه النشاط . (۸/ ۴۷۱ ، کتاب الصيام ، رقم الحديث : ۲۳۳۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۵)
ما في ” التفسير المظهر “ : قال البغوي رحمه الله تعالى : اختلف أهل العلم فيمن أدركه الشهر وهو مقیم ثم سافر ، روي عن علي أنه قال : لا يجوز له الفطر ، وبه قال عبيدة السلماني لقوله تعالى : ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ أي الشهر كله ، وذهب أكثر الصحابة والفقهاء إلى أنه إذا أنشأ السفر في شهر رمضان جاز له أن يفطر بعد ذلك اليوم ، قلت : وعليه انعقد الإجماع . (۲۲۰/۱)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : إذا طرأ عليه شهر رمضان وهو مقیم ثم سافر لم يفطر ، =

= لقوله تعالى : ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ .

(۲۴۳/۱ ، باب الغلام يبلغ والكفار يسلم في بعض رمضان)

ما في ” الدر المنثور للسيوطي “ : وأخرج سعيد بن منصور عن ابن عمر رضي الله عنهما في قوله : ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ قال : من أدركه رمضان في أهله ثم أراد السفر فليصم . (۳۴۴/۱)

ما في ” رد المحتار “ : (لما يجب على مقيم إتمام) صوم (يوم منه) أي رمضان (سافر فيه) أي في ذلك اليوم (و) لكن (لا كفارة عليه لو أفطر فيهما) قوله : (كما يجب على مقيم الخ) فلو سافر بعد الفجر لا يحل الفطر ، قال في ” البحر “ : وكذا لو نوى المسافر الصوم ليلاً وأصبح من غير أن ينتقض عزيمته قبل الفجر ثم أصبح صائماً لا يحل فطره في ذلك اليوم ، ولو أفطر لا كفارة عليه ، قوله : (فيهما) أي في مسألة المسافر إذا أقام ، ومسألة المقيم إذا سافر كما في ” الكافي النسفي “ .

(۳۷۱/۳ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض المبيحة لعدم الإفطار)

ما في ” حاشية الطحطاوي “ : يباح الفطر (للمسافر) الذي أنشأ السفر قبل طلوع الفجر إذ لا يباح له الفطر بإنشائه بعد ما أصبح صائماً . (ص ۲۸۶ ، كتاب الصوم)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : (منها السفر) الذي يباح الفطر وهو ليس بعذر في اليوم الذي أنشأ السفر فيه ، كذا في الغياثية ، فلو سافر نهاراً لا يباح له الفطر في ذلك اليوم ، وإن أفطر لا كفارة عليه . (۲۰۶/۱ ، كتاب الصيام ، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : أن يبدأ السفر قبل الفجر ، أو يطلع الفجر وهو مسافر ، ويتوي الفطر ، فيجوز له الفطر إجماعاً ، كما قال ابن جزى ، لأنه متصف بالسفر عند وجود سبب الوجوب الثانية أن يبدأ السفر بعد الفجر ، بأن يطلع الفجر وهو مقيم ببلده ، ثم يسافر بعد طلوع الفجر ، أو خلال النهار ، فإنه لا يحل له الفطر بإنشاء السفر بعد ما أصبح صائماً ، ويجب عليه إتمام ذلك اليوم ، وهذا مذهب الحنفية والمالكية ، وهو الصحيح من مذهب الشافعية . (۴۸/۲۸ ، صوم) (حسن الفتاوى: ۴/ ۴۴۷)

روزے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟

مسئلہ (۸۸): اگر کسی شخص کو رمضان کے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو اور تندرستی کی امید بھی نہ ہو، تو وہ روزہ کا فدیہ دے سکتا ہے، ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر (احتیاطاً پونے دو کلو گیموں یا اس کی قیمت) ہے، یا ہر روزے کے بدلے ہر دن ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلا سکتا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ . (البقرة : ۱۸۴)
ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : فاحتمل هذا اللفظ معاني ؛ منها ما بينه ابن عباس أنه أراد الذين كانوا يطيقونه ثم كبروا فعجزوا عن الصوم فعليهم الإطعام ، والمعنى الآخر أنهم يكلفونه على مشقة فيه وهم لا يطيقونه لصعوبته فعليهم الإطعام . (۲۱۶/۱)
ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : إذا وجب على الرجل القضاء بأن أفطر بعذر أو بغير عذر ولم يقض حتى عجز وصار شيخاً فانياً بحيث لا يرجي برؤه يجوز له الفدية ، وإنما يجوز له الفدية عن صوم هو أصل بنفسه وهو صوم رمضان عند وقوع اليأس عن القضاء . (۱۱۷/۲) ، كتاب الصوم ، الفصل السابع في الأسباب المبيحة للفطر ، بدائع الصنائع : ۲/۲۵۲ ، كتاب الصوم ، الأمور التي تبيح الفطر ، تبیین الحقائق : ۲/۱۹۸ ، ۱۹۹ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض ، الدر المختار مع الشامية : ۳/۳۶۵ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض
ما في ” الفتاوى الهندية “ : فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم في الكفارة . كذا في الهداية .

(۲۰۷/۱) ، كتاب الصوم ، الأعذار التي تبيح الإفطار

(فتاوى محمودیہ: ۱۰/۱۷۲، کتاب الصوم، باب قضاء الصوم وکفارتہ وفدیۃ)

روزہ رکھنے سے قریب المرگ ہو جانا

مسئلہ (۸۹): اگر کوئی شخص روزہ رکھنے سے اس قدر بیمار ہو جاتا ہے کہ قریب المرگ ہو جاتا ہے اور روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہوتا، اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہتا ہے، تو ایسا شخص مریض کے حکم میں ہے ^(۱)، اور شریعت نے مریض کو رخصتِ افطاردی ہے ^(۲)، لہذا اگر وہ اس طرح کا مریض ہے کہ بعد میں قضا پر قادر نہیں ہو سکتا تو اس پر فدیہ لازم ہوگا ^(۳)، اور اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد قضا پر قادر ہو جائے، تو فدیہ کا حکم باطل ہو جائے گا، اور فوت شدہ روزوں کی قضا لازم ہوگی۔ ^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “: والصحيح الذي يخشى أن يمرض بالصوم فهو كالمريض ، ومراده بالخشية غلبة الظن كما أراد المصنف بالخوف إياها .

(۲/۲۹۲ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض)

ما في ” رد المحتار “ : قوله : وصحيح خاف المريض أي بغلبة الظن . (۳/۳۶۰ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۰۷ ، الباب الخامس في الأعذار التي الخ)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ومن كان مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ .

(سورة البقرة : ۱۸۵)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالاجتماع ، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا ، وعليه القضاء إذا أفطر .

(۱/۲۰۷ ، كتاب الصوم ، الباب الخامس في الأعذار)

(۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ . (البقرة : ۱۸۴)

ما في ” التفسير المنير “ : وأجمع العلماء على أن الواجب على الشيخ الهرم الفدية ، =

کفارہ کی بجائے توبہ

مسئلہ (۹۰): رمضان کے ادا روزے کو جان بوجھ کر توڑ دینے سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں^(۱)، محض توبہ کرنا کافی نہیں ہوگا۔^(۲)

=ومثله المريض الذي لا يرجي برؤه . (۵۰۶/۱)

ما في ”بدائع الصنائع“ : وأما وجوب الفداء ، فشرطه العجز عن القضاء وعجزاً لا ترجى معه القدرة في جميع عمره . (۲۷۵/۲ ، كتاب الصوم ، كيفية القضاء)
ما في ”رد المحتار“ : (أو مريض خاف الزيادة) لمرضه (الفطر) وقضوا لزوماً (ما قدروا بلا فدية) وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي وجوباً ، ما في القهستاني عن الكرماني : المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض .

(۲۰۳/۳ ، كتاب الصوم)

(۴) ما في ”الفتاوى الهندية“ : ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فداه ، حتى يجب عليه الصوم ، هكذا في النهاية . (۲۰۷/۱ ، كتاب الصوم ، الباب الخامس)
ما في ”الهداية“ : ولو قدر على الصوم يبطل حكم الفداء ، لأن شرط الخليفة استمرار العجز .
(۲۲۲/۱ ، كتاب الصوم ، ما يوجب القضاء) (خير الفتاوى: ۹۷/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”نور الإيضاح ونجاة الأرواح“ : باب ما يفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء ؛ وهو اثنان وعشرون شيئاً : إذا فعل الصائم شيئاً منها طائعاً متعمداً غير مضطرٍّ لزمه القضاء والكفارة ، وهي : الجماع في أحد السبيلين على الفاعل والمفعول به . والأكل ، والشرب ... اهـ . (ص/۱۳۳ ، كتاب الصوم ، المكتبة العصرية صيدا ، بيروت)

(۲) ما في ”البحر الرائق“ : واعلم أن هذا الذنب أعني ذنب الإفطار عمداً ، لا يرتفع بالتوبة بل لا بد من التكفير ، ولهذا قال في الهداية : وبإيجاب الاعتناق عرف أن التوبة غير مكفرة لهذه الجنابة وتبعه الشارحون . (۴۸۵/۲ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في ”حاشية الطحطاوي“ : وذنب الإفطار عمداً لا يرتفع بالتوبة ، بل لا بد من التكفير . =

ماہ رمضان المبارک میں ہوٹل بند رکھنا

مسئلہ (۹۱): ماہ رمضان المبارک کا احترام کرتے ہوئے دن میں کھانے پینے کی ہوٹل بند رکھنا ضروری ہے، کھانے پینے والا چاہے کوئی بھی ہو، یہ مبارک مہینہ شعائر اللہ میں سے ہے، اور شعائر اللہ کا احترام ہر ایک پر ضروری ہے، لہذا اگر کوئی شخص کھانے یا چائے کی ہوٹل دن میں کھلا رکھتا ہے، تو وہ ماہ مبارک کی بے حرمتی اور تعاون علی الاثم کا مرتکب ہوگا، ہاں! شام کو افطاری سے کچھ دیر پہلے چونکہ لوگ افطار کی چیزیں خرید کر گھر لے جاتے ہیں، تو اس وقت میں ہوٹل کھلی رکھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔^(۱)

= ”ہدایہ“ . فهو كجناية السرقة والزنا حيث لا يرتفعان بمجرد التوبة بل بالحد .

(ص/۶۶۴ ، ما یفسد الصوم وتجب به الخ)

ما في ” الهدایة “ : ان الكفارة تعلقت بجناية الافطار في رمضان على وجه الكمال ، وقد تحققت ، وبايجاب الاعتاق تكفيراً عرف أن التوبة غير مكفرة لهذه الجناية .

(۱/۲۱۹ ، باب ما یوجب القضاء والكفارة ، فتح القدیر : ۲/۳۴۴)

ما في ” تبیین الحقائق “ : وبايجاب الاعتاق تكفيراً علم ان التوبة وحدها غير مكفرة لهذا الذنب . (۲/۱۸۰ ، ما یفسد الصوم وما لا یفسده) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۲۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الکریم “ : ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تحلوا شعائر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدي ولا القلند ولا آمین البيت الحرام یبتغون فضلاً من ربهم ورضواناً﴾ . [سورة المائدة :

۲] وقوله تعالى : ﴿ومن یعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب﴾ . (سورة الحج : ۳۲)

ما في ” فتح الباری “ : عن عبد الرحمن بن سلمة عن عمه أن أسلم أتت النبي ﷺ فقال : صمتم يومكم هذا؟ قالوا : لا ، قال : ” فأتّموا بقية يومكم واقضوه “ . =

روزہ میں ڈکار

مسئلہ (۹۲): اگر رمضان المبارک میں کسی روزہ دار کو صبح صادق کے بعد ڈکاریں آتی ہوں، اور اس کے ساتھ پانی بھی آتا ہو، تو پانی کو تھوک دیا کرے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔^(۱)

= (۱۸۲/۴ ، کتاب الصوم ، إذا نوى بالنهار صوماً)

ما في ”بدائع الصنائع“: ولأن زمان رمضان وقت شريف فيجب تعظيم هذا الوقت بالقدر الممكن ، فإذا عجز عن تعظيمه بتحقيق الصوم فيه يجب تعظيمه بالتشبه بالصائمين قضاءً لحقه بالقدر الممكن إذا كان أهلاً للتشبه ونفيًا لتعريض نفسه للتهمة .

(۲۶۲/۲ ، کتاب الصوم ، حکم الصوم الموقت إذا فات عن وقته)

ما في ”الموسوعة الفقهية“: فكل ما كان من أعلام دين الله وطاعته تعالى فهو من شعائر الله فالصلوة والصوم والزكاة والحج من شعائر الله ، يجب على المسلمين إقامة شعائر الإسلام الظاهرة ، وإظهارها فرضاً كانت الشعيرة أم غير فرض لأن ترك شعائر الله يدل على التهاون في طاعة الله وإتباع أوامره . (۹۷/۲۶ ، ۹۸ ، شعائر)

ما في ”حاشية الطحطاوي“: وقيل يستحب الإمساك بقية اليوم على من فسد صومه ولو بعذر لحرمة الوقت ، أي تشبهاً لقضاء حق الوقت .

(ص/۶۷۸ ، کتاب الصوم ، فصل يجب الإمساك)

ما في ”رد المحتار“: ما كان سبباً لمحذور فهو محذور . (۲۲۳/۵ ، مکتبہ نعمانیہ)

ما في ”بدائع الصنائع“: ما أدى إلى الحرام فهو حرام . (۶۶۸/۱ ، بیروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”تنوير الأبصار مع الدر المختار“: وإن ذرعه القيء وخرج لا يفطر مطلقاً ، فإن عاد بلا صنعه ولو هو ملء الفم مع تذكر للصوم لا يفسد ، خلافاً للثاني ، وإن أعاده أفطر إجماعاً إن ملأ الفم وإلا لا وهذا كله في قيء طعام أو ماء أو مرة أو دم .

(۳/۳۵۱ ، مطلب في الكفارة) =

بحالتِ روزہ لبوں پر سرخی لگانا

مسئلہ (۹۳): اگر کوئی عورت روزہ کی حالت میں اپنے لبوں پر ایسی سرخی لگائے، جو جلد تک پانی کے پہنچنے کو مانع ہو، تو یہ جائز نہیں^(۱)، اور اگر مانع نہ ہو تو جائز ہے، لیکن اس کے منہ میں چلے جانے کا احتمال ہو، تو پھر مکروہ ہے۔^(۲)

== ما في "فتح القدير لابن الهمام": والكل إما أن خرج أو عاد أو أعاده، فإن ذرعه وخرج لا يفطر قلّ أو كثر لإطلاق ما روينا، وإن عاد بنفسه وهو ذاك للصوم كان ملء الفم فسد صومه عند أبي يوسف رحمه الله تعالى، لأنه خارج شرعاً حتى انتقضت به الطهارة وقد دخل، وعند محمد لا يفسد، وهو الصحيح، لأنه لم توجد صورة الإفطار وهو الابتلاع ولا معناه إذ لا يتغذى به. (۳۳۹/۲)، باب ما يوجب القضاء والكفارة

ما في "الفتاوى اللؤلؤجية": وإذا ذرعه القيء لم يفطر، وإن تقيأ فطر لما روي عن النبي ﷺ أنه قال: "من قاء فلا قضاء عليه، ومن استقاء فعليه القضاء". وهذا إذا لم يعد شيء. (۲۱۹/۱)، الفصل الأول

ما في "الفتاوى الهندية": إذا قاء أو استقاء ملء الفم، هكذا في النهر الفائق، وهذا كله إذا كان القيء طعاماً أو ماءً أو مرة، فإن كان بلغماً فغير مفسد للصوم عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى خلافاً لأبي يوسف رحمه الله تعالى إذا ملأ الفم، وقوله: هذا أحسن من قولهما، هكذا في فتح القدير. (۲۰۴/۱)، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد

ما في "البحر الرائق": أو قاء وعاد لم يفطر، وإنما ذكر العود ليفيد أن مجرد القيء بلا عود لا يفطر بالأولى، وأطلقه فشمّل ما إذا ملأ الفم أو لا، وفيما إذا عاد وملأ الفم خلاف أبي يوسف، والصحيح قول محمد لعدم وجود الصنع ولعدم وجود صورة الفطر وهو الابتلاع، وكذا معناه، لأنه لا يتغذى به بل النفس تعافه. (۴۷۹/۲)، باب ما يفسد الصوم (الخ)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "الفتاوى الهندية": في فتاوى ما رواء النهر: إن بقي من موضع الوضوء قدر =

بحالتِ روزہ انیمہ کروانا

مسئلہ (۹۴): اگر کوئی شخص بحالتِ روزہ انیمہ کروائے، تو اس سے روزہ

فاسد ہو جائے گا، اور اُس پر اس روزے کی قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔^(۱)

= رأس ابرة أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز .

(۴/۱) ، کتاب الطہارۃ ، فی الغسل

ما في ” نوازل فقهية معاصرة “ : ويجب للمتوضي أن يسبغ الوضوء على جلد وبشرة من أعضائه ، ويزيل ما يمنع عن وصول الماء إليه إلا بعذر كذلك الطلاء التي تستعمل النساء ليس من الضرورات ، بل هو زينة محضه ، فيجب أن تقرضيه عند الوضوء لكي يصل الماء الجلد ، وإلا لا يصح الوضوء مع بقائه . (ص/ ۲۳ ، الطہارۃ طلاء الظفر)

(۲) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : وإذا ذاق الصائم بلسانه شيئاً ولم يدخل حلقه لم يفطر ، ويكره له أن يعرض نفسه لشيء من هذا ، لأنه لا يأمن أن يدخل حلقه بعد ما أدخله فمه .

(۱۰۳/۳) ، کتاب الصوم

ما في ” البناء شرح الهداية “ : ومن ذاق شيئاً بفمه لم يفطر لعدم الفطر صورة ومعنى (ويكره) أي للصائم (ذلك) أي ذوق الشيء بالفم (لما فيه) أي لما في الذوق (من تعريض الصوم على الفساد) لأنه لا يؤمن أن يصل إلى جوفه .

(۶۷۵/۳) ، کتاب الصوم ، ومن ذاق شيئاً بفمه

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : ذوق شيء ومضغه بلا عذر ، لما فيه من تعريض الصوم للفساد . (۱۶۹۰/۳) ، مکروہات الصوم (حسن الفتاوی: ۴/۴۳۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوی التاتاریخانیة “ : وإذا أدخل إصبعه في دبره ، أكثر المشايخ على أنه لا يجب الغسل والقضاء ، وإذا أدخل خشبة في دبره إن كان طرفها خارجاً لا يفسد صومه ، وإن لم يكن يفسد صومه ، وفي ” الظهيرية “ : إذا أدخل الرجل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد صومها ، وهو المختار ، إلا إذا كانت الإصبع مبتلة بالماء ، أو الدهن =

بحالت روزہ ٹیلی ویژن دیکھنا

مسئلہ (۹۵): عام حالات میں ٹیلی ویژن دیکھنا منع ہے، تو روزہ کی حالت میں اس ممانعت میں مزید سختی آئے گی، کیوں کہ ٹیلی ویژن میں جاندار کی تصویریں اور فحش مناظر بکثرت آتے ہیں، جن کا دیکھنا گناہ ہے^(۱)، اور یہ روزے کے ثواب کو باطل کر دیتا ہے۔^(۲)

= فحیئذ یفسد . (۲/۱۰۳ ، کتاب الصوم)

ما فی ”رد المحتار“ : (أو أدخل أصبعه اليابسة فيه) أي دبره أو فرجها ولو مبتلة فسد، لبقاء شيء من البلة في الداخل . (۳/۳۲۹ ، کتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما فی ”البحر الرائق“ : ولو أدخل خشبة أو نحوها وطرف منها بيده لم يفسد صومه ، قال في البدائع : وهذه يدل على أن استقرار الداخل في الجوف شرط لفساد الصوم ، وكذا لو أدخل في استه أو أدخلت المرأة في فرجها ، هو المختار ، إلا إذا كانت الأصبع مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لو وصول الماء أو الدهن . (۲/۴۸۷ ، کتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، كذا في الفتاوى الهندية : ۱/۲۰۴ ، کتاب الصوم)

ما فی ”الفقه الحنفي في ثوبه الجديد“ : لا يفسد صومه لو أدخل ميزان الحرارة في دبره بشرط أن يكون جافاً ، لأن قسماً منه يبقى في الخارج ، وكذلك إذا أدخل إصبعه الجافة في دبره أو أدخلتها في فرجها ، ويفسد الصوم إذا كانت الأصبع مبتلة لبقاء البلة في الداخل .

(۱/۴۱۱ ، کتاب الصيام ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما فی ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : ما يفسد الصوم نوعان : نوع يوجب القضاء فقط ، ونوع يوجب القضاء والكفارة ، أولاً ما يفسد الصوم ويوجب القضاء فقط دون الكفارة ؛ وهو سبعة وخمسون شيئاً تقريباً ويلحق به ما إذا أدخل أصبعه مبلولة بماء أو دهن في دبره . (۳/۱۷۰۵ ، ۱۷۰۸ ، الباب الثالث : الصيام والاعتكاف ، المبحث السابع ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

الحجة على ما قلنا : =

= (۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن عباس ، عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنهم قال : قال النبي ﷺ : ” لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير “ .

(ص/ ۱۰۷۲ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : ۵۹۴۹ ، بيروت)

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : أما التلفزيون والفيديو ، فلا شك في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة ، من الخلاعة والمجون ، والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات ، وما إلى ذلك من أسباب الفسوق . (۱۰ / ۱۴۲ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، دار احياء التراث العربي)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وفيه ” مجتبى “ النظر إلى ملاءة الأجنبية بشهوة حرام . (۹ / ۴۵۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

ما في ” بدائع الصنائع “ : الوسيلة إلى الحرام حرام ، أصله الخلوة .

(۶ / ۴۸۸ ، كتاب الاستحسان ، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” من لم يدع قول الزور والعمل به ، فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه “ .

(ص/ ۳۳۵ ، كتاب الصوم ، باب من لم يدع . الخ ، رقم الحديث : ۱۹۰۳ ، بيروت)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : ” إذا كان أحدكم صائماً فلا يرفث ولا يجهل ، فإن امرؤ قاتله أو شاتمه فليقل : إني صائم “ . (۱ / ۳۲۳ ، الغيبة للصائم)

ما في ” بذل المجهود “ : وقال الطيبي : الزور الكذب والبهتان ، أي من لم يترك القول الباطل من قول الكفر ، وشهادة الزور ، والإفراء ، والغيبة ، والبهتان ، والقذف والسب ، والشتيم ، واللعن ، وأمثالها مما يجب على الإنسان اجتنابها ، ويحرم عليه إرتكابها .

(۸ / ۵۰۵ ، كتاب الصيام ، الغيبة للصائم)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳/۳۲۲ ، قدیمی)

ہاتھ اور پیر کا آپریشن

مسئلہ (۹۶): ہاتھ اور پیر کے آپریشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ اس آپریشن

میں پیٹ یا دماغ میں کوئی چیز نہیں پہنچتی ہے۔^(۱) اور پیٹ یا دماغ کے آپریشن میں،

اگر پیٹ یا دماغ تک کوئی چیز پہنچتی ہے، تو اس سے روزہ فاسد ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”كشف الخفاء“ : قوله صلی اللہ علیہ وسلم : ” الفطر مما دخل وليس مما خرج “ . رواه أبو

يعلى عن عائشة رضي الله عنها . (۸۰ / ۲ ، رقم الحديث : ۱۸۲۸ ، حرف الفاء)

ما في ” رد المحتار “ : والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ .

(۳ / ۳۲۷ ، كتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما في ” فتح القدير لابن الهمام “ : (ولو اكتحل لم يفطر) لأنه ليس بين العين والدماغ منفذ ،

والدمع يترشح كالعرق والداخل من المسام لا ينفذ كما لو اغتسل بالماء البارد .

(۲ / ۳۳۴ ، كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء . الخ)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : الفساد والبطلان (أو أدخل عوداً) ونحوه (في مقعده

وطرفه خارج) وإن غيبه فسد ، وكذا لو ابتلع خشبة أو خيطاً ولو فيه لقمة مرطوبة إلا أن

ينفصل منها شيء ، ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد . ” بدائع “ . قوله :

(وإن غيبه) أي غيب الطرفين أو العود بحيث لم يبق منه شيء في الخارج (مفاده)

وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد .

(۳ / ۳۲۹ ، كتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما في ” النهر الفائق “ : أو داوى جائفة أو آمة بدواء ، ووصل الدواء إلى جوفه ، أو دماغه أفطر

(أو داوى جائفة) أي : جارحة في بطنه (أو آمة) بالمد ، وهي الجراحة في الرأس .

(۲ / ۲۳ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، كذا في مجمع

الأنهر : ۱ / ۳۵۶ ، كتاب الصوم ، باب موجب الفساد)

انجکشن سے دم حیض بند کرنا اور روزہ رکھنا

مسئلہ (۹۷): اگر کسی خاتون نے انجکشن کے ذریعہ حیض کا خون بند کروادیا، تو وہ عورت پاک ہے، اس پر نماز روزہ فرض ہے، اس لئے کہ حیض نام ہے اس خون کا جو ایسی بالغہ کے رحم سے خارج ہو، جس کو نہ کوئی بیماری ہو، نہ حمل ہو، اور نہ ہی وہ آئسہ ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما خروجه فهو أن ينتقل من باطن الفرج إلى ظاهره ، إذ لا يثبت الحيض والنفاس والاستحاضة إلا به ، في ظاهر الرواية وجه ظاهر الرواية ماروي أن امرأة قالت لعائشة رضي الله عنها : ” إن فلانة تدعو بالمصباح ليلاً فتتظر إليها ، فقالت عائشة رضي الله عنها : كنا في عهد رسول الله ﷺ لا نتكلف لذلك إلا بالمس . والمس لا يكون إلا بعد الخروج والبروز . (۲۸۸/۱ ، كتاب الطهارة ، فصل في أحكام الحيض والنفاس) ما في ” شرح الوقاية “ : فالحيض هو دم ينفضه رحم امرأة بالغة لا داء بها ولم تبلغ الاياس ، فالذي لا يكون من الرحم ليس بحيض . (۱۰۸/۱ ، باب الحيض) ما في ” رد المحتار “ : وركنه : بروز الدم من الرحم . در مختار . وفي الشامية : قوله : (بروز الدم) أي ظهوره منه إلى خارج الفرج الداخل ، فلو نزل إلى الفرج الداخل فليس بحيض ، به يفتي فبالبروز تترك الصلاة . (۴۱۲/۱ ، باب الحيض) ما في ” الفتاوى الهندية “ : لا يثبت حكم كل منها إلا بخروج الدم وظهوره ، وهذا هو الظاهر مذهب أصحابنا وعليه الفتوى ، هكذا في المحيط إذا رأت المرأة الدم تترك الصلاة من أول ما رأت ، قال الفقيه : وبه نأخذ ، كذا في التاتارخانية ناقلاً عن النوازل ، وهو الصحيح ، كذا في التبيين . (۳۸/۱ ، الباب السادس ، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ) ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : يجب أن يعلم بأن حكم الحيض والنفاس والاستحاضة لا يثبت إلا بخروج الدم وظهوره ، وهذا هو ظاهر مذهب أصحابنا رحمهم الله =

افطاری کے وقت سائرین بجانا

مسئلہ (۹۸): اگر افطاری کا وقت آسانی سے معلوم نہ ہوتا ہو، تو اطلاع کے طور پر، مسجد سے ہٹ کر کسی اور جگہ گھنٹہ اور سائرین بجانا یا گولہ چھوڑنا جائز ہے ^(۱)، مسجد کے چھت پر یہ چیزیں نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ یہ احترام مسجد کے خلاف ہے۔ ^(۲)

=والفتویٰ علی ظاہر الروایۃ فإن وضعته فی الفرج الداخل وابتل الجانب الداخل منه دون الجانب الخارج لا یكون ذلك حیضاً . (۱/ ۲۴۷ ، نوع آخر فی بیان أنه متى یثبت حکم الحيض والاستحاضة والنفاس) (جدید مسائل کا حل : ص ۸۴، ۸۵، فتاویٰ حتمیہ: ۲/ ۵۶۵)
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” رد المحتار “ : یتسحر بقول عدل وکذا بضرب الطبول ، و اختلف فی الديک ، وأما الإفطار فلا يجوز بقول الواحد بل بالمشي ، وظاهر الجواب أنه لا بأس به إذا كان عدلاً كما فی الزاھدي وبالأولی سماع الطبل أو المدفع الحادث فی زماننا لإحتمال كونه لغيره ، ولأن الغالب كون الضارب غير عدل ، فلا بد حينئذ من التحري فيجوز وقد يقال أن المدفع فی زماننا یفسد غلبة الظن وإن كان ضاربه فاسقاً ، لأن العادة أن الموقت یذهب إلى دار الحكم آخر النهار ، فيعين له وقت ضربه ويعينه أيضاً للوزير وغيره ، وإذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير وأعوانه للوقت المعين ، فيغلب علی الظن بهذه القرائن عدم الخطأ وعدم قصد الإفساد . (۳/ ۳۴۱ ، ۳۴۲ ، مطلب فی جواز الإفطار بالتحري)
ما فی ” الفتاویٰ الھندیة “ : وإن أراد أن یتسحر بصوت الطبل السحري فإن كثر ذلك الصوت من كل جانب ، وفي جميع أطراف البلدة فلا بأس به ، وإن كان یسمع صوتاً واحداً ان ظاهر مذهب أصحابنا رحمهم الله تعالى فی ظاہر الروایة أنه يجوز الإفطار بالتحري ، کذا فی المحيط . (۱/ ۱۹۵ ، کتاب الصوم ، الباب الأول فی تعريفه وتقسيمه الخ)

(۲) ما فی ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : وتضان المساجد أيضاً عن البيع والشراء وجميع الأشغال ، لقوله ﷺ للرجل الذي دعا إلى الجمل الأحمر : ” لا وجدت إنما بنيت المساجد لما بنيت له “ . وهذا يدل علی أن الأصل أن لا يعمل فی المسجد غیر =

ہوائی جہاز میں افطار

مسئلہ (۹۹): اگر ہوائی جہاز سمت مشرق میں جانے کی وجہ سے دن بہت چھوٹا ہو گیا، تو جب بھی غروب آفتاب ہو جائے روزہ افطار کر لے^(۱)، اس لیے کہ روزہ نام ہے وقت مخصوص (صبح صادق سے غروب آفتاب) میں کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کا^(۲)، اور اگر ہوائی جہاز سمت مغرب میں جا رہا ہو اور اس کی وجہ سے دن بہت بڑا ہو گیا، تو اگر سورج ۲۴ گھنٹہ کے اندر اندر غروب ہو جاتا ہے، تو غروب پر افطار کرے^(۳)، اگر دن اتنا طویل ہو گیا کہ ۲۴ گھنٹہ میں سورج غروب نہیں ہو رہا ہے، تو ۲۴ گھنٹہ کے مکمل ہونے سے اتنی دیر پہلے جس میں کچھ کھاپی لینے کی گنجائش ہو، روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے^(۴)، ہوائی جہاز میں افطار کرنے والوں کے لیے ہوائی جہاز سے غروب آفتاب کا اعتبار ہوگا۔^(۵)

= الصلوات والأذکار وقراءة القرآن . (۲۶۹ / ۱۲ ، سورة النور : ۱۱۳)

ما في ” السنن لابن ماجه “ : عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال : ” جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم وسل سيفكم “ . الحديث . (ص / ۵۴ ، باب ما يكره في المساجد)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ذكر الفقيه رحمه الله تعالى في التنبيه حرمة المسجد خمسة عشر : السادس أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله .

(۳۲۱ / ۵ ، كتاب الكراهية) (فتاوى محمودية : ۲۰۸ / ۱۰ ، كراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ثُمَّ أَتَمُوا الصَّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۷) =

==ما في " التفسير المنير " : (ثم أتموا الصيام) من الفجر إلى (الليل) أي غروب الشمس والإتمام ؛ الأداء وجه التمام . (٥١٢/١)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : (ثم أتموا الصيام إلى الليل) فيه تصريح بأن الصوم غاية هي الليل ، فعند اقبال الليل من المشرق وادبار النهار من المغرب يفطر الصائم ، ويحل له الأكل والشرب وغيرهما . (١٥٣/١)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ . (البقرة : ١٨٣)
ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : والصوم في الشرع : الإمساك عن المفطرات مع اقتران النية به من طلوع الفجر إلى غروب الشمس . (٢٤٣/٢)
ما في " بدائع الصنائع " : وأما ركنه فالإمساك في الأكل والشرب والجماع ، لأن الله أباح الأكل والشرب والجماع في ليال رمضان ، لقوله تعالى : ﴿أَحْلَ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ . (٢٣٤/٢ ، كتاب الصوم ، أركانه)

(٣) ما في " صحيح البخاري " : عن سهل قال : قال رسول الله ﷺ : " لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ " . (ص/٣٣٢ ، كتاب الصوم ، باب تعجيل الإفطار ، رقم الحديث : ١٩٥٤)
ما في " مرقاة المفاتيح " : (ما عجلوا الفطر) أي ما داموا على هذه السنة ، وليس تقديمه على الصلاة للخبر الصحيح به . (٢١٤/٢ ، كتاب الصوم ، باب في مسائل متفرقة)
ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (وتعجيل الفطر) ويستحب الإفطار قبل الصلاة ، وفي البحر : التعجيل المستحب قبل اشتباك النجوم .

(ص/٢٨٣ ، كتاب الصوم ، قبيل فصل في العوارض)
(٤) ما في " رد المحتار " : قوله : (حديث الدجال) قال الرملي في شرح المنهاج : ويجري ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة اهـ . قال في " إمداد الفتاح " : قلت : وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص تتمه : لم أر من تعرض عندنا لحكم صومهم فيما إذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعده بزمان لا يقدر فيه الصائم على أكل ما يقيم بنيته ، ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم ، =

= لأنه يؤدي إلى الهلاك ، فإن قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير ، وهل يقدر لهم بأقرب البلاد إليهم كما قاله الشافعية هنا أيضاً ، أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب ، أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء كل محتمل . فليتأمل . ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب ، وفي الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم ، هذا ما ظهر لي والله تعالى أعلم .

(٢٢/٢ ، كتاب الصلاة ، قبيل مطلب في طلوع الشمس من مغربها وفيه)
(٥) ما في ” رد المحتار “ : ويستحب السجود وتأخيرہ وتعجيل الفطر لحديث . ” در مختار “ . وفي الشامية : (وتعجيل الفطر) أي إلا في يوم غيم ، ولا يفطر ما لم يغلب على ظنه غروب الشمس وإن أذن المؤذن . ” بحر “ . عن ” البزاية “ تنبيه : قال في الفيض : ومن كان على مكان مرتفع كمنارة اسكندرية لا يفطر ما لم تغرب الشمس عنده ، ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله .

(٣٥٤/٣ ، كتاب الصوم ، مطلب في حديث التوسعة على العيال على الاكتحال الخ)
ما في ” حاشية الطحطاوي “ : (هو إمساك نهائياً) النهار ضد الليل من الفجر الصادق إلى الغروب ، قوله : (إلى الغروب) هو أول زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث الظلة في جهة المشرق . (٦٣١ ، كتاب الصوم) (احسن الفتاوى : ٤٠/٣)

ماہ شوال کے چھ روزوں میں قضا رمضان کی نیت

مسئلہ (۱۰۰): رمضان کے روزے فرض ہیں، اور شوال کے چھ روزے نفل ہیں،

احادیث میں ان روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے^(۱)، اگر کوئی شخص شوال کے نفل

روزوں میں رمضان کے قضا روزوں کی نیت کرتا ہے، تو اس صورت میں رمضان کے

قضا روزے ادا ہوں گے، نہ کہ نفل^(۲)، بہتر یہ ہے کہ رمضان کے قضا روزے علیحدہ

رکھے جائیں، تاکہ شوال کے چھ نفل روزوں کی فضیلت حاصل ہو سکے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أنه حدثه أن رسول الله ﷺ قال : ” من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر “ .

(۱/ ۳۶۹ ، کتاب الصوم ، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال اتباعاً لرمضان)
ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : صوم ستة أيام من شوال ، ولو متفرقة ، ولكن تتابعها أفضل أو نذراً أو غير ذلك ، فمن صامها بعد أن صام رمضان ، فكأنها صام الدهر فرضاً ، لما روى أبو أيوب : ” من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال ، فذلك صيام الدهر “ . وروى ثوبان : صيام شهر بعشرة أشهر ، وصيام ستة أيام بشهرين فذلك سنة ، يعني أن الحسنه بعشر أمثالها ، الشهر بعشرة أشهر ، والستة بستين ، فذلك سنة كاملة .

(۳/ ۱۶۴ ، الباب الصيام والاعتكاف ، النوع الرابع ، صوم التطوع أو الصوم المندوب)
(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإذا نوى قضاء بعض رمضان والتطوع يقع عن رمضان في قول أبي يوسف رحمه الله تعالى ، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، كذا في الذخيرة . (۱/ ۱۹۷ ، کتاب الصوم ، الباب الأول في تعريفه وتقسيمه وسببه ووقته وشرطه)

ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : ولو كان عليه قضاء يوم فصام يوماً ونوى به قضاء رمضان وصوم التطوع أجزاءه عن رمضان عند أبي يوسف ، وقال محمد : لا يجزي ويكون تطوعاً .

(۲/ ۹۹ ، کتاب الصوم ، الفصل الثالث في النية)

کتاب الحج

☆..... حج کے مسائل.....☆

شرکت کی رقم سے حج

مسئلہ (۱۰۱): اگر کوئی شخص مشترک کاروبار میں سے بلا اجازت پیسہ لے کر حج کرے، تو دوسرے شریک کے لیے اپنے حصہ کا مطالبہ کرنا درست ہے^(۱)، کیوں کہ شرکت ملک کی صورت میں ہر فریق دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنے میں اجنبی ہے، ہاں! اگر اس کی اجازت سے حج کیا ہو، تو فریق ثانی کی طرف سے تبرع ہونے کی وجہ سے اُسے مطالبہ کا حق حاصل نہ ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” مجمع الأنهر “ : وكل منهما أجنبي في الامتناع عن تصرف مضر في نصيب الآخر لعدم تضمنها الوكالة . (۵۴۳/۲ ، كتاب الشركة)
- ما في ” الخانية على هامش الهندية “ : ولا يجوز لأحدهما التصرف في نصيب شريكه إلا بإذن الشريك . (۶۱۲/۳ ، كتاب الشركة)
- ما في ” شرح المجلة “ : كل من الشركاء في شركة الملك أجنبي في حصة سائرهم فليس أحدهم وكيلاً عن الآخر ، ولا يجوز له من ثم أن يتصرف في حصة شريكه بدون إذنه .
- (ص / ۶۰۱ ، المادة : ۱۰۷۵)
- ما في ” البحر الرائق “ : وكل واحد من الشريكين ممنوع من التصرف في نصيب صاحبه لغير الشريك إلا بإذنه لعدم تضمنها الوكالة .
- (۲۸۰/۵ ، كتاب الشركة ، تبیین الحقائق : ۲۳۴/۴ ، كتاب الشركة)
- (۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن زيد بن أسلم عن أبيه قال : سمعت عمر رضي الله عنه =

بحالت احرام ٹوٹھ پیسٹ وغیرہ کا استعمال

مسئلہ (۱۰۲): اگر منجن یا ٹوٹھ پیسٹ میں لونگ، کافور، الایچی، یا خوشبودار چیزیں ڈالی گئی ہوں، اور وہ پکی ہوئی نہ ہوں، اور مقدار کے اعتبار سے خوشبودار چیز مغلوب ہو، تو ایسے منجن یا ٹوٹھ پیسٹ کا استعمال احرام کی حالت میں مکروہ ہوگا، مگر صدقہ واجب نہ ہوگا، اور اگر خوشبودار چیز غالب ہو، تو دم واجب ہوگا۔^(۱)

= یقول : حملت علی فرس فی سبیل اللہ فأضاعه الذی کان عنده ، فأردت أن اشتريه وظننت أنه يبيعه برخص ، فسألت النبي ﷺ فقال : ” لا تشتري ولا تعد في صدقتك ، وإن أعطاكه بدرهم ، فإن العائد في صدقته كالعائد في قيمته “ .

(ص/ ۲۶۹ ، کتاب الزکاة ، هل يشتري صدقته ، رقم الحديث : ۱۲۹۰)
ما فی ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء بالصدقة الثواب ، وقد حصل ويستوي أن تكون الصدقة على غني أو فقير في أن لا رجوع فيها . (۳۲۳/۲۶) ، صدقة ، الرجوع في الصدقة (جامع الفتاوى : ۱۹۸/۲ ، جدید مسائل کا حل : ص/ ۲۳۶ ، ۲۳۷)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ” صحيح البخاري “ : قال أبو عاصم : أخبرنا ابن جريج : أخبرني عطاء : أن صفوان بن يعلى أخبره : أن يعلى قال لعمر رضي الله عنه : ” أرني النبي ﷺ حين يوحى إليه ، قال : فبينما النبي ﷺ بالجعرانة ، ومعه نفر من أصحابه ، جاءه رجل فقال : يا رسول الله ﷺ ! كيف ترى في رجل أحرم بعمره ، وهو متضمن بطيب ؟ فسكت النبي ﷺ ساعة فجاءه الوحي ، فأشار عمر رضي الله عنه إلى يعلى ، فجاء يعلى ، وعلى رسول الله ﷺ ثوب قد أظلم به ، فأدخل رأسه ، فإذا رسول الله ﷺ محمر الوجه ، وهو يغط ، ثم سري عنه ، فقال : ” أين الذي سأل عن العمرة ؟ فأتني برجل فقال : ” اغسل الطيب الذي بك ثلاث مرات ، وأنزع عنك الجبة ، واصنع في عمرتك كما تصنع في حجتك “ . الحديث . (ص/ ۲۷۶)
کتاب الحج ، باب غسل الخلق ثلاث مرات من الثياب ، رقم الحديث : ۱۵۳۶) =

ما في "فتح الباري" : قال الإسماعيلي: ليس في حديث الباب أن الخلق كان على الثوب كما في الترجمة ، وإنما فيه أن الرجل كان متضمخا ، وقوله له : " اغسل الطيب الذي بك " . يوضح أن الطيب لم يكن في ثوبه ، وإنما كان على بدنه ، ولو كان على الجبة لكان في نزاعها كناية من جهة الإحرام .

(٢٩٨/٣ ، كتاب الحج ، باب غسل الخلق ثلاث مرات من الثياب)
ما في " فيض الباري " : واعلم أن الخلق إسم لنوع من الطيب ، يجعل فيه الزعفران والزعفران مباح أكلا ومحرم تطيباً لأجل اللون وإنما محذور احرامه أن يتطيب بعد الإحرام (وهو متضمخ بطيب) وهو محمول على طيب الإحرام .

(١٨٠/٣ ، كتاب الحج ، باب غسل الخلق ثلاث مرات من الثياب)
ما في " رد المحتار " : (فلو أكله) أو استعطه . الدر المختار . قوله : (فلو أكله) أي دهن الزيت أو الخل قوله : (أو استعطه) أي استنشقه بأنفه ، اعلم أن خلط الطيب بغيره على وجوه ، لأنه إما أن يخلط بطعام مطبوخ أو لا ، ففي الأول لا حكم للطيب ، سواء كان غالباً أو مغلوباً ، وفي الثاني الحكم للغلبة إن غلب الطيب وجب الدم ، وإن لم يظهر رائحته كما في الفتح ، وإلا فلا شيء عليه ، غير أنه إذا وجدت معه الرائحة كره .

(٥١٠/٣ ، باب الجنائيات)
ما في " بدائع الصنائع " : وإن استعمل في مأكول أو شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كالشحم ، ولو كان الطيب في طعام طبخ وتغير فلا شيء على المحرم في أكله ، سواء كان يوجد رائحته أو لا وإن كان لم يطبخ يكره إذا كان ريحه بوجه منه ولا شيء عليه لأن الطعام غالب عليه ، فكان الطيب معموراً مستهلكاً فيه .

(٢١٤/٢ ، كتاب الحج ، ما يرجع إلى الطيب أو ما يجري مجرى ، الفتاوى الهندية : ٣٣٠/١ ، الباب الثاني في الجنائيات ، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب الخ)

(فتاوى رجبية : ١٠٥، ١٠٣/٨ ، جديد مسائل كامل : ص/ ١٢٦، ١٢٤)

عورت کی طرف سے دوسرے کا رمی کرنا

مسئلہ (۱۰۳): ہجوم کی وجہ سے، عورت کی طرف سے نائب بن کر، کسی دوسرے شخص کا رمی کرنا جائز نہیں، ایام حج میں رات کے وقت جہرات کی رمی کرنے میں دقت نہیں ہوتی ہے، اس لیے بلا عذر شرعی اس کو ترک کرنا صحیح نہیں، عورت کو رات میں رمی کرنا افضل ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : ووقته من الفجر إلى الفجر ، ويسنّ من طلوع ذكاء لزوالها ، وبياح لغروبها ، ويكره للفجر . الدر المختار . قوله : (ووقته) أي وقت جوازه أداء من الفجر : أي فجر النحر إلى فجر اليوم الثاني ، قال في ” البحر “ : حتى لو أخره حتى طلع الفجر في اليوم الثاني لزمه دم عنده خلافاً لهما ، ولو رمى قبل طلوع فجر النحر لم يصح اتفاقاً قوله : (ويكره للفجر) أي من الغروب إلى الفجر ، وكذا يكره قبل طلوع الشمس . ” بحر “ . وهذا عدم العذر ، فلا إساءة برمي الضعفة قبل الشمس ولا برمي الرعاة ليلاً ، كما في ” الفتح “ . (۴۷۳/۳ ، كتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة)

ما في ” منحة الخالق على البحر الرائق “ : فإن أخر الرمي فيهما إلى الليل فرمى قبل طلوع الفجر جاز ، ولا شيء عليه ، لأن الليل وقت الرمي في أيام الرمي والمكروه في اليوم الأول ما بين طلوع الفجر إلى طلوع الشمس ، وكذا في اليوم الرابع عند أبي حنيفة ، وما بين هذه الأيام كلها من الليالي الثلاث . (۶۱۰/۲ ، بدائع الصنائع : ۳۲۲/۲)

(فتاوى ريمية : ۸۵/۸ ، فتاوى حقانية : ۲۶۳/۴)

جمره کے قریب گری ہوئی کنکری سے رمی

مسئلہ (۱۰۴): جس کنکری سے رمی کی گئی، اور وہ جمرہ کے قریب گری ہوئی ہو، تو اُسے اٹھا کر اس سے رمی کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ وہ مردود ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اس کی کنکری اٹھالی جاتی ہے، اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا ہے اس کی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں، نیز یہ کراہت محض کنکریوں کے سلسلے میں ہے، لہذا اگر اس بھیڑ میں کسی شخص کی کوئی ذاتی چیز جمرہ کے قریب گر جائے، تو اس کا اٹھالینا درست ہے، کیوں کہ اس کا حکم کنکری کا حکم نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”المستدرک للحاکم علی الصحیحین“ : عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : قلنا : يا رسول الله ﷺ ! هذه الأحجار التي نرمي بها تحمل فنحسب أنها تنقحر ؟ قال : ”إنه ما يقبل منها يرفع ، ولو لا ذلك لرأيتها مثل الجبال“ . (۴۷۱/۲ ، كتاب المناسك) ما في ”رد المحتار“ : ويكره أخذها (الحصاة) من عند الجمره ، لأنها مردود لحديث : ”قبلت حجته رفعت جمرته“ . الدر المختار . وفي الشاميه : وما هي إلا كراهة تنزيه . ”فتح“ . أشار إلى أنه يجوز أخذه من أي موضع سواه .

(۲/۳۷۳ ، كتاب الحج ، مطلب في رمي جمره العقبة) ما في ”البحر الرائق“ : ولم يبين الموضع المأخوذ منه الحصا ، لأنه يجوز أخذه من أي موضع شاء فليأخذها ، من مزدلفة أو من قارة الطريق ، ويكره من عند الجمره تنزيهاً ، لأنه حصى من لم يقبل حجه ، فإنه من قبل حجه رفع حصاه ، كما ورد في الحديث .

(۲/۶۰۳ ، كتاب الحج ، باب الإحرام) ما في ”البنایة“ : ويأخذ الحصاة من أي موضع شاء ، إلا من عند الجمره ، فإن ذلك يكره ، لأن ما عندها من الحصى مردود ، هكذا جاء في الأثر فيتشاءم به . (۱۳۳/۴ ، كتاب الحج ، كيفية الرمي ، كذا في فتح القدير : ۲/۴۹۹ ، كتاب الحج ، باب الإحرام)

شوہر یا باپ کا اپنی بیوی یا بیٹی کے بال کاٹنا

مسئلہ (۱۰۵): احرام کھولنے کے لیے شوہر اپنی بیوی کے اور باپ اپنی بیٹی

کے بال کاٹ سکتا ہے، عورتیں یہ کام خود بھی کر سکتی ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : أباح الفقهاء نظر الرجل إلى موضع الزينة من المحرم لقوله تعالى : ﴿وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ﴾ ... أما حدود الزينة التي يحل النظر إليها ولمسها فقد ذهب الفقهاء إلى حرمة النظر إلى ما بين السرة والركبة للمحارم ، وما عدا ذلك اختلفوا فيه على أقوال ، وذهب الحنفية إلى أنه يجوز للرجل أن ينظر من محرمه إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد ، إن أمن شهوته وشهوتها أيضاً .
(۲۰۲/۳۶ ، محرم النظر إلى المحرم)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ذهب الفقهاء إلى أن ما يجوز النظر إليه من المحرم يجوز مسه ، إذا أمنت الشهوة ، لما روي : ” أن رسول الله ﷺ كان إذا قدم من سفر قبل ابنته فاطمة رضي الله تعالى عنها “ . (۳۰۴/۳۶ ، محرم ، مس ذوات المحارم)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا بأس للرجل أن ينظر من أمه وابنته البالغة وأخته ، وكل ذي رحم محرم منه كالجدات والأولاد ، وأولاد الأولاد ، والعَمَّات والخالات إلى شعرها وصدرها وذوائبها وتديها وعضدها وما حلَّ النظر إليه حلَّ مسه .

(۳۲۸/۵ ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما يحل مسه وما لا يحل)

وما في ” الفتاوى الهندية “ : أما النظر إلى زوجته ومملوكته فهو حلال من قرنهما إلى قدمها .

(۳۲۸/۵ ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما يحل مسه الخ)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (ينظر الرجل من محرمه) هي ما لا يحل له نكاحها أبداً ، بنسب أو سبب ولو بزنا (إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد) .

(۴۴۷/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳۸۳/۵ ، جدید)

حج میں ٹور والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا

مسئلہ (۱۰۶): موسم حج میں ٹور والے کھانے پینے اور رہائش کے اُس معیار میں اگر کوتاہی و لاپرواہی کرتے ہیں، جس کا انہوں نے پیسہ وصول کیا ہے، تو اچھے انداز میں اُن سے حق طلب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے^(۱)، البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر نہ کوئی فحش بات جائز ہے، اور نہ کسی قسم کا نزاع و تکرار زیبا ہے، بلکہ اپنا زیادہ تر وقت نیک کاموں میں لگانا چاہیے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”فتح الباري“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ أنه أخذ سنأ فجاء صاحبه يتقاضاه ؛ فقالوا له ، فقال : ” إن لصاحب الحق مقالا “ ، ثم قضاه أفضل من سنه وقال : ” أفضلكم أحسنكم قضاءً “ . (۵ / ۲۷۹ ، كتاب الهبة ، باب من أهدي له هدية وعنده جلساؤه فهو أحق ، رقم : ۲۶۰۹ ، دار السلام الرياض)

(۲) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۶)

ما في ”التفسير المنير“ : وعن كل ما يؤدي إلى التنازع والتباغض والاختلاف كالجدال ، والمراد الخصام والتنافر بالألقاب . (۲ / ۱۹۶)

ما في ”جامع الترمذي“ : ”سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر“ . (۲ / ۱۹)

(امداد الحج: ۱/۱۹۵)



کتاب الاضحیہ

☆.....قربانی کے مسائل.....☆

کانچی ہاؤس سے خریدے گئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۰۷): جو جانور کانچی ہاؤس میں داخل کر دیا گیا ہو، اس پر سرکار کو استیلاء ملک حاصل ہو جاتی ہے، تو سرکار سے خریدنا گویا اصل مالک سے خریدنا ہے، لہذا اگر کوئی شخص ایسے جانور کی قربانی کرتا ہے، تو اس کی قربانی درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وإن غلبوا (أهل الحرب) على أموالنا وأحرزوها بدارهم ملكوها . (۱۹۸/۶) ، كتاب الجهاد ، مطلب يلحق بدار الحرب المفازة والبحر المملح ، كذا في البحر الرائق : ۱۶۱/۵ ، كتاب السير ، باب استيلاء الكفار ، فتح القدير : ۳/۶ ، كتاب السير ، باب استيلاء الكفار ، مجمع الأنهر : ۴۴۳/۲ ، كتاب السير والجهاد ، باب في بيان أحكام استيلاء الكفار ، تبين الحقائق : ۱۲۳/۴ ، كتاب السير ، باب استيلاء الكفار ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۵۶۸/۳ ، كتاب السير ، فصل في استيلاء أهل الحرب على أموال المسلمين (امداد الفتاوى : ۵۴۱/۳ ، كتاب الذبائح والاضحية ، فتاوى محمودية : ۳۴۳/۱۶ ، كتاب البيوع ، باب البيع الصحيح)



کتاب النکاح

☆..... نکاح کے مسائل.....☆

نکاح گھر پر یا مسجد میں؟

مسئلہ (۱۰۸): گھر پر تقریب نکاح کا منعقد کرنا جائز ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ نکاح مسجد میں کیا جائے، کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے، اور آج کل شادی کے رسم و رواج اتنے زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ جن کو انجام دینے میں اکثر مستورات کی نمازیں فوت ہو جاتی ہیں، نیز نکاح میں اس قدر فضول خرچی بڑھ گئی کہ بسا اوقات آدمی اس میں مقروض ہو جاتا ہے۔

اسی طرح تبلیغی اجتماعات میں عقد نکاح کیا جائے تو یہ بھی بہتر ہے، کیوں کہ اجتماعات عموماً مساجد میں ہوتے ہیں، اور جہاں مسجد میں گنجائش نہیں ہوتی ہے، وہاں اجتماع گاہ میں دو تین دن تک اذان و اقامت کے ساتھ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے، اس لیے اس جگہ نکاح کرنا مسجد میں نکاح کرنے کے مانند ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” العرف الشذي شرح الترمذي “ : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ :
 ”أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف “ . (۳۵۸/۲)
 ما في ” رد المحتار “ : (ويندب إعلانه) أي إظهاره ، والضمير راجع إلى النكاح بمعنى العقد ، لحديث الترمذي : ” أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف “ . (۵۷/۴)
 ما في ” فتح القدير لابن الهمام “ : هذا ويستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد ، لأنه عبادة ، وكونه في يوم الجمعة ، وفي الترمذي : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : =

کورٹ میرج

مسئلہ (۱۰۹): عدالت میں دو آزاد عاقل، بالغ، مسلمان گواہوں کی موجودگی میں اگر نکاح کر لیا جائے، تو یہ نکاح درست ہے، اور مرد و عورت ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں، البتہ اس طرح چھپ چھپا کر کورٹ میرج نہ کرتے ہوئے علانیہ مستحب طریقہ پر نکاح کرنا چاہیے۔^(۱)

= قال رسول الله ﷺ: "أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف". (۱۸۱/۳ ، كتاب النكاح)

ما في " البحر الرائق " : وأشار المصنف بكونه سنة أو واجباً إلى استحباب مباشرة عقد النكاح في المسجد لكونه عبادة ، وصرحوا باستحبابه يوم الجمعة وروى الترمذي عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليها بالدفوف ". (۱۴۳/۳ ، كتاب النكاح) (فتاویٰ رحمیہ: ۲۴۳/۸، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن الدار قطني " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل ". (۱۵۸/۳ ، كتاب النكاح ، رقم الحديث : ۲۲۶)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال : " البغايا اللاتي ينحكن أنفسهن بغير بينة ". (۱۸۴/۲ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء لا نكاح إلا بينة ، رقم الحديث : ۱۱۰۳)

ما في " فتح القدير لابن الهمام " : ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين ، أو رجل وامرأتين . (۱۹۰/۳ ، كتاب النكاح)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و شرط حضور شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً) على الأصح فاهمين أنه نكاح على المذهب (مسلمين لنكاح مسلمة) . (۷۳/۲)

- ۷۵ ، كتاب النكاح ، البحر الرائق: ۱۵۵/۳ ، كتاب النكاح ، مجمع الأنهر: ۴۷۲/۱ ، كتاب النكاح ، النهر الفائق: ۱۸۱/۲ ، كتاب النكاح ، تبیین الحقائق: ۴۵۲/۲ ، كتاب النكاح)

ما في " بدائع الصنائع " : أما صفات الشاهد الذي ينعقد به النكاح ، وهي شرائط =

خفیہ نکاح

مسئلہ (۱۱۰): اگر کوئی شخص دو گواہوں کی موجودگی میں خفیہ طور پر اپنا نکاح کر لے، تو اس کا یہ نکاح صحیح ہو جائے گا^(۱)، لیکن بلا عذر خفیہ نکاح پڑھوانا خلاف سنت و استحباب ہے، کیوں کہ نکاح کا اعلان اور اسے کھلے عام کرنا مسنون و مستحب ہے۔^(۲)

= تحمل الشهادة للنكاح، فمنها العقل، ومنها البلوغ، ومنها الحرية. (۲/۵۲۳، کتاب النکاح)
ما في ”جامع الترمذي“ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ :
”أعلنوا هذا النكاح ، واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف“ .

(۲/۱۷۵ ، باب ما جاء في إعلان النكاح)

ما في ”العرف الشذی“ : ويستحب الإعلان عند الفقهاء . (۲/۳۵۷ ، في إعلان النكاح)
ما في ”رد المحتار“ : ويندب إعلانه ، وفي الشامية : أي إظهاره ، والضمير راجع إلى النكاح . (۶/۵۷ ، كتاب النكاح ، مطلب كثيراً ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”البحر الرائق“ : قوله : (وينعقد عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين) وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعاً : ”لا نكاح إلا بشهود“ فكان شرطاً . (۳/۱۵۵ ، كتاب النكاح ، بيروت)
(۲) ما في ”البحر الرائق“ : وأشار المصنف بكونه سنة أو وجبا إلى استحباب مباشرة عقد النكاح في المسجد لكونه عبادة ، وصرحوا باستحبابه يوم الجمعة وروى الترمذي عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : ”أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف“ وفي المجتبى : يستحب أن يكون النكاح ظاهراً وأن يكون قبله خطبة . (۳/۱۴۳، ۱۴۴ ، كتاب النكاح ، بيروت ، رد المحتار : ۴/۵۷ ، ۵۸)
(فتاویٰ رحیمیہ : ۸/۱۴۷)

اجتماعی شادیوں میں ایک خطبہ

مسئلہ (۱۱۱): آج کل بہت سی جگہوں پر اجتماعی شادیاں ہوتی ہیں، جس میں ایک ہی مرتبہ خطبہ نکاح پڑھا جاتا ہے، شرعاً یہ درست ہے، کیوں کہ ایک ہی خطبہ سب کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔^(۱)

بچپن کا ایجاب و قبول

مسئلہ (۱۱۲): اگرنا سمجھ بچے اور بچیاں نکاح کا ایجاب و قبول کر لیں، تو شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہوگا، البتہ اگر وہ سمجھدار ہوں، تو ان کا ایجاب و قبول معتبر ہوگا، اور نکاح کا نفاذ اولیاء کی اجازت پر موقوف ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم الجمعة بعقد رشيد وشهود عدول . (٥٤/٢) ، كتاب النكاح ، مطلب كثير ما يتساهل في إطلاق المستحب ما في ” الموسوعة الفقهية “ : خطبة النكاح : يستحب أن يخاطب العاقد أو غيره من الحاضرين خطبة واحدة بين يدي العقد . (١٨٩/١٩)

(فتاوى محمودية : ٥٩١/١٠ ، فتاوى دارالعلوم : ١٢٨/٤ ، خير الفتاوى : ٥٨٨/٣)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : (وأما شروطه) فمنها العقل والبلوغ والحرية في العاقد إلا أن الأول شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل ، والأخيران شرط النفاذ ، فإن نكاح الصبي العاقل يتوقف نفاذه على إجازة وليه . هكذا في البدائع .

(٢٦٤/١) ، كتاب النكاح ، الباب الأول في تفسيره شرعاً الخ)

ما في ” النهر الفائق “ : وشروطه العام الأهلية والعقل والبلوغ لكن في النهاية من قول شرطه العام في تنفيذ كل تصرف دائر بين النفع والضرر إلى آخره يفيد =

رجسٹریا صداقت نامہ پر دستخط یا انگوٹھا

مسئلہ (۱۱۳): ایجاب و قبول کے بعد نکاح کے رجسٹریا صداقت نامہ پر میاں بیوی کے دستخط کروانا یا انگوٹھا لگوانا شرعاً ضروری نہیں ہے، کیوں کہ نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں عاقدین (مرد و عورت) کے ایجاب و قبول کا نام ہے^(۱)، تاہم آج کل کے حالات کے پیش نظر قانونی گرفت سے بچنے، اور دیگر مصالح میں بطور ثبوت اُس کی ضرورت کے پیش آنے کی بنا پر رجسٹر میں نکاح کا اندراج اور میاں بیوی کے دستخط کروانا یا انگوٹھا لگوانا جائز و مستحسن ضرور ہے۔^(۲)

= أن هذا شرط النفاذ في العاقد نفسه ، ومن ثم توقف نكاح الصغير والصغيرة إذا عقدا لأنفسهما مميزين لا إن كانا غير مميزين . (۲ / ۱۷۵ ، كتاب النكاح ، دار الايمان سهارنفور ، بدائع الصنائع : ۳ / ۳۲۵ ، كتاب النكاح ، فصل في شرائط النكاح ، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة : ۴ / ۲۱ ، مبحث شروط النكاح) (كفاية المفتي : ۵ / ۱۰۸ ، دارالاشاعت كراچی)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول يعبر بهما عن الماضي ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين . (۲ / ۳۰۵ ، ۳۰۶ ، كتاب النكاح ، مكتبة شرکت علمية پاکستان)
ما في ” تنوير الأبصار مع الدر والرد “ : وينعقد بإيجاب و قبول وضعاً للمضى و شرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معا . (۴ / ۲۸ - ۹۱ ، كتاب النكاح)
(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما ، عن النبي ﷺ قال : ” السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ، ما لم يؤمر بمعصية “ .
(۲ / ۱۰۵ ، كتاب الأحكام)

ما في ” فتح الباري “ : إنما قيده (أي في ترجمة الباب) بالإمام ، وإن كان في أحاديث =

تحریری ایجاب و قبول

مسئلہ (۱۱۴): جب عاقدین (مرد و عورت) مجلس نکاح میں موجود ہوں، اور نطق (بولنے) پر قادر ہونے کے باوجود صرف تحریراً ایجاب و قبول کریں، تو یہ نکاح بالاتفاق منعقد نہیں ہوگا، البتہ اگر عاقدین میں سے کوئی غائب ہو، تو عند الاحتمال تحریراً ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، بشرطیکہ خط میں موجود ایجابی تحریر دو گواہوں کو پڑھ کر سنادی جائے، اور اس کے بعد خود بھی ”قبول“ کے الفاظ کہے^(۱)، جب کہ یہ خط ایجاب کے مضمون پر مشتمل ہو، اور اگر خط تو کیل کے مضمون پر مشتمل ہو، تو اس صورت میں دو گواہوں کے سامنے اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں سے کرا دیا۔^(۲)

= الباب الأمر بالطاعة لكل أمير، ولو لم يكن إماماً، لأن محل الأمر بطاعة الأمير أن يكون مؤمراً من قبل الإمام. (۱۳/۵۱، رقم الحديث: ۷۱۴۴)

ما في ”رد المحتار“: قال في المعراج: لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة. (۵۳/۳، باب العيدين، مطلب تجب طاعة الإمام) (فتاویٰ محمودیہ: ۶۰۱/۱۰، کراچی، ۱۵۲/۱۶، میرٹھ) الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ”رد المحتار“: (فلا ينعقد) بقبول بالفعل كقبض مهر، ولا بتعاط، ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين. قوله: (ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد. ”بحر“. والأظهر أن يقول: فقالت: قبلت، إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة. تأمل. قوله: (بل غائب) الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس وإن كان حاضراً في البلد.

(۲) (۶۳/۴، كتاب النكاح، مطلب التزوج بإرسال كتاب)

(۲) ما في ”الموسوعة الفقهية“: أما عقد النكاح فلا ينعقد بالكتابة عند جمهور الفقهاء، المالكية والشافعية، والحنابلة، سواء أكان العاقدان حاضرين أم غائبين، =

متگنی کے وقت ایجاب و قبول

مسئلہ (۱۱۵): اگر بوقت متگنی مرد و عورت دو گواہوں کی موجودگی میں

ایجاب و قبول کر لیں، تو نکاح درست ہو جائے گا۔^(۱)

=وفصل الحنفية في جواز عقد النكاح بالكتابة فقالوا : لا ينعقد بكتابة حاضر ، فلو كتب : تزوجتك ، فكتبت : قبلت لم ينعقد ، أما كتابة غائب عن المجلس فينعقد بها النكاح بشروط وكيفية خاصة ، نقلها ابن عابدين عن الفتح فقال : ينعقد النكاح بالكتابة كما ينعقد بالخطاب وصورته ؛ أن يكتب إليها يخطبها ، فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم ، وقالت : زوجت نفسي منه ، أو تقول : أن فلاناً كتب إلي يخطبني فاشهدوا أنني زوجت نفسي منه ، أما لو لم تقل بحضرتهم سوى : زوجت نفسي من فلان لا ينعقد ، لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح . (٢٠٩/٣٠) ، عقد ، العقد بالكتابة أو الرسالة ، الفقه الإسلامي وأدلته: ٦٥٣٠/٩ ، كتاب النكاح ، رابعاً ؛ انعقاد الزواج بالكتابة والرسالة (فتاوى محمودية: ١٠/٦٤٩ ، كراچی ، فتاوی دارالعلوم دیوبند: ١٠٣/٤)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : وينعقد بإيجاب وقبول عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقاً أو محدودين أو أعمين أو ابني العاقلين متعلق بينعقد بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود . (١٢٢/٣ ، ١٥٥ ، كتاب النكاح) ما في ” الهداية “ : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين قال : اعلم أن الشهادة شرط في باب النكاح . (٣٠٦/٢ ، كتاب النكاح ، الفتاوى الهندية : ١/٢٦٤ ، كتاب النكاح)

باپ کی موجودگی میں دادایا نانا کا نکاح کرادینا

مسئلہ (۱۱۶): باپ کی موجودگی میں دادایا نانا اس کی اجازت کے بغیر لڑکی (پوتی/نواسی) کا نکاح کرادے، تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، یعنی اس کا رد یا نفاذ باپ کے اختیار میں ہوگا۔^(۱)

اولیاء کا ایجاب و قبول

مسئلہ (۱۱۷): ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا: میں نے اپنی بیٹی تیرے بیٹے کو دی، جواباً دوسرے شخص نے کہا: میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کر لیا، تو ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جائے گا^(۲)، جب کہ لڑکا لڑکی نابالغ ہوں^(۳)، اور اگر بالغ ہوں تو نکاح اُن کی اجازت پر موقوف رہے گا۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير و شرحه مع الشامية“ : (الولي في النكاح) ... (العصبه بنفسه) وهو من يتصل بالميت ... (بلا توسط أنثى) ... (على ترتيب الإرث والحجب)
..... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته ، ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا بإجازته بعد التحول . (۳۸/۴ - ۱۴۴ ، كتاب النكاح ، دار الكتاب ديوبند)
ما في ”مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر“ : أي الأقرب لحصوله بولاية تامة نعم لو زوج الأبعد ، وقد حضر الأقرب توقف على إجازته ، ولذا لو تحول الولاية بعد النكاح إلى الأبعد لم يجز إلا بإجازته بعد التحول . (۱/ ۴۹۹ ، كتاب النكاح ، باب الأولياء والأكفاء ، بيروت)
(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۷۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”التنوير و شرحه مع الشامية“ : (وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح) لأنهما =

ولی سے جبراً نکاح کی اجازت

مسئلہ (۱۱۸): اگر کسی صغیر یا صغیرہ کا نکاح اس کے ولی سے جبراً اجازت لے کر کر دیا جائے، تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔^(۱)

= صریح (وما) عداہما کنایۃ ہو کل لفظ (وضع لتملیک عین) کاملۃ فلا یصح بالشركة (فی الحال) خرج الوصیۃ غیر المقيدة بالحال (کھبۃ وتملیک وصدقۃ) وعطیۃ .

(۶۷/۴)، کتاب النکاح، دار الکتاب دیوبند

ما فی ”البحر الرائق“ : قوله : إنما یصح بلفظ النکاح والتزویج وما وضع لتملیک العین فی الحال فینعقد النکاح بلفظ الهبة والعطیۃ والصدقۃ والملک والتملیک والجعل والبیع والشراء علی الأصح .

(۱۵۱/۳)، کتاب النکاح، الفتاویٰ الہندیۃ : ۲۷۰/۱، کتاب النکاح، الباب الثانی

(۳) ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : لولی الصغیر والصغیرۃ أن ینکحہما وإن لم یرضا بذلك .

(۲۸۵/۱)، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، الدر المختار مع الشامیۃ : ۲۷۷/۴،

کتاب النکاح، باب الولی

(۴) ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : لا یجوز نکاح أحد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من أب أو سلطان بغير إذنہا بکراً كانت أو ثیباً فإن فعل ذلك فالنکاح موقوف علی إجازتہا، فإن أجازتہ جاز، وإن ردتہ بطل . کذا فی السراج الوہاج .

(۲۸۷/۱)، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء

الحجۃ علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”بدائع الصنائع“ : فزوجہا أولیاءہم وهم مکروہون جاز النکاح لما ذکرنا .

(۱۲۳/۱۰)، کتاب الإکراہ، فصل فی حکم ما یقع علیہ الإکراہ

ما فی ”الفتاویٰ الولوالجیۃ“ : واعلم أن الإکراہ جدہ جد وهزلہ جد ینفذ إن فعلہ المکرہ علیہ مثل النکاح والطلاق والعتاق، لأن الفائت بالإکراہ الرضی، والرضی لیس بشرط لصحۃ هذه التصرفات . (۲۱۱/۵) (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۹/۱۱، کراچی) =

ولی اُبعد کے نکاح کرانے پر ولی اُقرب کا سکوت

مسئلہ (۱۱۹): اگر کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ولی اُبعد کرائے، اور ولی اُقرب اس پر خاموشی اختیار کرے، تو جب تک ولی اُقرب اجازت نہ دے، یا صراحۃً یا دلالتاً اس کی رضا مندی نہ پائی جائے، نکاح صحیح نہیں ہوگا، کیوں کہ باب ولایت میں سکوت (خاموشی) اجازت نہیں ہے۔^(۱)

ما فی ”البحر الرائق“ : وفي المبسوط : وكل تصرف يصح مع الهزل كالطلاق والعتاق والنكاح يصح مع الإكراه . (۱۳۶/۸ ، رد المحتار: ۳/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة ؟ الفتاوى الهندية : ۴۵/۵ ، كتاب الإكراه ، الباب الثاني) الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”رد المحتار“ : فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (توقف على إجازته) تقدم أن البالغة لو زوجت نفسها غير كفء ، فللولي الاعتراض ما لم يرض صريحاً أو دلالة كقبض المهر ونحوه ، فلم يجعلوا سكوتة إجازة ، والظاهر أن سكوتة هنا كذلك فلا يكون سكوتة إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد ما لم يرض صريحاً أو دلالة . تأمل .

(۲/۴۳۴ ، كتاب النكاح ، مطلب : لا يصح تولية الصغير شيخاً على خيرات ، ديوبند ، الدر المنتقى مع مجمع الأنهر : ۱/۴۹۹)

ما فی ”الفتاوى الهندية“ : ولو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف على إجازة الأقرب ، ثم غاب الأقرب وتحولت الولاية إلى الأبعد لا يجوز ذلك النكاح الذي باشره الأبعد إلا بإجازة منه .

(۱/۳۸۵ ، الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۷۰/۹ ، كذا في بدائع الصنائع: ۳/۳۸۰)
(امداد الاحکام: ۳/۲۸۷ ، زکریا دیوبند)

نکاح فاسد و باطل میں فرق

مسئلہ (۱۲۰): نکاح فاسد اسے کہتے ہیں جس کی صحت کی کوئی شرط مفقود ہو، جیسے بغیر گواہوں کے نکاح کرنا، یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کرنا، یا چوتھی کی عدت میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا وغیرہ، یہ سب نکاح فاسد ہیں۔ اور بعض نے یہ تعریف کی کہ جس نکاح کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے وہ نکاح فاسد اور جو بالاجماع حرام ہے وہ نکاح باطل ہے، پس منکوحہ غیر (دوسرے کی بیوی) یا معتدہ غیر (دوسرے کی عدت گزار رہی عورت) سے باوجود علم کے نکاح کرنا باطل ہوگا، کیوں کہ وہ زنائے محض ہے۔ الغرض! دونوں کے مابین فرق صرف وجوب عدت اور عدم وجوب عدت کے لحاظ سے ہے، نکاح فاسد میں عدت واجب ہے، اور نکاح باطل میں عدت واجب نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : (ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (في نكاح فاسد) قوله : (كشهود) ومثله تزوج الأختين معاً ، ونكاح الأخت في عدة الأخت نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة لأنه نكاح باطل . اهـ نعم في ” البرازية “ حكاية قولين في أن نكاح المحارم باطل أو فاسد ، والظاهر أن المراد بالبطل ما وجوده كعدمه وذكر في ” البحر “ هناك عن ” المجتبي “ أن كل نكاح اختلف العلماء في جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخل فيه موجب للعدة . أما نكاح منكوحه الغير ومعتدته فالدخل فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ، لأنه لم يقل أحد بجوازه =

صیغہ حال سے نکاح

مسئلہ (۱۲۱): اگر دولہا بوقتِ نکاح ”میں نے قبول کیا“ کہنے کے بجائے، ”مجھے قبول ہے“ کہے، یعنی صیغہ حال استعمال کرے، تب بھی نکاح درست ہو جائے گا۔^(۱)

”قَبِلْتُ“ کے بجائے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ کہنا

مسئلہ (۱۲۲): اگر دولہا بوقتِ عقدِ نکاح بجائے ”قَبِلْتُ وَنَكَحْتُ“ کے صرف ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ کہے، تو اس سے بھی نکاح منعقد ہوگا، جب کہ نکاح کرنے کا ارادہ ہو، مگر بہتر یہ ہے کہ قبول کے لیے صریح الفاظ مثلاً: ”قَبِلْتُ ، نَكَحْتُ ، تَزَوَّجْتُ“ وغیرہ استعمال کرے۔^(۲)

= فلم یعتقد أصلاً . قال : فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة ، والحاصل أنه لا فرق بينهما فى غير العدة . (۲۰۲/۳ ، ۲۰۳ ، النکاح ، مطلب فى النکاح الفاسد ، دیوبند ، بدائع الصنائع : ۶۱۵/۳ ، فصل فى النکاح الفاسد) (فتاویٰ محمودیہ : ۱۱/۲۹-۳۱ ، کراچی ، احسن الفتاویٰ : ۶۰/۵-۶۳)
والحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى ” الفتاوى الهندية “ : یعتقد بالإيجاب والقبول وضعاً للمضى أو وضع أحدهما للمضى والآخر بغيره مستقبلاً كان كالأمر أو حالاً كالمضارع . (۲۷۰/۱ ، الباب الثانى)
ما فى ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (ویعتقد بإيجاب وقبول وضعاً للمضى) ویعتقد أيضاً (بما) أى بلفظین (وضع أحدهما له) للمضى (والآخر للاستقبال) أو للحال . (۶۰/۳ ، البحر الرائق : ۱۳۷/۳ ، کتاب النکاح ، فتح القدير : ۱۹۱/۳) (امداد الاحکام : ۳۳۰/۳ ، قاموس الفقہ : ۲۲۶/۵)
الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فى ” الفتاوى الهندية “ : امرأة قالت لرجل : زوجت نفسي منك ، فقال الرجل : =

نکاح میں گواہ

مسئلہ (۱۲۳): نکاح میں گواہوں کا ہونا شرط ہے، بغیر گواہوں کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔^(۱)

سنی کے نکاح میں شیعہ گواہ

مسئلہ (۱۲۴): سنی کے نکاح میں شیعہ گواہ نہیں بن سکتا۔^(۲)

= ”بخداوند کاری پذیر فتم“ یصح النکاح ، ولو لم یقل الرجل ذلک لکنہ قال لها : شہابش ! إن لم یقل بطریق الطنز یصح النکاح . (۲۷۲/۱ ، کتاب النکاح ، الباب الثانی فیما ینعقد ، خلاصۃ الفتاوی : ۳/۲ ، کتاب النکاح) (حسن الفتاوی : ۵/۳۶، ۳۷) والحقۃ علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” البحر الرائق “ : قوله : (عند حرین أو حر وحرین عاقلین بالغین مسلمین ...) متعلق بـ ” ینعقد “ بیان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم یصح بغير شهود لحديث الترمذی : ” البغایا اللاتی ینکحن أنفسهن من غیر بینة “ . ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعاً : ” لا نکاح إلا بشهود “ . فكان شرطاً . (۱۵۵/۳ ، کتاب النکاح ، بیروت) ما فی ” منهاج المسلم لأبی بکر الجزائري “ : المراد بالشاہدین : أن یحضر العقد اثنان فأكثر من الرجال العدول المسلمین لقوله تعالى : ﴿ وَأَشْهَدُوا ذَوَىٰ عَدْلٍ مِنْكُمْ ﴾ [الطلاق ۲: ۲] . وقول الرسول ﷺ : ” لا نکاح إلا بولي وشاهدي عدل “ . (ص ۳۳۹ ، الباب الخامس فی المعاملات ، الفصل السادس فی النکاح والطلاق الخ ، رد المحتار : ۴/۷۴ ، کتاب النکاح) (جامع الترمذی : ۱/۲۱۰ ، کتاب النکاح ، باب ما جاء فی لا نکاح إلا ببینة) (فتاویٰ حقانیہ : ۴/۲۹۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی ” الفتاویٰ الہندیة “ : الرافضی إذا کان یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ فهو کافر ویجب إکفار الروافض فی قولہم برجعة الأموات إلى الدنیا وبتناسخ =

چہرہ دکھائی کی رقم

مسئلہ (۱۲۵): ہمارے عرف و رواج میں چہرہ دکھائی کے وقت لڑکی کو جو رقم

دی جاتی ہے، وہ ہدیہ ہوتی ہے، لہذا اس کا لینا اور دینا دونوں شرعاً جائز ہیں۔^(۱)

= الأرواح و بانتقال روح الإله إلى الأئمة و بقولهم في خروج إمام باطن و بتعطيلهم الأمر و النهي إلى أن يخرج الإمام الباطن و بقولهم أن جبريل عليه السلام غلط في الوحي إلى محمد ﷺ دون علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه ، و هؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام و أحكامهم أحكام المرتدين . كذا في الظهيرية .

(۲/۲۶۳، مطلب موجبات الكفر أنواع ، منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام)
ما في ” البحر الرائق “ : و شرط في الشهود أربعة ؛ الحرية والعقل ، والبلوغ والإسلام ، فلا ينقد بحضرة العبيد والمجانين والصبيان والكفار في نكاح المسلمين لأنه لا ولاية لهؤلاء .
(۳/۱۵۸، كتاب النكاح ، دار الكتب العلمية بيروت)
ما في ” منهاج المسلم لأبي بكر الجزائري “ : أن يكونا عدلين ، والعدالة تتحقق باجتناب الكبائر وترك غالب الصغائر فالفاسق بالزنا أو شرب خمر أو بأكل ربا لا تصح شهادته لقوله تعالى : ﴿عَدْلٌ مِنْكُمْ﴾ وقول الرسول ﷺ : ” وشاهدي عدل “ .

(ص/۳۴۰، المكتبة دار الغد الجديد)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الأصل أن يكون الشاهد مسلماً فلا تقبل شهادة الكفار سواء أكانت الشهادة على مسلم أم على غير مسلم ، لقوله تعالى : ﴿وَأَشْهَدُوا ذُوَى عَدْلِ مِنْكُمْ﴾ .
والكافر ليس بعدل ولس منا ، ولأنه أفسق الفساق ويكذب على الله تعالى فلا يؤمن منه الكذب على خلقه . (۲۶/۲۲۲) (كفايت المفتي: ۵/۱۴۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مجمع الزوائد “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ :

” تهادوا تحابوا “ . (۴/۱۸۵، كتاب البيوع ، باب الهدية)

ما في ” مجمع الزوائد “ : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” من سألکم =

نکاح میں لڑکی کے نام میں غلطی

مسئلہ (۱۲۶): ایک شخص کی دو کنواری لڑکیاں تھیں؛ مثلاً زائدہ اور خالدہ، اس نے زائدہ کے نکاح میں بھول کر خالدہ کا نام لے لیا، اور شوہر نے اسے قبول بھی کر لیا، تو یہ نکاح خالدہ کے ساتھ ہی صحیح ہوگا، زائدہ کے ساتھ نہیں، البتہ اگر زائدہ مجلس نکاح میں موجود ہو، اور باپ اُس کی طرف اشارہ کر کے کہے: میں نے اپنی اس بیٹی خالدہ کا نکاح تجھ سے کر دیا (حالانکہ وہ زائدہ ہے)، تو اس صورت میں زائدہ کے ساتھ نکاح صحیح ہوگا، خالدہ کے ساتھ نہیں، کیوں کہ حسی اشارہ کے ساتھ تعریف، نام لے کر تعریف سے زیادہ قوی ہے۔^(۱)

=بالله فأعطوه، ومن استعاذكم بالله فأعذوه، ومن دعاكم فأجيبوه، ومن أهدى إليكم كراعاً فأقبلوه“ . (۱۸۴/۴، كتاب البيوع، باب الهدية)
ما في ” عقود رسم المفتي“ : الثابت بالعرف كالنص (وفي) تصحيح العلامة قاسم : فإن قلت : قد يحكمون أقوالاً من غير ترجيح ، وقد يختلفون في التصحيح ، قلت : يعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغيرات ” العرف“ وأحوال الناس وما هو الأرفق بالناس ، وما ظهر عليه التعامل . (ص/ ۱۸۱، الفتوى في الوقائع لا بد له من ضرب اجتهاد ومعرفة أحوال الخ)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد“ : النكاح (ينعقد) ملتسباً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول من الآخر) . (۵۹/۴، ۶۰، كتاب النكاح)
ما في ” الدر المختار مع الشامية“ : وكذا لو غلط في اسم ابنته إلا إذا كانت حاضرة وأشار إليها فيصح ؛ ولو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط فسمها باسم الصغرى صح للصغرى . خانية . در مختار . وفي الشامية : قوله : (إلا إذا كانت حاضرة الخ) راجع إلى المسألتين : أي فإنها لو كانت مشاراً إليها وغلط في اسم أبيها أو اسمها لا يضر ، لأن تعريف الإشارة =

منکوحہ کے نام میں شوہر کو اشتباہ ہو گیا

مسئلہ (۱۲۷): ایک شخص کا نکاح پڑھایا جا رہا تھا، نکاح کا وکیل کچھ ناک میں بولا کرتا تھا، جب اس نے منکوحہ کا نام لیا تو صاف سمجھ میں نہ آیا، دولہا اشتباہ میں پڑ گیا کہ دو تین بہنوں میں سے اس وکیل نے کس کا نام لیا ہے، لیکن یہ سوچ کر کہ یہ شخص جس کا وکیل بن کر آیا مجھے وہی لڑکی قبول ہے، اس لیے نام کی لفظی تصحیح کیے بغیر ہی قبول کر لیا، تو ایسی صورت میں اگر شوہر کو پہلے سے ہی علم تھا کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے ہوگا، مگر عقد نکاح کے وقت وکیل کے ناک سے بولنے کی وجہ سے اسے منکوحہ کا نام صاف سمجھ میں نہ آیا، اور اس کو اشتباہ ہوا، البتہ گواہوں کو نام میں اشتباہ نہیں ہوا، اور نہ نکاح کے وکیل کو، تو نکاح درست ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں جہالت نہیں ہے۔^(۱)

= الحسية أقوى من التسمية ، لما في التسمية من الاشتراك لعارض فتلغو التسمية عندها .
 اهـ ... قوله : (ولو له بنتان الخ) أي بأن كان اسم الكبرى مثلاً عائشة والصغرى فاطمة ، فقال : زوجتك بنتي الكبرى فاطمة وقيل صح العقد عليها وإن كانت عائشة هي المرادة ، وهذا إذا لم يصفها بالكبرى . (۷۹/۴) ، كتاب النكاح ، مطلب في عطف الخاص على العام ، ديوبند ، ۹۷/۴ ، بيروت ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۳۲۴/۱ ، كتاب النكاح ، الفصل الأول في الألفاظ التي ينعقد بها النكاح (فتاوى محمودية : ۳۹/۱۱ ، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : قلت : وظاهره أنها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عند الشهود أيضاً يصح العقد ، وهي واقعة الفتوى ، لأن المقصود نفى الجهالة ، وذلك حاصل بتعيينها عند العاقدین والشهود وإن لم يصرح باسمها . اهـ .

عاقلة بالغہ لڑکی کا بادلِ نحواستہ ایجاب و قبول

مسئلہ (۱۲۸): اگر عاقلة بالغہ لڑکی بادلِ نحواستہ ایجاب و قبول کرے، تو شرعاً

اس کا نکاح منعقد ہو جائے گا۔^(۱)

=... ثم قال في البحر: وإن كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد لها و كيلها ، فإن كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها ، وإن لم يعرفوها لا بد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها ، وجوز الخصاص النكاح مطلقاً ، حتى لو وكلته فقال بحضرتها : زوجت نفسي من مؤكلتی أو من امرأة جعلت أمرها بيدي فإنه يصح عنده .

(۲۶/۴ - ۷۴ ، کتاب النکاح ، مطلب الخصاف کبیر فی العلم ، دیوبند)
ما في ”البحر الرائق“ : ولم يشترط المصنف الفهم قال في التجنيس : ولو عقدا عقد النكاح بلفظ لا يفهمان كونه نكاحاً هل ينعقد ؟ اختلف المشايخ فيه ، قال بعضهم ينعقد لأن النكاح لا يشترط فيه القصد ، يعني بدليل صحته مع الهزل وظاهره ترجيحه ولم يشترط أيضاً تمييز الرجل من المرأة وقت العقد للاختلاف لما في النوازل في صغيرين قال أبو أحمدهما زوجت بنتي هذه من ابنك هذا وقبل ثم ظهر الجارية غلاماً والغلام جارية جاز ذلك . (۳/۵۰ ، فتاوى النوازل: ص/۱۶۲ ، الفتاوى الولوالجية : ۱/۳۱۸) (امداد الاحكام: ۳/۲۳۰، ۲۳۱)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشکوٰۃ المصابیح“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ قال : ”ثلاث جدهن جد وهزلهن جد : النكاح والطلاق والرجعة“ . رواه الترمذي وأبو داود .
(۲/۲۸۴ ، باب الخلع والطلاق)

ما في ”رد المحتار“ : قوله : (ليتحقق رضاها) أى ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا ، إذ حقيقة الرضا غير مشروطة في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل وأما ما ذكر من أن نكاح المكره صحيح إن كان هو الرجل ، وإن كان هو المرأة فهو فاسد فلم أر من ذكره وإن أوهم كلام القهستاني السابق ذلك ، بل عبارتهم مطلقة في أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ، ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة فمن =

عاقلة، بالغہ کا نکاح اس کی رضا مندی کے بغیر

مسئلہ (۱۲۹): عاقلة، بالغہ کا نکاح اس کی رضا مندی کے بغیر کر دینا صحیح نہیں

ہے، صحت نکاح کے لیے اس کی رضا مندی ضروری ہے۔^(۱)

= ادعى التخصيص فعليه اثباته بالنقل الصريح .

(۸۶/۴، ۸۷، کتاب النکاح، قبیل مطلب الخصاف کبیر)

ما في ” الفقه الإسلامی وأدلته “ : وقال الحنفية : حقيقة الرضا ليس شرطاً لصحة النكاح ، فيصح الزواج ومثله الطلاق مع الإكراه والهزل ، لأن المستكره قاصد عقد الزواج ، لكنه غير راض بالحكم الذى يترتب عليه ، فهو مثل الهازل ، والهزل لا يمنع صحة الزواج ، لقول النبي ﷺ : ” ثلاث جدهن جد ، وهزلهن جد : النكاح ، والطلاق ، والرجعة “ . لكن هذا القياس يصادم الثابت فى السنة . (۶۵۶۷/۹ ، کتاب النکاح ، الشرط الرابع)

ما في ” رد المحتار “ : (صح نكاحه وطلاقه وعتقه) لو بالقول لا بالفعل والأصل عندنا أن كل ما يصح مع الهزل يصح مع الإكراه ، لأن ما يصح مع الهزل لا يحتمل الفسخ ، وكل ما لا يحتمل الفسخ لا يؤثر فيه الإكراه والمذكور منها في عامة الكتب عشرة نظمها ابن الهمام بقوله : ۷

يصح مع الإكراه عتق ورجعة	نكاح وإيلاء طلاق مفارق
وفى ظهار واليمين ونذره	وعفو لقتل شاب منه مفارق

(۹/۱۶۴-۱۶۶ ، کتاب الإكراه ، دار الكتاب ديوبند)

(فتاوى دارالعلوم: ۸۸/۸-۹۲، فتاوى تھانیہ: ۲۹۹/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : وإذا كان الرضا فى نكاح البالغة شرط الجواز فإذا زوجت بغير إذنها توقف التزويج على رضاها ، فإن رضيت جاز ، وإن ردت بطل .

(۳/۳۵۹ ، کتاب النکاح ، فصل الذى يرجع إلى المولى عليه ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو =

نکاح کے وقت لڑکی راضی نہیں

مسئلہ (۱۳۰): اگر کوئی عاقلہ بالغہ لڑکی بوقت نکاح عدم رضا مندی کو ظاہر کر دے، تو شرعاً اس کا نکاح درست نہیں ہوگا، کیوں کہ اس کا یہ انکار معتبر ہے۔^(۱)

= سلطان بغير إذنہا بکراً كانت أو ثیباً، فإن فعل ذلك فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز وإن رذته بطل. كذا في السراج الوهاج.

(۲۸۷/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولياء)

ما في ”رد المحتار“: (ولا تجبر البالغة البكر علی النکاح) لإنقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة. در مختار. وفي الشامية: قوله: (وهو السنة) بأن يقول لها قبل النکاح: فلان يخطبك أو يذکرک فسکت، وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها. بحر عن المحيط. (۱۱۸/۴، ۱۱۹، کتاب النکاح، باب الولي، دار الكتاب دیوبند) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۳۲، ۶۵۵، کراچی)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في ”الفتاویٰ الهندية“: لا يجوز نکاح أحد علی بالغه صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنہا بکراً أو كانت أو ثیباً فإن فعل ذلك فالنکاح موقوف علی إجازتها فإن أجازته جاز وإن رذته بطل. كذا في السراج الوهاج بالغه زوجها أبوها فبلغها الخبر فقالت: لا أريد، أو قالت: لا أريد فلاناً، فالمختار أنه يكون رداً في الوجهين.

(۲۸۷/۱، کتاب النکاح، باب الأولياء)

ما في ”فتاویٰ قاضي خان علی هامش الهندية“: استأمرها فقالت: لا أرضى أو لا أريده فتزوجت وسکت صح النکاح، وإن قالت: كنت قلت لا أريد لا يصح، وإن بلغها خبر النکاح فقالت: لا أرضى ثم قالت: رضيت لا يصح لأن المنسوخ لا تلحقه الإجازة.

(۱۲۵/۳، کتاب النکاح، التاسع)

کفایت یعنی برابری کا اعتبار

مسئلہ (۱۳۱): کفایت یعنی برابری کا اعتبار مرد کی جانب میں ہوتا ہے، عورت کی جانب میں نہیں، کیوں کہ شریف عورت اپنے سے کم تر کا فراش ہونے کو ناپسند کرتی ہے، برخلاف مرد کے؛ کہ اس کو اپنے سے کم تر عورت کو فراش بنانے میں ناگواری نہیں گذرتی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما بيان من تعتبر له الكفاءة ، فالكفاءة تعتبر للنساء لا للرجال ، على معنى أنه تعتبر الكفاءة في جانب الرجال للنساء ، ولا تعتبر في جانب النساء للرجال ؛ لأن النصوص وردت بالاعتبار في جانب الرجال خاصة . وكذا المعنى الذي شرعت له الكفاءة يوجب اختصاص اعتبارها بجانبهم ؛ لأن المرأة هي التي تستكشف لا الرجل ؛ لأنها هي المستفرشة ، فأما الزوج فهو المستفرش فلا تلحقه الأنفة من قبلها .

(۵۸۲/۳) ، كتاب النكاح ، فصل فيمن تعتبر له الكفاءة

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : من كافأه إذا ساواه والمراد هنا مساواة مخصوصة أو كون المرأة أدنى (الكفاءة معتبرة) في ابتداء النكاح للزومه أو لصحة (من جانبه) أي الرجل لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشاً للدنيء ، ولذا لا تعتبر من جانبها لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دناءة الفراش ، وهذا عند الكل في الصحيح .

(۱۳۸/۴) ، كتاب النكاح ، الباب الثاني باب الكفاءة ، البحر الرائق : ۲۲۵/۳ ، كتاب النكاح ، فصل في الكفاءة

(الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۹۰ ، كتاب النكاح ، الباب الخامس في الإكفاء)

عاقلہ بالغہ کا نکاح غیر کفو کے ساتھ زبردستی کر دینا

مسئلہ (۱۳۲): عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضا مندی کے بغیر کفو یا غیر کفو کے ساتھ زبردستی کر دینا درست نہیں ہے۔^(۱)

مغویہ کے ساتھ غیر کفو شخص کا نکاح

مسئلہ (۱۳۳): اگر غیر کفو شخص نے کسی لڑکی کو اغوا کر کے اس سے نکاح کر لیا، تو مفتی بہ قول کے مطابق نکاح صحیح نہیں ہوگا^(۲)، البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس نکاح سے رضا مند ہیں، یا اس کا کوئی ولی نہیں ہے، تو یہ نکاح صحیح و درست ہوگا۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : ولا تجبر البالغة البكر على النكاح ، لإنقطاع الولاية بالبلوغ .
(۱۸/۴) ، كتاب النكاح ، باب الولي
ما في ”الهداية“ : ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح خلافاً للشافعي .
(۳۱۴/۳) ، البحر الرائق : ۱۹۲/۳ ، باب الأولياء والأكفاء
(فتاویٰ محمودیہ: ۵۵۳/۱۱، کراچی، کتاب الفتاویٰ: ۳۶۷، ۳۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : ويفتي في غير الكفو (بعدم الجواز أصلاً) وهو المختار للفتوى لفساد الزمان . (در مختار) . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده ، وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً . (۱۱۶/۴) ، كتاب النكاح ، باب الولي
ما في ”الفتاوى الهندية“ : وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن النكاح لا ينعقد ، وبه أخذ كثير من مشايخنا رحمهم الله تعالى . كذا في المحيط . والمختار في زماننا =

دوپٹہ اڑھانے سے نکاح نہیں ہوتا

مسئلہ (۱۳۴): آج کل یہ رواج ہے کہ جب لڑکی پسند آ جاتی ہے، تو لڑکے والے اس کے سر پر دوپٹہ اڑھا دیتے ہیں (جس کو ”ہری پیل“ یا ”رسم“ کہتے ہیں)، اور یہ سمجھتے ہیں کہ نکاح ہو گیا، جب کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ محض دوپٹہ اڑھانے سے نکاح نہیں ہوتا، بلکہ نکاح کے لیے ایجاب و قبول کا ہونا ضروری ہے، اور دو گواہوں کا ہونا شرط ہے۔^(۱)

= للفتاویٰ روائیة الحسن .

(۲۹۲/۱)، کتاب النکاح، باب الاکفاء، البحر الرائق: ۱۹۴/۳، باب الأولیاء والأکفاء (۳) ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : وإذا زوجت نفسها من غیر کفو ورضی بہ أحد الأولیاء، لم یکن لهذا الولی ولا لمن مثله أو دونہ حق الفسخ . (۲۹۳/۱)، الباب الخامس باب الأولیاء والأکفاء، البحر الرائق: ۱۹۴/۳، باب الأولیاء والأکفاء

ما فی ”رد المحتار“ : وأما إذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً .

(۱۱۶/۴)، باب الولی، الفتاویٰ الہندیۃ: ۱۹۲/۱، الباب الخامس فی الاکفاء، البحر الرائق: ۱۹۴/۳، باب الأولیاء والأکفاء، بیروت (فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۶/۱۱، ۶۱۷، کراچی)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”التنویر مع الدر والرد“ : ویعتقد بإیجاب وقبول وضعاً للمضی وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما معاً . (۲۸/۴-۹۱، کتاب النکاح، بیروت) ما فی ”الہدایۃ“ : النکاح یعتقد بالإیجاب والقبول بلفظین یعبر بهما عن الماضي ولا یعتقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین .

(۳۰۵/۲، ۳۰۶، کتاب النکاح)

ما فی ”تبیین الحقائق“ : قال رحمہ اللہ تعالیٰ : (ویعتقد بإیجاب وقبول وضعاً للمضی أو أحدهما) أي یعتقد النکاح بالإیجاب والقبول بلفظین وضعاً للماضي، أو وضع أحدهما =

محرمات اور غیر محرمات

مسئلہ (۱۳۵): اُصول؛ یعنی ماں، نانی، دادی وغیرہ۔

فروع؛ یعنی بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ۔

اصل قریب کی فروع؛ یعنی بہن، بھانجی، وغیرہ۔

اصل بعید کی صلبی اولاد؛ یعنی خالہ، پھوپھی۔

رضاعی ماں اور اس کی اولاد۔ رضاعی بہن اور اس کی اولاد۔

رضاعی ماں کے اُصول؛ یعنی نانی، دادی وغیرہ۔

بیوی کی ماں، نانی، دادی۔

مدخولہ بیوی کی بیٹی، پوتی، نواسی۔

باپ دادا کی بیوی۔

مزنہ کی ماں، بیٹی وغیرہ یعنی اُصول و فروع۔

بیٹے، پوتے، نواسے کی بیوی۔

مشرکہ کافرہ۔

مذکورہ بالا عورتیں تو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں، اور کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو خاص محدود حالات میں حرام ہیں، وہ حالات نہ رہیں، تو ان کی حرمت بھی نہ رہے گی، جیسے؛

=للماضی والآخر للمستقبل ، لأن النکاح عقد فینعقد بهما کسائر العقود .

(۲/۴۳۸، کتاب النکاح)

ما فی ” خلاصۃ الفتاوی “ : وفيها الفاظ النکاح ، وفي الأجناس كل لفظة في الأمة تفيد ملك رقبتها ینعقد النکاح بتلك اللفظة ، وجملته أنه ینعقد النکاح بقوله : تزوجت وأنکحت وملکت . (۲/۲، کتاب النکاح ، الفصل الأول في جواز النکاح والإجازة)

بیوی کی خالہ، پھوپھی، بہن اس وقت تک حرام ہیں، جب تک بیوی نکاح میں ہے، اگر وہ مر جائے یا اس کو طلاق ہو جائے اور عدت گزر جائے، تو ان کی حرمت نہ رہے گی۔ اور اگر کسی کے نکاح میں چار بیویاں ہوں تو پانچویں سے نکاح درست نہیں، لیکن اگر کوئی ایک مر جائے یا اس کو طلاق ہو جائے اور اس کی عدت گزر جائے، تو پانچویں سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

ان کے علاوہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعُمَّاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ . إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا . وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ، وَأَحْلَلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳، ۲۴)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : أسباب التحريم أنواع ؛ قرابة ، مصاهرة ، رضاع ، جمع ، ملك ، شرك ، إدخال أمة على حرة . فهي سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب ، وبقي التطلاق ثلاثاً ، وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة ذكرهما في الرجعة ، حرم على المتزوج ذكراً كان أو أنثى نكاح أصله وفروعه علا أو نزل ، وبنت أخيه وأخته وبنتها ولو من زنى وعمته وخالته فهذه السبعة مذكورة في آية : ﴿ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ ﴾ . [النساء : ۲۳] . ويدخل عمه جده وجدته .

(۱۰۳/۹۹، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، بيروت، الفتاوى الهندية : ۲۷۳/۱)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۹۹، کراچی)

علاقائی اور اخائی بھائی بہن کا رشتہ

مسئلہ (۱۳۶): اگر کوئی عورت مرد بن جائے اور اس سے کوئی اولاد بھی ہو، اور مرد بننے کے بعد بھی کوئی اولاد پیدا ہوئی ہو، تو ان دونوں کے درمیان رشتہ ازدواج قائم نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ حرام ہے، اگرچہ اس کی پیدائش پر اس کی صفت جدا گانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں ہے، جس طرح عینی بھائی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح علاقائی اور اخائی بھائی بہن سے بھی حرام ہے، ہر ایک کی تولید کے وقت مولود منہ کی جو صفت تھی اسی کے اعتبار سے رشتہ بھی قائم کیا جائے گا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخوتكم ﴾ . (النساء : ۲۳)
ما في ” التفسير المنير “ : النوع الثالث : من المحرمات ، الأخوات ، ويدخل فيه الأخوات من الأب والأم معاً ، والأخوات من الأب فقط ، والأخوات من الأم فقط . (۲۵/۴)
ما في ” صفوة التفاسير “ : (وأخوتكم) أي شقيقة كانت أو لأب أو لأم .
(۲۴۶/۱) ، التفسير المنير : (۲۴۶/۲)
ما في ” صحيح البخاري “ : عن ابن عباس : ” حُرْمٌ من النسب سبع ، ومن الصَّهر سبع ، ثم قرأ : ﴿ حرمت عليكم أمهاتكم ﴾ الآية . [سورة النساء : ۲۳] الحديث “ .
(ص / ۹۴۱ ، كتاب النكاح ، باب ما يحل من النساء وما يحرم ، رقم الحديث : ۵۱۰۵)
ما في ” فتح القدير لابن الهمام “ : عن ابن عباس في آخر الحديث : ثم قرأ : حرمت عليكم أمهاتكم حتى بلغ ، وبنات الأخ وبنات الأخت ، ثم قال : هذا النسب .
(۱۹۳/۹) ، كتاب النكاح ، رقم الباب : ۲۴)
ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (عن ابن عباس قال : حرم) بتشديد الراء مجهول ، أي جعل حراماً (من النسب سبع) أي نسوة هن الأم والبنات والأخت والعمة والخالة وبنات الأخ وبنات =

سوتیلی ماں کے شوہر سابق کی لڑکی سے نکاح

مسئلہ (۱۳۷): سوتیلی ماں کے شوہر سابق کی لڑکی سے نکاح کرنے میں کوئی

قباحت نہیں ہے، نکاح جائز ہے۔^(۱)

=الأخت . (۳۱۱/۶ ، کتاب النکاح ، باب المحرمات ، رقم الحديث : ۳۱۸۱)
 ما في ” بدائع الصنائع “ : وتحرم عليه أخواته وعماته وخالاته بالنص ، وهو قوله عز وجل :
 ﴿وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَتُكُم وَخَالَاتُكُمْ﴾ سواء كنّ لأب وأم ، أو لأب أو لأم لإطلاق إسم الأخت .
 (۵۳۰/۲ ، کتاب النکاح ، المحرمات بالقرباة)
 ما في ” البحر الرائق “ : قوله : (وأخته وبناتها وبنات أخيه وعمته وخالته) للنص الصريح ،
 ودخل فيه الأخوات المتفرقات . (۱۶۴/۳ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)
 ما في ” تبیین الحقائق “ : قال رحمه الله : (وأخته وبناتها) لأن حرمتهم منصوص عليها في هذه
 الآية ، ويدخل في النص الأخوات المتفرقات . (۴۶۰/۲ ، كذا في مجمع الأنهر : ۴۷۶/۱ ،
 کتاب النکاح ، باب المحرمات) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۳۳۸، ۳۳۹، کراچی، جدید مسائل کامل: ص/۳۲۰)
 الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال . در مختار . وفي الشامية :
 قوله : (و أما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال) وكذا بنت ابنها . ” بحر “ . قال الخیر الرملي :
 ولا تحرم بنت زوج الأم ، ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها .
 (۸۴/۴ ، ۸۵ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)
 ما في ” البحر الرائق “ : قال الرملي : قالوا : لا يحرم على المرء زوجة من تبناه لأنه ليس بابن
 له ، ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه . (۱۶۴/۳ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)
 ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : ﴿ولا تنكحوا ما نكح آبؤكم من النساء إلا ما قد سلف انه
 كان فاحشة ومقتا وساء سبيلاً﴾ والمحرم بهذه الآية هو زوجة الأب فقط ، أما بنتها
 أو امها فلا تحرم على الابن ، فيجوز أن يتزوج الرجل امرأة ، ويتزوج ابنه بنتها أو امها .
 (۶۲۲/۹ ، الفصل الثالث المحرمات من النساء أو الانكحة المحرمة) (خیر الفتاویٰ: ۳۳۲/۳)

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح

مسئلہ (۱۳۸): سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ محرمات میں اس کا ذکر نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَّاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَّائِكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ . إِنْ اللَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا . وَالْمَحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ، وَأَحْلَلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ ۖ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳، ۲۴)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : وحرّم على المتزوج ذكراً كان أو انثى لنكاح (أصله وفروعه) علاً أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبناتها وعمته وخالته) وبنت زوجته الموطوءة وأم زوجته وإن لم توطأ وزوجة أصله وفرعه مطلقاً ولو بعيداً دخل بها أو لا . (۸۲/۴) ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، الهداية : ۳۰۷/۲ ، كتاب النكاح ، فصل في بيان المحرمات ، الفتاوى الهندية : ۲۷۳/۱ ، كتاب النكاح ، الباب الثالث في بيان المحرمات ، بدائع الصنائع : ۵۲۹/۲ ، كتاب النكاح ، محرمات بالقراءة محرمات بالمصاهرة (أمداد الأحكام : ۲۴۷/۳)

ساس کی سوتیلی ماں سے نکاح

مسئلہ (۱۳۹): ساس کی سوتیلی ماں محرمات میں داخل نہیں ہے ^(۱)، اس لیے اس

کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے، اپنی بیوی اور اس کی سوتیلی نانی (ساس کی سوتیلی ماں) کے درمیان ایسا رشتہ نہیں، جو موجب حرمت ہو، چنانچہ اگر سوتیلی نانی کو مرد فرض کیا جائے، تو اس کے اور اپنی بیوی کے درمیان کوئی رشتہ نہیں، البتہ اگر اپنی بیوی کو مرد فرض کیا جائے، تو سوتیلی نانی نانا کی مدخولہ ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی، مگر اس قسم کا یک طرفہ رشتہ، حرمت کو ثابت نہیں کرتا ہے۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا رَوَّاءَ ذَلِكُمْ ﴾ . (سورة النساء : ۲۴)

(۲) ما في ” بدائع الصنائع “ : ﴿ وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا رَوَّاءَ ذَلِكُمْ ﴾ . أى ما وراء ما حرمه الله تعالى ويجوز الجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل ، أو بين امرأة وزوجة كانت لأبيها ، وهما واحد ، لأنه لا رحم بينهما فلم يوجد الجمع بين ذواتي رحم .

(۳/۴۳۷ ، كتاب النكاح)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وكذا يجوز بين امرأة وبنت زوجها فإن المرأة لو فرضت ذكر حلت له تلك البنت بخلاف العكس . (۱/۲۷۷ ، القسم الرابع ، المحرمات بالجمع)

ما في ” مجمع الأنهر “ : بخلاف الجمع بين امرأة وبنت زوجها فإنه يجوز لأنه لو فرضت المرأة ذكراً جاز له أن يتزوج بنت الزوج لأنها بنت رجل أجنبي . (۱/۴۸۰ ، كتاب النكاح ،

باب المحرمات ، المبسوط للسرخسي : ۲۳۵/۴ ، قبيل باب النكاح الصغير والصغيرة)

(امداد الاحكام : ۳/۲۵۰)

سوتیلی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا

مسئلہ (۱۴۰): دو سوتیلی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا نص قطعی سے حرام ہے، اور آیت تینوں قسموں کی بہن (حقیقی، علاقائی اور اخیانی) کو شامل ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳)
ما في ” روح المعاني “ : والأخوات ينتظمن الأخوات من الجهات الثلاث وكذا الباقيات لأن الاسم يشمل الكل ويدخل في العمات والخالات أولاد الأجداد والجدات وإن علوا وكذا عممة جده وخالته وعممة جدته وخالاتها لأب وأم أو لأب أو لأم وذلك كله بالإجماع .

(۳۹۳/۳)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قوله تعالى : ﴿ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ﴾ . قال أبو بكر : قد اقتضى ذلك تحريم الجمع بين الاختين في سائر الوجوه لعموم اللفظ . (۱۶۳/۲)
ما في ” بدائع الصنائع “ : وإخواتكم وعماتكم وخالاتكم سواء كن لأب وأم أو لأب أو لأم لإطلاق اسم الاخت والعممة والخالة ويحرم عليه أبيه وخالته لأب وأم أو لأب أو لأم ، وعممة أمه وخالته لأب وأم أو لأب أو لأم بالإجماع . (۵۳۰/۲ ، البحر الرائق : ۱۶۳/۳)

(معارف القرآن شفیعی : ۳۶۱/۲ ، امداد الاحکام : ۳/۲۴۵ ، ۲۴۶)

سوکن کے لڑکے کا دوسری سوکن کی نواسی کی لڑکی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۱): ایک سوکن کے لڑکے کے لیے دوسری سوکن کی نواسی کی لڑکی (جو سوتیلی بہن کی نواسی ہوئی) سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

دادی یا نانی کا دودھ پینے والے لڑکے کا نکاح پھوپھی، چچا، خالہ و ماموں کی اولاد سے

مسئلہ (۱۴۲): اگر کسی لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا، تو وہ اپنی کسی پھوپھی کی لڑکی، کسی چچا کی لڑکی، اور جس نے اپنی نانی کا دودھ پیا، وہ اپنی کسی خالہ کی لڑکی اور کسی ماموں کی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا، کیوں کہ تمام پھوپھیاں، تمام چچا، تمام خالائیں اور تمام ماموں اس کے رضاعی بھائی بہن ہو گئے، اور رضاعی بھائی بہن کے بیٹوں اور بیٹیوں کا آپس میں نکاح حرام ہے، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو ولادت (نسب) سے حرام ہو جاتے ہیں، اور نسب میں بھائی بہن کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حَرَّمْتُ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَّاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳)
ما في ” التفسير المظهر “ : ﴿ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ ﴾ ، يعني فروع الأخ والأخت بناتهما وبنات أبنائهما وبنات بناتهما وإن سفلن سواء كان الأخ والأخت لأبوين أو لأحدهما .
(۲/ ۲۶۵، ۲۶۶، سورة النساء : ۲۳ ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۷۳، كتاب النكاح ، الباب الثالث في بيان المحرمات) =

رضاعی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۳): رضاعی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرنا شرعاً حرام ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حَرَّمْتُ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَّاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳)
ما في ” سنن أبي داود “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي ﷺ ، أن النبي ﷺ قال : ” يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة “ .

(۱ / ۲۸۰ ، كتاب النكاح ، باب ما يحرم من الرضاعة)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : أسباب التحريم أنواع : قرابة مصاهرة ، رضاع (حرم) على المتزوج نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبناتها) ولو من زنا وحرّم (الكل) مما مرّ تحريمه نسباً ومصاهرة (رضاعاً) إلا ما استثنى في بابه . (۴ / ۸۱ - ۸۵ ، فصل في المحرمات ، ديوبند) (كفايت المفتي : ۵ / ۱۶۸ ، كراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حَرَّمْتُ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَّاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳)
ما في ” سنن أبي داود “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي ﷺ ، أن النبي ﷺ قال : ” يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة “ . (۱ / ۲۸۰ ، كتاب النكاح ، باب ما يحرم من الرضاعة)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : أسباب التحريم أنواع : قرابة مصاهرة ، رضاع (حرم) على المتزوج نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبناتها) ولو من زنا وحرّم (الكل) مما مرّ تحريمه نسباً ومصاهرة (رضاعاً) إلا ما استثنى في بابه .

(۴ / ۸۱ - ۸۵ ، فصل في المحرمات ، ديوبند)

(كفايت المفتي : ۵ / ۱۶۹ ، كراچی)

مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ زانی کے لڑکے کا نکاح

مسئلہ (۱۴۴): مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ زانی کے لڑکے کا نکاح درست ہے، کیوں کہ زانی کے اصول و فروع کے لیے مزنیہ کے اصول و فروع حلال ہیں۔^(۱)

(۱) ما فی ”رد المحتار“ : وأما التحريم على آباء الزاني وأولاده فلا اعتبار الجزئية ، ولا جزئية بينها وبين العم والخال . اهـ
 قال في ”البحر“ : أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع : حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً ، وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً كما في الوطي الحلال ، ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها . اهـ .
 (۸۲/۴ - ۸۶ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، ديوبند ، البحر الرائق : ۱۷۹/۳ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، دار الكتب العلمية بيروت)
 ما فی ”كتاب الفقه على المذاهب الأربعة“ : وله أن يتزوج أختها ، وتحل أصولها وفروعها لأصول الزانلا وفروعه ، فيجوز لابنه أن يتزوج بنتها .
 (۶۵/۴ ، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة ، دار احیاء التراث العربی)
 (خیر الفتاوی: ۳/۳۹۳، ۳۹۴)

زنا کا نکاح پر اثر

مسئلہ (۱۴۵): اگر شادی شدہ مرد کسی عورت سے زنا کرے، یا شادی شدہ عورت کسی مرد کے ساتھ زنا میں مبتلا ہو، تو ان کے اس فعلِ زنا سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، نکاح علیٰ حالہ باقی رہے گا، ^(۱) البتہ زانی اور زانیہ دونوں گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے، جس پر انہیں توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة . در مختار . وفي الشامية : قوله : (لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة) ولا عليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا . اهـ . مجتبى . والفجور يعم الزنا وغيره ، وقد قال ﷺ لمن زوجته لا ترد يد لامس ، وقد قال : إني أحبها ” استمتع بها “ .

(۵۲۴/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، دیوبند)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : له امرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر لا يجب تطليقها . كذا في القنية .

(۳۷۲/۵ ، کتاب الکراهية ، الباب الثلاثون في المتفرقات)

ما في ” رد المحتار “ : قال في ” البحر “ : لو تزوج بامرأة الغير عالمًا بذلك ودخل بها لا تجب العدة عليها حتى لا يحرم على الزوج وطؤها . وبه يفتى . لأنه زنى ، والمزنى بها لا تحرم على زوجها . (۱۰۹/۴ ، کتاب النکاح ، مطلب فيما لو زوج المولى أمته ، دیوبند)

(فتاویٰ محمودیہ : ۱۰/۵۴۷، ۵۴۸-۵۵۰، ۵۵۱، کراچی، خیر الفتاویٰ : ۴/۲۹۹، ۳۰۰)

سنی اور شیعہ کا نکاح

مسئلہ (۱۴۶): وہ شیعہ مرد یا عورت، جن کا عقیدہ یہ ہو کہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حُلُولُ^(۱) ہوا تھا، یا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزماں مان کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی کا اعتقاد رکھتے ہوں، یا قرآن شریف کو مُحَرَّفَ ماننے ہوں، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، یا شیخین (حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو کافر گردانتے ہوں، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب و شتم (گالی/بدزبانی) کو حلال سمجھتے ہوں، تو وہ کافر ہیں۔ اُن سے سنی مرد و عورت کا نکاح درست نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فيروز اللغات “ : ایک چیز کا دوسری چیز میں اس طرح داخل ہونا کہ دونوں میں تمیز نہ ہو سکے۔ (ص/۵۷۵)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : الرافضي إذا كان سب الشيخين وبلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وإن كان بفضل عليا كرم الله وجهه على أبي بكر رضي الله تعالى عنه لا يكون كافراً إلا أنه مبتدع ، ولو قذف عائشة رضي الله تعالى عنها بالزنا كفر بالله من أنكر إمامة أبي بكر الصديق فهو كافر . (۲/۲۶۴، مطلب موجبات الكفر أنواع منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام)

ما في ” بدائع الصنائع “ : ومنها : أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً ، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة لقوله تعالى : ﴿ولا تنكحوا المشركت حتى يؤمن﴾ .

(۳/۴۵۸، كتاب النكاح ، فصل في نكاح المشركة)

ما في ” بدائع الصنائع “ : ومنها : اسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة ، فلا يجوز =

قادیانی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۷): اگر کسی سنی لڑکی کا نکاح کسی قادیانی لڑکے سے ہوا، تو یہ نکاح نکاح فاسد ہے، اور نکاح فاسد میں اس وقت تک مہر مثل لازم نہیں ہوتا جب تک کہ دخول نہ ہو، اور اس صورت میں مہر مثل کا وجوب وطی (جماع) کے سبب ہے، نہ کہ عقد کے سبب۔^(۱)

= إنکاح المؤمنة الکافر، لقوله تعالى : ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ تُؤْمِنَ﴾ . ولأن في النکاح المؤمنة الکافر خوف وقوع المؤمنة في الکفر ، لأن الزوج يدعوها إلى دينه ، والنساء في العادات يتعبن الرجال فيما يؤثروا من الأفعال ، ويقلدونهم في الدين .

(۳/۲۶۵ ، فصل في عدم نکاح الکافر المسلمة ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۱۸۷، ۱۸۸، فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۵۷-۲۵۸، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (يجب مهر المثل في نکاح فاسد بالوطء) في القبل (لا بغيره) كالخلوة لحرمة وطئها ولم يزد مهر المثل على المسمى .

(۴/۲۰۲ ، کتاب النکاح ، مطلب في النکاح الفاسد)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : فساد النکاح صرح الحنفية والشافعية بأنه لا تصح التسمية في النکاح الفاسد حتى لا يلزم المسمى لأن ذلك ليس بنکاح ، إلا أنه إذا وجد الدخول يجب مهر المثل لكن بالوطء لا بالعقد .

(۳۹/۱۸۸ ، البحر الرائق: ۳/۲۹۴ ، کتاب النکاح ، باب المهر)

(کفايت المفتی: ۵/۱۹۳، کراچی)

کافرہ عورت کو جبراً مسلمان بنا کر اس سے نکاح

مسئلہ (۱۴۸): کسی بھی غیر مسلم کافرہ، مشرکہ، عیسائیہ، یہودیہ عورت کو اسلام لانے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے^(۱)، البتہ اگر وہ مجبور ہو کر اسلام قبول کر لے، تو اس کا اسلام معتبر ہوگا^(۲)، اور اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہوگا^(۳)، لیکن اگر نکاح کے بعد قاضی کے سامنے یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ نکاح ناحق اکراہ کے ذریعہ کیا گیا ہے، تو قاضی اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے، اس لیے کہ ناحق اکراہ ظلم ہے^(۴)، اور رفع ظلم قاضی کے فرائض میں داخل ہے۔^(۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ﴾ . (سورة البقرة : ۲۵۶)

(۲) ما في ” فتاوی قاضی خان “ : وإذا اجبر الكافر على الإسلام فأسلم صح إسلامه .

(۳) ۴۱۶/۳ ، کتاب الإكراه

(۴) ما في ” رد المحتار “ : وأما ما ذكر من أن نكاح المكروه صحيح إن كان هو الرجل ، وإن كان المرأة فهو فاسد ، فلم أر من ذكره وإن أوهم كلام القهستاني السابق ذلك بل عبارتهم مطلقة في أن نكاح المكروه صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ولفظ المكروه شامل للرجل والمرأة ، فمن ادعى التخصيص فعليه إثباته بالنقل الصريح . (۴/۸۷ ، کتاب النكاح)

ما في ” فتاوی قاضی خان “ : إذا اكراه على النكاح فتزوج صح نكاحه عندنا .

(۵) ۴۱۶/۳ ، کتاب الإكراه

(۶) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الإكراه بغير حق هو الإكراه ظلمًا ، أو الإكراه المحرم ، لتحريم وسيلته ، أو لتحريم المطلوب به . (۱۰۴/۶ ، کتاب الإكراه)

(۷) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : وهذا لأن في القضاء بالحق إظهار العدل وبالعدل

قامت السموات والأرض ورفع الظلم وهو ما يدعو إليه عقل كل عاقل وإنصاف المظلوم =

بیوی کی لڑکی سے شوہر کے بھائی کا نکاح

مسئلہ (۱۳۹): کسی خاتون کا نکاح ثانی کسی شخص سے ہو، اور اس کی شوہر سابق سے پیدا شدہ بیٹی کا نکاح اس شخص کے بھائی سے ہو، تو شرعاً یہ درست ہے۔^(۱)

دو بہنوں کی شادی دو بھائیوں سے

مسئلہ (۱۵۰): دو بہنوں کی شادی ایک گھر میں دو بھائیوں سے ہونے پر بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک بہن ضرور مرجائیگی، یا ایک بھائی ضرور مرجائے گا، گھر آباد نہیں ہو سکے گا، گھر میں بیماریوں کا سلسلہ چلتا رہے گا، کمائی سے برکت اٹھ جائیگی، اور گھر میں ہمیشہ جھگڑا چلتا رہے گا وغیرہ، یہ سب باتیں شرعاً بے بنیاد، بے اصل اور غلط ہیں، لہذا اس طرح کے اعتقاد سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے^(۲)، کیوں کہ نفع و نقصان

=من الظالم واتصال الحق إلى المستحق وأمر بالمعروف ونهي عن المنكر ولأجله بعث الأنبياء والرسل صلوات الله عليهم وبه اشتغل الخلفاء الراشدون رضوان الله تعالى عليهم .
(۱۶/۲۷، کتاب أدب القاضي، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعُمَّتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ ﴾ الخ . ﴿ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳، ۲۴)
ما في ” رد المحتار “ : قال الخیر الرملي : ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها . (۳/۱۰۵، کتاب النکاح، فصل في المحرمات)
ما في ” فتح القدير لابن الهمام “ : فلذا جاز التزويج بأم زوجة الإبن وبنتها ، و جاز للإبن التزوج بأم زوجة الأب وبنتها . (۳/۱۹۹، کتاب النکاح، في بيان المحرمات، دار الكتب العلمية بيروت، الفتاوى الهندية : ۱/۲۷۷) (فتاوى محمودیہ: ۱۱/۲۸۰، کراچی)=

پہنچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے^(۱)، نیز موت کا ایک وقت مقرر ہے، خواہ ایک گھر میں شادی ہو، یا علیحدہ علیحدہ گھروں میں، یا بالکل شادی ہی نہ ہو، موت اپنے وقت پر آئے گی، نہ مؤخر ہوگی نہ مقدم^(۲)، البتہ دو بہنوں کا دو بھائیوں کے ساتھ نکاح کرنا حالات و مصالح کے اعتبار سے نامناسب ہو، تو وہ دوسری بات ہے، لیکن مذکورہ خوف، غلط اور بے اصل ہے۔

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” سنن أبي داود “ : عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه ، عن رسول الله ﷺ قال : ” الطيرة شرك ، قاله ثلاثاً ، وما منا إلا ولكن الله يذهب بالتوكل “ .

(ص/ ۵۴۶ ، كتاب الكهانة والتطير ، الرقم : ۳۹۱۰ ، جامع الترمذي : الرقم : ۱۶۱۴ ،

مشكوة المصابيح : ص/ ۳۹۲ ، باب الفأل والطيرة ، الفصل الثاني)

ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا عدوى ولا هامة ولا طيرة ، وأحب الفأل الصالح “ . (۲ / ۲۳۱ ، الطيرة والفأل يكون فيه الشؤم)

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “ : قال العلامة النووي رحمه الله : وفي حديث آخر الطيرة شرك أي اعتقاد انها تنفع أو تضر إذا عملوا بمقتضاها معتقدين تأثيرها فهو شرك لأنهم جعلوا لها أثراً في الفعل والإيجاد . (۲ / ۲۳۱ ، الطيرة والفأل يكون فيه الشؤم)

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضْرَ فُلَا كَاشَفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَرِدْكَ بَخِيرٌ فَلَا رَآءَ لِفَضْلِهِ ﴾ . (سورة يونس : ۱۰۷)

ما في ” التفسير الكبير “ : قال ابن عباس : ﴿ إِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضْرَ فُلَا كَاشَفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ﴾ يعني بمرض وفقر فلا دافع له إلا هو فقوله : (وَإِنْ يَرِدْكَ بَخِيرٌ ...) يدل على أن المقصود هو الإنسان وسائر الخيرات مخلوقة لأجله ، فهذه الدقيقة لا تستفاد إلا من هذا التركيب . (۶ / ۳۱۰ ، لاهور)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴾ . (سورة يونس : ۴۹) (فتاوى محمودية : ۱ / ۲۳۵ ، کراچی) =

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح

مسئلہ (۱۵۱): زید و عمرو نے کسی دائی کا دودھ پیا، تو وہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی ہو گئے، مگر زید، عمرو کی حقیقی بہن (جس نے اس دائی کا دودھ نہ پیا ہو) سے نکاح کر سکتا ہے، کیوں کہ ان دونوں میں رشتہ رضاعت نہیں ہے، بشرطیکہ اور کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو۔^(۱)

ما فی ”التفسیر الکبیر“ : المسئلة الرابعة : قوله : ﴿إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ﴾ يدل على أن أحدا لا يموت إلا بانقضاء أجله . (۲۶۲/۲ ، سورة يونس : ۴۹)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”الهداية“ : ويجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع ، لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب . (۳۵۱/۲ ، كتاب الرضاع)
ما فی ”التنوير مع الدر والرد“ : (وتحل أخت أخيه رضاعاً) يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعاً أخت نسباً وبهما، وهو ظاهر . (۴۱۰/۴ ، كتاب النكاح ، باب الرضاع ، بيروت)
ما فی ”تبيين الحقائق“ : قال رحمه الله : وتحل أخت أخيه رضاعاً ونسباً مثاله في النسب أن يكون له أخ من أب له أخت من أمه جاز له أن يتزوج بها ومثاله في الرضاع ظاهر .

(۲۳۷/۲ ، كتاب الرضاع)

(کفایت المفتی: ۱۶۰/۵، کراچی)

چچا کا اپنے بھتیجے کی بیوہ سے یا بھتیجے کا اپنے چچا کی بیوہ سے نکاح
مسئلہ (۱۵۲): چچا اپنے بھتیجے کی بیوہ سے، یا بھتیجے اپنے چچا کی بیوہ سے
 عدت گزر جانے کے بعد نکاح کر سکتا ہے، کیوں کہ ان کا شمار محرمات میں نہیں
 ہے^(۱)، بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَّاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ
 وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُ النِّسَاءِ الَّذِينَ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ
 وَرَبَائِبُكُمُ الَّذِينَ فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّذِينَ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
 عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ . إِنَّ اللَّهَ
 كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا . وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ، وَأَحْلَ
 لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳، ۲۴)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : وحرم على المتزوج ذكرًا كان أو أنثى نكاح (أصله وفرعه)
 علا أو نزل (وبنت أخيه واخته وبنتها) ولو من زنا (وعمته وخالته) (وبنت زوجته
 الموطوءة وأم زوجته) وجداتها مطلقًا بمجرد العقد الصحيح مطلقًا (وإن لم توطأ) الزوجة
 (وزوجة أصله وفرعه مطلقًا) ولو بعيدًا (دخل بها أو لا) والكل رضاعًا إلا ما
 استثنى في بابہ . (۸۲/۴ ، فصل في المحرمات ، الهداية : ۳۰۷/۲ ، الفتاوى الهندية :
 ۲۷۳/۱ ، بدائع الصنائع : ۵۲۹/۲) (امداد الاحكام : ۲۳۲/۳-۲۳۴)

جیل میں بند شخص کی بیوی کا دوسرے شخص سے نکاح

مسئلہ (۱۵۳): کسی بھی عورت کا اس کے شوہر کے زندہ ہوتے ہوئے، (خواہ شوہر اول مقید ہو یا کہیں دور پردیس میں رہتا ہو) اس سے طلاق لیے اور عدت گزارے بغیر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا باطل ہے، اگر کسی عورت نے نکاح کر بھی لیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : أما نكاح منكوحه الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ، لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً .

(۲۰۳/۴) ، كتاب النكاح ، مطلب في النكاح الفاسد

ما في ”بدائع الصنائع“ : ومنها : أن لا تكون منكوحه الغير لقوله تعالى : ﴿والمحصنات من النساء﴾ . معطوفاً على قوله عز وجل : ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ . إلى قوله : ﴿والمحصنات من النساء﴾ . وهن ذوات الأزواج ، وسواء كان زوجها مسلماً أو كافراً إلا مسبية التي هي ذات زوج سببت وحدها ، لأن قوله تعالى : ﴿والمحصنات من النساء﴾ عام في جميع ذوات الأزواج ، ثم استثنى تعالى منها المملوكات بقوله تعالى : ﴿إلا ما ملكت أيما نكم﴾ . والمراد منها المسببات اللاتي سببن وهن ذوات الأزواج ، ليكون المستثنى من جنس المستثنى منه ، فيقتضي حرمة نكاح كل ذات زوج إلا التي سببت . (۴۵۱/۳)

ما في ”منهاج المسلم للجزائري“ : المحصنة : أي المتزوجة حتى تطلق أو تؤيم وتنقضي عدتها ، لقوله تعالى في سياق بيان المحرمات : ﴿والمحصنات من النساء﴾ . [النساء : ۲۴] .

(ص / ۳۵۱ ، المحرمات تحريماً مؤقتاً . الخ)

(اهداد الاحكام : ۳/۲۵۵-۲۵۷)

پچایا خالو کی نواسی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۴): پچایا خالو کی نواسی سے نکاح کرنا جائز ہے، اس لیے کہ جب پچا کی لڑکی اور خالو کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، تو ان کی نواسی سے نکاح بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : ﴿ حرمت عليكم ﴾ إلى قوله : ﴿ وأخوتكم وعمتكم وخطبتكم ﴾ . [سورة النساء : ۲۳] . وخص تعالى العمات والخالات بالتحريم دون أولادهن ولا خلاف في جواز نكاح بنت العممة وبنت الخالة . (۵۶/۲ ، باب ما يحرم من النساء) ما في ” بدائع الصنائع “ : ثم أخبر سبحانه وتعالى أنه أحل ما وراء ذلك بقوله : ﴿ أحل لكم ما وراء ذلكم ﴾ . (سورة النساء : ۲۴) . وبنات الأعمام والعمات والأخوال والخالات لم يذكرن في المحرمات ، فكن مما وراء ذلك ، فكن محلات .

(۴۱۱/۳ ، كتنا النكاح ، فصل في المحرمات بالقربة)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وأما بنات الأعمام والأخوال وبنات العمات والخالات وفروعهن فيجوز التزوج بهن لعدم ذكرن في المحرمات لقوله تعالى : ﴿ وأحل لكم ما وراء ذلكم ﴾ . ولقوله تعالى : ﴿ يأيها النبي إنا أحللنا لك أزواجك اللاتي آتيت أجورهن ﴾ . إلى قوله تعالى : ﴿ وبنات عمك وبنات عمك وبنات خلتك اللاتي هاجرن معك ﴾ ، وما أحله الله للرسول ﷺ يحل لأمته ما لم يقد دليل على أن الحل خاص بالرسول ﷺ ، ولا يوجد دليل على الخصوص فشمم الحكم المؤمنين جميعاً .

(۲۱۲/۳۶ ، محرمات النكاح)

(كفاية المفتي : ۴۱/۵ ، كراچی)

بیٹے کی سالی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۵): اپنے بیٹے کی سالی سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ یہ محرمات میں سے نہیں ہے۔^(۱)

بیوی کے انتقال کے فوراً بعد سالی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۶): اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے انتقال کے بعد فوراً سالی سے نکاح کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے، کیوں کہ سالی سے نکاح کی ممانعت جمع بین الاختین (دو بہنوں کو بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنے) کے ممنوع ہونے کی وجہ سے تھی، اور اب یہ ممانعت باقی نہیں رہی، اس لیے نکاح جائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ حَرَّمْتُ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ وَعَمَّاتِكُمْ وَخَالَاتِكُمْ وَبَنَاتِ الْأَخِ وَبَنَاتِ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتِكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتِكُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتِ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبِكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ . إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا . وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ، وَأَحْلَ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ ۖ ﴾ . (سورة النساء : ۲۳، ۲۴)

ما في ” رد المحتار “ : (حرم) على المتزوج ذكرًا كان أو أنثى نكاح (أصله وفروعه) علاؤ نزل وبنت أخيه وأخته وبنتها ولو من زنى وعمته وخالته فهذه السبعة مذكورة في آية المذكورة . (۸۲/۴) ، فصل في المحرمات ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۷۳ ، الباب الثالث في بيان المحرمات ، البحر الرائق : ۱۶۴/۳ ، فصل في المحرمات (امداد الاحكام : ۳/ ۲۴۹)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۖ ﴾ . (النساء : ۲۳) =

حالت نفاس میں نکاح

مسئلہ (۱۵۷): حالت نفاس میں نکاح صحیح ہے، کیوں کہ ممنوعاتِ نفاس میں نفسِ نکاح کی ممانعت نہیں ہے^(۱)، جیسے البحر الرائق، تبیین الحقائق اور دیگر کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے، البتہ صحبت (مبستری) ناجائز ہے، جیسے کہ حیض کی حالت میں ناجائز ہے۔^(۲)

ما فی ”مجمع الأنهر“ : أما لو ماتت المرأة فتزوج بأختها بعد يوم جاز .

(۱/۴۷۸، کتاب النکاح، باب المحرمات، رد المحتار: ۳/۹۳، فصل فی المحرمات)

ما فی ”الأصول والقواعد للفقہ الاسلامی“ : إذا زال المانع عاد الأصل .

(ص/۱۱۲، قاعدہ: ۱۹)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۲۷، کراچی، امداد الاحکام: ۳/۲۵۰)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”تبیین الحقائق“ : قال رحمه الله تعالى : يمنع صلاة و صوماً ودخول مسجد والطواف ، وقربان ما تحت الإزار وقرأة القرآن ، ومسه إلا بغلافه ، ومنع الحديث المس .

(۱/۱۶۱، ۱۶۵، الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۳۷، باب الحيض، البحر الرائق: ۱/۳۴۲)

(۲) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهَرْنَ﴾ . (سورة البقرة: ۲۲۲)

ما فی ”الهداية“ : ولا يأتيها زوجها ، لقوله تعالى : ﴿وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهَرْنَ﴾ .

(۱/۶۴، کتاب الطهارة، باب الحيض والاستحاضة)

ما فی ”رد المحتار“ : وحكمه كالحيض في كل شيء إلا في سبعة ذكرتها في الخزان .

(۱/۴۳۱، باب الحيض، مطلب في حكم وطء المستحاضة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۴۸، ۵۴۹، کراچی)

بارات کے تاخیر سے آنے پر کسی دوسرے لڑکے سے نکاح

مسئلہ (۱۵۸): اگر کوئی شخص لڑکے کی بارات دیر میں آنے کی وجہ سے، اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے لڑکے سے دوگواہوں کی موجودگی میں کرادے، تو شرعاً یہ نکاح درست ہوگا^(۱)، البتہ اس کا یہ فعل دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين . (۳۰۵/۲ ، ۳۰۶)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما ركن النكاح فهو الإيجاب والقبول وذلك بألفاظ مخصوصة أو ما يقوم مقام اللفظ . (۲۸۵/۲ ، المختصر القدوري : ص/ ۵۰۲ ، كتاب النكاح ، رد المحتار : ۶۹/۴ ، كتاب النكاح)

(الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۷۰ ، الباب الثاني فيما ينعقد النكاح وما لا ينعقد)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ . (سورة المائدة : ۱)
ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ :
” آية المنافق ثلاث : إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا أؤتمن خان “ . (ص/ ۱۷)
ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (وإذا وعد أخلف) أى جعل الوعد خلافاً بأن لم يف بوعده ، ووجه المغايرة بين هذه وما قبلها ان الاختلاف قد يكون بالفعل .
(۲۱۱/۱ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)



باب المهر

☆.....مہر کے مسائل.....☆

مہر کی قسمیں

مسئلہ (۱۵۹): شریعت مقدسہ میں مہر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) **مہر مسمیٰ:** وہ مہر ہے جو زوجین یا ان کے وکلاء نکاح کرتے وقت باہمی رضامندی سے مقرر کرتے ہیں۔

(۲) **مہر مثل:** وہ مہر ہے جو عورت کے خاندان کی دیگر عورتوں مثلاً؛ سگی بہنوں، پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں کے مہر کے برابر ہوتا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : المهر عند الفقهاء نوعان : مهر مسمی ومهر المثل : أما المهر المسمی : فهو ما سمي في العقد أو بعده بالتراضي ، بأن اتفق عليه صراحة في العقد ، أو فرض للزوجة بعده بالتراضي ، وأما مهر المثل : فقد حدده الحنفية بأنه مهر امرأة تماثل الزوجة وقت العقد من جهة أبيها لا أمها إن لم تكن من قوم أبيها كأختها وعمتها وبنت عمها ، في بلدها وعصرها . (۶۷۷/۹ ، رابعاً : انواع المهر وحالات وجوب كل نوع) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : المهر الواجب نوعان : المهر المسمی : وهو العوض في عقد النكاح والمسمی بعده لمن لم يسم لها في العقد ، مهر المثل : وهو القدر الذي يرغب به في أمثال الزوجة . (۱۵۳/۳۹ ، مهر) (فتاوى تحفاني : ۳/ ۳۶۸)

مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح اور نسب کا ثبوت

مسئلہ (۱۶۰): اگر کوئی شخص مجلسِ نکاح میں مہر کو ذکر کرے اور ادا کرنے کی نیت نہ ہو، تب بھی نکاح صحیح ہوگا، اور اس پر اس مہر کی ادائیگی لازم ہوگی^(۱)، نیز جب نکاح فاسد میں اولاد کا نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے، تو اس نکاح صحیح میں بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا^(۲)، اور پیدا شدہ اولاد کو ولد الحرام کہنا جائز نہیں ہوگا۔^(۳)

لڑکے کو مہر بتائے بغیر نکاح

مسئلہ (۱۶۱): آج کل بہت سے اولیاء لڑکے کا نکاح کراتے ہیں، لیکن لڑکے کو یہ نہیں بتاتے کہ تمہاری بیوی کا مہر کتنا ہے، اور خود ہی اپنی طرف سے مہر ادا بھی کر دیتے ہیں، اس صورت میں نکاح شرعاً درست ہو جائے گا۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : (ثم الأصل) في التسمية أنها إذا صحت وتقررت يجب المسمى ثم ينظر إن كان المسمى عشرة فصاعداً فليس لها إلا ذلك ، وإن كان دون العشرة يكمل عشرة عند أصحابنا الثلاثة . (۱ / ۳۰۳ ، كتاب النكاح ، الباب السابع في المهر)
- (۲) ما في ” المحيط البرهاني في الفقه النعماني “ : ذكر في ” فتاوى أبي الليث “ : رجل تزوج امرأة نكاحاً فاسداً وجاءت بولد أتى بستة أشهر ثبت النسب ، فالنكاح الفاسد بعد الدخول في حق النسب بمنزلة النكاح الصحيح . (۳ / ۲۴۸ ، كتاب النكاح ، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه ، احياء التراث العربي) (امداد الأحكام : ۳ / ۳۶۵)
- (۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ، وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ . (سورة النور : ۱۱) =

مہر مؤجل اور مہر معجل میں فرق

مسئلہ (۱۶۲): مہر معجل سے مراد، مہر کی کل یا بعض وہ مقدار ہے جس کا فی الفور ادا کرنا لازم ہے۔ اور مہر مؤجل سے مراد، مہر کی کل یا بعض وہ مقدار ہے جس کی ادائیگی فوری لازم نہ ہو، بلکہ اس کے لیے کوئی میعاد مقرر کر دی گئی ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۴) ما في ”البحر الرائق“ : قوله : (وصح ضمان الولي المهر) لأنه من أهل الالتزام وفي الاستحسان لا رجوع له لأن الآباء يتحملون المهور عن أبنائهم عادة ولا يطمعون في الرجوع ، والثابت بالعرف كالثابت بالنص والحاصل أن عدم الرجوع مخصوص بالأب . (۳/۳۰۵، ۳۰۶ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

ما في ”رد المحتار“ : (وكذا الصبي كفء بغنى أبيه) أو أمه أو جده . نهر عن المحيط . (بالنسبة إلى المهر) يعني المعجل كما مر (لا) بالنسبة إلى (النفقة) لأن العادة أن الآباء يتحملون عن الأبناء المهر لا النفقة . ذخيرة . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : ومقتضى تخصيصه بالصبي أن الكبير ليس كذلك ، ووجهه أن الصغير غني بغنى أبيه في باب الزكاة ، بخلاف الكبير ، لكن إذا كان المناط جريان العادة بتحمل الأب لا يظهر الفرق بينهما ولا بين المهر والنفقة فيهما حيث تعرف ذلك . والله تعالى أعلم .

(۴/۲۲۰ ، كتاب النكاح ، باب الكفاءة ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الفتاوى الهندية“ : وإن بينوا قدر التعجيل يجعل ذلك لا خلاف لأحد أن تأجيل المهر إلى غاية معلومة نحو شهراً وسنة صحيح .

(۱۱/۳۱۸ ، كتاب النكاح ، التنوير مع الدر والرد : ۲/۲۱۶)

(كفايت المفتي : ۵/۱۲۳، ۱۲۵، كراچی، فتاوی دارالعلوم : ۸/۲۳۹)

نکاح میں مقدارِ مہر کا تعین

مسئلہ (۱۶۳): نکاح میں مقدارِ مہر کا تعین ضروری نہیں ہے، بغیر تعین کے بھی نکاح صحیح ہو جائے گا^(۱)، اور اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : ويصح النكاح وإن لم يسم فيه مهرًا ، لأن النكاح عقد انضمام وازدواج لغة فيتم بالزوجين . (۳۲۳/۱)

ما في ” حاشية الهداية “ : ثم المهر هذا كلام على سبيل التنزل أى إن اسلمنا أن لا يصح بدون المهر لكن لا حاجة إلى ذكره لأن الشارع عيّن وكفى كفاية . (۳۲۳/۱)

ما في ” العناية “ : لا خلاف في أحد في صحة النكاح بلا تسمية المهر، قال الله عز وجل :

﴿فانكحوا﴾ . والنكاح لغة لا ينبئ إلا عن الانضمام والازدواج فيتم بالمتناكحين ، فلو

شرطنا التسمية فيه زدنا على النص . (۲۸۲/۲ ، باب المهر، فتح القدير لابن الهمام :

۳۰۴/۳ ، تبين الحقائق : ۵۳۳/۲ ، باب المهر)

(۲) ما في ” الجوهرة النيرة “ : فإن تزوجها ولم يسم لها مهرًا أو تزوجها على أن لا مهر لها

فلها مهر مثلها إن دخل بها أو مات عنها ، وكذا إذا ماتت هي . (۱۲۹/۲)

ما في ” النهر الفائق “ : (وإن لم يسمه) تسمية صحيحة أو سكت عنه (لو نفاه فلها مهر مثلها

إن وطئ) ولو حكما (أو مات عنها) أو ماتت .

(۲۳۱/۲ ، باب المهر، رد المحتار : ۱۷۷/۳ ، باب المهر)

(فتاوى دارالعلوم : ۶۳/۷)

یک مُشت مہر کی ادائیگی

مسئلہ (۱۶۴): مہر یک مُشت ادا کرنا بہتر ہے، لیکن اگر یک مُشت مہر کی ادائیگی مشکل ہو، تو اسے قسط وار بھی ادا کیا جاسکتا ہے، باہمی مشورہ کے ذریعے قسطیں مقرر کر لی جائیں کہ کل قسطیں اتنی ہوں گی، اور ہر قسط میں اتنی مقدار دی جائے گی، نیز وقت کی تعیین بھی کر لی جائے تو بہتر ہے، تاکہ جھگڑے فساد سے بچ جائیں، اسی طرح اگر عقدِ نکاح کے وقت تمام مہر یا بعض مہر کا مَوَجَل یا مَعَجَل دینا طے ہوا ہو، تو اس کے موافق عمل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : (لأخذ ما بين تعجيله) من المهر كله أو بعضه (أو) أخذ (قدر ما يعجل لمثلها عرفاً) . به يفتى . لأن المعروف (ان لم يؤجل) أو يعجل (كله) فكما شرط لأن الصريح يفوق الدلالة . (۲۹۰/۴ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : وان بينوا قدر المعجل يعجل ذلك وإن لم يبينوا شيئاً ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر فيجعل ذلك معجلاً ولا يقدر بالربح ولا بالخمس ، وإنما ينظر إلى المتعارف وإن شرطوا في العقد تعجيل كل المهر يجعل الكل معجلاً ويترك العرف . كذا في فتاوى قاضي خان . (۳۱۸/۱ ، كتاب النكاح ، الفصل الحادي عشر في منع المرأة)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : وإذا كان المهر مؤجلاً أجلاً معلوماً فحل الأجل ليس لها أن تمنع نفسها لتستوفى في المهر في أصل أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ولو كان بعضه عاجلاً وبعضه آجلاً فاستوفت العاجل ، وكذلك لو أجلته بعد العقد مدة معلومة ليس لها أن تحبس نفسها . (۳۱۸/۱ ، كتاب النكاح ، الباب السابع في المهر ، الفصل الحادي عشر ، الموسوعة الفقهية : ۱۶۶/۳۹ ، مهر) (فتاوى حقانيہ: ۳۷۱/۴ ، امداد الاحكام: ۳۶۲/۳، ۳۶۳)

نا قابل جماع عورت مہر کی حق دار ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ (۱۶۵): عورت کا، مہر کامل کی حق دار ہونے کے لیے کم از کم اس کے ساتھ خلوت صحیحہ کا پایا جانا ضروری ہے^(۱)، اور عورت کا جماع کے قابل نہ ہونا یہ خلوت صحیحہ کے لیے مانع ہے^(۲)، لہذا اگر کوئی عورت قابل جماع نہ ہو، اور میاں بیوی کے مابین فرقت واقع ہو جائے، تو اگر مہر، مہرِ مسمیٰ ہو، تو وہ نصف مہر کی حق دار ہوگی^(۳)، اور اگر مہر، مہرِ مسمیٰ نہ ہو، تو وہ متعہ (قیص، اوڑھنی اور چادر) کی حق دار ہوگی^(۴)، یعنی ایک ایسا مکمل لباس جسے پہن کر دیندار عورت اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے۔^(۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الدر المختار مع الشامیة “ : فقال [البسیط] :

وخلوة الزوج مثل الوطء فی صور وغیره وبهذا العقد تحصیل
تکمیل مہر وأعداد کذا نسب إنفاق سکنی ومنع الأخت مقبول .

(۲/۲۵۸ ، کتاب النکاح ، مطلب فی أحكام الخلوة)

(الفتاویٰ الہندیہ : ۱/۳۰۳ ، کتاب النکاح ، الباب السابع)

(۲) ما فی ” الفتاویٰ الہندیہ “ : والخلوة الفاسدة أن لا يتمكن من الوطء حقيقة كالمريض

المدنف الذي لا يتمكن من الوطء أما المرض والمراد به ما يمنع الجماع . (۱/۳۰۴)

(۳) ما فی ” رد المحتار “ : ان المهر يجب بنفس العقد والدخول أو الموت مؤكدا له ،

والطلاق قبلهما منصف له . (۲/۱۹۱ ، کتاب النکاح ، مطلب فی أحكام الخلوة ، دیوبند ،

بدائع الصنائع : ۲/۵۹۳ ، کتاب النکاح ، ما يسقط به نصف المهر)

(۴) ما فی ” الدر المختار مع الشامیة “ : وتجب متعة لمفوضة وهي من زوجت بلا مهر

طلقت قبل الوطء وهي درع وخمار وملحفة لا تزيد على نصفه . (۲/۱۷۸ ، کتاب النکاح =

مہر معاف کر دینے کے بعد دوبارہ اُس کا مطالبہ

مسئلہ (۱۶۶): عورت اگر اپنا مہر معاف کر دے، تو اسے دوبارہ مطالبہ کا حق

حاصل نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے خود اپنے حق کو ساقط کر دیا^(۱)، اور قاعدہ فقہیہ

ہے کہ ”ساقط لو ثبات نہیں ہے۔“^(۲)

= باب المہر ، الفتاویٰ الہندیہ : ۳۰۴/۱ ، کتاب النکاح ، الباب السابع

(۵) ما في ”رد المحتار“ : وأذنی ما تكتسي به المرأة وتستتر به عند الخروج ثلاثة أثواب .

اھ . قلت : ومقتضى هذا مع ما مرّ عن فخر الإسلام من أن هذا في ديارهم الخ ، أن يعتبر

عرف كل بلدة لأهلها فيها تكتسي به المرأة عند الخروج . تأمل . (۲۴۴/۲ ، باب المہر)

(امداد الفتاویٰ: ۳/۳۵۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الفتاویٰ الہندیہ“ : والمہر يتأكد بأحد معان ثلاثة : الدخول والخلوة الصحيحة

وموت أحد الزوجين ، سواء كان مسمى أو مہر المثل حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا

بالإبراء من صاحب الحق . كذا في البدائع .

(۳۰۴/۱ ، الفصل الثاني فيما يتأكد به المہر والمتعة)

ما في ”الدر المختار مع الشامیة“ : (وصحّ حطّها) لكله أو بعضه (عنه) قبل أو لا ، ويرتد

بالرد كما في البحر . ”در مختار“ . (۲۴۸/۲ ، کتاب النکاح ، باب المہر)

ما في ”الهدایة“ : وإن حطت عنه من مہرھا صح الحط لأن المہر حقھا ، والحط يلاقيه حالة

البقاء . (۳۲۵/۲ ، کتاب النکاح ، باب المہر)

(۲) ما في ”قواعد الفقه“ : الساقط لا يعود . (ص/۸۳ ، قاعدة: ۱۴۴)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۳/۶۱-۷۰، کفایت المفتی: ۵/۱۱۲، ۱۱۱)

مہر معاف کرنے پر ولی کو حق اعتراض

مسئلہ (۱۶۷): عورت اپنے مہر کی خود مالک ہے، وہ اس کو جس طرح چاہے استعمال کر سکتی ہے، چاہے شوہر کو معاف کرے یا کسی کو ہدیہ دیدے، باپ یا کسی رشتہ دار کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا۔^(۱)

مہر کے علاوہ رقم کا مطالبہ

مسئلہ (۱۶۸): نکاح کے موقع پر لڑکی یا لڑکے والوں کی طرف سے مہر کے علاوہ کسی چیز کا مطالبہ کرنا، اور اس کا لینا دینا رشوت ہے^(۲)، اور رشوت شریعت اسلامیہ میں حرام ہے، لہذا اس رقم کو جس سے لیا ہے اس کو واپس کرنا لازم ہے۔^(۳)

(۱) ما فی ”الفتاویٰ الہندیہ“ : للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها زوجها أو لم يدخل، وليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها . كذا في شرح الطحاوي . (۳۱۶/۱) ، كتاب النکاح ، الفصل العاشر في هبة المہر

ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : وللمرأة : سواء أكانت بکراً أم ثیباً ولاية التصرف في مہرها بكل التصرفات الجائزة لها شرعاً ، ما دامت كاملة الأهلية كما هو الشأن في تصرف كل مالک في ملكه ، فلها أن تشتري به ، وتبيعه ، وتهبه لأجنبي أو لزوجها ، وليس لأحد حق الاعتراض على تصرفها ، كما ليس لأحد أن يجبرها على ترك شيء من مہرها لزوجها أو لغيره ، ولو كان أباًها أو أمها ، لأن المالك لا يجبر على ترك شيء من ملكه ، ولا على إعطائه لغيره ويورث عنها مہرها بوصفه من سائر أموالها مع مراعاة أن يكون من ضمن ورثتها، وهذا عند جمهور الفقهاء . (۱۹۵/۳۹ ، ۱۹۶) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۳۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی ”رد المحتار“ : (أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يستردّه) لأنه =

مہر میں نقد روپیوں کی بجائے کپڑے یا زیورات

مسئلہ (۱۶۹): اگر کوئی شخص مہر کی ادائیگی میں نقد روپیوں پیسوں کی بجائے

کپڑے یا زیورات وغیرہ دیتا ہے، تو اس سے بھی مہر ادا ہو جائے گا^(۱)، بشرطیکہ یہ

کپڑے اور زیورات وغیرہ مقرر کردہ مہر کی مالیت کے برابر ہوں۔^(۲)

= رشوة . در مختار . وفي الشامية : قوله : (عند التسليم) أي بأن أبي أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً ، وكذا لو أبي أن يزوجه فللزوجة الاسترداد قائماً أو هالكا لأنه رشوة . بزازيه . (۲۲۷/۴) ، كتاب النكاح ، مطلب أنفق على معتدة الغير ، الفتاوى الهندية : ۳۲۷/۱ ، كتاب النكاح ، الباب السابع في المهر ، الفصل السادس عشر ، البحر الرائق : ۳۲۵/۳ ، كتاب النكاح ، باب المهر (فتاوى رحيمية : ۲۳۳/۸ ، ۲۳۴ ، كراچی ، كفايت المفتي : ۱۰۹/۵ ، كراچی)

(۳) ما في ” رد المحتار “ : وفي ” القنية “ : الرشوة يجب ردّها ولا تملك .

(۳۳/۸) ، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم ﴾ .

(سورة النساء : ۲۴)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : المهر هو كل مال متقوم معلوم مقدور على تسليمه ، فيصح كون المهر ذهباً أو فضاً ، مضروبة أو سبيكة ، أي نقداً أو حلياً ونحوه ، ديناً أو عينا ، ويصح كونه فلوساً أو أوراقاً نقدية ، مكيلاً أو موزوناً ، حيواناً أو عقاراً ، أو عروضاً تجارية كالثياب وغيرها . (۲۷۸/۹) ، الفصل السادس ، آثار الزواج ، المبحث الأول ، ثالثاً : شروط المهر أو ما يصلح أن يكون مهراً وما لا يصلح

(الفتاوى التاتارخانية : ۳۲۷/۲ ، الفصل السابع عشر في المهر)

(۲) ما في ” السنن الكبرى للبيهقي “ : عن الشعبي ، عن علي رضي الله عنه : ” لا مهر أقل من

عشرة دراهم “ . (۲۴۰/۷) ، باب ما يجوز أن يكون مهراً ، مجلس دائرة المعارف النظامية =

تجدید نکاح میں مہر جدید

مسئلہ (۱۷۰): کسی شخص کو نکاح جدید کی ضرورت پڑ جائے، اور اس نے نکاح اول کا مہر ابھی تک ادا نہ کیا ہو، تو نکاح جدید کے بعد دوسرا مہر بھی اسے ادا کرنا ہوگا، کیوں کہ مہر عقد نکاح کا حکم ہے، لہذا جب بھی عقد نکاح پایا جائیگا، اس کا حکم بھی ثابت ہوگا، یعنی ہر مرتبہ ایک مہر لازم ہوگا۔^(۱)

=الكاتبة في الهند ببلدة حيدر آباد في الهند

ما في ” السنن الكبرى للبيهقي “ : عن الشعبي عن علي رضي الله عنه : ” لا مهر أقل من عشرة دراهم “ . (۲۳۰ / ۷) ، باب ما يجوز أن يكون مهرًا ، ۱۴۱۶ ، بيروت
ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : وفي المهر حقوق ثلاثة : حق الشرع ؛ وهو أن لا يكون أقل من عشرة . (۳۲۹ / ۲) ، الفصل السابع عشر في المهر ، الفتاوى الهندية : ۳۰۲ / ۱ ، الفصل الأول ، الباب السابع (فتاوى دارالعلوم : ۲۳۷ / ۸) ، مہر کے بدلے میں مکان دیا تو کیا حکم ہے ؟
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : هو حكم العقد ثم المهر واجب شرعًا إبانة لشرف المحل . (۲۳۹ / ۲) ، باب المهر

ما في ” رد المحتار “ : لما فرغ من بيان ركن النكاح وشرطه شرع في بيان حكمه وهو المهر، فإن مهر المثل يجب بالعقد فكان حكمًا . كذا في الغياثية . واعترضه في ” السعدية “ بأن المسمى من أحكامه أيضًا ، وأجاب في النهر بأنه إنما خص مهر المثل لأن حكم الشيء هو أثره الثابت به والواجب بالعقد إنما هو مهر المثل ، ولذا قالوا : انه الموجب الأصلي في باب النكاح ، وأما المسمى فإنما هو مقام مقامه للتراضى به . (۱۶۸ / ۳) ، باب المهر
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : المهر واجب في كل نكاح لقوله تعالى : ﴿ وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ ﴾ . (۱۵۱ / ۳۹) ، مہر (فتاوى دارالعلوم دیوبند : ۲۸۲ / ۸)
ما في ” ترتيب الالآلي في سلك الامالي “ : الشيء إذا ثبت ثبت بجميع لوازمه . (۷۷۸ / ۲)

باب الولیمة

ولیمہ کی شرعی حیثیت

مسئلہ (۱۷۱): ولیمہ بالاتفاق مسنون ہے، اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ولیمہ کیا ہے۔^(۱)

دعوتِ ولیمہ میں امتیازی سلوک

مسئلہ (۱۷۲): ولیمہ کی دعوت میں اپنے اعزہ و اقارب اور دوست و احباب کو عمدہ اور بڑھیا کھانا کھلانا، اور عام مہمانوں کو ایک الگ قسم کا معمولی کھانا کھلانا، یہ کرم و مروت کے خلاف ہے، بالخصوص ایک مقام پر ایک دوسرے کے مقابلے میں ایسا فرق کرنا، تو بہت ہی نازیبا حرکت ہے^(۲)، البتہ اگر علیحدہ دسترخوان پر بیٹھا کر اس طرح کا امتیاز برتا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں^(۳)، اور اگر دیگر مہمانوں کی تحقیر و تذلیل کی نیت سے ایسا کیا جائے، تو یہ حرام ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشکوٰۃ المصابيح“ : عن صفیة بنت شیبۃ قالت : ”أولم النبي ﷺ على بعض نسائه بمدین من شعیر“ . (ص/۲۷۸)

ما في ”مشکوٰۃ المصابيح“ : وعن أنس قال : ”إن رسول الله ﷺ أعتق صفیة وتزوجها وجعل عتقها صداقها وأولم عليها بحیس“ . (ص/۲۷۸)

وفیه أيضًا : وعنه قال : أولم رسول الله ﷺ حین بنی بزینب بنت جحش فاشیع الناس خبزًا ولحمًا“ . (ص/۲۷۸) (خیر الفتاوی: ۶۰۴/۴)

ما في ”الفتاوی الهندیة“ : ولیمۃ العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة . (۱/۲۷۹) =

متفرقات نکاح

بالغ ہونے پر اولاد کا نکاح کر دیا جائے

مسئلہ (۱۷۳): حدیث پاک میں وارد ہے کہ جب اولاد بالغ ہو جائیں، اور والدین ان کا نکاح نہ کریں، تو اس صورت میں اگر اولاد کسی غلطی کی مرتکب ہو جائیں، تو والدین اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے^(۱)، ہاں! اگر رشتہ ہی نہ ملتا ہو، تو پھر والدین پر کوئی گناہ نہیں۔^(۲)

= (۲) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ . (سورة الحجرات : ۱۰)
ما فی ”مشکوۃ المصابیح“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ :
”من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه“ . (ص/ ۳۶۸ ، باب الضيافة)
(۳) ما فی ”فتح الباری“ : قال ابن بطال : وإذا ميز الداعي بين الأغنياء والفقراء فأطعم كلا على حدة لم يكن به بأس . (۹/ ۱۷۵ ، كتاب النكاح ، من ترك الدعوة)
(۴) ما فی ”مشکوۃ المصابیح“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ”المسلم أخو المسلم ؛ لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره ، التقوى ههنا ، ويشير إلى صدره ثلث مرار ، بحسب امرء من الشر أن يحقر أخاه المسلم ، كل المسلم على المسلم حرام ؛ دمه وماله وعرضه“ . (ص/ ۴۲۲ ، باب الشفقة والرحمة على الخلق)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”مشکوۃ المصابیح“ : عن أبي سعيد وابن عباس قالا : قال رسول الله ﷺ :
”من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه ، فإذا بلغ فليزوجه ، فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا
فإنما إثمہ علی أبيہ“ . (ص/ ۲۷۱ ، باب الولي)
ما فی ”مشکوۃ المصابیح“ : عن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك عن رسول الله ﷺ
قال : ”في التوراة مكتوب : من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوها فأصاب إثمًا“

ساس کی خدمت

مسئلہ (۱۷۴): آج کے عرف و رواج میں ساس کی خدمت کرنا بہو کے لیے لازم سمجھا جاتا ہے، اگر بہو ساس کی خدمت نہیں کرتی ہے، تو اسے لعن طعن بھی کیا جاتا ہے، جب کہ بہو پر ساس کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے، ہاں! اگر بہو اپنی خوشی سے شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے، تو یہ بہت اچھی بات ہے، بہو کے لیے موجب سعادت ہے، اور یہ حسن اخلاق بھی ہے^(۱)، لیکن خدمت نہ کرنے پر لعن طعن کرنا درست نہیں ہے۔^(۲)

= فائز ذلک علیہ “ . رواہما البیہقی فی شعب الإیمان . (ص / ۲۷۱)

ما فی ” شرح الطیبی “ : قوله : ” فأصاب إثمًا “ أي ما اثم به من الفواحش ، وقوله : ” فإنما إثمہ علی أبیہ “ . أي جزاء الإثم علیہ حقيقة ، ودل هذا الحصر علی أن لا إثم علی الولد مبالغة ، لأنه لم يتسبب لما يتفادی ولده من إصابة الإثم . (۲۷۲/۲ ، کتاب النکاح)

(۲) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿ لا یكلف الله نفسًا إلا وسعها ﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۶)

ما فی ” بدائع الصنائع “ : العاجز عن الفعل لا یكلف به . (۲۸۴/۱ ، فصل فی أرکان الصلاة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” سنن أبی داود “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ” إن المؤمن لیدرک بحسن خلقه درجة الصائم القائم “ .

(ص / ۲۶۱ ، باب فی حسن الخلق)

وفیه أيضًا : عن أبی الدرداء رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” ما من شيء أثقل فی المیزان من حسن الخلق “ . (ص / ۲۶۱ ، باب فی حسن الخلق)

(۲) ما فی ” الأصول والقواعد للفقہ الإسلامي “ : ترک الإحسان لا یكون إساءة .

(ص / ۱۴۴ ، القاعدة : ۸۷)

جہیز کی نمائش

مسئلہ (۱۷۵): والدین کا اپنی لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کی نمائش کرنا جاہلانہ رسم ہے، جو محض نام و نمود اور ریا کاری ہے، لہذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔^(۱)

= (کفایت المفتی: ۲۲۹/۵، ۲۳۰، کراچی، فتاویٰ بینات: ۳۲۲/۳، ۳۲۳، کتاب الفتاویٰ: ۴۰۹/۳، ۴۱۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۷۵/۵، قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مرقاة المفاتيح “ : ان من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصر على بدعة أو منكر . (۲۶/۳)

ما في ” السعاية “ : الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة ، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع . (۲۶۵/۲) ، باب صفة الصلوة ، قبيل فصل في القراءة

ما في ” مجموعة رسائل اللكنوي “ : فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير محض مكروهاً . (۳۴/۳) ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر

ما في ” فتاوى محموديه “ : البدعات والرسوم الغير الثابتة التي يلتزمونها مثل العبادات باطله، يجب ردها وقلعها ، سواء كانت متعلقة بالعبادات أم بالمعاملات والمعاشرات وغيرها . (۲۰۲/۱۱) ، كتاب النكاح ، باب ما يتعلق بالرسوم عند الزفاف

جہیز میں دیئے گئے زیورات

مسئلہ (۱۷۶): ۱- دولہے کے ماں باپ نے اپنی بہو کو زیورات دیتے وقت ملکیت یا عاریت کی صراحت کر دی، تو حکم اسی کے مطابق ہوگا، اور اگر اس کی صراحت نہیں کی تو شوہر کے خاندان کا رواج معتبر ہوگا، اگر رواج تملیک کا ہے تو وہ بہو کی ملکیت ہوں گے، اور اگر رواج عاریت کا ہے تو وہ عاریت ہیں، دولہے کے ماں باپ کی ملک ہیں، اور اگر کوئی عرف و رواج نہ ہو (نہ ملکیت کا اور نہ عاریت کا) تو اس صورت میں دولہے کے ماں باپ کی نیت اور قول کا اعتبار ہوگا۔^(۱)

۲- شادی کے موقع پر دولہے کے رشتہ داروں نے ہونے والی بہو کو جو تحفے تحائف دیئے، اس میں عرف عام یہی ہے کہ وہ بہو کی ملک ہوتے ہیں، لہذا دولہے کے ماں باپ یا اس کے رشتہ داروں کو یہ حق نہیں ہے کہ بہو سے ان کی واپسی کا مطالبہ کرے۔^(۲)

۳- وہ زیورات جو بہو کو خالصۃً تحفہ کے طور پر، یعنی تحفہ کی صراحت کے ساتھ دیئے گئے، شرعاً وہ بہو کی ملک ہیں، انہیں واپس نہیں لیا جاسکتا۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زنت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك . كذا في فصول العمادية . جهز بنته وزوجها ثم زعم أن الذي دفعه إليها ماله وكان على وجه العارية عندها ، وقالت : هو ملكي جهّزتنى أو قال الزوج ذلك بعد موتها فالقول =

جہیز پر قبضے سے پہلے لڑکی کا انتقال

مسئلہ (۱۷۷): اگر لڑکی بالغہ ہو اور باپ نے سامانِ جہیز خرید کر ابھی لڑکی کے قبضے میں نہیں دیا تھا، اور وہ اس سے پہلے ہی انتقال کر جائے، تو یہ سامانِ جہیز باپ کی ملک شمار ہوگا^(۱)، اور اگر لڑکی صغیرہ ہو، تو یہ سامانِ جہیز لڑکی کی ملک شمار ہوگا۔^(۲)

=قولہما دون الأب ، وحكى عن على السغدي أن القول قول الأب وذكر مثله السرخسي وأخذ به بعض المشايخ وقال في الوقائع ان كان العرف ظاهرا بمثله في الجهاز كما في ديارنا فالقول قول الزوج وإن كان مشتركاً فالقول قول الأب . كذا في التبيين . قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى : وهذا التفصيل هو المختار للفتوى . كذا في النهر الفائق .

(۱/۳۲۷ ، كتاب النكاح ، الباب السابع في المهر ، الفصل السادس عشر في جهاز البنت ، تبين الحقائق : ۵۸۲/۲ ، باب المهر ، النهر الفائق : ۲۶۳/۲ ، البحر الرائق : ۳۲۵/۳ ، باب المهر ، الدر المختار مع الشامية : ۲۲۹/۴)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : قلت : ومن ذلك ما يبعثه إليه قبل الزفاف في الأعياد والمواسم من نحو ثياب وحلي وكذا ما يعطيها أو من دراهم أو دنائير صبيحة ليلة العرس ويسمى في العرف صبحہ فإن كل ذلك معروف في زماننا كونه هدية لا من المهر .

(۲۲۶/۴ ، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة)

(۳) ما في ” درر الحکام شرح مجلة الأحكام “ : تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض . (۴۰۲/۲)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن ابن عمر قال : قال النبي ﷺ : ” لا يحل لرجل أن يعطي عطية ثم يرجع فيها إلا الولد فيما يعطي ولده ومثل الذي يعطي العطية ثم يرجع كمثله الكلب أكل حتى إذا شبع قاء ثم عاد في قيئه “ . (۳۴/۲ ، باب ما جاء في كراهية الرجوع في الهبة) (فتاوى محمودية : ۱۲/۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴

”بری“ کا مالک کون؟

مسئلہ (۱۷۸): بوقتِ نکاح دو لہے والے ”بری“ کے نام سے کچھ سامان مثلاً؛ کھوپرا، کھجور، مصری یا بادام وغیرہ دو لہن کے گھر بھیجتے ہیں، وہ ہدیہ ہے، اور لڑکی اس کی مالک ہے۔^(۱)

= آوانی لیجھڑا بھاٹم مات عن ورثہ فہل یكون ذلک للبنت خاصة؟ الجواب : نعم ! إذا جهز الأب ابنته ثم مات وبقيت الورثة يطلبون القسم منها ، فإذا كان الأب اشترى لها في صغرها أو بعد ما كبرت وسلم إليها ذلك في صحته فلا سبيل لورثته عليه ويكون للإبنة خاصة . (۲۶ / ۱) ، مسائل الجهاز ، طبع قندھار پاکستان ، بحوالہ کفایت المفتی : ۱۳۹ / ۵ ، مکتبہ دار الاشاعت کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : ومن بعث إلى امرأته شيئاً فقالت : هو هدية ، وقال الزوج : هو من المهر ، فالقول قوله ، لأنه هو المملک ، فكان اعرف بجهة التملیک كيف ، وإن الظاهر أنه يسعى في اسقاط الواجب . قال : إلا في الطعام الذي يؤكل فإن القول قولها ، والمراد منه ما يكون مهياً للأكل لأنه يتعارف هدية .

(۳۳۷ / ۱) ، کتاب النکاح ، باب المهر ، البحر الرائق : ۳ / ۳۲۱ ، کتاب النکاح ، باب المهر ، تبیین الحقائق : ۳ / ۵۸۱ ، ۵۸۲ ، باب المهر ، فتح القدير لابن الهمام : ۳ / ۳۶۰ ، الفتاوی الهندية : ۱ / ۳۲۷ (فتاوی محمودیہ : ۱۲۱ / ۱۲)

بیوی کو جبراً لانا

مسئلہ (۱۷۹): شوہر اگر مہر معجل ادا کر چکا ہے، تو عورت یا اس کے والدین کی رضامندی کے بغیر وہ اُسے اپنے گھر لاسکتا ہے، اور اگر مہر معجل ادا نہیں کیا ہے، تو جب تک ادا نہ کر دے، اس وقت تک عورت کو اختیار ہے کہ وہ آنے سے انکار کر دے^(۱)، اور اگر عرف یہ ہو کہ کل مہر، مہر مؤجل ہوتا ہے، جو موت یا طلاق ہی کے وقت مانگا جاتا ہے، جیسا کہ بکثرت اس کا وقوع ہے، تو پھر عورت کو شوہر کے گھر جانے سے انکار کا کوئی حق نہیں، مسافتِ قصر سے کم مسافت میں شوہر جہاں چاہے اس کو لے جاسکتا ہے، اور جبراً اپنے گھر پر بھی لاسکتا ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : (ولها منعه من الوطاء) ودواعيه . شرح مجمع . (والسفر بها ولو بعد وطء وخلوة رضيتهما) (لأخذ ما بين تعجيله من المهر كله أو بعضه (أو) أخذ قدر ما يعجل لمثلها عرفاً) . به يفتى . لان المعروف كالمشروط . (إن لم يؤجل) أو يعجل (كله) . التنوير و شرحه . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله : (والسفر) الأولى التعبير بالإخراج كما عبر في الكنز ليعم الإخراج من بيتها كما قاله شارحوه قوله : (لأخذ ما بين تعجيله) علة لقوله : ” ولها منعه “ أو غاية له ، واللام بمعنى إلى قوله : (أو أخذ قدر ما يعجل لمثلها عرفاً) أي إن لم يبين تعجيله أو تعجيل بعضه فلها المنع لأخذ ما يعجل لها منه عرفاً .

(۲/۳) ۲۱۶ ، كتاب النكاح ، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر ، ديوبند

(۲) ما في ” رد المحتار “ : (وفي الصيرفية) الفتوى على اعتبار عرف بلدهما من غير اعتبار الثلث أو النصف ، (وفي الخانية) : يعتبر التعارف لأن الثابت عرفاً كالثابت شرطاً . (۲/۳) ۲۱۶ ما في ” شرح عقود رسم المفتي “ : والعرف في الشرع له اعتبار ☆ لذا عليه الحكم =

بیوی سے دوری کتنے عرصے تک؟

مسئلہ (۱۸۰): شوہر اپنی بیوی سے کتنے عرصہ تک دور رہ سکتا ہے؟ اس سلسلے میں سب کے لیے ایک ہی مدت متعین کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ صحت، قوت، شہوت اور صبر و تحمل کے اعتبار سے عورتوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، تاہم! چار ماہ سے زائد بیوی کی رضا مندی و اجازت کے بغیر اس سے جدا نہ رہے۔^(۱)

= قد یدار. (ص/۱۷۵)

ما فی ”الأصول والقواعد للفقہ الاسلامی“ : الثابت بالعرف کالثابت بالنص .

(ص/۱۵۴، القاعدة: ۱۰۷)

(امداد الاحکام: ۳/۳۸۰، کتاب النکاح، شوہر اپنی بیوی کو والدین کے گھر سے جبراً لاسکتا ہے)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”رد المحتار“ : ولا یبلغ مدة الإیلاء إلا برضاها ، وهو أربعة أشهر یفید أن المراد إیلاء الحرة ، ویؤید ذلك أن عمر رضي الله تعالى عنه سمع فی الليل امرأة فسأل بنته حفصة : کم تصبر المرأة عن الرجل ؟ فقالت : أربعة أشهر ، فأمر أمراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها .

(۳/۳۸۴، کتاب النکاح ، باب القسم ، دار الکتاب دیوبند)

ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : لكن الکمال بن الهمام عقب علی ذلك بقوله : لو أراد أن یدور سنة سنة ما یظن إطلاق ذلك له ، بل ینبغي أن لا یطلق له مقدار مدة الإیلاء ، وهو أربعة أشهر ، وإذا کان وجوبه للتأنیس ودفع الوحشة ، وجب أن تعتبر المدة القریبة وأظن أكثر من جمعة مضارة إلا أن ترضیا به . (۳۳/۱۹۵ ، قسم بین الزوجات ، مدة القسم)

ما فی ”النهر الفائق“ : ويجب أن لا یبلغ به مدة الإیلاء إلا برضاها . (۲/۲۹۴ ، کتاب النکاح ، باب القسم ، دار الإیمان سہارنפור ، البحر الرائق : ۳/۳۸۲ ، کتاب النکاح ، باب القسم ، فتح القدیر : ۳/۴۱۳ ، کتاب النکاح) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۵۷۴، کراچی)

دولہا دولہن کو کرسی پر بٹھانا

مسئلہ (۱۸۱): بہت سے مقامات پر یہ رواج ہے کہ عقد نکاح کے وقت دولہا دولہن کو کرسیوں پر بٹھایا جاتا ہے، یہ مزاج شریعت اور اصول اسلامی کے بالکل خلاف اور غیروں کی تہذیب ہے، اور اسلام نے ہمیں غیروں کی تہذیب اختیار کرنے سے منع کیا ہے، لہذا اس سے احتراز لازم و ضروری ہے۔^(۱)

سہر ابا ندھنا

مسئلہ (۱۸۲): آج کل لوگ دو لہے کو سہر ابا ندھتے ہیں، حالانکہ یہ ہندوانہ رسم ہے، جس کی اتباع و تقلید سے ہمیں منع کیا گیا ہے، لہذا اس کا ترک واجب ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ .

(سورة هود : ۱۱۳)

ما في ” التفسير المظهر “ : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، الركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ، قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل فإن الركون هو الميل اليسير كالتزين بزيهم وتعظيم ذكرهم . (۴/۲۰۰)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قال قتادة : معناه لا تؤدوهم ولا تطيعوهم ، وقال ابن جريج : لا تميلوا إليهم ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم . (۹/۱۰۸)

ما في ” صحيح البخاري “ : ” أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهرق دمه “ . (۲/۱۰۱۶)

ما في ” فتح الباري “ : قوله : (ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية) قيل : المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۱۲/۲۶۲ ، رقم : ۶۸۸۲ =

کتاب الطلاق

☆.....طلاق کے مسائل.....☆

طلاق خالص شوہر کا حق ہے

مسئلہ (۱۸۳): شرعاً طلاق کا وقوع یونین کنسل کو اطلاع دینے یا اس کی اجازت پر موقوف نہیں، بلکہ یہ خالص شوہر کا حق ہے ^(۱)، وہ جب بھی اپنی بیوی کو طلاق دیدے، طلاق واقع ہوگی، اور اسی تاریخ سے عدت بھی شروع ہو جائے گی ^(۲)، لہذا اگر طلاق دینے کی تاریخ سے عورت کو تین حیض آ گئے ہوں، تو وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اس کو نکاح سے روکنا شرعاً درست نہیں ہوگا۔ ^(۳)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ .

(سورة هود : ۱۱۳)

ما في ” صحيح البخاري “ : ” أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهرق دمه “ . (۲ / ۱۰۱۶)
ما في ” فتح الباري “ : قوله : (ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية) قيل : المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۲ / ۲۶۲ ، رقم : ۲۸۸۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن ابن ماجه “ : عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : أتى النبي ﷺ رجل فقال : يا رسول الله ! إن سيدي زوجني أمته ، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها ، قال : فصعد النبي ﷺ المنبر فقال : ” يا أيها الناس ! ما بال أحدكم يزوج عبده أمته ثم يريد أن يفرق =

= بینهما ، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق .“

(۱۵۱/۱ ، باب طلاق العبد ، مكتبه بلال دیوبند ، فتح القدير لابن الهمام : ۳/۴۷۶ ، كتاب

الطلاق ، فصل ويقع طلاق كل زوج الخ ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في ” شروح ابن ماجة “ : قوله : (إنما الطلاق لمن أخذ بالساق) كناية عن الجماع أي إنما يملك الطلاق من يملك الجماع فليس للسيد جبر على عبده إذا أنكح أمته ”

انتاج “ . (۸۱۵/۱ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق العبد ، رقم الحديث : ۲۰۸۱)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهنّ ثلاثة قروء﴾ . [سورة البقرة

: ۲۲۸] وقوله تعالى : ﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهنّ فلا تعضلوهنّ أن ينكحن أزواجهنّ

إذا تراضوا بينهم بالمعروف﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۲)

ما في ” البحر الرائق “ : (ومبدأ العدة بعد الطلاق والموت) يعني إبتداء عدة الطلاق من وقته

وإبتداء عدة الوفاة من وقتها لأن سبب وجوبها الطلاق أو الوفاة فيعتبر إبتداءها من

وقت وجود السبب . كذا في الهداية . (۲۴۳/۳ ، باب العدة)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإبتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق وفي الوفاة عقيب الوفاة .

كذا في الهداية . (۵۳۱/۱ ، الباب الثالث عشر في العدة)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور .

(۲۰۲/۵ ، باب العدة ، الهداية : ۲/۲۲۵ ، باب العدة ، شرح الوقاية : ۲/۱۵۰ ، باب العدة ،

عمدة الرعاية على شرح الوقاية : ۲/۱۵۰)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعيّاً أو ثلاثاً أو وقعت الفرقة

بينهما بغير طلاق ، وهي حرة ممن تحيض ، فعدتها ثلاثة أقراء ، سواء كانت الحرة مسلمة

أو كتابية . (۵۲۶/۱ ، كتاب الطلاق ، الباب الثالث عشر في العدة)

ما في ” تبیین الحقائق “ : قال رحمه الله : (عدة الحرة الطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراء أي

حيض) أي إذا طلقت الحرة ، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق ، فعدتها ثلاثة قروء ، إن كانت

من ذوات الحيض ، لقوله تعالى : ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهنّ ثلاثة قروء﴾ . (۲۴۸/۳ ،

باب العدة ، الدر المختار مع الشامية : ۵/۱۴۴ ، ۱۴۵ ، كتاب الطلاق ، باب العدة) =

لفظ ”ڈائی ورس“ (Divorce) سے طلاق

مسئلہ (۱۸۴): اگر لفظ ”ڈائی ورس“ (Divorce) کسی علاقہ کی زبان میں طلاق ہی کے لیے مستعمل ہے، تو اگرچہ یہ لفظ عربی کا نہیں ہے، انگریزی کا ہے، مگر جب وہ طلاق ہی کے لیے مستعمل ہے، تو وہ صریح ہے، اور اس سے بلا نیت طلاق واقع ہو جائے گی، ایک مرتبہ کہنے سے ایک طلاق رجعی، دو مرتبہ کہنے سے دو طلاق رجعی، اور تین مرتبہ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور عورت مغلطہ بابت نہ ہو جائے گی، اور اگر یہ لفظ طلاق کے علاوہ کسی اور معنی میں بھی مستعمل ہے، تو اس سے طلاق کے واقع ہونے کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے، طلاق کی نیت ہوگی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اور اگر تین طلاقیں کی نیت کرے گا، تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

لفظ ”ڈائی ورس“ اصل میں کنایہ ہے، طلاق کے لیے موضوع نہیں ہے، لیکن اگر طلاق میں غلبہ استعمال سے صریح کے حکم میں ہو جائے، تو نیت کا محتاج نہیں ہے، بلا نیت، طلاق بائن واقع ہو جائیگی، اگر بائن متعارف ہو، جس طرح لفظ ”فارغ خطی“

= (۳) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿فَإِذَا بَلَغَ أَجْلُهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ، وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۴)

ما فی ”أحكام القرآن لابن العربي“ : ﴿فَإِذَا بَلَغَ أَجْلُهُنَّ﴾ یعنی انقضت العدة فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن ، هذا خطاب للأولياء ، وبيان أن الحق في التزويج لهن فيما فعلن في أنفسهن بالمعروف أي من جائز شرعاً يريد من اختيار أعيان الأزواج . (۲۱۲/۱)
(فتاویٰ مفتی محمود: ۶/۹۷، ۸۰)

میں متعارف ہے، ورنہ طلاق رجعی واقع ہوگی، جیسے لفظ ”چھوڑ دی“ میں رجعی متعارف ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : (صريحة ما لم يستعمل إلا فيه) ولو بالفارسية . قوله : (ما لم يستعمل إلا فيه) فما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق ، فهو صريح يقع بانية ، وما لا يستعمل فيها استعمال الطلاق وغيره ، فحكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام . ” بحر “ كناية عند الفقهاء (ما لم يوضع له) أي الطلاق (واحتمله وغيره) والكنایات (لا تطلق بها) قضاء (إلا بنية الحال) وهي حالة مذاكرة الطلاق أو الغضب .

(۲۱۸/۱) ، باب الصريح ، ۲۲۲/۱ ، باب الكنايات

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإذا قال الرجل لإمرأته : أنت طالق ولا يعلم معنى قوله : أنت طالق ، فإنه يقع الطلاق ، وإذا قال لإمرأته : أنت طالق ، ولا يعلم أن هذا القول طلاق ، طلقت في القضاء . (۳۵۳/۱) ، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه

(صريح): ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : هو اللفظ الذي ظهر المراد منه وغلب استعماله عرفاً في الطلاق ، كألفاظ المشتقة من كلمة (الطلاق) مثل : أنت طالق ومطلقة ، لأنه وإن كان في الأصل كناية ، فقد غلب استعماله بين الناس في الطلاق ، فصار من الألفاظ الصريحة فيه ، هذا مذهب الحنفية . (۲۸۹۷/۹)

(كنایه): وفيه أيضاً : هو كل لفظ يحتمل الطلاق وغيره ، ولم يتعارفه الناس في إرادة الطلاق مثل قول الرجل لزوجته : الحقني بأهلك ، إذ هي ، أخرجني ، أنت بائن ، اعتدي ، ونحوها من الألفاظ التي لم توضع للطلاق ، وإنما يفهم الطلاق منها بالقرينة ، أو دلالة الحال ، وهي حالة مذاكرة الطلاق أو الغضب . (۲۸۹۹/۹)

(صريح): ما في ” البناية شرح الهداية “ : فالصريح قوله : أنت طالق ومطلقة وطلقتك ، فهذا يقع به الطلاق الرجعي ، لأن هذا الألفاظ تستعمل في الطلاق ، ولا تستعمل في غيره فكان صريحاً ، وأنه يعقب الرجعة بالنص ، ولا يفتقر إلى النية ، لأنه صريح فيه لغلبة الاستعمال . (۳۳/۵) ، باب إيقاع الطلاق =

ایک مجلس کی تین طلاق

مسئلہ (۱۸۵): ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، وہ حضرات جو تین طلاق کو ایک ہی شمار کرتے ہیں، ان کا نظریہ سراسر غلط، گمراہ کن اور قرآن و حدیث، اجماع صحابہ، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین، نیز سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و منتخب تحقیقاتی کمیٹی کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے۔

تین طلاق کا ثبوت قرآن کریم سے: ﴿الطَّلَاق مَرَّتَيْنِ﴾ . ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ .

مفسرین عظام اس آیت کا شان نزول یہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ بے حساب و ان گنت طلاقیں دیا کرتے تھے، اور کوئی یہ کرتا کہ طلاق دیتا اور جب عدت ختم ہونے کا وقت قریب آتا، تو ایذا رسانی کی نیت سے رجعت کر لیتا، پھر طلاق دیتا پھر رجعت کرتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿الطَّلَاق مَرَّتَانِ﴾ نازل فرمائی، ”مرتان“ یہاں ”اثنتان“ کے معنی میں ہے، اسی کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے نظم قرآن سے زیادہ مناسب اور سبب نزول سے خوب چسپاں بتایا ہے، یعنی طلاقِ رجعی دو ہیں، اس کے بعد رجعت کا حق نہیں، نیز اس آیت کا مقصد

= (کنایہ): وفيه أيضًا : وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة

الحال ، لأنها غير موضوعة للطلاق ، بل تحتمله وغيره فلا بد من التعيين أو دلالة .

(۱۰۵/۵) ، باب الطلاق بلفظ الكناية

ما في ”قواعد الفقه“ : الأصل للحالة من الدلالة كما للمقالة . (ص/ ۱۳ ، رقم الأصول : ۷)

(جامع الفتاوى: ۱۰/۱۶۹، ۱۷۰)

طلاق رجعی کی حد اور طلاقوں کی انتہائی تعداد بیان کرنا ہے، قطع نظر اس کے کہ یہ طلاق بلغظ واحد دی گئی ہو یا بالفاظِ مکررہ، ایک مجلس میں دی گئی ہو، یا مختلف مجلسوں میں، دو طلاقیں دی ہے تو دو ہی واقع ہوں گی، اسی طرح تین دی ہے تو تین ہی واقع ہوں گی۔^(۱)

تین طلاق کا ثبوت احادیث نبوی ﷺ سے: محمود بن لبید سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی، تو آپ ﷺ غضبناک ہوئے اور ارشاد فرمایا: ”کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ کیا جا رہا ہے؟ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں“، آپ ﷺ کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اسے قتل نہ کر دوں؟^(۲)

حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دی جانے والی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اگر واقع نہ ہوتیں، تو آپ ﷺ غضبناک نہ ہوتے، اور فرما دیتے کوئی حرج نہیں، رجوع کر لو۔

حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو حضور ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیدی، اور آپ ﷺ نے ان کو نافذ کر دیا، یعنی تین کو ایک نہیں قرار دیا۔^(۳)

عامر شعی کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ آپ اپنی طلاق کا قصہ بیان کیجئے، تو انہوں نے کہا: میرے شوہر یمن گئے ہوئے تھے، انہوں نے وہیں سے مجھے تین طلاقیں دیدیں، اور آپ ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کے واقع ہو جانے کا فتویٰ صادر فرمایا۔^(۴)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و فتاویٰ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا

شخص لایا جاتا، جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتی، تو آپ اس کو سزا دیتے، اور دونوں میں تفریق کر دیتے۔^(۵)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ: معاویہ ابن یحییٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہے، تو آپ نے جواب دیا: تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔^(۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر و فتویٰ: حضرت حبیب ابن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیدی ہے، تو آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنے ہوگئی۔^(۷)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر و فتویٰ: ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو (۱۰۰) طلاقیں دیدی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان میں سے تین معتبر ہیں، اور بقیہ سنانوے (۹۷) غیر معتبر۔^(۸)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جاتا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہو، تو آپ جواب دیا کرتے: اگر ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی تو رجعت کر سکتا تھا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اسی کا حکم دیا تھا، لیکن

اگر تین طلاقیں دی ہے، تو وہ حرام ہوگئی، جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے۔^(۹)

اجماع صحابہ، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین سے تین طلاق کا ثبوت:

علامہ شامی رحمہ اللہ طلاق بدعی کے الفاظ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک کلمہ میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی، اور یہ مذہب جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد تمام ائمہ مسلمین کا ہے، اور یہی بات فتح القدیر اور دیگر کتب فقہیہ میں مذکور ہے۔^(۱۰)

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و منتخب تحقیقاتی کمیٹی کا متفقہ فیصلہ:

”مجلس هیئۃ کبار العلماء“ کے سامنے ”الطلاق الثلاث بلفظ واحد“ یعنی ایک لفظ سے تین طلاق کا مسئلہ پیش ہوا، اس مسئلے کے متعلق مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں ایک ساتھ دی جانے والی تین طلاقوں کے؛ تین واقع ہونے، یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کیے گئے، پھر ان کا تجزیہ و مناقشہ کیا گیا، مسلسل چھ ماہ انتہائی محنت اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں فیصلہ کر دیا کہ ”ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں۔“^(۱۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿الطلاق مرتن﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۹)

ما فی ”روح المعانی“ : عن عروة قال : کان الرجل إذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل أن تقضي عدتها کان ذلک له ، وإن طلقها ألف مرة ، فعمد رجل إلى امرأته فطلقها حتی إذا ما شارفت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ، ثم قال : واللہ لا آویک إلی ولا تخلین أبداً ، فأنزل اللہ تعالی الآیة . (۲/۲۰۴)

ما فی ”أحكام القرآن للجصاص“ : روي عن ابن عباس وغيره أنهم كانوا يطلقون =

==ما شاء وا من العدد ثم يراجعون ، فقصرُوا على الثلاث ونسخ به ما زاد ، ففي هذه الآية دلالة على حكم العدد المسنون من الطلاق . (٢٥٩/١)

ما في ” روح المعاني “ : يدل على أن معنى (مرتان) اثنتان ولعله أليق بالنظم ، وأوفق بسبب النزول . (٢٠٢/٢)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : ﴿الطلاق مرتان﴾ منتظم لجميع الطلاق المسنون ، فلا يبقى شيء من مسنون الطلاق إلا وقد انطوى تحت هذا اللفظ ، فإذا ما خرج عنه فهو على خلاف السنة، فثبت بذلك أن من جمع اثنتين أو ثلاثاً في كلمة فهو مطلق لغير السنة . (٢٥٩/١)

ما في ” التفسير المظهر “ : ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد﴾ لأن قوله تعالى : ﴿الطلاق﴾ على هذا التأويل يشتمل الطلقات الثلاث أيضاً ، وعلى كلا التأويلين يظهر أن جمع التطلقيتين ، أو ثلاث تطلقات بلفظ واحد ، أو بألفاظ مختلفة في طهر واحد حرام بدعة مؤثم، خلافاً للشافعي ، فإنه يقول : لا بأس به ، لكنهم أجمعوا على أنه من قال لإمرأته : أنت طالق ثلاثاً ، يقع ثلاثاً بالإجماع . (٣٣٢/١)

(٢) ما في ” السنن للنسائي “ : عن محمود بن لبيد قال : أخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطلقات جميعاً ، فقام غضباناً ثم قال : ” أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم “ . حتى قام رجل وقال : يا رسول الله ! ألا أقتله؟ (٨٢/٢) ، كتاب الطلاق

(٣) ما في ” السنن لأبي داود “ : عن ابن شهاب ، عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال : ” فطلقها ثلاث تطلقات عند رسول الله ﷺ فأنفذه رسول الله “ . (ص/٣٠٦)

(٤) ما في ” السنن لابن ماجه “ : عن عامر الشعبي قال : قلت لفاطمة بنت قيس : ” حدثيني عن طلاقك ، قالت : طلقني زوجي ثلاثاً ، وهو خارج إلى اليمن ، فأجاز ذلك رسول الله ﷺ “ . (ص/١٢٥)

(٥) ما في ” المصنف لابن أبي شيبة “ : عن أنس : ” كان عمر إذا أتى برجل قد طلق امرأته ثلاثاً في مجلس ، أوجعه ضرباً وفرق بينهما “ . (٥١٩/٩) ، من كره أن يطلق الرجل امرأته ثلاثاً

(٦) ما في ” هامش مصنف عبد الرزاق “ : عن معاوية بن يحيى قال : جاء رجل إلى عثمان بن عفان ، فقال : طلقت امرأتى ألفاً ، فقال : ” بانت منك بثلاث “ . (٣٩٢/٦) ، باب المطلق ثلاثاً ==

= (۷) ما في " المصنف لابن أبي شيبه " : عن حبيب ، عن رجل من أهل مكة قال : جاء رجل إلى علي فقال : إني طلق امرأتي ألفاً ، قال : " الثلاث تحرمها عليك ، واقسم سائرهن بين أهلك " . (۵۲۳/۹)

(۸) ما في " المصنف لعبد الرزاق " : أن رجلاً قال لابن عباس : رجل طلق امرأته مائة ، فقال ابن عباس : " يأخذ من ذلك ثلاثاً ، ويدع سبعمائة وتسعين " . (۳۹۶/۶ ، باب المطلق ثلاثاً)
(۹) ما في " صحيح البخاري " : عن نافع : كان ابن عمر إذا سئل عن طلاق ثلاثاً ، قال : " لو طلق مرة أو مرتين ، فإن النبي ﷺ أمرني بهذا (المراجعة) ، فإن طلقها ثلاثاً حرمت ، حتى تنكح زوجاً غيره " . (۹۲/۲ ، كتاب الطلاق)

(۱۰) ما في " رد المحتار " : (والبدعي ثلاث متفرقة) ، وكذا بكلمة واحدة بالأولى قال : إن الناس قد استعجلوا في أمر كان أناة ، فلو أمضيناه عليهم ، فأمضاه عليهم ، وذهب جمهور الصحابة والتابعين ، ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث .

(۳۲۰/۳ ، كتاب الطلاق ، كذا في فتح القدير : ۳/ ۳۵۱ ، كتاب الطلاق)
ما في " بدائع الصنائع " : أما الألفاظ التي يقع بها طلاق البدعة فنحو أن يقول : أنت طالق طلاق الشيطان ، فإن نوى ثلاثاً فهو ثلاث أما حكم طلاق البدعة فهو أنه وقع عند عامة العلماء . (۱۵۳/۳ ، كتاب الطلاق ، حكم طلاق البدعة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : البدعي أن يطلقها مرتين أو ثلاثاً في طهر واحد معاً أو متفرقاً .
(۳۴/۲۹)

وفيه أيضاً : اتفق جمهور الفقهاء على وقوع الطلاق البدعي ، مع اتفاقهم على وقوع الإثم فيه على المطلق لمخالفته السنة المتقدمة . (۳۵/۲۹ ، طلاق)

(۱۱) ما في " مجلة بحوث الإسلامية " : بعد الإطلاع على البحث المقدم من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء ، والمعد من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء في موضوع : " الطلاق الثلاث بلفظ واحد " وبعد دراسة المسألة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قبلت فيها ، ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثره إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثاً . (بحواله خير الفتاوى : ۵/ ۶۳۹)

قوتِ تولید کے ختم ہونے پر فسخ نکاح

مسئلہ (۱۸۶): اگر کسی شخص نے نس بندی کرائی، جس کی وجہ سے اس کی قوتِ تولید ختم ہوگئی، مگر وہ جماع پر قادر ہے، تو اس صورت میں عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”اگر مرد کا پانی (منی) نہ ہو، وہ جماع کرتا ہو مگر انزال نہ ہوتا ہو، تو عورت کو خصومت کا حق حاصل نہیں ہے۔“ (۱)

فسخ نکاح کی ایک صورت

مسئلہ (۱۸۷): کسی خاتون کا شوہر بیرون ملک چلا جائے، ایک طویل عرصے تک اس کا کوئی پتہ نہ چلے کہ آیا وہ زندہ ہے یا مردہ، نہ خط سے، نہ کسی اور ذریعے سے، اور عورت کے گھر والے یہ سوچ کر کہ شوہر کا انتقال ہو گیا، اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کر دے، تو محض عورت، یا اس کے گھر والوں کے یہ سوچ لینے سے کہ: ”پہلا شوہر مر گیا ہوگا“، اُس شخص کی موت ثابت نہیں ہوگی، اور یہ عورت بدستور اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں ہی رہے گی، دوسرا نکاح ناجائز ہوگا، اس کے باوجود اگر دوسرا نکاح کر دیا گیا، تو مرد و عورت دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔

اگر عورت شوہر اول سے نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ عدالت میں اس بات کو ثابت کرے کہ اس کا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، پھر گواہوں کے ذریعے سے شوہر کا مفقود الخبر اور لاپتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں خود قاضی بھی اپنے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “: لو لم يكن له ماء ويجمع فلا ينزل لا يكون لها حق الخصومة.
(۵۲۵/۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۸۱/۸، فتاویٰ حقانیہ: ۵۳۲/۳)

ذرائع سے مفقود کی پوری تفتیش و تلاش کروائے، جب مایوسی ہو جائے، تو قاضی زوجہ مفقود الخبر کو مزید چار سال تک انتظار کا حکم دے، اور یہ چار سال کی مدت قاضی کے یہاں مُرافعہ اور اس کی جستجو و یاس کے بعد شروع ہوگی، پھر جب چار سال کی مدت ختم ہو جائے اور اس کے اندر بھی مفقود الخبر کا پتہ نہ چلے، تو زوجہ مفقود الخبر دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے مفقود الخبر کی موت کا حکم حاصل کرے، اور قاضی زوجہ مفقود الخبر کے لیے یہ فیصلہ دے کہ اب اس کو چار ماہ دس دن عدتِ وفات گزار کر، دوسرے مرد سے نکاح کر لینے کا حق ہے، اور وہ اپنے نفس کی مجاز ہے۔ یہ چار سال کی تا جیل اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس چار سال کی مدت کے اندر اس کو برابر نفقہ ملتا رہے، ورنہ بلا تا جیل عورت کو مطالبہ تطلق کا حق ہے، لہذا قاضی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ عورت نے اپنے استغاثہ میں علیحدگی اور فسخ نکاح کے لیے عدم نفقہ کا ذکر کیا ہے یا نہیں؟ اگر عدم نفقہ کا ذکر کیا ہے تو اسی کے لحاظ سے فیصلہ کرنا چاہیے، یعنی تفریق کر دینی چاہیے۔

نیز زوجہ مفقود الخبر کے لیے چار سال انتظار کا حکم اُس صورت میں ہے جب کہ وہ اتنی مدت تک صبر و تحمل اور عفت سے گزار سکے، لیکن اگر صورتِ حال ایسی نہ ہو، اور عورت اپنے ابتلائے معصیت کا اندیشہ ظاہر کرے، تو قاضی ایک سال کے بعد تفریق کا فیصلہ کر دیگا۔^(۱)

نوٹ:- زوجہ مفقود الخبر سے متعلق یہ پورا مسئلہ ”مسک مالکیہ“ کے اعتبار سے ہے، اس لیے اس میں اُس مسلک کی جو بھی شرطیں ہیں اُن سب کی پوری رعایت کی جائیگی، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

” وانه يجوز العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير إمامه مستجمعا شروطه “. (شامية : ۱/ ۱۸۹ ، مقدمة ، من موقع المكتبة الشاملة)
(کتاب الفسخ والفرق: ص/۳۳-۵۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” اعلاء السنن “ : قال الموفق في المغني : فإن غاب عن زوجته سنين فبلغتها وفاته فاعتدت ونكحت نكاحاً صحيحاً في الظاهر ودخل بها الثاني وأولدها أولاداً ثم قدم الأول ففسخ نكاح الثاني وردت إلى الأول ، وتعتد من الثاني . (۶/ ۱۳)
ما في ” رد المحتار “ : (واختار الزيلعي تفويضه للإمام) قال في الفتح : فأی وقت رأي المصلحة حكم بموته ومقتضاه أنه يجتهد ويحكم القرائن الظاهر الدالة على موته ، وعلى هذا يبتني على ما في جامع الفتاوى حيث قال : وإذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به ، كما إذا فقد في وقت الملاقة مع العدو أو مع قطاع الطريق ، أو سافر على المرض الغالب هلاكه ، أو كان سفره في البحر ، وما أشبه ذلك حكم بموته ، لأنه الغالب في هذه الاحتمالات وإن كان بين احتمالين موته ناشئ عن دليل لا احتمال حياته ، لأن هذا الاحتمال كاحتمال ما إذا بلغ المفقود مقدار ما لا يعيش على حسب ما اختلفوا في مقدار الفتاوى ، لكن لا يخفى أنه لا بد من مضي مدة طويلة ، حتى يغلب على الظن موته ، لا بمجرد فقدده عند ملاقة العدو أو سفر البحر ونحوه . (۶/ ۳۵۹)
ما في ” الفتاوى التاتارية “ : وفي المختصر : بعد أربع سنين يفرق القاضي بينهما عنده ، وفي الكافي : إذ طلبت ذلك فحينئذ تعتد أربعة أشهر وعشرة أيام ، ثم تتزوج من شاءت ، فإن عاد زوجها بعد مضي المدة فهو أحق بها .

(۳/ ۳۲۲ ، الموسوعة الفقهية : ۳۸/ ۲۷۹ ، كتاب المبسوط : ۱۱/ ۳۰)

(الجملة الناجزة: ص/۱۱۳، كتاب الفتاوى: ۵/ ۱۸۳، فتاوى محمودية: ۱۳/ ۲۲۰، ۲۲۱، كراچی)

شرعی کمیٹی سے فسخ نکاح

مسئلہ (۱۸۸): اگر کوئی عورت شوہر کی طرف سے عدم ادائیگی حقوق کی بنا پر طلاق کا مطالبہ کرے، لیکن شوہر نہ طلاق دیتا ہو، نہ حقوق ادا کرتا ہو، اور یہ اندیشہ ہو کہ زوجین اللہ کے قائم کردہ حقوق کو پامال کریں گے، تو اس صورت میں وہ شوہر کو کچھ مال وغیرہ دے کر اس سے خلع لے سکتی ہے^(۱)، اگر شوہر خلع کے لیے بھی راضی نہ ہو، تو وہ غیر اسلامی عدالت سے طلاق نہیں لے سکتی، کیوں کہ طلاق دینا صرف مرد کا حق ہے^(۲)، البتہ وہ دارالقضا (اسلامی عدالت) یا شرعی کمیٹی میں اپنا مقدمہ داخل کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے، اگر دارالقضا یا شرعی کمیٹی نکاح کو فسخ کر دے، تو نکاح فسخ ہو جائے گا، اور اس کے بعد عورت عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا يَقِيمَا حَدُودَ اللَّهِ ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۹)

ما في ” فتح القدير للشوكاني “ : (فلا جناح عليهما فيما افتدت به) أي لا جناح على الرجل في الأخذ، وعلى المرأة في الإعطاء ، بأن تفتدي نفسها من ذلك النكاح ببذل شيء من المال يرضى به الزوج فيطلقها لأجله ، وهذا هو الخلع ، وقد ذهب الجمهور إلى جواز ذلك للزوج ، وأنه يحل له الأخذ مع ذلك الخلع ، وهو الذي صرح به القرآن . (۱۹۵/۱)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن حبيبة بنت سهل الأنصارية أنها كانت تحت ثابت بن قيس بن شماس ، وأن رسول الله ﷺ خرج إلى الصبح فوجد حبيبة بنت سهل عند بابها في الغلس ، فقال رسول الله ﷺ : ” من هذه ؟ قالت : أنا حبيبة بنت سهل ، قال : ما شأنك ؟ قالت : لا أنا ولا ثابت بن قيس لزوجها ، فلما جاء ثابت بن قيس قال له رسول الله ﷺ : هذه حبيبة =

= بنت سهل فذكرت ما شاء الله أن تذكر، وقالت حبيبة : يا رسول الله ! كل ما أعطاني عندي ، فقال رسول الله ﷺ لثابت بن قيس : ” خذ منها “ . فأخذ منها ، وجلس في أهلها“ . (ص/ ۳۰۳ ، كتاب الطلاق ، باب في الخلع ، قديمي)

ما في ” بذل المجهود “ : (..... خذ منها) ما أعطيتها في المهر ، وخالعها ، (فأخذ) ثابت (منها) أي من حبيبة وفارقها ، (وجلس في أهلها) .

(۸/ ۲۵۵ ، كتاب الطلاق ، رقم الحديث : ۲۲۲۹)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (هو إزالة ملك النكاح المتوقعة على قبولها ... بلفظ الخلع أو ما في معناه ولا بأس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق (بما يصلح المهر) ... (و حكمه أن (الواقع به) ولو بلا مال (وبالطلاق) الصريح (على مال طلاق بائن وكره) تحريماً (أخذ شيء إن نشئ، وإن نشزت لا) . التنوير وشرحه . (۵/ ۲۸ - ۷۴ ، كتاب الطلاق ، باب الخلع)

(۲) ما في ” السنن لإبن ماجة “ : عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : أتى النبي ﷺ رجل فقال : يا رسول الله ! إن سيدي زوجني أمته ، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها ، قال : فصعد النبي ﷺ المنبر فقال : ” يا أيها الناس ! ما بال أحدكم يزوج عبده أمته ثم يريد أن يفرق بينهما ، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق “ . (۱/ ۱۵۱ ، باب طلاق العبد ، مكتبه بلال ديوبند ، فتح القدير لإبن الهمام : ۳/ ۷۶ ، كتاب الطلاق ، فصل ويقع طلاق كل زوج الخ) ما في ” شروح ابن ماجة “ : قوله : (إنما الطلاق لمن أخذ بالساق) كناية عن الجماع أي إنما يملك الطلاق من يملك الجماع فليس للسيد جبر على عبده إذا أنكح أمته ”انجاح“ . (۱/ ۸۱ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق العبد ، رقم الحديث : ۲۰۸۱)

ما في ” فتح القدير لإبن الهمام “ : (وإذا تزوج العبد امرأة) بإذن مولاه وطلقها (وقع طلاقه ، ولا يقع طلاق مولاه على امرأته) ، لأن ملك النكاح حق العبد ، فيكون الإسقاط إليه دون المولى ، قوله : (وإذا تزوج العبد لأن ملك النكاح يشبث العبد) فإذا التزم حتى ثبت له الملك كان إليه دفعه لا إلى غيره . (۲/ ۷۶ ، ويقع الطلاق كل زوج)

(۳) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : والتفريق في اصطلاح الفقهاء : أنها العلاقة الزوجية=

غیر مسلم حج کا فسخ نکاح

مسئلہ (۱۸۹): از روئے شرع فسخ نکاح کے لیے شرعی قاضی کا ہونا ضروری ہے، لہذا اگر کوئی غیر مسلم حج فسخ نکاح کا فیصلہ کرے، تو وہ فیصلہ شرعاً غیر معتبر ہے، اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا۔^(۱)

= بین الزوجین بحکم القاضي بناء على طلب أحدهما لسبب كالشقاق والضرر وعدم الإنفاق أو بدون طلب من أحد حفظاً لحق الشرع ، كما إذا ارتد أحد الزوجين ، وما يقع بتفريق القاضي طلاق بائن في أحوال ، وفسخ في أحوال أخرى . (۶/۲۹ ، ۷ ، طلاق ، التفريق) (جدید مسائل کا حل : ص/۳۳۹، ۳۴۰، فتاویٰ رحیمیہ : ۸/۳۸۳، فتاویٰ محمودیہ : ۱۳/۱۶۸، ۱۶۹، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : وأهله (القضاء) أهل الشهادة ، وحاصله ؛ أن شروط الشهادة من الإسلام والعقل والبلوغ والحرية إلى قوله : ومقتضاه تقليد الكافر لا يصح . (۲۳/۸ – ۲۴ ، مطلب الحكم الفعلي)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة ، من الإسلام والتكليف والحرية وكونه غير أعمى ولا محدوداً في قذف ولا أصم ولا أخرس . (۳۰۷/۳) ، كتاب أدب القاضي ، الباب الأول في تفسير معنى الأدب

ما في ” النهر الفائق “ : (أهله) أي : القضاء (لأهل الشهادة) وشرط أن يكون من أهل الشهادة ، لأن كلا منهما يستمد من أمر واحد هو شروط الشهادة من الإسلام والتكليف والحرية . (۵۹۹/۳) ، كتاب القضاء

ما في ” البحر الرائق “ : قوله : (أهله أهل الشهادة) أي أهل القضاء وإنما المراد انهما يرجعان في شيء واحد ، وهو أن يكون حراً مسلماً بالغاً عاقلاً عدلاً ، وفي منحة الخالق : شروط القضاء تسع ، عليك بحفظها لتحرز سبقاً في طلابك للعلا ، بلوغ وإسلام وعقل ومنطق . (۴۳۷/۲) ، كتاب القضاء

ما في ” الحيلة الناجزة “ : ” اگر کسی جگہ فیصلہ کرنے والا حاکم غیر معتبر ہے اس کے حکم سے (شرعاً) فسخ =

غیر اسلامی عدالت میں فسخ نکاح

مسئلہ (۱۹۰): مسلمانوں کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ اپنے معاملات غیر اسلامی عدالتوں میں لے جائیں، کیوں کہ غیر مسلم قاضی (جج) کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں قابل قبول نہیں^(۱)؛ لیکن چونکہ آج کل حالات ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ غیر مسلم ممالک میں بکثرت مسلمان آباد ہیں، اور انہیں اپنے نجی و ذاتی مسائل غیر مسلم عدالتوں میں پیش کرنا، ناگزیر ہے، غیر مسلم ممالک میں عدالت کے ذریعہ ”مسئلہ طلاق“ کے موضوع پر، ”مجمع الفقہ الاسلامی الہند“ نے اپنے انیسویں سمینار میں کمال بحث و مباحثہ کے بعد ہندو بیرون ہند کے ممتاز علماء و فقہاء کے اتفاق سے جو قراردادیں منظور کی وہ یہ ہیں:

۱- غیر مسلم ممالک کی عدالت کا جج اگر مسلمان ہو، اور وہ فیصلہ کرتے وقت شرعی ضوابط کو ملحوظ رکھتا ہو، تو اسے مسلم حاکم کے قائم مقام تسلیم کرتے ہوئے فسخ نکاح کے سلسلے میں اس کا فیصلہ معتبر ہوگا۔^(۲)

۲- جن غیر مسلم ممالک میں حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے لیے شرعی اصولوں کے مطابق قضاء کا نظام قائم نہیں ہے، وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ آرباب حل و عقد کے مشورے سے دارالقضاء، شرعی پنچایت یا ان جیسے ادارے

= وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ ”لأن الكافر ليس بأهل للقضاء على المسلم، كما هو مصرح في جميع كتب الفقه“، ”یعنی کافر مسلمان کے فیصلے کرنے کا مجاز نہیں ہے، جیسا کہ کتب فقہ میں وضاحت ہے۔“
(ص/۶۰، مسلمان مجسٹریٹ کا فیصلہ کرنا، مکتبہ رضی دیوبند، فتاویٰ رحیمیہ: ۸/۳۸۹) =

قائم کریں، اور اپنے نزاعات و معاملات میں ان کی طرف رجوع کریں۔^(۳)

۳۔ طلاق چوں کہ بغض المباحات ہے، اس لیے اسے اختیار کرنے سے پہلے پورے طور پر مصالحت اور نباہ کی صورت نکالنی چاہیے، اور حتی الامکان طلاق و خلع سے بچنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔^(۴)

۴۔ غیر مسلم ممالک کی عدالت میں شوہر قانونی مجبوری کے تحت غیر مسلم حج کو درخواست دیتا ہے کہ میرا رشتہ نکاح ختم کر دیا جائے، اور حج تفریق کا فیصلہ کرتا ہے، تو حج کے فیصلہ تفریق کو طلاق بائن مانا جائے گا، البتہ بہتر ہے کہ عدالت کے فیصلے کے بعد شوہر اپنی زبان سے بھی الفاظ کہہ دے۔^(۵)

۵۔ اگر غیر مسلم ممالک کی عدالت میں غیر مسلم حج کے سامنے عورت رشتہ ازدواج کو ختم کرنے کے لیے درخواست دیتی ہے، اور غیر مسلم حج اس کی درخواست پر شوہر کی اجازت سے تفریق کا فیصلہ کرتا ہے تو معتبر ہے، ورنہ یہ تفریق شرعاً معتبر نہیں ہوگی، ایسی صورت میں عورت یا تو شوہر سے خلع حاصل کرے، یا دارالقضاء و شرعی پنچایت کے ذریعہ نکاح فسخ کرائے۔^(۶)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴾ .

(سورة النساء : ۲۴۱)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما بيان من يصلح للقضاء فنقول : الصلاحية للقضاء لها شرائط : منها العقل ، ومنها البلوغ ، ومنها الإسلام . (۸۵/۹ ، كتاب أدب القاضي)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : قوله : (ويشترط كونه مسلمًا . الخ) أي لأن الكافر لا يلي على =

خاوند کا قادیانی ہو جانا

مسئلہ (۱۹۱): اگر نکاح کے بعد خاوند قادیانی ہو گیا، تو نکاح فسخ ہو جائیگا، اس لیے کہ قادیانی کے کافر ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔^(۱)

=المسلم . (۲/۲۸۰، الصلوة، باب الإمامة، مطلب شروط الإمامة الكبرى، بیروت)
(۳) ما في ”رد المحتار“ : وأما بلاد عليها ولاية كفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد، ويصير القاضي قاضيًا بتراضي المسلمين، فيجب عليهم أن يلتزموا واليًا مسلمًا منهم . (۸/۴۳، كتاب القضاء، مطلب : أبو حنيفة دُعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى، بيروت)
(۴) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿وإن خفتن شقاق بينهما فابعثوا حكماً من أهله وحكماً من أهلها إن يريد آصالاً يُوفق الله بينهما﴾ . (سورة النساء : ۳۵)
(۵) (انسوواں فتہی سمنار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، تجویز نمبر: ۴)
(۶) (انسوواں فتہی سمنار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، تجویز نمبر: ۵)
ما في ”الهداية“ : وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به . (۲/۴۰۴، باب الخلع)
(الحيلة الناجزة: ص/۷۶، شرعی کمیٹی کی حیثیت و اختیارات)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير و شرحه مع الشامية“ : (وارتداد أحدهما) أى الزوجين (فسخ) فلا ينقص عددًا (عاجل) بلا قضاء . تنوير و شرحه . (۳/۳۶۶، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر)
ما في ”الموسوعة الفقهية“ : ثم قال الحنفية : إذا ارتد أحد الزوجين المسلمين بانت منه امرأته مسلمة كانت أو كتابية، دخل بها أو لم يدخل، لأن الردة تنافي النكاح ويكون ذلك فسخًا عاجلاً لا طلاقاً ولا يتوقف على قضاء . (۲۲/۱۹۸، البحر الرائق : ۳/۳۷۲، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، بدائع الصنائع : ۳/۶۲۰، كتاب النكاح، فصل في النكاح الفاسد، الفتاوى الهندية : ۱/۳۳۹، فصل في النكاح الكافر) (فتاوى دارالعلوم: ۸/۳۷۰)

کافر شوہر کا حلالہ

مسئلہ (۱۹۲): کوئی مطلقہ ثلاثہ مرتد ہو جائے، اور ارتداد کے بعد کسی کافر سے باقاعدہ نکاح کر لے، اور کافر شوہر دخول کے بعد اسے طلاق دیدے، اور وہ عورت دوبارہ مسلمان ہو جائے، تو شوہر اول کے لیے حلال ہو جائے گی، اس لیے کہ حلالہ کی شرط ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾ پائی گئی، اب دوبارہ حلالہ کی ضرورت نہیں، کافر شوہر کا حلالہ کافی ہے۔^(۱)

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ .
(سورة البقرة : ۲۳۰)
ما فی ” الدر المختار مع الشامیة “ : (حتى يطأها غيره ولو) الغير (مراهقاً) يجمع مثله ،
وقدره شيخ الإسلام بعشر سنين أو خصياً أو مجنوناً أو ذمياً لدمية (بنكاح) نافذ خرج الفاسد
والموقوف . در مختار . قوله : أو (ذمياً لدمية) أى ولو كان التحليل لأجل زواجها المسلم
كما فى البحر . (۴۲/۵ ، كتاب النكاح ، باب الرجعة)
ما فى ” الفتاوى الهندية “ : وإذا كانت النصرانية تحت مسلم طلقها ثلاثاً فتزوجت نصرانياً
ودخل بها حلت للمسلم الذي طلقها ثلاثاً . (۴۷۳/۱ ، الطلاق ، فصل فيما تحل به المطلقة)
ما فى ” الموسوعة الفقهية “ : أول شروط التحليل ، النكاح لقوله تعالى : ﴿حتى تنكح زوجاً
غيره﴾ فقد نفى حل المرأة لمطلقها ثلاثاً ، وحد النفي إلى غاية التزوج بزواج آخر
..... يشترط فى النكاح الثانى لكى تحل المرأة للأول : أن يكون صحيحاً ، ولا
تحل للأول إذا كان النكاح فاسداً حتى لو دخل بها ، لأن النكاح الفاسد ليس بنكاح حقيقة ،
ومطلق النكاح ينصرف إلى ما هو نكاح حقيقة وأما
الدمية فقد ذهب جمهور الفقهاء إلى أن وطء زوجها الذمى يحلها للأول ، لأن النصرانى
زوج . (۲۵۵/۱۰ ، ۲۵۶ ، تحليل)

فسخ نکاح میں حکم کا فیصلہ

مسئلہ (۱۹۳): شرعی حکم کا فیصلہ فسخ نکاح وغیرہ میں نافذ العمل ہوگا^(۱)، اسی طرح

مسلم سول جج، مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہوں، اگر وہ مسلمان ہیں اور قانون شرع کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، تو ان کا فیصلہ شرعی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوگا، یعنی اگر وہ نکاح کو فسخ کر دیں، تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين ، فيجب عليهم أن يلتزموا والياً مسلماً منهم . اهـ . وعزاه مسكين في شرحه إلى الأصل وفي ” الفتح “ : وإذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقليد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن ، يجب على المسلمين أن يتفقوا على واحد منهم يجعلونه والياً فيولي قاضياً ، ويكون هو الذي يقضي بينهم . (۸ / ۴۱ ، ۴۲ ، كتاب القضاء ، مطلب أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى ، ومطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار ، ديوبند) (الخلية الناجزة : ص / ۶۰ ، فتاوى حقانيہ : ۴ / ۵۹۰ ، ۵۹۱ ، فتاوى دارالعلوم : ۸ / ۱۲۷)

ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : (تولية الخصمين حاكماً يحكم بينهما ، وركنه لفظه الدالّ عليه مع قبول الآخر) ذلك (و شرطه من جهة المحكم) بالكسر (العقل لا الحرية والإسلام) (و شرطه (من جهة المحكم) بالفتح (صلاحيته للقضاء) .

(۸ / ۱۲ ، كتاب القضاء ، باب التحكيم ، دار الكتاب ديوبند)

(۲) ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : (ويجوز تقلّد القضاء من السلطان العادل والجانر ولو كافراً . ذكره مسكين وغيره . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ولو كافراً) في التاتارخانية : الإسلام ليس بشرط فيه : أي في السلطان الذي يقلد .

(۸ / ۴۱ ، كتاب القضاء ، مطلب أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى ، ديوبند)

پہلی بیوی کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ

مسئلہ (۱۹۴): اگر کوئی شخص یہ بتائے بغیر کہ اس کی ایک بیوی پہلے سے موجود ہے، کسی عورت سے نکاح کر لے، تو اُس کا یہ نکاح صحیح ہے، اور دوسری بیوی کو یہ معلوم ہونے پر کہ اس شخص کی ایک بیوی پہلے سے موجود ہے، فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا^(۱)، البتہ اگر نباہ ممکن نہ ہو، تو وہ طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے، اور شوہر طلاق نہ دے، تو خلع لے سکتی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَّةً وَرَبْعًا﴾ .

(سورة النساء : ۳)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وأما قوله تعالى : ﴿مَثْنً وَثُلَّةً وَرَبْعًا﴾ . فإنه إباحة للثنتين إن شاء ، وللثلاث إن شاء ، وللرباع إن شاء على أنه مخير في أن يجمع في هذه الأعداد من شاء . (۲ / ۶۹ ، تزويج الصغار ، سورة النساء)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْنَاهُمْ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يَقِيمَا حَدُودَ اللَّهِ ، فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَقِيمَا حَدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ .

(سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في ” فتح الباری “ : عن ابن عباس أن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي ﷺ فقالت : يا رسول الله ! ثابت بن قيس ما أعتب عليه في خلق ولا دين ، ولكني أكره الكفر في الإسلام ، فقال رسول الله ﷺ : ” أتردين عليه حديقته ؟ “ . قالت : نعم ، قال رسول الله ﷺ : ” اقبل الحديقة وطلقها تطليقة “ . (۳۵۲ / ۹ ، باب الخلع ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما في ” الهداية “ : وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به . (۴۰۴ / ۲ ، باب الخلع)

زنا سے ثبوت نسب

مسئلہ (۱۹۵): کسی شخص کے کسی عورت سے زنا کرنے پر وہ حاملہ ہو جائے، اور وہ اس معاملہ کو دبانے کے لیے اس سے شادی کر لے، اور اس بچے کے اپنے نطفے سے پیدا ہونے کا اقرار کرے، تو محض اُس کے اس اقرار سے نسب ثابت نہیں ہوگا، بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ بچہ نکاح کے بعد کب پیدا ہوا؟ اگر نکاح سے چھ ماہ بعد، یا اُس سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہوا، تو قضاءً نسب ثابت ہو جائے گا، اور اگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہوا، تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔^(۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها : فتساوفا إلى رسول الله ﷺ فقال سعد : يا رسول الله ! ابن أخي ، كان عهد إليّ فيه ، فقال عبد بن زمعة : أخي وابن وليدة أبي ، وقال رسول الله ﷺ : ” هو لك يا عبد بن زمعة ، الولد للفراش وللعاهر الحجر ، ثم قال لسودة بنت زمعة : احتجبي منه لما رأى من شبهه بعتبة ، فما رآها حتى لقي الله “ .

(۴۹۰ ، كتاب الوصايا ، قول الموصي لوصيه)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو زنى بامرأة فحملت ثم تزوجها فولدت إن جاءت به لستة أشهر فصاعداً ثبت نسبه ، وإن جاءت به لأقل من ستة أشهر لم يثبت نسبه .

(۵۴۰ / ۱ ، كتاب الطلاق ، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب)

ما في ” الهداية “ : وإذا تزوج رجل امرأة فجاءت بولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه ، لأن العلوق سابق على النكاح ، فلا يكون منه ، وإن جاءت به لستة أشهر فصاعداً يثبت نسبه منه لأن الفراش قائم والمدة تامة . (۳۳۲ / ۲ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، العناية شرح الهداية : ۶۱۰ / ۲ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، الموسوعة الفقهية : ۹ / ۱۵ ، ثبوت النسب ، النهر الفائق : ۴۹۱ / ۲ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، مجمع الأنهر : ۱۵۸ / ۲ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب) (فتاوى حنافية : ۵۲۲ / ۳)

منکوحۃ الغیر سے نکاح اور اس سے پیدا شدہ اولاد

مسئلہ (۱۹۶): منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنا حرام ہے، اور یہ نکاح، نکاح باطل ہوگا^(۱)، اگر کسی عورت کے غیر کی منکوحہ ہونے کا علم نہ ہو، اور کوئی مرد اس سے نکاح کر لے، تو اس نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب بالاتفاق اس مرد سے ثابت ہوگا، اور اگر کسی عورت کے غیر کی منکوحہ ہونے کا علم ہونے کے باوجود کوئی مرد اس سے نکاح کر لے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا، اور صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک ثابت نہیں ہوگا۔^(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”بدائع الصنائع“ : ومنها : ألا تكون منکوحۃ الغیر ، لقوله تعالى : ﴿والمحصنات من النساء﴾ . [سورة النساء : ۳۴] معطوفاً علی قوله عز وجل : ﴿حرمت علیکم امهاتکم﴾ . [النساء : ۲۳] إلی قوله تعالى : ﴿والمحصنات من النساء﴾ . وهن ذوات الأزواج سواء کان زوجها مسلماً أو کافراً . (۳/ ۴۵۱ ، کتاب النکاح ، فصل فی شروط ألا تكون منکوحۃ الغیر)

ما فی ”الفتاویٰ الہندیہ“ : لا يجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره ، وکذا فی المعتدة . کذا فی السراج الوہاج . (۱/ ۲۸۰ ، کتاب النکاح ، القسم السادس ، المحرمات التي .. الخ)

(۲) ما فی ”الموسوعة الفقهیة“ : یتفقون کذلک علی وجوب العدة وثبوت النسب فی النکاح المجمع علی فساده بالوطء کنکاح المعتدة وزوجة الغیر والمحارم إذا كانت هناك شبهة تسقط الحد ، بأن کان لا یعلم بالحرمة ، ولأن الأصل عند الفقهاء أن کل نکاح یدراً فیہ الحد فالولد للاحق بالواطئ ، أما إذا لم تکن هناك شبهة تسقط الحد ، بأن کان عالماً بالحرمة فلا یلحق به الولد عند الجمهور ، وکذلک عند بعض مشایخ الحنفیة ، لأنه حیث وجب الحد فلا یثبت النسب ، وعند أبي حنيفة وبعض الحنفیة یثبت النسب لأن العقد شبهة ومجمع الفتاویٰ أنه یثبت النسب عند أبي حنيفة خلافاً لهما . (۸/ ۲۳ ، ۱۲۴ ، بطلان ، رد المحتار : ۵/ ۹۷ ، کتاب الطلاق ، باب العدة ، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل ، رد المحتار : ۶/ ۳۱ ، کتاب الحدود ، مطلب إذا استحل المحرم علی وجهه) (کفایت المفتی : ۵/ ۲۵۸)

کتاب البیوع

☆..... خرید و فروخت کے مسائل.....☆

معاملات دین کا ایک اہم شعبہ ہے

مسئلہ (۱۹۷): معاملات دین کا ایک اہم شعبہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادات کا مکلف بنایا ہے، اسی طرح معاملات میں بھی کچھ احکام کا مکلف بنایا، تاکہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں کہ کنسی چیزیں حلال ہیں، اور کون سی چیزیں حرام ہیں۔ شریعت اسلامی کے احکام جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت سے متعلق جو احکام ہیں وہ ایک چوتھائی ہیں، اور تین چوتھائی احکام معاملات اور معاشرت سے متعلق ہیں، سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ”تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔“^(۱)

آیت مذکورہ معاملات کی تمام ناجائز صورتوں کو شامل ہے، سود، قمار، رشوت خوری، ملاوٹ اور دھوکہ و فریب، غرض ان تمام ناجائز ذرائع آمدنی کو شامل ہے، جنہیں اللہ رب العزت نے ناجائز و حرام قرار دیا ہے^(۲)، حرام سے بچنے اور حلال کو حاصل کرنے کے لیے قرآن و سنت میں مختلف عنوانات سے تاکیدیں کی گئی ہیں، ایک آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حلال کھانے کو انسان کے اعمال و اخلاق میں بہت بڑا دخل ہے، اس کا کھانا پینا حلال نہیں، تو اس سے اچھے اخلاق و اعمال کی توقع مشکل ہے، ارشادِ بانی ہے کہ: ”حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو“۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اعمالِ صالحہ کا صدور اسی وقت ہو سکتا ہے، جب کہ انسان کا کھانا پینا حلال

ہو۔^(۳) اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”بہت سے لوگ عبادت کرتے ہیں، اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے ہیں، مگر ان کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، تو ان کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے“^(۴)، ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اپنے اور اپنے متعلقین کی لازمی ضروریات کی تکمیل کے لیے حلال کمائی کی طلب و جستجو مستقل و دائمی فریضہ ہے“^(۵)، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”سچا اور امانت دار تاجر کل قیامت کے دن انبیاء اور شہداء کے ساتھ ہوگا“۔^(۶)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۖ ﴾ .
(سورة النساء : ۲۹)
- (۲) ما في ” البحر المحيط “ : قال أبو حيان الغرناطي : والباطل هو كل طريق لم تبحه الشريعة ، فيدخل فيه السرقة ، والخيانة ، والغصب ، والقمار ، وعقود الربا . وقال السدي : هو أن يأكل بالربا والقمار والبخس والظلم ، وغير ذلك مما لم يبيح الله تعالى أكل المال فيه . (۳۲۲/۳)
- (۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ يَا أَيُّهَا الرِّسَلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ ﴾ .
(سورة المؤمنون : ۵۱)
- (۴) ما في ” الصحيح لمسلم “ : وقال : ” أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا ، وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَهُ بِهِ الْمُرْسَلِينَ ، فَقَالَ : ﴿ يَا أَيُّهَا الرِّسَلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۖ ﴾ . وقال : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ ﴾ . ثم ذكر الرجل يطيل السفر ، أشعث أغبر ، يمدُّ يديه إلى السماء ، يا رب ! يا رب ! ومطعمه حرام ، ومشربه حرام ، وملبسه حرام ، وغذي بالحرام ، فأني يستجاب لذلك “ . (۳۲۶/۱)
- (۵) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : ” طلب كسب =

حقوق العباد کی اہمیت و فضیلت

مسئلہ (۱۹۸): شریعت میں حقوق العباد کی بڑی فضیلت آئی ہے، یہاں تک کہ کافروں کے ساتھ بھی امانتداری کا ثبوت دینے کا حکم دیا گیا^(۱)، حقداروں کے حقوق کی پامالی، ان کے لیے مضرت کا سبب ہوتی ہے، اس لیے دوسروں کو ایذا پہنچانے پر ڈرایا دھمکایا گیا ہے^(۲)، چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ کل قیامت کے روز ایک شخص: نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ عبادات اور نیکیاں لے کر آئے گا، لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، تو اہل حقوق آئیں گے اور اپنے حقوق کی پامالی پر اس کی نیکیاں لے جائیں گے^(۳)، اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہو سکتا ہے۔

=الحلال فريضة بعد الفريضة“ . رواه البيهقي في شعب الإيمان .

(ص/۲۴۲، باب الكسب وطلب الحلال)

ما في ”هامش مشكوة المصابيح“ : قوله : فريضة – أي على من احتاج إليه لنفسه أو لمن يلزم مؤنته والمراد بالحلال غير الحرام المتيقن ليشمل المشتبه لما مر في الحادث ثم ان التنزه عن المشتبه احتياط لا فرض . ثم هذه الفريضة لا يخاطب بها كل أحد بعينه لأن كثيرا من الناس يجب نفقته على غيره . قوله : بعد الفريضة – كناية عن أن فرضية طلب كسب الحلال ليس في مرتبة فرضية الصلاة والصوم والحج وغيرها ، وقيل : معناه أنه فريضة متعاقبة يعاقب بعضها البعض لا غاية له أي مستمرة فرض دائمي إذ كسب الحلال أصل الورع وأساس التقوى . ۱۲ . (ص/۲۴۲)

ما في ”كنز العمال“ : قال عليه الصلاة والسلام : ” طلب الحلال واجب على كل مسلم “ . وفيه أيضًا : ” طلب الحلال فريضة بعد الفريضة “ . (۴/۴)

(۶) ما في ”جامع الترمذي“ : وقال : ” التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء “ .

=(۲۲۹/۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ . (سورة النساء : ۵۸)

ما في ” تفسيرات أحمديه “ : قوله تعالى : ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ . نقل في بيان قصته أنه لما أغلق عثمان بن طلحة سادن الكعبة باب الكعبة يوم الفتح وأبى أن يدفع المفتاح ليدخل فيها رسول الله ﷺ وقال : لو علمت أنه رسول الله لم أمنعه ، فلوى علي يده وأخذ منه وفتح ، فدخل رسول الله ﷺ وصلى ركعتين ، فلما خرج سأله العباس أن يعطيه المفتاح ، فنزلت هذه الآية ، يعني : ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ﴾ إلى من أخذتم منه ، لا إلى غيره ، فأمر رسول الله ﷺ علياً أن يرده المفتاح إلى عثمان ، فأسلم عثمان ودعا رسول الله ﷺ أن سدانة الكعبة في أولاده أبداً . (ص/ ۱۹۱ ، النساء)

ما في ” حاشية القونوي على تفسير البيضاوي “ : (خطاب يعم المكلفين والأمانات) المكلفين من الرجال والنساء ، والأمانات أي يعم كلها أي يعم كل أمانة . (۲۰۱/۷)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغِيرٍ مَا اكْتَسَبُوا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۸)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة لأن أذاه في الجملة حرام . (۲۴۰/۱۴)

ما في ” الدر المنثور “ : وأخرج ابن أبي حاتم ، عن مجاهد رضي الله تعالى عنه في الآية قال : ” يلقي الجرب على أهل النار ، فيحكون حتى تبدو العظام ، فيقولون : ربنا بهم أصابنا هذا ؟ فيقال : بأذاكم المسلمين “ . (۴۱۳/۵)

(۳) ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن أبي هريرة (رضي الله تعالى عنه) ، أن رسول الله ﷺ قال : ” أتدرون من المفلس؟ “ . قالوا : المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع ، فقال : ” إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ، ويأتي قد شتم هذا ، وقذف هذا ، وأكل مال هذا ، وسفك دم هذا ، وضرب هذا ، فيعطى هذا من حسناته ، وهذا من حسناته ، فإن فُنيَتْ حسناته قبل أن يقضى ما عليه ، أخذ من خطاياهم فطرح عليه ، ثم طرح في النار “ . (۱۸۹/۸) ، كتاب البر والصلة والآداب ، باب تحريم الظلم ، رقم الحديث : ۲۵۸۱ ، بيروت ، ۳۲۰/۲ ، قديمي (جديد مسائل كحل ص/ ۳۱۶)

بیع اور وعدہ بیع میں فرق

مسئلہ (۱۹۹): قطعی ایجاب وقبول کو ”بیع“ کہا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد متعاقبین میں سے کسی کو بھی اس بیع کے خلاف کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور وعدہ بیع میں چوں کہ متعاقبین قطعی ایجاب وقبول نہیں کرتے، بلکہ دونوں اس بات پر محض اتفاق و معاہدہ کر لیتے ہیں کہ مدت معینہ میں مشتری جب بھی چاہیگا، بائع اپنی چیز اس کے ہاتھ بیچ دے گا۔ اس وعدہ بیع کو اخلاقی طور پر پورا کرنا لازم ہے، قانوناً اس وعدہ کو پورا کرنے پر جبر نہیں کیا جاسکتا، اگر بائع وعدہ خلافی کرتے ہوئے اپنی چیز شخص مذکور (جس سے وعدہ بیع ہو چکا تھا) کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دے، تو یہ بیع بھی صحیح ہو جائے گی، اگرچہ ایسا کرنا اخلاق و مروت کے خلاف ہے۔ محض وعدہ بیع سے نہ بائع ثمن کا مستحق ہوتا ہے، اور نہ ہی مشتری بیع کا مالک ہوتا ہے، لہذا مشتری وعدہ بیع کے مکمل ہونے (قطعی ایجاب وقبول) سے پہلے بیع کو، آگے کسی اور شخص کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا، ورنہ یہ غیر مملوک کی بیع ہوگی، جو شرعاً منع ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير و شرحه مع الشامية“ : (ويكون بقول أو فعل ، أما القول فالإيجاب والقبول) (وهما عبارة عن كل لفظين يثبتان عن معنى التملك والتملك ماضيين) ... (أو حالين) كمضارعين لم يقرنا بسوف والسين كأبيعك فيقول : أشتريه ، أو أحدهما ماض والآخر حال ، (و) لكن (لا يحتاج الأول إلى نية بخلاف الثاني) فإن نوى به الإيجاب للحال صحَّ على الأصحِّ وإلا لا . (٤ / ١٠ ، ١٤ ، ١٨ ، كتاب البيوع) =

خریدنے کا وعدہ کر کے پورا نہ کرنا

مسئلہ (۲۰۰): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے ایک متعین قیمت میں کوئی چیز خریدنے کا وعدہ کرے، اور وہ شخص اس چیز کو خریدنے والے کے بھروسے پر اپنے پاس رکھے رہا، بعد میں وہ آ کر یوں کہے کہ میں اتنی قیمت میں نہیں خریدوں گا، مثلاً خالد حامد سے کہے کہ میں تجھ سے یہ گھڑی پانچ سو روپے میں خریدوں گا، جب کہ اس گھڑی کی قیمت چار سو روپے ہے، پھر کچھ ایام گزرنے کے بعد خالد خریدنے سے انکار کر دے، جب کہ حامد اس گھڑی کو کسی اور کے ہاتھ بیچتا، تو اُسے چار سو روپے مل جاتے، لیکن اس نے خالد کے بھروسے پر اُسے فروخت نہیں کیا، اب اس صورت میں حامد کو جو سو روپے کا نقصان اٹھانا پڑا، وہ

=ما في " الفتاوى الهندية " : البيع ينقذ بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظي الماضي مثل أن يقول أحدهما : بيعت ، والآخر : اشتريت ، لأن البيع انشاء تصرف ، والانشاء يعرف بالشرع ، والموضوع للاخبار قد استعمل فيه ، فينقذ به ، ولا ينقذ بلفظين أحدهما لفظ المستقبل وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ، ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية . (۱۸/۳ - ۲۰ ، كتاب البيوع)

ما في " عقد البيع لمصطفى أحمد الزرقاء " : الوعد المجرد بالبيع أو بغيره من العقود أو الأعمال ، كوعد الإنسان لمدين بأن يؤدي عنه دينه ، لم يقم له الفقهاء وزناً من الوجهة القضائية ، أي انه لا يلزم صاحبه بالوفاء إلا من الناحية الدينية الأخلاقية ، أما القضاء فلا يجبر على الوفاء بوعد ، والمراد من الوعد المجرد ما لا يشتمل على إيجاب وقبول قطعيين ، كما لو قال الإنسان لآخر : سأبيعك ، أو : أعدك بأن أبيعك المال الفلاني بكذا ، فهذا من قبيل الوعد المجرد إن الوعد بالبيع هو اتفاق يتعهد فيه شخص ببيع شيء من شخص آخر عند ما يختار شراءه خلال مدة معينة . (۱۷۱ ، ۱۷۲ ، الفصل السابع في الوعد بالبيع)

خالد سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ یہ عین کا نقصان نہیں بلکہ متوقع نفع کا نقصان ہے، جس کو شریعت نقصان نہیں گردانتی^(۱)، البتہ اگر خالد شروع ہی سے اپنے اس وعدے کو پورا نہ کرنے کی نیت رکھتا ہے، تو وہ اخروی اعتبار سے گنہگار ہے^(۲)، اور اگر خریدنے کی نیت تھی مگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ خرید سکا، تو وہ معذور ہے، جس میں گناہ بھی لازم نہیں ہوگا۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الضرر إسم من الضر ، وقد أطلق على كل نقض يدخل الأعيان ، والضرر بفتح الضاد ، لغة ضد النفع وهو النقصان . (۲۸/ ۱۷۹ ، تحت الضرر)
(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ . (سورة المائدة : ۱)
ما في ” فتح القدير للشوكانى “ : والعقود العهود وقيل : هي العقود التي يعقدونها بينهم من عقود المعاملات ... قال الزجاج : المعنى أوفوا بعقد الله عليكم ويعقدكم بعضكم على بعض . انتهى . (۴۴۴/ ۱)

ما في ” التفسير المنير “ : ﴿أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ أي العهود التي عقدتموها بينكم وبين الله ، أو بينكم وبين الناس ، وهي التكليف التي ألزمكم الله بها والتزمتوها الأمر بالوفاء بالعقد التي يتعاقد بها الناس ، ووجوب الوفاء بالتكاليف الإسلامية ، فيلزم دفع أثمان المبيعات ... يدل على لزوم العقد وثبوته . (۳۱۵/ ۳ . ۴۱۹)
ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” آية المنافق ثلاث : إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا أؤتمن خان “ .

(ص/ ۳۱ ، كتاب الإيمان ، باب علامة المنافق ، رقم الحديث : ۳۳)

ما في ” فيض الباري “ : وفي خلف الوعد عندنا قولان : الأول : أنه مكروه كراهة تحریم ، والثاني : كراهة تنزيه بل الأمر عندي أن يقسم على الأحوال ، فإن أراد الاخلاف عند الوعد كره تحریماً ، وإن أراد الانجاز ثم منعه مانع لا يكون مكروهاً . (۱۹۹/ ۱ ، كتاب =

انٹرنیٹ پر نمونہ دیکھ کر بیع

مسئلہ (۲۰۱): کوئی شخص انٹرنیٹ پر نمونہ (Model) دیکھ کر کسی چیز کو خریدے، پھر معقود علیہ (بیع) کے وصف کو مفقود پائے، تو اُسے فسخ عقد کا اختیار حاصل ہوگا۔^(۱)

=الإیمان ، باب علامة المنافق

(۳) ما فی ”جامع الترمذی“ : قال رسول الله ﷺ : ”إذا وعد الرجل أخاه ، ومن نيته أن يفني له ، فلم يف ولم يحى للميعاد ، فلا إثم عليه“ .

(۴/۳۵۰ ، باب ما جاء في علامة المنافق ، رقم الحديث : ۲۶۳۳)

ما فی ”مراقبة المفاتيح“ : قوله : (فلم يف) أي بعذر ... ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفني ، فعليه الإثم ، وفي به أو لم يف ، فإنه من أخلاق المنافقين . (۹/۱۰۳ ، كتاب الآداب ، باب الوعد ، رقم الحديث : ۴۸۸۱) (جدید مسائل کا حل: ص/۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”الفقه الحنفي في ثوبه الجديد“ : هل تكفي رؤية ما يعرض بالنموذج ، الأصل في هذا أن رؤية جميع المبيع غير مشروط لتعذره ، فيكتفي برؤية ما يدل على العلم بالمقصود إذا كان المبيع مثلياً أى مكياً أو موزوناً أو عددياً متقارباً ، فرؤية ما يعرف بالنموذج تكفي ، إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذ يكون له الخيار .

(۳/۱۲۵ ، ۱۲۶ ، كتاب البيوع ، خيار الشرط)

ما فی ”رد المحتار“ : قال في ”الفتح“ : فإن دخل في البيع أشياء ، فإن كانت الآحاد لا تتفاوت كالمكيل والموزون ، وعلامته أن يعرض بالنموذج فيكتفي برؤية واحد منها في سقوط الخيار ، إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذ يكون له الخيار : أي خيار العيب لا خيار الرؤية . ذكره في ”الينابيع“ .

(۷/۱۱۱ ، ۱۱۲ ، كتاب البيوع ، باب خيار الرؤية ، ديوبند ، الفقه الإسلامي وأدلته :

۵/۳۵۹۰ ، خيار الرؤية ، المطلب الخامس ، شرائط ثبوت الخيار ، البيع بالنموذج)

بیع الحصة (کنکر پھینک کر خرید و فروخت)

مسئلہ (۲۰۲): ”بیع الحصة“ جسے ”بیع بالقاء الحجر“ بھی کہا جاتا ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ متعاقبین آپس میں کسی چیز کا بھاؤ لگا رہے ہوں کہ اچانک خریدار اس پر ایک پتھر رکھ دے، جس کے نتیجے میں یہ بیع لازم ہو جائے^(۱)، ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی بیع ناجائز ہے، احادیث میں بھی اس کی صریح ممانعت موجود ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”البحر الرائق“ : والملازمة وإلقاء الحجر وهو أن يتراوض الرجلان على سلعة أي يتساوي فإذا لمسها المشتري أو نبذها إليه البائع أو وضع المشتري عليها حصاة لزم البيع رضي البائع أو لم يرض . (۱۲۵/۶ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في ”صحيح مسلم“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : ”نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصة وعن بيع الغرر“ . (۲/۲ ، باب بطلان بيع الحصة والبيع الذي فيه غرر)

ما في ”سنن أبي داود“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : أن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر“ . زاد عثمان : والحصة . (۲۶۲/۳ ، باب في بيع الغرر ، رقم : ۳۳۷۸ ، دار الكتاب العربي بيروت ، مسند أحمد بن حنبل : ۳۷۶/۲ ، رقم : ۸۸۷۱ ، مسند أبي هريرة رضي الله عنه ، مؤسسة قرطبة القاهرة)

ما في ”البحر الرائق“ : والملازمة وإلقاء الحجر ومثلها المناذرة وهذه بيوع كانت في الجاهلية فنهى عنها . (۱۲۵/۶)

بیع صرف

مسئلہ (۲۰۳): ”بیع صرف“، یعنی ثمن کی بیع ثمن کے عوض کرنا^(۱) جائز ہے، بیع

صرف میں عوضین چوں کہ ثمن ہوتے ہیں، اس لیے اس میں مجلس عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہے، ادھار جائز نہیں، نیز جب عوضین متحد الجنس ہوں (یعنی دونوں کی جنس ایک ہو مثلاً؛ سونے کو سونے کے عوض، یا چاندی کو چاندی کے عوض بیچا جا رہا ہو)، تو تفاضل (کمی بیشی) درست نہیں ہے، اور اگر متحد الجنس نہ ہوں، مثلاً؛ سونے کو چاندی کے عوض، یا چاندی کو سونے کے عوض بیچا جا رہا ہو، تو تفاضل جائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ”كتاب التعريفات“ : الصرف في الشريعة بيع الأثمان بعضها ببعض . (ص/ ۱۳۶)
- ما في ”البحر الرائق“ : هو بيع بعض الأثمان ببعض كالذهب والفضة إذا بيع أحدهما بالآخر أى بيع ما من جنس الأثمان بعضها ببعض . (ل/ ۳۲۱ ، كتاب الصرف)
- ما في ”تنوير الأبصار مع الدر المختار“ : بيع الثمن بالثمن . (ل/ ۴۰۲)
- (۲) ما في ”صحيح البخاري“ : عن أبي المنهال قال : سألت البراء بن عازب وزيد بن أرقم عن الصرف ، فكل واحد منهما يقول : هذا خير مني ، فكلاهما يقول : ”نهي رسول الله ﷺ عن بيع الذهب بالورق دينا“ . (ل/ ۲۹۱ ، باب بيع الورق بالذهب نسيئة)
- ما في ”الفتاوى الحنفية في ثوبه الجديد“ : شرع الصرف بالسنة النبوية الشريفة ، فقد ورد في مشروعيته عدد من الأحاديث الشريفة ، منها : حدثنا عبد الله بن أبي بكر قال : قال أبو بكر رضي الله تعالى عنه : قال رسول الله ﷺ : ”لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا سواء بسواء ، والفضة بالفضة إلا سواء بسواء ، وبيعوا الذهب بالفضة ، والفضة بالذهب كيف شئتم“ . (ل/ ۳۱۷) (قاموس الفقہ: ۲۲۴/۴)

بیع المناذرة (بیع پھینک کر خرید و فروخت)

مسئلہ (۲۰۴): ”بیع المناذرة“ کی تعریف علامہ شامی یوں فرماتے ہیں:

عاقدين میں سے ہر ایک اپنے کپڑے کو دوسرے کی طرف پھینکے، اور کوئی ایک دوسرے کے کپڑے کی طرف نہ دیکھے، صرف کپڑا پھینکنے سے ہی بیع ہو جائے۔^(۱)

علامہ مرغینانی فرماتے ہیں: بیع منابذہ یہ ہے کہ دو آدمی کسی سامان پر بولی لگا رہے ہوں، کہ اچانک بائع خریدار کی طرف وہ چیز پھینک دے، تو اس سے بیع لازم ہو جائے۔^(۲)

مذکورہ دونوں تعریفات باعتبار حقیقت ایک جیسی ہیں، کہ دونوں میں بیع کے پھینکنے سے بیع لازم ہو رہی ہے، البتہ دونوں میں فرق اتنا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف میں عاقدين میں سے ہر ایک اپنی بیع کو پھینکتا ہے، جب کہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف کے مطابق صرف بائع اپنی بیع کو پھینکتا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف زیادہ رائج ہے، کیوں کہ اس میں لفظ ”منابذہ“ کی رعایت زیادہ ہے۔ اس بیع کے عدم جواز پر علماء کا اتفاق ہے،^(۳) کیوں کہ اس عقد میں جہالت کے اعتبار سے غرر پایا جاتا ہے، یعنی جس وقت عقد انجام دیا جا رہا ہوتا ہے، اس وقت کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ بعد میں کس چیز کی یا کس شے پر بیع واقع ہوگی۔ لہذا یہ عقد شرعاً ناجائز ہے۔

مجهول الصفت بیع کی طرف اشارہ

مسئلہ (۲۰۵): جس بیع کی صفت و کوالٹی بیان نہ کی جائے اسے ”مجهول الصفت بیع“ کہا جاتا ہے۔ جمہور فقہائے احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر بیع کی طرف اشارہ کر دیا جائے، تو پھر اس کی صفت بیان کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ایسی صورت میں بیچنے والی چیز کے اوصاف ذکر کیے بغیر بھی بیع درست ہے۔^(۱)

= (۱) ما فی ”رد المحتار“ : والمناذرة أن ينبذ كل واحد منها ثوبه إلى الآخر ولا ينظر كل واحد منهما إلى ثوب صاحبه على جعل النبد بيعا . (۶۵/۵ ، کراچی ایچ ایم سعید)

ما فی ”التعريفات الفقهية“ : المناذرة : وهي أن ينبذ كل واحد من العاقدین ثوبه مثلاً إلى الآخر ولم ينظر واحد منهما إلى ثوب صاحبه . (ص/۲۱۷)

(۲) ما فی ”الهداية“ : هو أن يتراوض الرجلان على سلعة أي يتساومان فإذا نبذها إليه البائع لزم البيع . (الهداية مع الفتح : ۵۵/۶)

(۲) ما فی ”صحيح مسلم“ : عن أبي هريرة أنه قال : ”نهى عن بيعتين الملامسة والمناذرة“ . (۲/۲ ، كتاب البيوع ، باب إبطال بيع الملامسة والمناذرة ، قديمي)

ما فی ”صحيح البخاري“ : عن ابن شهاب أخبرني عامر بن سعد أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أخبره : ”أن رسول الله ﷺ نهى عن المناذرة“ .

(۱۸۷/۱ ، باب بيع الملامسة)

ما فی ”البحر الرائق“ : قوله : والملامسة وإلقاء الحجر ومثلها المناذرة وهذه بيوع كانت في الجاهلية فنهي عنها . (۱۲۵/۶) (غرر کی صورتیں : ص/۱۷۴، ۱۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”الهداية“ : والأعواض المشار إليها لا يحتاج إلى معرفة مقدارها في جواز البيع ، لأن بالإشارة كفاية في التعريف وجهالة الوصف فيه لا تفضي إلى المنازعة .

(الهداية : ۴/۳ ، كتاب البيوع ، الدر المختار مع الشامية : ۳۶/۷ ، ۳۷/۷)

تخلیہ

مسئلہ (۲۰۶): تخلیہ کہتے ہیں بائع - بیع اور مشتری کے درمیان سے ہر قسم کی رکاوٹ (حائل) کو ختم کر دے، کہ مشتری کو اس پر تصرف کرنے کا پورا اختیار حاصل ہو جائے، جب یہ بات پائی جائے تو شرعاً یوں سمجھا جائے گا کہ بائع نے بیع مشتری کے حوالہ کر دی، اور خریدار نے بیع پر قبضہ کر لیا۔^(۱)

ما فی ”التنویر و شرحہ مع الشامیة“ : (و شرط لصحته معرفة قدر) مبيع و ثمن (و وصف ثمن) . التنویر و شرحہ . وفي الشامیة : تنبيه : ظاهر كلامه كالكنز يعطى أن معرفة وصف المبيع غير شرط . (۳۶/۷) ، كتاب البيوع ، مطلب ما يبطل الإيجاب سبعة ، ديوبند ما فی ”رد المحتار“ : وللعلامة الشرنبلالي في رسالة سماها : ”نفيس المتجر بشراء الدرر“ حقق فيها أن المبيع المسمى جنسه ، لا حاجة فيه إلى بيان قدره ولا وصفه ، ولو غير مشار إليه أو إلى المنازعة ، لأن الجهالة المانعة من الصحة تنتفي بشوت خيار الرؤية . (۳۷/۷) ، كتاب البيوع ، مطلب ما يبطل الإيجاب سبعة ، ديوبند (غرر کی صورتیں: ص/۲۱۴) الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”بدائع الصنائع“ : أما تفسير التسليم والقبض فالتسليم والقبض عندنا هو التخلية والتخلي ، وهو أن يخلی البائع بين المبيع وبين المشتري برفع الحائل بينهما على وجه يتمكن المشتري من التصرف فيه فيجعل البائع مسلماً للمبيع والمشتري قابضاً له . (۴۹۸/۴) ، كتاب البيوع ، تفسير التسليم والقبض ، ديوبند ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : وفي اصطلاح الفقهاء : تمكين الشخص من التصرف في الشيء دون مانع ، ففي البيع مثلاً إذا أذن البائع للمشتري في قبض المبيع مع عدم وجود المانع حصلت التخلية ، ويعتبر المشتري قابضاً للمبيع مطلقاً . (۵۶/۱۱) ، تخلية ، الفقه الإسلامی وأدلته: ۳۳۸۸/۵ ، معنى التسليم أو القبض ، قبيل ؛ المبحث الرابع ، البيع الباطل والفساد ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: ۱۰۰/۴ ، كتاب البيوع ، هل التخلية قبض؟

صحت تخلیہ کی شرطیں

مسئلہ (۲۰۷): صحت تخلیہ کی چند شرطیں ہیں:

(۱) بائع مشتری کو قبضہ کرنے کی اجازت دیدے، بایں طور کہ میں نے تیرے اور بیع کے درمیان تخلیہ کر دیا، تو اس پر قبضہ کر لے۔^(۱)

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ بیع مشتری کے سامنے ہو، اس طور پر کہ بائع کے بغیر مشتری اس کو حاصل کر سکے، یہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ہے، امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیع مشتری کے سامنے اس طرح ہو کہ تخلیہ صحیح ہو جائے، اگرچہ بیع دور ہی ہو۔^(۲)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ بیع خالی ہو، یعنی دوسرے کے حق میں مشغول نہ ہو۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التقابض في الفقه الإسلامي“ : الشرط الأول : الإذن بالقبض وذلك أن يقول البائع للمشتري : خلعت بينك وبين المبيع ، ويقول المشتري : قبضت .

(ص/ ۶۷ ، البحث الأول ؛ التخلية)

(۲) وفيه أيضاً : الشرط الثاني : أن يكون المبيع بحضرة المشتري بحيث يصل إلى أخذه من غير مانع عند صاحبه ، خلافاً لأبي حنيفة حيث تصح التخلية ولو كان المبيع بعيداً .

(ص/ ۶۷ ، البحث الأول ؛ التخلية)

(۳) وفيه أيضاً : أن يكون المبيع مفوّزاً غير مشغول بحق الغير .

(ص/ ۶۷ ، البحث الأول ؛ التخلية)

قبضہ حقیقی و حکمی

مسئلہ (۲۰۸): قبضہ حقیقی: یہ ہے کہ بیع مشتری کے ہاتھ میں آجائے، یا بیع تول کریا ناپ کر کے الگ کر دی جائے، یا بیع قابض کی تحویل میں آجائے۔
قبضہ حکمی: قبضہ تقدیری و معنوی کو کہتے ہیں، جس میں مشتری بیع پر حساً قبضہ نہیں کرتا، محض بیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ کر دیا جاتا ہے، جس کی بنا پر بیع مشتری کے ضمان میں آجائے، مثلاً عقار (غیر منقولی چیزوں) میں بالاتفاق محض تخلیہ سے قبضہ حکمی ہو جائے گا، اور اشیائے منقولہ میں بھی محض تخلیہ قبضہ حکمی شمار ہوگا، بشرطیکہ بیع کو الگ کر دیا گیا ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التفاضل في الفقه الإسلامي “ : المراد بالقبض الحقيقي ؛ هو القبض الذي يدرك بالحس ، كما في حالة الأخذ باليد مائولة ، أو الكيل أو الوزن في الطعام ، أو النقل والتحويل إلى حوزة القابض . (ص/ ۴۵ ، المطلب الأول ، القبض الحقيقي)
 ما في ” التفاضل في الفقه الإسلامي “ : والمراد بالقبض الحكمي ؛ هو القبض التقدير الذي لا يدرك بالحس كالتخلية ويدخل فيه جميع أنواع العقار والمنقولات ، كما تناولنا في القبض الحقيقي القبض في المنقول وفي العقار اتفق الفقهاء على أن قبض العقار يكون بالتخلية وعلى الإكتفاء به في غير المنقول كاللدور والأراضي والأشجار والغرس واختلف الفقهاء في كيفية القبض الحكمي في المنقول كالحبوب والثمار والنحاس والرصاص ، هل يكفي فيه القبض الحكمي (التخلية) أم لا بد فيه من القبض الحقيقي ؟ القول الثاني : ان التخلية كافية مع التمييز ولو لم يحصل تقدير أو نقل ، وهذا هو مذهب الحنفية وقول المالكية والحنابلة والشافعية ، جاء في حاشية ابن عابدين : وحاصله ان التخلية قبض حكما ولو مع القدر عليه بلا كلفة ، لكن ذلك يختلف بحسب حالة المبيع .

(ص/ ۵۳ - ۵۵ ، المبحث الثاني : أقسام القبض وكيفية ، المطلب الثاني ؛ القبض الحكمي)

گھر کی چابی سوئپ دینا تخلیہ ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۰۹): بائع مشتری سے کہے کہ میں نے بیع اور تیرے درمیان تخلیہ کر دیا، جب کہ بیع گھر کے اندر ہے، اور ابھی اسے تولا اور ناپا بھی نہیں گیا، مگر بائع نے مشتری کو گھر کی چابی سپرد کر دی، تو اب مشتری کا مکمل قبضہ شمار ہوگا۔^(۱)

تخلیہ کے بعد بیع تلف ہو جائے

مسئلہ (۲۱۰): دو شخصوں کے درمیان عقد بیع ہوا، بائع نے بیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ بھی کر دیا، لیکن بیع ابھی بائع ہی کی ملکیت میں تھی، اور مشتری کے ہاتھ سے وہ تلف ہو گئی، تو ایسی صورت میں مشتری ضامن ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : رجل باع مكيلاً في بيت مكابله أو موزوناً موازنة وقال : خليت بينك وبينه ، ودفع إليه المفتاح ولم يكله ولم يزنه صار المشتري قابضاً .

(۲/۳) ، كتاب البيوع ، الباب الرابع ، الفصل الثاني

ما في ” بدائع الصنائع “ : وإن باع مكابله أو موازنة في الكيل والموزون وخلى ، فلا خلاف في أن المبيع يخرج عن ضمان البائع ويدخل في ضمان المشتري ، حتى لو هلك بعد التخلية قبل الكيل والوزن يهلك على المشتري وكذا لا خلاف في أنه يجوز للمشتري بيعه والانتفاع به قبل الكيل والوزن . (۲۳۷/۷) ، كتاب البيوع ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۲۰۲/۳ ، كتاب البيوع ، أحكام التصرف في المبيع ، التقابض في الفقه الإسلامي : ص/۳۶

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” التقابض في الفقه الإسلامي “ : من المقرر شرعاً أن المبيع قبل قبضه في ضمان البائع ، وأن اتلاف المشتري له وهو في يد البائع يعتبر قبضاً ، فيلزمه الثمن ، لأنه لا يمكن إتلافه إلا بعد اثبات يده عليه ، وهو معنى القبض ، فيتقرر عليه الثمن .

(ص/۶۸ ، المبحث الثاني ، الإتلاف ، الموسوعة الفقهية : ۲۲۶/۱)

مبیع ہلاک ہو جائے

مسئلہ (۲۱۱): اگر مبیع پر مشتری کے قبضہ سے پہلے ہی وہ آفتِ سماویہ سے ہلاک ہو جائے، تو مشتری پر کوئی ضمان نہیں آئے گا۔^(۱)

مبیع عیب دار ہو جائے

مسئلہ (۲۱۲): ایجاب و قبول کے بعد مشتری کے قبضہ سے پہلے، مبیع بائع کے پاس عیب دار ہو جائے، تو مشتری کو مبیع نہ لینے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التقابض في الفقه الإسلامي“ : ذهب جمهور العلماء إلى أن البيع يفسخ إذا تلف المبيع كله قبل القبض بآفة سماوية ، ولا شيء في ضمان المشتري لأنه لم يقبض المبيع أصلا . (ص/۶۸ ، المبحث الثاني ، الإتيلاف ، بدائع الصنائع : ۵/۲۳۸ ، حاشية الدسوقي : ۳/۱۴۷ ، مغني المحتاج : ۲/۶۵ ، كشف القناع : ۳/۲۴۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”التقابض في الفقه الإسلامي“ : العيب الذي يحدث في المبيع ، وهو في يد البائع بعد العقد وقبل القبض ، حكمه حكم العيب القديم الذي يوجب الرد . (ص/۷۴ ، المبحث الثالث ، درر الحکام شرح مجلة الأحكام : ۱/۳۴۶ ، المادة : ۳۴۰)

کرنسی نوٹوں کی حیثیت

مسئلہ (۲۱۳): ہمارے نزدیک کرنسی نوٹوں کی حیثیت ثمنِ خلقی کی طرح

ہے، لہذا اس اعتبار سے کرنسی کی، کرنسی سے بیع کے دو اصول ہیں:

(۱) جب ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے کیا جائے تو نہ کمی و بیشی

جائز ہے نہ ادھار، بلکہ برابر سرابرقہ نقدی ضروری ہے۔^(۱)

(۲) دو ملک کی کرنسیاں دو مختلف اجناس ہیں، اس لیے ان کے باہمی تبادلہ میں کسی خاص

قیمت کی پابندی ضروری نہیں، گورنمنٹ یا بینک کے مقررہ نرخ سے کمی و بیشی کے ساتھ

باہمی رضامندی سے خرید و فروخت ہو سکتی ہے، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ دونوں طرف

سے نقد لین دین ہو، اگر ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو، تو یہ جائز نہیں

ہے، کیوں کہ یہ بیع صرف ہے، جس میں دونوں طرف سے نقد معاملہ ضروری ہے۔^(۲)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا دوسرا فقہی سیمینار جو ۸ تا ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء، مطابق

۸ تا ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ، میں منعقد ہوا تھا، اس کے عناوین میں سے ایک

عنوان ”کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت“ بھی تھا، اس سیمینار میں کرنسی نوٹوں کے

متعلق جو تجاویز منظور ہوئی تھیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کرنسی نوٹ سند و حوالہ نہیں بلکہ ثمن ہے، اور اسلامی شریعت کی نظر میں کرنسی

نوٹوں کی حیثیت زراصللاحی و قانونی کی ہے۔^(۳)

۲۔ عصر حاضر میں نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زرخلقی (سونا چاندی)

کی جگہ لے لی ہے، اور باہمی لین دین نوٹوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اس لیے کرنسی

نوٹ بھی احکام میں ثمن حقیقی کے مشابہ ہے، لہذا ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی کے ساتھ کمی و بیشی کے ساتھ نہ تو نقد جائز ہے نہ ادھار۔^(۴)

۳۔ دو ملک کی کرنسیاں دو اجناس ہیں، اس لیے ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی و بیشی کے ساتھ حسبِ رضاء فریقین جائز ہے۔^(۵)

۴۔ کرنسی نوٹوں پر زکوٰۃ لازم ہے۔^(۶)

۵۔ نوٹوں میں زکوٰۃ کا نصاب چاندی کے نصاب کی قیمت کے مساوی ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فقه و فتاوى البيوع “ : وإذا اتحد جنس العملات ، كالذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، والريال السعودي مثلاً بالريال السعودي ، والمصري بالمصري ، وجب شيان : التساوي في المقدار ، والتقابض في مجلس العقد ، فإن اختلف الشرطان أو أحدهما كان رباً . (ص/ ۲۸۶ ، حكم تجارة العملة)

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : إن المختار عندنا قول من يجعلها أثماناً اصطلاحية ، وحينئذ تجري عليها أحكام الفلوس النافقة سواء بسواء ، وقدمنا آنفاً أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله تعالى ، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان سداً لباب الربا ، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ، ويجوز إذا كانت متماثلة ، والمماثلة ههنا تكون بالقيمة . (۱/ ۵۹۰ ، حكم أوراق النقدية)

(۲) ما في ” فقه و فتاوى البيوع “ : وإن اختلف جنس العملات ، كأن باع ذهباً بالفضة ، أو ريالاً سعودياً بجنبيه مصري مثلاً ، وجب شيء واحد ، وهو التقابض في مجلس العقد ، وجاز التفاضل ، لقوله ﷺ : ” الذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، مثلاً بمثل ، سواء بسواء ، يداً بيد ، فإن اختلف هذه الأجناس فبيعوا كيف شئتم ، إذا كان يداً بيد “ . الحديث .

(ص/ ۲۸۶ ، حكم تجارة العملة) =

ما في ” الهداية “ : وإذا عدم الوصفان ، الجنس والمعنى المضموم إليه ، حلّ التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر ، حلّ التفاضل وحرم النسأ .

(١٠٣/٣) ، كتاب البيوع ، باب الربا

(٣) ما في ” شرح كتاب السير الكبير “ : ” الثابت بالعرف كالثابت بالنص “ .

(١٢٠/١) ، باب ما يجب من طاعة الوالي وما لا يجب ، قواعد الفقه : ٤٢)

ما في ” قواعد الفقه “ : ” العادة محكمة “ . (ص / ٩٠) . وفيه أيضاً : ” إنما تعتبر العادة إذا أطردت أو غلبت “ . [ص / ٦٢] . ” استعمال الناس حجة يجب العمل بها “ . (ص / ٥٤)

(٣) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : وبالجمله صارت هذه الأوراق اليوم كالتقود ويطلق عليها اسم النقد ، والعمله في العربية والانكليزية والأردية .

(٥١٩/١) ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق المالية

وما في ” تكملة فتح الملهم “ : إن المختار عندنا من يجعلها اثمانا اصطلاحية ، وحينئذ تجري عليها أحكام الفلوس النافقة سواء بسواء ، وقدمنا آنفاً أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله ، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان سداً لباب الربا ، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ، ويجوز إذا كانت مماثلة ، والمماثلة ههنا أيضاً تكون بالقيمة لا بالعدد .

(٥٨٩/١) ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق النقدية

(٥) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : وأما العملة الأجنبية من الأوراق فهي جنس آخر ، فيجوز مبادلتها ، فيجوز بيع ثلاث روبيات باكستانية بريال واحد سعودي .

(٥٨٩/١) ، كتاب المساقاة والمزارعة

ما في ” الهداية “ : وإذا عدم الوصفان ، الجنس والمعنى المضموم إليه حلّ التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه وإذا وجدا ، حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر ، حلّ التفاضل وحرم النسأ . (١٠٣/٣) ، كتاب البيوع ، باب الربا

(٦) ما في ” شرح الفتح الرباني “ : فالذي أراه حقاً وادين الله عليه ، ان حكم الورق المالي =

دم مسفوح کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۱۴): حلال جانوروں کا خون (دم مسفوح) جو ذبح کے وقت نکلتا

ہے، اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔^(۱)

= كحكم النقيدين في الزكاة سواء بسواء ، لأنه يتعامل به كالنقيدين تماماً وإن مالكة يمكنه صرفه قضاء مصالحه به في أي وقت شاء ، فمن ملك النصاب من الورق المالي ومكث عنده حولاً كاملاً وجبت عليه زكاته . (۲۵۱ / ۱) ، آخر باب زكاة الذهب والفضة ، بحواله حاشية فتاوى محمودية: ۲۳۸ / ۱۶ (فتاوى رجبية: ۲۰۷ / ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳)

ما في ” رد المحتار “ : وفي الشرنبلالي : الفلوس إن كانت اثماناً رائجة أو سلعاً للتجارة تجب الزكاة في قيمتها، وإلا فلا . (۲۱۲ / ۳) ، باب زكاة المال ، دارالكتاب ديوبند
ما في ” البحر الرائق “ : إن الزكاة تجب في الغطارفة إذا كانت مائتين ، لأنها اليوم من دراهم الناس ، وإن لم تكن من دراهم الناس في الزمن الأول ، وإنما يعتبر في كل زمان عادة أهل ذلك الزمان . (۳۹۷ / ۲) ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : بطل بيع ما ليس بمال كالدّم المسفوح ، فجاز بيع كبّد وطحال . (۱۷۰ / ۷) ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد
ما في ” الهداية “ : وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم فنقول : البيع بالميتة والدم باطل ، وكذا لإنعدام ركن البيع ، وهو مبادلة المال بالمال ، فإن هذه الأشياء لا تعدّ مالاً عند أحد . (۴۹ / ۳) ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد
ما في ” البحر الرائق “ : لم يجز بيع الميتة والدم لإنعدام المالية التي هي ركن البيع فإنهما لا يعدّان مالاً عند أحد ، وهو من قسم الباطل . (۱۱۵ / ۶) ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، كذا في فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱۳۳ / ۲ ، كتاب البيوع ، باب البيع الباطل ، كذا في مجمع الأنهر : ۷۷ / ۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد
(فتاوى محمودية: ۷۸ / ۱۶ ، ۷۹ ، ۸۰ ، ۸۱ ، ۸۲)

آلاتِ موسیقی کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۱۵): اسلام میں موسیقی ناجائز اور حرام ہے، اس لیے وہ آلات جو محض موسیقی کے لیے استعمال ہوتے ہوں، اور بغیر کسی تغیر و تبدیلی کے ان سے موسیقی کا ہی کام لیا جاتا ہو، ان آلات کے، آلاتِ معاصی ہونے کی وجہ سے ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہوگی، کیوں کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البرِّ والتقوى ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “: قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرِّ والتقوى﴾ ليقضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة الله تعالى ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱/۲)

ما في ” الدر المنثور للسيوطي “ : عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : ” إنما نهيت عن صوتين فاجرین : صوت عند نعمة لهو ولعب ، ومزامير الشيطان ، وصوت عند مصيبة خدش وجوه ، وشقّ جيوب ورنّة الشيطان “ . (۳۰۹/۵)

ما في ” البحر الرائق “ : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ، لأنه إغانة على المعاصي ، قيد بالسلاح لأن بيع ما يتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لا يكره ، لأنه لا يصير سلاحاً إلا بالصنعة ، نظيره بيع المزامير يكره . (۲۴۰/۵ ، كتاب السير ، باب البغاة)

ما في ” رد المحتار “ : قلت : وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً ، وإلا فتزيتها . نهر . قوله : (تحريماً) وظاهر كلامهم أن الكراهة تحریمیة لتعليهم بالإغانة على المعصية ، وقوله : (لأنه إغانة على المعصية) لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به إلا بصنعه تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بها عينها .

(۳۲۳/۲ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة) =

شپمنٹ کے ذریعہ سامان کی منتقلی

مسئلہ (۲۱۶): شپمنٹ یعنی سامان کو جہاز کے ذریعہ امپورٹر کی طرف منتقل کرنے کے تین طریقے ہیں:

(۱) "F.O.B" (۲) "C.F" (۳) "C.I.F"

پہلے طریقے میں "ایکسپورٹر" کی صرف یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سامان جہاز پر روانہ کر دے، آگے اس کا کرایہ اور دوسرے مصارف خود "امپورٹر" ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں "شپنگ کمپنی" امپورٹر کی ایجنٹ ہوتی ہے، لہذا جس وقت شپنگ کمپنی اس سامان کی ڈیلیوری (قبضہ) لے گی، تو اس کا قبضہ "امپورٹر" کا قبضہ سمجھا جائے گا، اور اس سامان کا "رِسک" (ضمان) اسی وقت امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

اگر دوسرے طریقے یعنی C.F کے طریقے سے مال روانہ کیا تو اس صورت میں اس سامان کو بھیجنے کا کرایہ "ایکسپورٹر" (بائع) ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں تاجروں کے درمیان تو موجودہ "عرف" یہ ہے کہ C.F کی صورت میں بھی "شپنگ کمپنی" کو امپورٹر (خریدار) ہی کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس "عرف" میں شرعاً کوئی حرج نہیں، یعنی اس دوسرے طریقے میں بھی جب کہ کرایہ

=ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص ۴۶/۱) (فتاویٰ حنائیہ: ۴۶/۱)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على محظور محظور " . (۲/۶۴۴)

”ایکسپورٹر“ ادا کر رہا ہے، ”شینگ کمپنی“ ہی کو ”امپورٹر“ کا ایجنٹ سمجھا جائے، لہذا جس وقت ”ایکسپورٹر“ نے وہ سامان شینگ کمپنی کے حوالہ کر دیا، اسی وقت اس سامان کا ضمان (رِسک) ”امپورٹر“ (خریدار) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

اگر تیسرے طریقے کے ذریعہ ہو، تو چوں کہ تیسرا طریقہ بھی دوسرے طریقے کی طرح ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں ایکسپورٹر، امپورٹر کے لیے مال کا بیمہ کراتا ہے، اور اس بیمہ کا فائدہ بھی امپورٹر کو حاصل ہوتا ہے، ایکسپورٹر بیمہ کرانے اور مال جہاز پر چڑھانے کے بعد فارغ ہو جاتا ہے، لہذا اس کا حکم بھی دوسرے طریقے کی طرح ہوگا۔ گویا عرف عام کی وجہ سے FOB، CF، اور CIF تینوں طریقوں میں شپمنٹ کے بعد مال کا رِسک امپورٹر کی طرف شرعاً منتقل ہو جاتا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الموسوعة الفقهية“ : ذهب جمهور الفقهاء إلى أن المبيع في البيع الصحيح في ضمان البائع ، حتى يقبضه المشتري . (۲۳۸/۲۸ ، الضمان في عقد البيع)

ما في ”البنایة“ : فإن هلك المبيع في يده أي في يد الوكيل قبل حبسه هلك من مال المؤكل ، ولم يسقط الثمن ، لأن يده كيد المؤكل ، فإذا لم يحبس يصير قابضاً بيده أي حكماً ، والهلاك في يده كالهلاك في يد المؤكل ، فلا يطل الرجوع ، ويقال : لأن المبيع أمانة في يد الوكيل ، لأنه قبضه للمؤكل . (۲۹۵/۸ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : الوكيل أمين ، وذلك لأنه نائب عن المؤكل في اليد والتصرف ، فكانت يده كيده ، والهلاك في يده كالهلاك في يد المالك .

(۲۵۰/۲۸ ، الضمان في عقد الوكالة)

ما في ”نتائج الأفكار“ : فإن هلك في يده أي في يد الوكيل قبل حبسه ، أي قبل حبس =

ایگریمنٹ ٹوسیل کا حقیقی سیل میں تبدیل ہو جانا

مسئلہ (۲۱۷): ایکسپورٹر کوئی بھی سامان ایکسپورٹ کرتا ہے، تو پہلے وہ امپورٹر کی طرف سے اس کا آرڈر لیتا ہے، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ امپورٹر کی طرف سے آرڈر کے وقت، وہ سامان ایکسپورٹر کے پاس موجود نہیں ہوتا، تو اگر ایکسپورٹر آرڈر دینے والی پارٹی کے ساتھ ایگریمنٹ ٹوسیل (وعدہ بیع) کر لے، تاکہ یہ ایگریمنٹ ٹوسیل حقیقی سیل (بیع) میں تبدیل ہو جائے، تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) جس وقت وہ مال تیار ہو کر ایکسپورٹر کے قبضہ میں آجائے، اس وقت وہ موبائل، فون، فیکس یا کسی اور ذریعہ سے ایک جدید آفر کریں، اور خریدار اس آفر کو قبول کر لے، اس وقت حقیقی بیع منعقد ہو جائے گی۔^(۱)

(۲) بعض اوقات ایجاب و قبول کے بغیر محض چیز لینے اور دینے سے بھی حقیقی بیع منعقد ہو جاتی ہے، جس کو ”بیع تعاطی“ کہا جاتا ہے، چونکہ پہلے سے خریدار کے

= الوکیل المبیع هلک من مال المؤکل ، ولم یسقط الثمن ، أي لم یسقط عن المؤکل ، هذا لفظ القدوري ، یعنی أن هلاک المبیع فی ید الوکیل قبل حبسه إیاه لا یسقط الرجوع علی المؤکل ، لأن یده أي ید الوکیل کید المؤکل ، فإذا لم یحبسه أي الوکیل یصیر المؤکل قابضاً بیده أي بید المؤکل ، فالهلاک فی ید الوکیل کالهلاک فی ید المؤکل ، فلا یسقط الرجوع . (۸/۲۲ ، الوكالة فی البیع ، الجوهرۃ النیرۃ : ۱/۲۳۳ ، کتاب الوكالة) ما فی ”جمهرۃ القواعد الفقھیة“ : ”قبض الوکیل یقوم مقام قبض مؤکله“ . (۲/۸۰۳ ، حرف القاف) (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۳/۲۰۴) =

ساتھ وعدہ بیع کا معاملہ ہو چکا ہے، اور جب وہ سامان تیار ہو کر ایکسپورٹر کے قبضہ میں آ گیا، اس وقت اس نے خریدار یعنی امپورٹر کی طرف روانہ کر دیا، تو جس وقت ایکسپورٹر وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالے کر دے، تو یہ حوالہ کر دینا بیع تعاطی کے طور پر ایجاب و قبول سمجھا جائے گا، اور بیع منعقد ہو جائے گی، اور بیع منعقد ہونے کے ساتھ ساتھ اس سامان پر خریدار کا قبضہ بھی ہو جائے گا، اس لیے کہ شپنگ کمپنی بحیثیت خریدار کے وکیل کے اس سامان پر قبضہ کرتی ہے، لہذا اس سامان کا ضمان (رسک) بھی خریدار (امپورٹر) کی طرف منتقل ہو جائے گا، اور حقیقی بیع منعقد ہو جائے گی۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "بدائع الصنائع" : أما ركن البيع فهو مبادلة شيء مرغوب بشيء مرغوب ، وذلك قد يكون بالفعل وقد يكون بالفعل ، أما القول فهو المسمى بالإيجاب والقبول في عرف الفقهاء أما بصيغة الماضي فهي أن يقول البائع : بع ، ويقول المشتري : اشترت ، فيتم الركن وكذا إذا قال البائع : خذ هذا الشيء بكذا ، أو اعطيتكه بكذا ، أو هو لك بكذا ، أو بذلتكه بكذا ، وقال المشتري : قبلت أو أخذت أو رضيت أو هويت ونحو ذلك ، فإنه يتم الركن ، لأن كل واحد من هذه الألفاظ يؤدي معنى البيع ، وهو المبادلة والعبرة للمعنى لا للصورة . (۳۱۸/۴)

(۲) ما في "الموسوعة الفقهية" : واصطلاحاً : التعاطي في البيع ، ويقال فيه أيضاً المعاطاة أن يأخذ المشتري المبيع ، ويدفع للبائع الثمن ، أو يدفع البائع للمبيع فيدفع له الآخر الثمن من غير تكلم ولا إشارة اختلف الفقهاء في انعقاد البيع التعاطي ، فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة ، وفي قول الشافعية إلى جواز البيع بالتعاطي وبيع المعاطاة صورتان : الأولى ؛ أن يتم التعاطي من غير تكلم ولا إشارة من أحد الطرفين ، وهو جائز عند الحنفية والمالكية والحنابلة ، ورجح النووي الجواز بخلاف المذهب . (۱۹۸/۱۲)

ما في "الهداية" : فإن هلك المبيع في يده قبل حبسه ، هلك من مال المؤكل ، ولم يسقط الثمن ، لأن يده كيد المؤكل . (۱۸۲/۲) ، كتاب الوكالة ، رد المحتار : ۱۱/۴ ، نعمانيه

ما في "جمهرة القواعد الفقهية" : "فعل الوكيل كفعل المؤكل" . [۸۰۰/۲] . "قبض الوكيل يقوم مقامه قبض مؤكله" . (۸۰۳/۲) (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۲۰۳/۳)

ایکسپورٹ فائننسنگ کے طریقے

مسئلہ (۲۱۸): ایکسپورٹ فائننسنگ کے دو طریقے رائج ہیں:

(۱) پری شپمنٹ فائننسنگ - (۲) پوسٹ شپمنٹ فائننسنگ -

۱- پری شپمنٹ فائننسنگ کا طریقہ یہ ہے کہ ایکسپورٹر پہلے آرڈر وصول کرتا ہے، جب کہ اس کے پاس مال سپلائی کرنے کے لیے رقم نہیں ہوتی، آرڈر کی وصولیابی کے بعد وہ پہلے رقم کے حصول کی فکر کرتا ہے، اب اگر ایکسپورٹر چاہے کہ وہ غیر سودی طریقے سے کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے پیسے حاصل کرے، تو اس کا طریقہ بہت آسان ہے، وہ یہ ہے کہ اس فائننسنگ کو مشارکہ کی بنیاد پر عمل میں لایا جائے، اس لیے کہ ایکسپورٹر کے پاس معین طور پر آرڈر موجود ہے، اور آرڈر میں عام طور پر اس سامان کی قیمت بھی متعین ہوتی ہے کہ اس قیمت پر اتنا سامان فراہم کیا جائے گا، اور اس قیمت کی بنیاد پر بینک میں ایل سی (L.C) کھلی ہوئی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سامان کے فراہم کرنے پر اتنا نفع ملے گا، کاسٹ (خرچہ) بھی متعین ہوتا ہے، اس لیے کہ کاسٹ ہی کی بنیاد پر قیمت کا تعین کیا جاتا ہے، لہذا کاسٹ بھی تقریباً متعین ہے، قیمت بھی تقریباً متعین اور اس پر ملنے والا نفع بھی تقریباً متعین ہے، اب اگر کوئی بینک یا مالیاتی ادارہ اس خاص معاملہ (ٹرانزکشن) کی حد تک ایکسپورٹر کے ساتھ مشارکہ کرے، اور اس سے یہ کہے کہ ہم آپ کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں، آپ آرڈر کے مطابق مال تیار کر کے اپورٹر کی طرف روانہ کر دیں، اور اپورٹر کی طرف سے جو رقم آئے گی اور

جو نفع ہوگا، وہ اس تناسب کے ساتھ آپس میں تقسیم ہوگا، تو اس طرح بہت آسانی سے سود کے بغیر فائنانسنگ حاصل ہو جائے گی، البتہ مشارکہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کچھ رقم ایکسپورٹر بھی لگائے، اور باقی رقم بینک یا مالیاتی ادارہ لگائے، لیکن اگر ایکسپورٹر اپنی طرف سے کوئی رقم نہ لگائے، بلکہ ساری رقم بینک یا مالیاتی ادارے کی ہو، تو اس صورت میں ”مضاربہ“ کا معاملہ کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ مضاربہ کے اندر ایک فریق کا سرمایہ ہوتا ہے، اور دوسرے فریق کا کام اور عمل ہوتا ہے، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر بھی اپنا کچھ نہ کچھ سرمایہ ضرور لگاتا ہے، اس لیے اس کو ”مشارکہ“ ہی کہا جائے گا، اور منافع کی شرح بھی باہمی رضامندی سے متعین کی جاسکتی ہے، بہر حال پری شپمنٹ فائنانسنگ میں بہت آسانی کے ساتھ ”مشارکہ“ کیا جاسکتا ہے۔^(۱)

۲- دوسرا طریقہ پوسٹ شپمنٹ فائنانسنگ (بل ڈسکاؤنٹنگ) کا ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر آرڈر کا مال روانہ کر چکا ہے، اور بل اس کے پاس موجود ہے، لیکن اس بل کی رقم آنے میں کچھ مدت باقی ہے، اور ایکسپورٹر کو فوری طور پر پیسوں کی ضرورت ہے، چنانچہ وہ یہ بل لے کر بینک کے پاس جاتا ہے، اور اس سے کہتا ہے کہ اس بل کی رقم تم مجھے ابھی دیدو، امپورٹر سے اس بل کی رقم وقت آنے پر تم وصول کر لینا، چنانچہ بینک اس بل میں سے کچھ کٹوتی کر کے باقی رقم ایکسپورٹر کو دے دیتا ہے، جس کو بل ڈسکاؤنٹنگ کہا جاتا ہے، مثلاً: ایک لاکھ روپے کا بل ہے تو اب بینک اس میں سے دس فیصد کٹوتی کر کے، ۹۰ / ہزار روپے ایکسپورٹر کو دیدیتا ہے، اور بعد میں امپورٹر سے بل کی پوری رقم ایک لاکھ

روپے وصول کر لیتا ہے، پوسٹ شپمنٹ (بل ڈسکاؤنٹنگ) کا یہ طریقہ شریعت کے مطابق نہیں ہے، ناجائز ہے، اس لیے کہ اس میں سودی معاملہ پایا جا رہا ہے، لہذا ایکسپورٹ فائننسنگ کا یہ طریقہ ناجائز و حرام ہے۔^(۲)

البتہ ”بل ڈسکاؤنٹنگ“ کے جواز کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ جس ”ایکسپورٹر“ کا ”پوسٹ شپمنٹ فائننسنگ“ کرنے کا ارادہ ہو، وہ شپمنٹ اور سامان بھیجنے سے پہلے بینک کے ساتھ ”مشارکہ“ کر لے، جس کی تفصیل اوپر گزری۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ”ایکسپورٹر“ امپورٹر کو سامان بھیجنے سے پہلے وہ سامان بینک یا کسی مالیاتی ادارے کو ”ایل سی“ کی قیمت سے کم قیمت پر فروخت کر دے، اور پھر بینک یا مالیاتی ادارہ ”امپورٹر“ کو ”ایل سی“ کی قیمت پر فروخت کر دے، اور اس طرح دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا، وہ بینک کا نفع ہوگا، مثلاً: ایل سی ایک لاکھ روپے کھولی ہے، تو اب ”ایکسپورٹر“ بینک کو وہ سامان مثلاً: پچانوے ہزار روپے میں فروخت کر دے، اور بینک ”امپورٹر“ کو ایک لاکھ روپے میں فروخت کرے، اور پانچ ہزار روپے نفع کے بینک کو حاصل ہو جائیں گے، لیکن یہ دوسری صورت اسی وقت ممکن ہے جب کہ ابھی تک ”امپورٹر“ کے ساتھ ”حقیقی بیع“ نہیں ہوئی، بلکہ ابھی تک ”وعدہ بیع“ (ایگریمنٹ ٹو سیل) ہوا ہے، لہذا اگر ”امپورٹر“ کے ساتھ حقیقی بیع ہو چکی ہے، تو پھر یہ صورت اختیار کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال اس طرح سے ایکسپورٹر کو اپنی لگائی ہوئی رقم فوراً وصول ہو جائے گی، اور اس کو مدت آنے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ البتہ بینکوں میں ”بل

ڈسکاؤنٹ“ کرنے کا جو طریقہ اس وقت رائج ہے، وہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۳/۲۰۹، ۲۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : شركة ملك وهي أن يملك متعدد عيناً أو ديناً بآرث أو بيع أو غيرهما . (۳۶۳/۶)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : فشركة الأموال عقد بين اثنين فأكثر على أن يتجروا في رأس مال لهم ، ويكون الربح بينهم بنسبة معلومة ، سواء علم مقدار رأس المال عند العقد أم لا ، لأنه يعلم عند الشراء ، وسواء شرطوا أن يشتركوا جميعاً في كل شراء وبيع ، أم شرطوا أن ينفرد كل واحد بصفقاته أم أطلقوا ، وليس حتماً أن يقع العقد بلفظ التجارة ، بل يكفي معناها كأن يقول الشريكان ، اشتركتنا في مالنا هذا على أن نشترى ونبيع ونقسم الربح مناصفة .

(۳۶/۲۶)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)
ما في ” التفسير المنير “ : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ أي أن البيع لا يكون إلا لحاجة، وهو معاوضة لا غبن فيه، والربا محض امتغالل لحاجة المضطر ، وليس له مقابل ولا عوض ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود في نار جهنم ، والمراد بالخلود هنا المكث الطويل ، إذا كان الفاعل مؤمناً ، وعبر به تغليظاً لفعله ، ثم نبه الله تعالى على أضرار الربا وتبديد أثره ، فالربا يذهب الله بركته ولا ينمي ولا يزيده في الحقيقة والواقع وإن زاد المال بسببه في الظاهر فهو إلى ضياع وفناء . (۹۶/۲)
ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن جابر قال : ” لعن رسول الله ﷺ أكل الربا وموكله وكتابه وشاهديه ، وقال : هم سواء “ . (۲۷/۲) (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۳/۲۰۹، ۲۱۰)
ما في ” فتح الملهم “ : قوله : (وموكله) يعني الذي يؤدي الربا إلى غيره فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشد من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام ، ولهذا جاز إعطاءه عند الضرورة الشديدة . (۵۷۴/۷)
ما في ” رد المحتار “ : هو لغة : مطلق الزيادة فضل مال بلا عوض في معاوضة مال بمال . (۳۰۱/۷ ، البحر الرائق : ۳۱۰/۷)

سیمنٹ کی تصویر دار جالی

مسئلہ (۲۱۹): سیمنٹ کی جالی میں ذی روح کی تصویر بنا کر بیچنا جائز نہیں

ہے، البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنا کر بیچنے کی اجازت ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ أتاه رجل فقال : يا عباس ! إني إنسان ، إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التماوير ، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله ﷺ يقول : ” من صور صورة ، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح ، وليس بنافخ فيها أبداً “ . فربا الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه ، فقال : ويحك ، إن أبيت إلا أن تصنع ، فعليك بهذا الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح “ . (۲۹۶ / ۱ ، باب بيع التماوير)

ما في ” عمدة القاري شرح البخاري “ : وفيه إباحة تصوير ما لا روح له كالشجر ونحوه ، هو قول جمهور الفقهاء وأهل الحديث ، فإنهم استدلوا على ذلك بقول ابن عباس : فعليك بهذا الشجر ، الخ . (۵۶ / ۱۲ ، رقم الحديث : ۲۲۵۶)

وما في ” عمدة القاري شرح البخاري “ : وفي ” التوضيح “ : قال أصحابنا وغيرهم : تصوير صورة الحيوان حرام أشد التحريم ، وهو من الكبائر ، وسواء صنعه لما يمتن أو لغيرهم فحرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط ، وأما ما ليس فيه صورة حيوان كالشجر ونحوه فليس بحرام ، وسواء كان في هذا كله ما له ظل وما لا ظل له . (۱۱۰ / ۲۲ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين)

ما في ” شرح مسلم للنووي “ : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتن أو بغير ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو فلس أو دينار أو إناء أو حائط أو غيرها ، وأما تصوير صورة الشجر ورحال الإبل ، وغير ذلك مما ليس فيه صورة حيوان ، =

حق تصنیف کو خاص کرنا

مسئلہ (۲۲۰): تصنیف مصنف کی دن رات کی محنتوں کا نچوڑ ہوتی ہے، جس سے مصنف کچھ مادی نفع کا بھی امیدوار ہوتا ہے، اور حق تصنیف کو محفوظ نہ کرنے کی صورت میں مصنف کو ضرر لاحق ہوتا ہے، اس لیے دفع ضرر کے خاطر حق تصنیف کو خاص کرنا جائز ہے، اور اگر مصنف اپنے حق تصنیف کو بیچنا چاہے تو بیچ بھی سکتا ہے، کیوں کہ صحت بیع کے لیے بیع کا قابل ادا ہونا ضروری ہے، اور احراز و تحفظ قانوناً رجسٹریشن کرانے سے ہو جاتا ہے۔^(۱)

=فلیس بحرام ، هذا حکم نفس التصوير ، وأما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان فإن كان معلقاً على حائط أو ثوباً ملبوساً أو عمامة ونحو ذلك مما لا يعدّ ممتنعاً فهو حرام .
(۲۱۰/۷) ، باب تصویر صورة الحيوان ، مرقاة المفاتیح : ۳۲۳/۸ ، رد المحتار : ۳۶۰/۲ ، کتاب الصلوة ، مطلب إذا تردد الحكم بين السنة والبدعة كان ترك السنة أولى ، البحر الرائق : ۴۸/۲ - ۴۹ ، فصل ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)
(حسن الفتاوی: ۴۱۷-۴۳۹ ، رسالہ نذیر العریان عن عذاب صورة الحيوان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”سنن أبي داود“ : عن أسمر بن مضر قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : ”من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له“ . وفي نسخة : ”إلى ما لم يسبقه“ .

(ص/۴۳۷ ، بذل المجهود : ۳۱۶/۱۰)

ما في ”بحوث في قضايا فقهية معاصرة“ : وإن كان العلامة المناوي رحمه الله تعالى رجح أن هذا الحديث وارد في سياق احياء الموات ، ولكنه نقل عن بعض العلماء أنه يشمل كل عين ويثر ومعدن ، ومن سبق لشيء منها فهي له ، ولا شك أن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب . (ص/۱۲۳ ، حق الابتكار وحق الطباعة)=

==ما في " الدر المختار على تنوير الأبصار " : لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ، وعلى هذا لا يجوز عدم اعتبار العرف الخاص ، لكن أفتى كثير باعتباره ، وعليه فيفتي بجواز النزول عن الوظائف بمال .

(٢٥/٤ ، كتاب الوقف ، مطلب في الاعتياض عن الوظائف والنزول عنها)
ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمؤلف قد بذل جهداً كبيراً في اعداد مؤلفه ، فيكون أحق الناس به ، سواء فيما يمثل الجانب المادي ، وهو الفائدة المادية التي يستفيد بها من علمه ، أو الجانب المعنوي وهو نسبة العمل إليه ، ويظل هذا الحق خالصاً دائماً له ، ثم لورثته لقول النبي ﷺ فيما رواه البخاري وغيره : " من ترك مالاً أو حقاً فلورثته " . (٢٨٦١ / ٣)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : ومقتضى ذلك أن يجوز النزول عن حق الابتكار أو حق الطباعة لرجل آخر بعوض يأخذه النازل ، ولكن هذا إنما يتأتى في أصل حق الابتكار وحق الطباعة ، أما إذا قرن هذا الحق بالتسجيل الحكومي الذي يبذله المبتكر من أجله جهده وماله ووقته ، والذي يعطي هذا الحق مكانة قانونية تمثلها شهادة مكتوبة بيد المبتكر ، وفي دفاتر الحكومة ، وصارت تعتبر في عرف التجار ما لا متقوماً ، فلا يبعد أن يصير هذا الحق المسجل ملحقاً بالأعيان والأموال بحكم هذا العرف السائر ، وقد أسلفنا أن للعرف مجالا في ادراج بعض الأشياء في حكم الأموال والأعيان ، لأن المالية كما حكينا عن ابن عابدين رحمه الله تعالى تثبت بتمول الناس ، وإن هذا الحق بعد التسجيل يحرز أحد الأعيان ويذخر لوقت الحاجة ادخار الأموال ، وليس في اعتبار هذا العرف مخالفة لأي نص شرع من الكتاب أو السنة ، وغايته أن يكون مخالفاً للقياس ، والقياس يترك للعرف ، ونظراً إلى هذه النواحي أفتى جمع من العلماء المعاصرين بجواز هذا الحق ، أذكر منهم علماء القارة الهندية مولانا الشيخ فتح محمد اللكنوي ، تلميذ الإمام عبد الحي اللكنوي ، والعلامة الشيخ المفتي محمد كفايت الله ، والعلامة الشيخ نظام الدين مفتي دار العلوم بدوبند ، وفضيلة الشيخ المفتي عبد الرحيم اللاحفوري . (ص / ٢٣) (فتاوى محمودية : ١٦ / ١٨٦ ، نظام الفتاوى : ١ / ١٢٨ ، فتاوى رحيمية : ٩ / ٢١٩ ، جديد فتاوى مسائل : ٢ / ١٤٨ ، فتاوى مقالات : ١ / ٢٢٢ - ٢٢٩)

کمیشن پراسٹامپ پیپر بیچنا

مسئلہ (۲۲۱): لائسنس دار جو اسٹامپ خزانہ سے بیچنے کے لیے لاتے ہیں، ان کو ایک روپے پر تین پیسے کمیشن کے طور پر ملتے ہیں، اور قانوناً ان کو ہدایت ہوتی ہے کہ وہ ایک روپیہ تین پیسے سے زائد میں اسٹامپ کو نہ بیچیں، لیکن وہ ایک روپیہ تین پیسے سے زائد میں اسٹامپ فروخت کرتے ہیں، جب کہ درحقیقت یہ بیع نہیں ہے، بلکہ معاملات طے کرنے کے لیے جو عملہ درکار ہے، اس عملہ کے مصارف اہل معاملات سے بائیں صورت لیے جاتے ہیں کہ انہی کے نفع کے لیے اس عملہ کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے اس کے مصارف کا ذمہ دار انہیں کو بنانا چاہیے، اور لائسنس دار بھی مصارف پیشگی داخل کر کے اہل معاملہ سے وصول کرنے کی اجازت حاصل کر لیتا ہے، اور اس جلدی ادا کر دینے کے صلے میں اس کو کمیشن ملتا ہے، پس یہ شخص عدالت کا وکیل ہے، بیع کا ثمن لینے والا نہیں، اس لیے مؤکل (عدالت) کے خلاف کر کے زائد وصول کرنا حرام ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فابعثوا أحدكم بورقكم هذه إلى المدينة ﴾ . (الكهف : ۱۹)
ما في ” أحكام القرآن لابن العربي “ : هذا يدل على صحة الوكالة ، وهو عقد نيابة أذن الله فيه للحاجة إليه ، وقيام المصلحة به ، إذ يعجز كل واحد عن تناول أموره لا بمؤنة من غيره ويصح أن يؤكل الحاكم من يحجز ، وينفذ سائر الأحكام عنه ، والخيانات لا يصح التوكيل فيها لهذه الآية من أنها باطل وظلم .

(۳/۲۳۰ ، أحكام القرآن للجصاص : ۳/۲۷۷ ، قبل باب الاستثناء في اليمين) =

گنا کھیت سے نکلنے سے قبل ہی بھاؤ تاؤ

مسئلہ (۲۲۲): کچھ علاقوں میں کولہو والے اس طرح کا معاملہ کرتے ہیں، مثلاً: اگر گنے کا بھاؤ دس روپے کو منتقل چل رہا ہے، تو وہ گیارہ بارہ روپے کو منتقل کے حساب سے پچاس یا سو کو منتقل کا محض سودا کر لیتے ہیں، پھر چاہے گنے کبھی تک ڈالے جائیں، اور بھاؤ کچھ بھی ہو، اس میں کبھی تو بھاؤ چڑھ کر کولہو والوں کو فائدہ ہوتا ہے اور کبھی بھاؤ کم ہو کر کسانوں کو فائدہ ہوتا ہے، وہ لوگ ایسا کرنے کو بونڈ کہتے ہیں، تو یہ صورت بیع

ما فی ”صحیح البخاری“ : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : ” و كلني النبي ﷺ بحفظ زكاة رمضان “ الحديث . (ص ۴۰۳ ، کتاب الوكالة ، باب إذا وكل رجل رجلاً فترك الوكيل شيئاً ، رقم الحديث : ۲۳۱۱ ، بیروت)

ما فی ”فتح الباری“ : قال المهلب : مفهوم الترجمة أن المؤكل إذا لم يجز ما فعله الوكيل مما لم يأذن له فيه ، فهو غير جائز . (۶۰۰/۴)

ما فی ”شرح ابن بطل“ : ففهم من ذلك الحديث أن من وكل على حفظ شيء ، أو أؤتمن على مال ، فأعطى منه شيئاً لأحد أنه لا يجوز . (۳۶۹/۶ ، کتاب الوكالة)

ما فی ”رد المحتار“ : (التوكيل صحيح) بالكتاب والسنة (وهو إقامة الغير مقام نفسه) ترفهاً أو عجزاً (في تصرف جائز معلوم) . (۲۱۰/۸ ، ۲۱۳ ، کتاب الوكالة)

ما فی ”الفتاویٰ الہندیہ“ : أما معناها شرعاً : فهو إقامة الإنسان غيره مقام نفسه في تصرف معلوم (وأما حكمها) فمنه قيام الوكيل مقام المؤكل فيما وكله به .

(۵۶۰/۳ ، ۵۶۶ ، کتاب الوكالة ، الباب الأول في بيان معناها شرعاً وركناً)

ما فی ”بدائع الصنائع“ : وأما الوكيل بالبيع لا يخلو إما أن يكون مطلقاً ، وإما أن يكون مقيداً ، فإن كان مقيداً يراعى فيه القيد بالإجماع .

(۲۶/۵ ، کتاب الوكالة ، فصل أما بيان حكم التوكيل)

ما فی ”جمهرة القواعد الفقهية“ : ”الوكيل قائم مقام مؤكله فيما وكله فيه“ . (۹۸۸/۲)

(جدید مسائل کا حل: ص/۲۶۲، امداد الفتاویٰ: ۱۱۳/۳)

نہیں، بلکہ وعدہ بیع ہے، اگر طرفین اس وعدہ کو پورا کریں تو بہتر ہے، پورا کرنا چاہیے^(۱)، ہاں! اگر پہلے سے وعدہ پورا کرنے کا ارادہ تھا، لیکن کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کر سکا تو گنہگار نہ ہوگا^(۲)، پھر جس وقت گنا تول کر مقررہ بھاؤ دیدیا جائیگا، بیع درست ہو جائے گی۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ . (سورة المائدة : ۱)
ما في ” التفسير المنير “ : ﴿أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ أي العهود التي عقدتموها بينكم وبين الله ، أو بينكم وبين الناس ، وهي التكاليف التي ألزمكم الله بها والتزمتوها الأمر بالوفاء بالعقد التي يتعاقد بها الناس فيلزم دفع أثمان المبيعات يدل على لزوم العقد وثبوته . (۳/ ۴۱۵ . ۴۱۹)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وعن الحسن قال : يعني عقود الدين ، واقتضى أيضاً الوفاء بعقود البياعات والإجازات والنكاحات ، وجميع ما يتناول به اسم المعقود . (۲/ ۳۷۱ ، شرط انعقاد البر)
ما في ” سنن أبي داود “ : عن عبد الله بن أبي الحسماء ، قال : ” بايعت النبي ﷺ بمبيع قبل أن يبعث وبقيت له بقية ، فوعده أن آتية بها في مكانه ، فنسيت ، فذكرت بعد ثلاث ، فجئت فإذا هو في مكانه ، فقال : ” يا فتى ! لقد شققت علي ، أنا ههنا منذ ثلاث انتظر “ .

(ص/ ۶۸۲ ، كتاب الأدب ، باب في العدة ، رقم الحديث : ۴۹۹۶ ، عون المعبود : ص/ ۲۱۴۴)
ما في ” مختصر القدوري “ : البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظ الماضي ، وإذا أوجب أحد المتعاقدين البيع فالآخر بالخيار . (ص/ ۷۱ ، كتاب البيوع)

(۲) ما في ” جامع الترمذي “ : قال رسول الله ﷺ : ” إذا وعد الرجل أخاه ، ومن نيته أن يفي له ، فلم يَف ولم يجيء للميعاد ، فلا إثم عليه “ . (۳/ ۴۵۰ ، كتاب الإيمان ، باب ما جاء علامة المنافق ، بيروت)
ما في ” مرقاة المفاتيح “ : قوله : (فلم يَف) أي بعذر ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي ، فعليه الإثم ، سواء وفى به أو لم يَف ، فإنه من أخلاق المنافقين .

(۹/ ۱۰۳ ، كتاب الأدب ، باب الوعد ، رقم الحديث : ۴۸۸۱) =

تصویر دار برتنوں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۲۳): ایسے برتن جن پر تصاویر ہوں ان کو خریدنا جائز ہے، اس لیے کہ مقصود برتنوں کو استعمال کرنا ہے، تصاویر مقصود نہیں ہیں، ہاں! خریدنے کے بعد تصاویر کے ساتھ ان کا استعمال ممنوع و مکروہ ہے^(۱)، اس لیے ان تصاویر کو محو کر دیں۔^(۲)

= (۳) ما فی ”رد المحتار“ : (هو مبادلة شيء مرغوب فيه بمثلته على وجه مفيد (مخصوص) أي بإيجاب أو تعاط (فالإيجاب ما يذكر أولاً من كلام المعاقدين) والقبول ما يذكر ثانياً من الآخر (الدال على التراضي) قيد به اقتداءً بالآية ، وبياناً للبيع الشرعي .
(۲۱۳/۷ ، کتاب البیوع) (جدید مسائل کا حل: ص/۲۳۹، ۲۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”سنن أبي داود“ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ”أتاني جبريل ، فقال لي : أتيتك البارحة فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل ، وكان في البيت قرام ستر فيه تماثيل ، وكان في البيت كلب ، فمُر برأس التمثال الذي في البيت يقطع ، فيصير كهيئة الشجرة ، ومُر بالستر فليقطع فليجعل منه وسادتين منبوذتين توطآن ...“ . الحديث . (ص/۵۷۳ ، رقم الحديث : ۴۱۵۸ ، كتاب اللباس ، باب في الصور)
ما فی ”عون المعبود“ : فأما الصورة فهو كل ما تصورت من الحيوان ، سواء في ذلك الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .
(ص/۱۷۷ ، كتاب اللباس ، باب في الصور)
ما فی ”عارضه الأحمدي“ : فإنه غير جائز في شرعنا قطعاً ونظرنا قول النبي ﷺ لعائشة في الثوب المصور : ”أخبرني عني فإني كلما رأيته ذكرت الدنيا“ . واستفدنا أنه قول يقتضي الكراهة . (۱۸۴/۱۰ ، كتاب الأدب ، باب ما جاء أن الملائكة لا تدخل بيتاً فيه صور)
ما فی ”رد المحتار“ : وظاهر كلام النووي في ”شرح مسلم“ : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتن أو لغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها . =

بیرون ممالک سے مال لانا

مسئلہ (۲۲۴): اگر کوئی شخص باعزت طریقے سے بیرون ملک سے حلال مال لا رہا ہو، اور اُسے خطرہ سے محفوظ رہنے کا پورا یقین بھی ہو، تو اس کا یہ عمل فی نفسہ جائز ہے، لیکن اگر قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے عزت نفس و مال دونوں کا خطرہ ہو، تو ایسا خطرہ مول لینے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ شریعت عزت نفس و مال دونوں کی حفاظت کا حکم دیتی ہے۔^(۱)

= (۳۶۰/۲) ، کتاب الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى ما في ”منحة الخالق على البحر الرائق“ : (وتكره التصاوير على الثوب) ويمكن أن يقال : ليس مراد الخلاصة تصوير التصاوير ، بل استعمالها أي استعمال الثوب .
(۴۷/۲) ، کتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، كذا في البحر الرائق : ۳۸/۲ ، کتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها
ما في ”الأشباه والنظائر لابن نجيم“ : ”الأموال بمقاصدها“ . (۱۱۳/۱) ، القاعدة الثانية (كذا في قواعد الفقه: ص/۶۲ ، القاعدة : ۵۱)
(۲) ما في ”عون المعبود“ : وقال الخطابي في ”معالم السنن“ : فيه دليل على أن الصورة إذا غيرت ، بأن يقطع رأسها أو تحل أوصالها ، حتى يغير هيئتها عما كانت لم يكن بها بعد ذلك بأس . (ص/۱۷۷۹) ، كتاب اللباس ، باب في الصور ، رد المحتار : ۳۶۱/۲ ، الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة (جديد مسائل كاتل: ص/۱۹۸ ، فتاوى رشديه: ص/۳۹۲)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ .
(سورة النساء : ۱۴۸)
ما في ”التفسير المنير“ : والشكوى على الظالم أمر مطلوب شرعاً ، إذ لا يحب الله لعباده أن يسكتوا على الظلم ، أو أن يخضعوا للظلم ، أو أن يقلبوا المهانة ، ويسكتوا على الذل . =

=روى الإمام أحمد : ” إن لصاحب الحق مقالاً “ . وهذا من قبل ارتكاب أخف الضررين
ودفع أعظم الشرين . (۳۵۲/۳)

ما في ” روح المعاني “ : واستدل بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس ،
وجواز الصلح مع الكفار والبغاة إذا خاف الإمام على نفسه ، أو على المسلمين . (۱۱۸/۳)
ما في ” فتح القدير للشوكاني “ : فكل ما صدق عليه تهلكة في الدين أو الدنيا فهو داخل في
هذا . (۱۵۸/۱)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أنس رضي الله عنه ، أن رجلاً قال للنبي ﷺ : أوصيني ،
فقال : ” خذ الأمر بالتدبير ، فإن رأيت في عاقبته خيراً فامضه ، وإن خفت غياً فامسك “ .

(۱۴۰۴/۳ ، الجامع الصغير : ۲۳۶/۳ ، رقم الحديث : ۳۸۸۵)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (خذا الأمر) أي الذي تريد أن تفعله (بالتدبير) أي بالتفكر
في دبره ، والتأمل في مصالحه ومفاسده ، والنظر في عاقبة أمره (فإن رأيت في عاقبته خيراً)
أي نفعاً دنيوياً أو آخروياً ، (وإن خفت) أي رأيت بقرينة (فأمسك) أي كفّ عنه واتركه .

(۳۵۵/۹ ، كتاب الآداب ، باب الحذر والتأني في الأمور)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (افترض عليه اجابته) لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية
فرض . (۳۱۹/۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في ” شرح المجلة “ : درء المفسدات أولى من جلب المنافع ، أي إذا تعارض مفسدة
ومصلحة قد دفع المفسدة إن الرجل يمنع من التصرف في ملكه إذا كان تصرفه يضر
بجاره ضرراً فاحشاً ، لأن درء المفسدات عن جاره أولى من جلب المنافع لنفسه . (۳۲/۳)
ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : درء المفسدات أولى من جلب المصالح ، فإذا تعارضت
مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً .

(۳۲۲/۱ ، الفن الأول ، القاعدة الخامسة : الضرر يزال)

(جديد مسائل كحل : ص / ۱۶۸)

ٹیکس کی قیمت ملا کر خرید و فروخت

مسئلہ (۲۲۵): موجودہ دور میں حکومت کی طرف سے عائد کردہ سیلز ٹیکس یا دیگر ٹیکس چوں کہ جائز حدود سے نکل کر ظلم و تعدی کے دائرے میں داخل ہے، اور اس میں کسی امیر یا غریب کی تمیز بھی نہیں ہے، شرح ٹیکس بھی اتنی زیادہ ہے کہ دینے والا اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاتا ہے، اور سیلز ٹیکس بالکل اسی رقم کی طرح ہے جو راستے میں تاجروں سے ظلماً و جبراً وصول کی جاتی ہے^(۱)، اس لئے مشتری کو قیمت خرید بتاتے وقت، اس میں ٹیکس کا اضافہ ضم کرنے میں خیانت کا پہلو غالب ہو جاتا ہے، تاہم اگر بائع مشتری کو قیمت خرید بتائے بغیر جملہ ٹیکسوں کا حساب کر کے اس سے کسی قیمت پر اتفاق کر لے، تو کوئی حرج نہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : لا يضم أجر الطبيب وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . (۲۶۶/۷)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وكذا لا يضم أجره الطبيب وما يؤخذ في الطريق من الظلم لا يضم إلا في موضع جرت العادة فيه بينهم بالضم ، كذا في النهر الفائق .

(۳/۱۶۲ ، البحر الرائق : ۶/۱۸۳ ، كذا في النهر الفائق : ۳/۳۵۷)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ويجوز أن يضم إلى رأس المال أجر القصار والأصل أن عرف التجار معتبر في بيع المراجعة ، فما جرى العرف بإلحاقه برأس المال يلحق به ، وما لا فلا ، كذا في الكافي . (۳/۱۶۱ ، ۱۶۲ ، النهر الفائق : ۳/۳۵۶ ، البحر الرائق : ۶/۱۸۲ ، رد المحتار : ۷/۲۶۴ ، ۲۶۵ ، باب المراجعة والتولية)

(فتاویٰ حقانیہ: ۲/۱۴۰، جدید مسائل کا حل: ص/۲۴۴)

اضافی اخراجات قیمت خرید میں ملانا

مسئلہ (۲۲۶): آج کل حکومت کے عائد کردہ، ضلع ٹیکس، پل ٹیکس، راہداری اور محصول چوگی وغیرہ ظالمانہ اور جابرانہ صورت اختیار کر چکے ہیں، ان اضافی اخراجات کا بیع کی قیمت خرید میں ملانا یا نہ ملانا تاجروں کی عادت اور عرف پر موقوف ہوگا، پس اگر تاجروں کی عادت اور عرف ملانے کی ہو، تو پھر ایسا کرنا جائز ہے، ورنہ اضافی اخراجات کا اصل قیمت میں ملانا جائز نہیں ہے۔^(۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : قال العلامة علاء الدين الحصكفي : لا يضم أجر الطبيب ، وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه ، هذا هو الأصل .

(۲/۴۵۲ ، باب المراجعة والتولية)

ما في ” البحر الرائق “ : قال العلامة ابن نجيم المصري : والذي يؤخذ في الطريق من الظلم لا يضم إلا في موضع جرت العادة فيه بينهم بالضم .

(۲/۱۸۳ ، كتاب البيوع ، باب المراجعة والتولية)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : لا يضم أجر الطبيب وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . كذا في النهر الفائق .

(۳/۱۶۲ ، كتاب البيوع ، الباب الخامس في المراجعة والتولية)

ما في ” النهر الفائق “ : لا تضم أجر الطبيب وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . (۳/۲۵۷ ، كتاب البيوع ، باب التولية) (فتاوى حقانيہ: ۱۲۰/۶)

شراب کی خالی بوتلوں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۲۷): شراب کی خالی بوتلیں اگر صرف شراب ہی کے لیے استعمال ہوتی ہوں، شراب کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال نہ ہوتی ہوں، تو ان کو فروخت کرنا ایک اعتبار سے شراب فروخت کرنے والوں اور خریدنے والوں کی اعانت کرنا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في ” التفسير لابن كثير “ : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعانة على فعل الخيرات وهو البر ، وترك المنكرات وهو التقوى ، وينهاهم عن التناصر على الباطل ، والتعاون على المآثم والمحارم . (۱ / ۴۷۸ ، سورة المائدة)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : وهو أمر لجميع الخلق بالتعاون على البر والتقوى، أي ليعن بعضكم بعضاً ، وتحاثوا على أمر الله تعالى واعملوا به ، وانتهوا عما نهى الله عنه وامتنعوا منه . (۶ / ۴۶ ، سورة المائدة)

ما في ” جواهر الفقه “ : والثالث : بيع أشياء ليس لها مصرف إلا في المعصية ، فيتمحض بيعها وإجارتها وإن لم يصرح بها ، ففي جميع هذه الصور قامت المعصية بعين هذا العقد ، والعاقدان كلاهما آثمان بنفس العقد ، سواء استعمل بعد ذلك أم لا .

(۲ / ۴۴۸ ، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ : ۱۲ / ۱۳۲)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن أنس بن مالك قال : ” لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة : عاصرها ، ومعتصرها ، وشاربها ، وحاملها ، والمحمولة إليه ، وساقيتها ، وبائعها ، وآكل ثمنها ، والمشتري لها ، والمشتراؤه له “ .

(۲ / ۳۱۰ ، كتاب البيوع ، باب النهي أن يتخذ الخمر خلاً ، رقم الحديث : ۱۲۹۵) =

درخت پر آموں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۲۸): آموں کے پکنے سے پہلے انہیں فروخت کرنا جائز ہے، اور بیج ہو جانے کے بعد بائع کی اجازت سے، ان کا درخت پر چھوڑے رکھنا بھی جائز ہے۔^(۱)

== ما في ”مرقاۃ المفاتیح“ : قال الطيبي : لعن من سعى فيها سعياً ما على ما عدد من العاصر والمعتصر ، وما أردفهما ، وإنما أظن فيه ليستوعب من زاولها مزاوله بأي وجه كان .

(۲/۲۳ ، کتاب البيوع ، باب الکسب وطلب الحلال)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الهداية“ : ومن باع لم يبد صلاحها ، أو قد بدأ جاز البيع ، لأنه مال متقوم ، إما لكونه منتفعاً به في الحال أو في المال ، وقد قيل لا يجوز قبل أن يبدو صلاحها ، والأول أصح ، وعلى المشتري قطعها في الحال تفريغاً للملك البائع هذا اشتراها مطلقاً أو تركها بإذن البائع طاب له الفضل . انتهى ملخصاً . (۳/۳۲ ، کتاب الشركة)

ما في ”تبیین الحقائق“ : ومن باع ثمرة بدا صلاحها أو لا صح ، ويقطعها المشتري تفريغاً لملك البائع إذا اشتراها بشرط القطع ، ولو اشتراها مطلقاً وتركها بإذن البائع طاب له الفضل . (۴/۲۹۵ ، کتاب البيوع ، بيروت)

ما في ”مجمع الأنهر“ : ومن باع ثمرة بدا صلاحها أو لم يبد صح ، ويقطعها المشتري للحال فإن تراضيا على بقائه جاز .

(۳/۴۷۷ ، کتاب البيوع ، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها)

ما في ”الفتاویٰ الهندية“ : ولو اشتراها مطلقاً وتركها بإذن البائع طاب له الفضل .

(۳/۱۰۶ ، کتاب البيوع ، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز)

(فتاویٰ عبدالحی: ص/۲۷۴، مکتبہ تھانوی دیوبند)

بلا اجازت کسی کی تالیف شائع کرنا

مسئلہ (۲۲۹): اگر کسی مصنف و مؤلف یا مرتب نے اپنی کتاب پر ”حقوق الطبع محفوظہ“ یا ”جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں“ لکھا ہو، تو دوسرے شخص کا بلا اجازت مصنف و مؤلف کتاب کو شائع کرنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ مصنف و مؤلف یا مرتب کا حق ہے، جس میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔^(۱)

مصنف و مؤلف کا مکتبہ والوں سے کتاب کے نسخے لینا

مسئلہ (۲۳۰): کسی شخص نے کوئی کتاب تالیف یا تصنیف کی، اپنے خرچ پر اس کی کتابت کرائی، خود ہی اس کی طباعت بھی کروائی، اب کوئی تاجر کتب اپنے خرچ سے اُسے دوبارہ طبع کرانا چاہتا ہے، تو مؤلف اسے اس شرط پر اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس کتاب کی سویا دوسو کاپیاں اصل لاگت پر اسے دی جائیں، اور اس کی دیگر تالیفات کے متعلق کچھ اشتہارات بھی کتاب کے آخر میں، یا کسی دوسرے مقام پر چھپوادیئے جائیں، تو کتابت کی کاپی کا مالک چوں کہ مؤلف ہے، اور اس کے اجارہ کا عرف بھی عام ہو چکا

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”سنن أبي داود“ : حدثنا محمد بن بشار حدثني عبد الحميد بن عبد الواحد حدثني ام جنوب بنت نميلة عن أمها سويدة بنت جابر عن أمها عقيلة بنت أسمر بن مضر عن أبيها أسمر بن مضر قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : ”من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له“ . قال : فخرج الناس يتعاضون يتخاطون .

(ص/ ۴۳۷ ، كتاب الخراج ، قبيل احياء الموات)

ما في ”قواعد الفقه“ : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك بغير إذنه .

(ص/ ۱۱۰ ، رقم قاعدة : ۲۷۰) (فتاویٰ مقالات : ۲۲۴/۱)

ہے، لہذا اس کے استعمال کی اجرت کے طور پر تاجر سے کتاب کے کچھ نسخے لے سکتا ہے^(۱)، البتہ اشتہارات کی شرط لگانا جائز نہیں۔^(۲)

زائد ٹکٹ واپس کر کے پیسہ وصول کرنا

مسئلہ (۲۳۱): سفر کے ٹکٹ نکال لیے جانے کے بعد، کسی عذر سے اگر کسی فرد کا یا پوری جماعت کا ارادہ سفر ملتوی ہو جائے، تو زائد یا پورے ٹکٹ کو واپس کر دینا اور اپنا پیسہ وصول کرنا درست ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : وأما حق النشر أو التوزيع فيحكمه العقد أو الاتفاق الحاصل بين المؤلف والناشر أو الموزع ، فيجب على طرفي الاتفاق الالتزام بمضمونه من حيث عدد النسخ المطبوعة والمدة التي يسرى فيها الاتفاق . (۲۸۶۲/۴)

ما في ” نوازل فقهية معاصرة “ : وبيع حق التأليف والطبع والاختراع قد أجازته القانون الدولي ، وراجت في العالم كله عرفاً وعادة ، ويقول سماحة الشيخ تقي العثماني حفظه الله مشتباً أصله بالحديث الذي رواه أبو داود في كتابه : ” من سبق إلى ما لم يسبقه مسلم فهو له “ . فالحقيقة أن هذه الحقوق مباحة شرعاً ومنفعة ، وراج بيعها في العرف ، ولذلك يجوز بيعها ، وإن من الفقهاء والعلماء الكبار قد قالوا إلى جوازها ، وبالأخص الشيخ المفتي محمد كفاية الله ، والمفتي عبد الرحيم لاجفوري والمفتي نظام الدين حفظهم الله من العلماء الهند وفقهائها . (ص / ۲۹۸ ، شيخ محمد خالد سيف الله رحمانی) (احسن الفتاوى : ۷ / ۳۱۷ ، كتاب الاجارة)

(۲) ما في ” التنوير الأبصار مع الدر والرد “ : (و) لا (بيع بشرط) (لا يقتضيه العقد ، ولا يلائمه ، وفيه نفع لأحدهما أو) فيه نفع (لمبيع) هو (من أهل الاستحقاق) للنفع بأن يكون آدمياً . (۷ / ۲۰۶ ، ۲۰۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في البيع بشرط فاسد)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في ” السنن لأبي داود “ : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :

پینشن کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۳۲): پینشن ایک قسم کا انعام ہے، جب تک ملازم کا اس پر قبضہ نہ ہو وہ اس کا مالک نہیں بنتا، اس لیے اس کی بیع جائز نہیں^(۱)، البتہ خود حکومت سے اس کی بیع کرنا حقیقت میں بیع نہیں ہے، بلکہ صرف نام و صورت کی بیع ہے، کہ حقیقتہً حکومت نے جو بڑا انعام قسط وار دینے کا وعدہ کیا ہے، اب اسی کو کم مقدار میں یکمشت دے رہی ہے، اس لیے حکومت سے یہ معاملہ جائز ہے۔^(۲)

= ”من أقال مسلماً أقاله الله عشرته“ . (ص/ ۴۹۰)

ما في ”حاشية سنن أبي داود“ : لكن إيراد المؤلف هذا الحديث في هذه الباب يدل على إقالة البيع وصورته إذا اشترى أحد شيئاً من رجل ثم ندم على اشترائه ، أما لظهور الغبن أو لزوال حاجته إليه أو لانعدام الثمن ، فردّ المبيع على البائع ، وقبل البائع ردّه ، أزال الله تعالى مشقته وعشرته يوم القيامة ، لأنه إحسان منه على المشتري . (رقم الحاشية/ ۵ ، ص/ ۴۹۰)

ما في ”بذل المجهود“ : معناه تباع رجلاً فندم واحد منهما فاستقال الآخر فقبل الآخر ، وأقال البيعة يعني قبل فسخها ، محا الله سبحانه ذنوبه . والعنرة ؛ الذلة . (۱۱/ ۱۷۶)

ما في ”الهداية“ : الإقالة جائزة في البيع بمثل الثمن الأول ، ولأن العقد حقهما فيمملكان رفعه دفعاً لحاجتهما ، فإن شرط أكثر منه أو أقل ، فالشرط باطل ، ويرد بمثل الثمن الأول . (۲/ ۶۹ ، كذا في فتح القدير : ۲/ ۴۳۸ ، البحر الرائق : ۲/ ۱۶۷ ، منحة الخالق على البحر الرائق : ۲/ ۱۶۸ ، فتح باب العناية بشرح النقاية : ۲/ ۳۵۱ ، الجوهرة النيرة : ۱/ ۴۷۷ ، بدائع الصنائع : ۴/ ۵۹۴ ، الموسوعة الفقهية : ۵/ ۳۲۷ ، المختصر القدوري : ص/ ۸۰)

(جدید مسائل کا حل : ص/ ۲۸۴ ، امداد الفتاویٰ : ۳/ ۴۰۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن حكيم بن حزام قال : ”نهاني رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي“ . (۲/ ۱) =

سانپ کے چمڑے کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۳۳): سانپ کا کچا چمڑا دباغت سے پہلے خریدنا اور بیچنا جائز

نہیں، لیکن دباغت دینے کے بعد اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔^(۱)

ما فی ”بدائع الصنائع“ : ومنها أن يكون مقدور التسليم عند العقد ، فإن كان معجوز التسليم عنده لا ينعقد . (۳۴۱/۴)

وما فی ”بدائع الصنائع“ : ومنها القبض في بيع المشتري والمنقول ، فلا يصح بيعه قبل القبض . (۳۹۴/۴)

ما فی ”الفتاویٰ الہندیہ“ : ومنها في المبيع ، وهو أن يكون موجوداً ، فلا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم كيبيع نتاج التاج والحمل ، وأن يكون مملوكاً في نفسه وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه . (۲/۳)

(۲) ما فی ”تكملة فتح الملہم“ : والثالث قول مالک المشہور : والعرايا عنده أن يهب الرجل ثمرة نخلة ، أو نخلات من حائط لرجل بعينه ، ثم يتأذى بدخول الموهوب له في حائطه لمكان أهل بيته في الحائط ، فيجوز للواهب أن يشتري الثمار المعلقة من الموهوب له بخرصها تمراً . (۳۹۰/۷) ، العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير : ۳۸۳/۶ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱۵، ۱۱۳/۱۶، کراچی) الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”سنن النسائي“ : قال رسول الله ﷺ : ”أيما إهاب دُبع فقد طهر“ . (۱۶۹/۲) ما فی ”الهداية“ : قال : ولا بيع جلود الميتة قبل أن تدبغ ، لأنه غير منتفع به ، ولا بأس ببيعها والانتفاع بها بعد الدباغ ، لأنه قد طهرت بالدباغ . (۴۷، ۴۶/۲) ما فی ”الفتاویٰ الہندیہ“ : وأما جلود السباع والحمير والبغال ، فما كانت مذبوحة أو مذبوحة جاز ببيعها ، وما لا فلا ، وهذا بناء على أن الجلود كلها تطهر بالذكاة أو بالدباغة ، إلا جلد الإنسان والخنزير . (۱۱۵/۳)

ما فی ”تبيين الحقائق“ : قال : (وجلد الميتة قبل الدباغ) يعني لا يجوز بيعه ، قال : (وبعده يباع وينتفع به) يعني بعد الدباغ يجوز بيعه . (۳۷۷/۴) ، البحر الرائق : ۱۳۳/۶ ، الجوهرية النيرة : ۵۳/۱ ، فتح باب العناية : ۹۰/۱ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲/۱۶، کراچی)

اُپر چوٹی کا سٹ (متوقع نفع)

مسئلہ (۲۳۴): آج کل عدالتی نظام میں جن نقصانات کو وصول کرنے کی اجازت ہوتی ہے، اس کی بنیاد متوقع نفع (اُپر چوٹی کا سٹ) پر ہوتی ہے، مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے کہ میں تم کو یہ سامان فروخت کروں گا، اور اس نے وعدہ کر لیا کہ میں خرید لوں گا، لیکن بعد میں مشتری نے خریدنے سے انکار کر دیا، تو اب بائع کو وہ سامان کم دام میں فروخت کرنا پڑ رہا ہے، اگر وہ شخص اس کو خرید لیتا تو بائع کو فائدہ ہوتا، مگر اس کے انکار کرنے کی صورت میں اس کو نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے، تو اب قیمتوں کے درمیان کے فرق کو نقصان تصور کیا جاتا ہے، اور عدالت کی جانب سے اس نقصان کو وصول کرنے کی اجازت ہوتی ہے، جب کہ شریعت میں اس قسم کے نقصانات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، شریعت میں دو چیزوں کے درمیان فرق رکھا گیا ہے، ایک چیز ہے ”نفع کا نہ ہونا“۔ اور دوسری چیز ہے ”نقصان کا ہونا“، ان دونوں میں فرق ہے۔

نقصان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ واقعہ کسی کے کچھ پیسے خرچ ہو گئے، اور نفع نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اپنے ذہن میں یہ تصور کر لیا تھا کہ اس معاملے میں اتنا نفع ہوگا، لیکن اتنا نفع نہیں ہوا، آج کل تاجروں کی اصطلاح میں نفع نہ ہونے کو بھی نقصان سے تعبیر کیا جاتا ہے، شریعت میں اس نقصان کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہذا بائع کے لیے خریدنے کا انکار کرنے والے شخص سے، قیمتوں کے درمیان کے فرق کو نقصان تصور کر کے، اس کی وصولیابی کرنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ=

تكون تجارة عن تراض منكم ﴿۲۹﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : نهى لكل أحد عن أكل مال نفسه ومال غيره بالباطل ، وأكل مال نفسه انفاقه في معاصي الله ، وأكل مال الغير بالباطل ، قد قيل فيه وجهان : أحدهما ما قال السدي ، وهو أن يأكل الربا والقمار والبخس والظلم ، وقال ابن عباس : أن يأكله بغير عوض . (۲/۲۱۶)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۸/۲) ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وأكل المال بالباطل على وجهين : أحدهما على وجه الظلم والسرقة والخيانة والغصب ، وما جرى مجراه ، والآخر أخذه من جهة محظورة نحو القمار وأجرة الغناء وغيرها . (۱/۳۰۴)

ما في ” السنن الكبرى للبيهقي “ : أن رسول الله ﷺ قال : ” لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه “ . (۶/۱۶۲ ، كتاب الغصب ، رقم الحديث : ۱۱۵۴۵) ما في ” المسند للإمام أحمد بن حنبل “ : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : ” من اقتطع مال امرئ مسلم بغير حق لقي الله عز وجل ، وهو عليه غضبان “ .

(۱۲/۱۱۳ ، رقم الحديث : ۲۱۷۴۵)

وما في ” مسند أحمد “ : عن أبي حميد الساعدي : أن رسول الله ﷺ قال : ” لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه ، وذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم “ .

(۱۷/۵۰ ، رقم الحديث : ۲۳۴۹۶)

ما في ” رد المحتار “ : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي . (۶/۷۷ ، كتاب الحدود ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، كذا في البحر الرائق : ۵/۶۸ ، كتاب الحدود ، فصل في التعزير) (فتاوى مقالات : ۳/۸۰، ۸۱، ۸۲)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : لا يجوز أخذ مال إنسان بغير سبب شرعي . (۲/۲۷۱) ما في ” قواعد الفقه “ : الأصل أن الضمانات في الذمة لا تجب إلا بأحد الأمرين : إما بأخذ (وهو الغصب وقبض الرهن والتقاط من غير اشهاد ونحوها) أو بشرط (والشرط قبول العقد كالشراء والاستيجار والكفالة ونحوها) فإذا عدا لم تجب . (ص/ ۱۵)

بولس واؤچر کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۳۵): مال برآمد کنندہ یعنی امپورٹر حکومت کے پاس برآمد کا ثبوت پیش کرتا ہے، جس پر حکومت اسے بولس کے نام سے انعام دیتی ہے، انعام کی رقم نقد نہیں ہوتی، بلکہ اس کی رسید ہوتی ہے، جسے بولس واؤچر کہتے ہیں، برآمد کنندہ اسے بازار میں زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے، مثلاً سو روپے کا بولس واؤچر دو سو روپے میں، توچوں کہ برآمد کنندہ یعنی امپورٹر قبل القبض اس رقم کا مالک نہیں، اس لیے اس کی خرید و فروخت جائز نہیں^(۱)، نیز بولس واؤچر کی اصل رقم سے زیادہ قیمت وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن حكيم بن حزام قال : ”نهاني رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي“ . (۲/۲۷۱ ، كتاب البيوع ، باب في كراهية بيع ما ليس عندك)
- ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : وبطل بيع ما ليس في ملكه . (۷/۱۷۹ ، البيع الفاسد)
- ما في ”البحر الرائق“ : (والسمك قبل الصيد) أي لم يجز بيعه لكونه باع ما لا يملكه فيكون باطلاً . (۶/۱۱۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، النهر الفائق : ۳/۴۱۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، تبين الحقائق : ۲/۲۷۵ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)
- ما في ”تبيين الحقائق“ : ولو اجتمع في أرضه الصيد فباعه من غير أخذه لا يجوز ، لأنه لم يملكه . (۳/۳۶۵ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)
- (۲) ما في ”جامع الترمذي“ : عن عبادة بن الصامت ، عن النبي ﷺ قال : ”الذهب بالذهب مثلاً بمثل ، والفضة بالفضة مثلاً بمثل ، والتمر بالتمر مثلاً بمثل ، والملح بالملح مثلاً بمثل ، والشعير بالشعير مثلاً بمثل ، فمن زاد أو أزداد فقد أربى“ .
- (۲/۲۷۶ ، باب ما جاء أن الحنطة بالحنطة) =

کنٹرول (راشن) کا مال بلیک میں فروخت کرنا

مسئلہ (۲۳۶): راشن دکان میں جو مال فروختگی کے لیے آتا ہے، دکاندار حکومت کو اس کی قیمت دے کر خریدتا ہے، لہذا وہ اس کی ملک ہے، اس لیے وہ جس قیمت پر بھی اسے فروخت کرے، اس کی یہ بیع درست ہے^(۱)، لیکن حکومت چوں کہ راشن ڈیلر کو اپنا کچھ نقصان برداشت کر کے کم قیمت پر یہ مال فراہم کرتی ہے، اور ڈیلر کو اصولی طور پر اس بات کا پابند بناتی ہے کہ راشن کارڈ ہولڈروں کو کم قیمت پر ہی یہ مال فراہم کیا جائے، لہذا راشن دکان کے مالکان پر بھی اس کی رعایت کرنا واجب ہے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور بلیک میں یہ مال زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں، تو ان کا یہ عمل مکروہ ہے، اور جو لوگ واقف ہوں کہ یہ دکاندار غریبوں کا حق مار کر، ان کے ہاتھ اس مال کو بلیک میں بیچ رہا ہے، تو ان کے لیے اس مال کا خریدنا بھی مکروہ ہے^(۲)، البتہ چوں کہ خریداروں نے قیمت دے کر اس مال کو خریدا ہے، اس لیے ان کو حرام کھانے والا نہیں سمجھا جائے گا، اور نہ ان پر حرام کھانے کا گناہ ہوگا، لیکن ایک غلط کام میں تعاون کا گناہ ضرور ہوگا۔^(۳)

== ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وعلمته) أي علة تحريم الزيادة (القدر مع الجنس فإن وجد حرم الفضل) أي الزيادة (والنساء) . (۳۰۵/۷) ، كتاب البيوع ، مطلب في الإبراء عن الربا ، تبیین الحقائق : ۴/۵۴ ، باب الربا ، البحر الرائق : ۶/۲۱۳ ، باب الربا

ما في " معجم الأنهر " : (فإن وجد الوصفان) أي الكيل أو الوزن مع الجنس حرم الفضل والنساء . (۱۲۱/۳) ، كتاب البيوع ، باب الربا ، كذا في الهداية : ۳/۷۹ ، باب الربا

(احسن الفتاوى: ۶/۵۲۰، جدید مسائل کامل: ص/۲۶۴)

الحجة على ما قلنا : =

بینڈ باجہ

مسئلہ (۲۳۷): بینڈ باجہ بجانا اور سننا دونوں حرام ہیں ^(۱)، اور اس کی خرید

وفروخت کرنا بھی ناجائز ہے۔ ^(۲)

= (۱) ما فی ”رد المحتار“ : الملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص .

(۱/۷۱ ، کتاب البیوع ، مطلب فی تعریف المال)

ما فی ”فتح القدير“ : الملک قدرة يشيها الشارع ابتداء على التصرف . (۲۳۰/۶)

ما فی ”بدائع الصنائع“ : ولو نحل بعضاً وحرماً بعضاً جاز من طریق الحكم ، لأنه تصرف في خالص ملكه لا حق لأحد فيه . (۸۲/۵ ، کتاب الهبة)

ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : الملک هو احتواء الشيء والقدرة على الاستبداد به والتصرف بانفراد . (۳۱/۳۹ ، ملک)

ما فی ”شرح المجلة“ : كل يتصرف في ملكه كيف شاء . (ص/۶۵۳ ، المادة : ۱۱۹۲)

(۲) ما فی ”شرح المجلة“ : درء المفسدات أولى من جلب المنافع إن الرجل يمنع من التصرف في ملكه إذا كان تصرفه يضر بجاره ضرراً فاحشاً ، لأن درء المفسدات عن جاره أولى من جلب المنافع لنفسه . (ص/۳۲ ، المادة : ۳۰)

ما فی ”الأشباه والنظائر لابن نجيم“ : درء المفسدات أولى من جلب المصالح ، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً . (۳۲۲/۱ ، القاعدة الخامسة : الضرر يزال)

(۳) ما فی ”القرآن الكريم“ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما فی ”أحكام القرآن للجصاص“ : قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ ليقضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة الله تعالى ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾ نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱/۲)

(کتاب الفتاویٰ : ۵/۲۷۸ ، جدید مسائل کا حل : ص/۲۳۵ ، احسن الفتاویٰ : ۶/۵۴۹)

الحجة على ما قلنا : =

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿واستغفر من استطعت منهم بصوتك وأجلب عليهم بخيلك ورجلك وشاركهم في الأموال والأولاد﴾ . (سورة الإسراء : ۶۴)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : ﴿بصوتك﴾ روي عن مجاهد أنه الغناء واللهو ، وهما محظوران ، وأنهما من صوت الشيطان . (۲۶۶/۳ ، قبح الزنا في العقل)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزواً ، أولئك لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمن : ۲)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قلت : هذه إحدى الآيات الثلاث التي استدل بها العلماء على كراهة الغناء والمنع منه . (۵۱/۱۴)

ما في ” صحيح البخاري “ : قال النبي ﷺ : ” ليكونن من أمتي أقوام ، يستحلون الحر والحرير ، والخمر والمعازف ، ولينزلن أقوام إلى جنب علم ، يروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم ، يعني الفقير لحاجة فيقولون : ارجع إلينا غداً ، فيبيتهم الله ، ويضع العلم ، ويمسح آخرين قردة وخنابير إلى يوم القيامة “ .

(ص/ ۱۰۲۲ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير إسمه)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : قلت : وفي البزاية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام : ” استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر “ . أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر . (۴۲۵/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)

ما في ” البحر الرائق “ : دلت المسئلة على أن الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القصب ، قال عليه الصلاة والسلام : ” ليكونن من أمتي يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف “ . (۳۴۶/۸ ، قبيل فصل في اللبس ، مجمع الأنهر : ۲۱۸/۴ ، كتاب الكراهية)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : قال الحلواني رحمه الله تعالى : السماع ، والقول ، والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لا يجوز القصد إليه ، والجلوس عليه ، وهو الغناء والمزامير . (۳۵۲/۵ ، الكراهية ، الباب السابع عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير=

.....

=علم ویتخذها هنواً، أولئك لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمن : ٦)

ما في ”فتح القدير للشوكاني“ : لهو الحديث كل ما يلهى عن الخير من الغناء والملاهي ، والأحاديث المكذوبة وكل ما هو منكر ، وقيل المراد شراء القنيات والمغنيات والمغنين قال الحسن : لهو الحديث المعازف والغناء . (٣٤٤/٢)

ما في ”جامع الترمذي“ : عن أبي أمامة ، عن رسول الله ﷺ قال : ” لا تبيعوا القينات ، ولا تشتروهن ، ولا تعلموهن ، ولا خير في تجارة فيهن ، وثمانهن حرام . في مثل هذا أنزلت هذه الآية : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله﴾ . إلى آخر الآية .

(٣٠٣/٢ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في كراهية بيع المغنيات)

ما في ”رد المحتار“ : (ويكره) تحريماً (بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم) لأنه إغانة على المعصية (وبيع ما يتخذ منه كالحديد) ونحوه يكره لأهل الحرب (لا) لأهل البغي قلت : أفاد كلاهما أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتزيتها . الدر المختار . وفي الشامي : (لأنه إغانة على المعصية) لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به إلا بصنعه تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بيعنها ، ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه .

(٣٢٣/٦ ، كتاب الجهاد ، مطلب في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه)

ما في ”البحر الرائق“ : بيع المزامير يكره ، ولا يكره بيع ما يتخذ منه المزامير ، وهو القصب والخشب . (٢٢٠/٥ ، كتاب السير ، باب البغاة ، كذا في بدائع الصنائع : ١٣٠/٦ ، كتاب السير ، بيان أحكام البغاة ، فتح القدير : ١٠٢/٦ ، كتاب السير ، باب البغاة)

(فتاوى محمودية: ١٢/١٣٠، كراچی)

گاڑی بکنگ کی رسید فروخت کرنا

مسئلہ (۲۳۸): اگر کوئی شخص مثلاً دس ہزار روپے میں کوئی گاڑی بک کرتا ہے، تو یہ بکنگ اسے چھ مہینے پہلے کرانی ہوتی ہے، اب چھ مہینے کے بعد اس کے نام پر گاڑی نکلے گی، تو اس کو اس میں کچھ نفع ہوتا ہے، تو وہ شخص اس گاڑی کو شوروم سے نکالے بغیر صرف ”رسید“ فروخت کر دیتا ہے، تو یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ خریدی گئی چیز کو وصول کر کے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے، اس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : ” من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يقبضه “ . قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما : وأحسب كل شيء بمنزلة الطعام عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : ” من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يستوفيه “ . قال : حدثني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله يقول : ” إذا ابتعت طعاماً فلا تبعه حتى تستوفيه “ . (۵/۲ ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : فيحرم بيع كل شيء قبل قبضه ، طعاماً كان أو غيره .

(۳۵۰/۱ ، كتاب البيوع ، بيع المبيع قبل القبض)

ما في ” مجمع الأنهر “ : لا يصح بيع المنقول قبل قبضه ، لنهي عليه السلام عن بيع ما لم يقبض . (۱۱۳/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في ” تبیین الحقائق “ : لا يجوز بيع المنقول قبل القبض لما روينا ، ولقوله عليه السلام : ” إذا ابتعت طعاماً فلا تبعه حتى تستوفيه “ . (۴۳۷/۳ ، البيوع ، صح بيع العقار قبل قبضه)

ما في ” الهداية “ : ومن اشترى شيئاً مما ينقول ويحول ، لم يجز بيعه حتى يقبضه ، لأنه نهى عن بيع ما لم يقبض ، ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك . (۷۷/۳ ، كتاب البيوع ، باب التولية ، الفتاوى الهندية : ۱۳/۳ ، كتاب البيوع ، الباب الثالث في معرفة المبيع ، البحر الرائق : ۱۹۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب المراجعة والتولية)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۲۹/۶ ، قدیم ، ۵۲/۷ ، تخریج شدہ ایڈیشن)

بیع سلم

مسئلہ (۲۳۹): بیع سلم ایک ایسی بیع ہے، جس کے ذریعے بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی تاریخ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے گا، اور اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی پیشگی لے لیتا ہے^(۱)، اور یہ عقد جائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : هو بيع آجل وهو المسلم فيه بعاجل وهو رأس المال . (۳۴۷/۷ ، باب السلم)

ما في ” تبیین الحقائق “ : وهو بمعنى السلف لغة فإنه أخذ عاجل بآجل وسمى هذا العقد به لكونه معجلاً على وقته . (۲۹۸/۴ ، باب السلم)

ما في ” الدر المنتقى مع مجمع الأنهر “ : هو لغة كالسلف وزناً ومعنى وشرعاً (بيع آجل) وهو المسلم فيه (بعاجل) وهو رأس المال . (۱۳۷/۳ ، باب السلم ، بيروت)

(۲) ما في ” مجمع الأنهر “ : وفي الدر ، وهو مشروع بالكتاب ، وهو قوله تعالى : ﴿إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ﴾ . [البقرة : ۲۸۲] الآية ، فإنها تشمل السلم والبيع بضمن مؤجل وتأجيله بعد الحلول ، والسنة وهي قوله عليه الصلاة والسلام : ” من أسلم منكم فليسلم في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم “ وبالإجماع . (۱۳۸/۳ ، باب السلم)

ما في ” تبیین الحقائق “ : وهو مشروع بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما : ” أشهد أن الله أحلّ السلم المؤجل وأنزل فيه أطول آية ، وتلا قوله تعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾ . [البقرة : ۲۸۲] . وقد روينا أنه عليه السلام نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص في السلم .

(۲۹۹/۴ ، كتاب البيوع ، باب السلم)

(اسلام اور جدید معاشی مسائل : ۵/۱۴۷)

بیع کی اضافت مستقبل کی طرف

مسئلہ (۲۴۰): غائب سودے جن میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب میری مرغی انڈا دے گی تو میں اسے تمہارے ہاتھ بیچ دوں گا، تو یہ بیع سلم ہے، قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ یہ بیع ناجائز ہو، اس لیے کہ یہ دراصل معدوم چیز کی بیع ہے^(۱)، لیکن قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام اس بیع کو جائز کہتے ہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” السنن الكبرى للبيهقي “ : عن حكيم بن حزام قال : قلت : يا رسول الله ! الرجل يطلب مني البيع وليس عندي أفأبيعه له ؟ فقال رسول الله ﷺ : ” لا تبع ما ليس عندك “ .

(۲۳۸/۵) ، کتاب البیوع ، ۱۰۷۵ ، ۱۰۱۹ ، بیروت

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَانَيْتُمْ بِدِينِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاصْتَبُوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۲)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : عن ابن عباس قال : أشهد أن السلم المؤجل في كتاب الله ، وأنزل فيه أطول آية في كتاب الله : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَانَيْتُمْ بِدِينِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاصْتَبُوا﴾ . فأخبر ابن عباس أن السلم المؤجل مما انطوى تحت عموم الآية .

(۵۸۶/۱) ، عقود المدائنات

ما في ” صحيح مسلم “ : عن ابن عباس قال : قدم رسول الله ﷺ والناس يسلفون ، فقال لهم رسول الله ﷺ : ” من أسلف فلا يسلف إلا في كيل معلوم ووزن معلوم “ .

(۳۱/۲) ، باب السلم ، قديمي

ما في ” نيل الأوطار من أحاديث سيد الأخيار “ : واتفق العلماء على مشروعيته إلا ما حكى عن ابن المسيب . (۲۴۰/۵) ، کتاب السلم ، بیروت =

بیع استصناع منسوخ کرنا

مسئلہ (۲۴۱): بیع استصناع منعقد ہو جانے کے بعد کسی شرعی و شدید عذر کے بغیر فریقین میں سے کسی کو فسخ کرنے کا حق نہ ہوگا، لہذا آرڈر کے بعد کاریگر پر لازم ہے کہ وہ طے شدہ شرائط کے مطابق مال تیار کرے، اور آرڈر دہندہ کے لیے درمیان میں معاملہ ختم کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔^(۱)

==ما فی "الهدایة شرح البدایة": السلم عقد مشروع بالكتاب وهو آية المدانة، فقد قال ابن عباس: "أشهد أن الله تعالى أحل السلف المضمون وأنزل فيها أطول آية في كتابه"، وتلا قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَانَيْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾. الآية، وبالسنة هو ما روى أنه عليه السلام: "نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص في السلم"، والقياس وإن كان يأباه ولكننا تركناه بما رويناه، ووجه القياس أنه بيع المعدوم، إذ المبيع هو المسلم فيه. (۴۵/۳، ۷۶، باب السلم)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۹، محمود الفتاویٰ: ۲/۴۹۲، انعام الباری: ۶/۴۲۶، کتاب السلم)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "التنوير و شرحه مع الشامية": فيجبر الصانع على عمله ولا يرجع الأمر عنه. (۳۶۶/۷، مطلب في الاستصناع، دار الكتاب ديوبند)
ما فی "الهداية": وعن أبي يوسف أنه لا خيار لهما، أما الصانع فلما ذكرنا، وأما المستصنع فالأن في إثبات الخيار له اضراً بالصانع لأنه لا يشتره غيره بمثله.

(۸۵/۳، كتاب البيوع، باب السلم، قبيل مسائل منشورة)

ما فی "المعاملات المالية المعاصرة": الخلاصة: يتلخص هذا البحث في أن عقد الاستصناع عقد مستقل محله العمل، والعين الموصوفة في الذمة، ولذلك له شروطه الخاصة وخصائصه وآثاره، وأن من أهم آثاره التي رجحناها هي ثبوت الملك للمستصنع في الشيء المستصنع، وثبوت الملك في الثمن المتفق عليه للصانع، ولزوم قيام الصانع =

مطلوبہ صفات کے مطابق سامان تیار نہ کرنا

مسئلہ (۲۴۲): استصناع میں اگر صانع مطلوبہ صفات کے مطابق سامان

تیار نہ کرے، تو خریدار کو وہ سامان قبول نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔^(۱)

= بعمله في العين حسب الاتفاق ، ولزوم دفع الثمن من قبل المستصنع معجلاً أو مؤجلاً ومقسطاً ، وثبوت خيار الوصف وعدم بطلان الاستصناع بموت أحدهما ، حسب ترجيحنا وإن حق المستصنع لا يتعلق بشيء من عين ، وإنما المطلوب من الصانع أن يصنع له المطلوب حسب المواصفات والشروط ، وقد انتهى البحث كذلك إلى لزوم عقد الاستصناع للطرفين وعدم جواز الفسخ إلا في حالات الظروف الطارئة ، أو بموافقة الطرفين . (ص/ ۱۵۸ ، ۱۵۷ ، المؤلف ؛ الدكتور علي محي الدين القرة داغي)

(البيان للنوادر: ص/ ۳۱ ، مستفاداً من إمداد الفتاوى: ۱۴۱/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وذهب أبو يوسف إلى أنه إن تم صنعه وكان مطابقاً للأوصاف المتفق عليها ، يكون عقداً لازماً ، وأما إن كان غير مطابق لها فهو غير لازم عند الجميع لثبوت خيار فوات الوصف . (۳۲۹/۳)

ما في ” بدائع الصنائع “ : ولا خيار لواحد منهما إذا سلم الصانع المصنوع على الوجه الذي شرط عليه . (۹۴/۲ ، كتاب الاستصناع) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۶۹)

مبیع خراب ہونے پر درستگی کی شرط

مسئلہ (۲۴۳): اگر کوئی چیز خریدتے وقت مشتری کی طرف سے یہ شرط لگائی جائے کہ خرابی واقع ہونے پر بائع اسے درست کر کے دے گا، اور بائع اس شرط کو قبول کر لے، تو اس طرح شرط لگانا درست ہے، گرچہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے^(۱)، لیکن چوں کہ یہ شرط متعارف ہے، اس پر سب عمل کرتے ہیں، تو متعارف ہونے کی وجہ سے شرعاً یہ عقد اس شرط کے ساتھ درست ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه وهو من أهل الاستحقاق يفسده . (۴۳/۳ ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في ” جامع الترمذي “ : عن كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال : ” الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حرم حلالاً وأحل حراماً ، والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً “ . قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح . (۳۲۳/۲ ، رقم الحديث : ۱۳۵۲)

ما في ” فقه النوازل “ : النوع الأول : ضمان الأداء ؛ وهو يتعلق بأمرين ، فما كان منه متعلقاً بسلامة المبيع من العيوب المصنعية والفنية ، فإنه يتخرج على ضمان العيب الذي لا يعلم إلا بامتحان وتجربة واستعلام ، وأما ما كان منه متعلقاً بصلاحية المبيع وقيامه بالعمل فإنه يتخرج على ضمان العيب الحادث في المبيع عند المشتري والمستند سبب سابق ، والراجح جواز ضمان الأداء . (۱۱۹/۳ ، وثيقة رقم : ۱۴۰ ، مكتبة دار ابن الجوزي) (انعام الباری : ۶/۳۲۱)

ما في ” قواعد الفقه “ : استعمال الناس حجة يجب العمل بها . (ص / ۵۷ ، رقم المادة : ۲۶)

ما في ” شرح عقود رسم المفتي “ :

والعرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

(ص / ۱۷۵)

قسطوں پر خریدی گئی گاڑی کا حادثہ اور ضمان

مسئلہ (۲۴۴): کسی شخص نے شوروم (Show Room) سے قسط پر گاڑی خریدی، لیکن ابھی مکمل قسطیں ادا بھی نہیں کر پایا تھا کہ گاڑی کسی حادثہ، ایکسیڈنٹ وغیرہ کا شکار ہو گئی، تو گاڑی کو ہونے والے نقصان کا ذمہ دار مشتری ہی ہوگا، نہ کہ شوروم (Show Room)، کیوں کہ قسطوں پر کسی بھی چیز کے خریدنے کی صورت میں مشتری چوں کہ بیع کا مالک ہو جاتا ہے، اس لیے بیع کو پہنچنے والا نقصان مشتری ہی کا شمار ہوگا، نہ کہ بائع (شوروم) کا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : ولو اشترى دابة والبائع راكبها فقال المشتري : احملني معك فحمله معه فهلك ففهي على المشتري وركوبه قبض . كذا في المحيط .

(۵/۵۱۴ ، كتاب البيع ، الفتاوى الهندية : ۳/۱۷۷)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : اشترى عبداً في منزل البائع فقال البائع للمشتري : قد خليتك ، فأبى المشتري أن يقبضه ثم مات العبد فهو من مال المشتري . كذا في مختار الفتاوى .

(۳/۱۷۷ ، الباب الرابع في حبس المبيع)

ما في ” الفقه الإسلامي أدلته “ : إذا هلك المبيع كله بعد القبض ، إن كان بأففة سماوية أو بفعل المشتري أو بفعل المبيع أو بفعل أجنبي فلا يفسخ البيع ، ويكون هلاكه على ضمان المشتري ، لأن المبيع خرج عن ضمان البائع بقبض المشتري ، فتقرر الثمن عليه ، ويرجع بالضمان على الأجنبي حال كون الاعتداء منه . (۵/۳۳۷ ، مكتبه رشيدية كوثنه)

ما في ” الهداية “ : فلو قبضه المشتري وهلك في يده في مدة الخيار ضمنه بالقيمة . (۳/۱۷۷)

ما في ” شرح المجلة “ : إذا هلك المبيع بعد القبض هلك من مال المشتري ولا شيء على البائع . (ص/۱۵۱ ، رقم المادة : ۲۹۴) (فتاوى حقانية : ۶/۱۰۶ ، آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۶/۱۵۲ ، قدیم)

ٹیکسی پرمٹ (لائسنس) کی بیع

مسئلہ (۲۴۵): گورنمنٹ کی جانب سے ٹیکسی ڈرائیور کو ٹیکسی کا پرمٹ (لائسنس) دیا جاتا ہے، جس پرمٹ پر ٹیکسی کاروبار کے لیے ڈالی جاسکتی ہے، اگر کسی شخص کو پرمٹ ملا، لیکن اس میں ٹیکسی خریدنے کی قوت نہیں ہے، اس لیے وہ دوسرے ساتھی کو جس کے پاس پیسے ہیں، اس پرمٹ کو بیچ دے، اور وہ اپنی ٹیکسی کاروبار میں ڈال دے، اور پرمٹ والا اُس سے اپنے اس پرمٹ کا سالانہ عوض وصول کرے، تو اس کا یہ عوض وصول کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ پرمٹ کی بیع کذب و فریب پر مشتمل ہے^(۱)، اور اس میں حکومت کے قوانین کی خلاف ورزی ہے، جب کہ حکومت کے قوانین کا پاس و لحاظ رکھنا لازم ہے^(۲)، نیز اس میں بدعہدی بھی ہے، جب کہ بدعہدی سے منع کیا گیا ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”تكملة فتح الملهم“ : ولكن الذي يظهر لهذا العبد الضعيف عفا الله عنه - والله سبحانه أعلم - أن هذه الرخصة إن كانت باسم رجل مخصوص ، حتى لا تسمع الحكومة لرجل آخر باستعمالها ، فلا شبهة في عدم جواز بيعها ، لأن بيعه يؤدي حينئذ إلى الكذب والخديعة ، فإن مشطري الرخصة سيستعملها باسم البائع لا باسم نفسه ، ولأن الإذن إنما حصل لرجل مخصوص ، فلا يحل له أن ينقل ذلك إلى غيره . (٤ / ٣٥٠ ، كتاب البيوع ، حكم الكمبيالات ، الجزء الأول من كتاب تكملة فتح الملهم ، احياء التراث العربي)

ما في ”صحيح مسلم“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : ”من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشنا فليس منا“ .

(٢ / ١٤٤ ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا) =

اسکیم والی چیزوں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۳۶): آج کل دوکانوں پر کچھ اسکیمیں (Schemes) شروع ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص چاکلیٹ (Chocolate) وغیرہ خریدے، تو اس میں سے کچھ نمبرات (Number,s) نکلتے ہیں، جن کو جمع کرنا ہوتا ہے، یا چاکلیٹ کے اندر سے کاغذ نکلتا ہے، جس پر ایک روپیہ یا دو روپیہ کی تصویر (Photo) بنی ہوتی ہے، جس کے حصے میں یہ چٹھی نکلتی ہے، وہ تصویر میں موجود روپیہ کا حق دار

=ما فی ”ریاض الصالحین“ : عن ابن مسعود رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” إن الصدق يهدي إلى البرّ ، وإن البرّ يهدي إلى الجنة ، وإن الرجل ليصدق حتى يكتب عند الله صديقاً ، وإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً “ . متفق عليه .

(ص/ ۴۶ ، رقم الحديث: ۵۴ ، باب الصدق ، مكتبة الإحسان ديوبند)
ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : اتفق العلماء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن ، أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة و النصيحة . (۲۱۹/۳۱)

(۲) ما فی ”الدر المختار مع الشامية“ : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .
(۳۱۹/۶ ، كتاب الجهاد ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

(۳) ما فی ”القرآن الكريم“ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ . (سورة المائدة : ۱)
ما فی ”القرآن الكريم“ : ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)
ما فی ”مشکوٰۃ المصابيح“ : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : ” أربع من كنّ فيه كان منافقاً خالصاً ، ومن كانت فيه خصلة منهنّ كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها ؛ إذا أؤتمن خان ، وإذا حدث كذب ، وإذا عاهد غدر ، وإذا خاصم فجر “ . متفق عليه . (ص/ ۱۷) (مجموع الفتاوى: ۲/ ۴۸۱، ۴۸۲)

ہو جاتا ہے، تو چوں کہ اس صورت میں بیع اور ثمن دونوں متعین ہوتے ہیں، اور ہر خریدار کو اپنی بیع حاصل ہوتی ہے، دکانیں اپنے منافع میں سے انعام دیتی ہیں، لہذا بیع کی یہ صورت جائز ہے، البتہ بیع کی یہ صورت اُس وقت مکروہ ہوگی جب کہ مشتری کو بیع کی ضرورت نہ ہو، اور وہ محض انعام کی طمع اور لالچ میں اس چیز (چاکلیٹ وغیرہ) کو خریدے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”فقه وفتاوى البيوع“ : الصورة الأولى أن يقول التاجر : من اشترى مني بألف مثلاً فله جائزة مقدارها كذا ، فهنا الجائزة معلومة والقدر معلوم ، فهذا ليس فيه محذور من حيث الشكل الظاهر ، لكن قد يكون فيه محذور من جهة المشتري ، فربما يشتري ما تبلغ قيمة الألف وليس له حاجة كاملة فيما اشتراه ، ولكن من أجل الجائزة فيضيع ماله طالباً للحصول على هذه الجائزة . (ص / ۲۸۱)

ما في ”نوازل فقهية معاصرة“ : بناء على تعيين المبيع والثمن ، وحصول كل مشتري على مبيعة المطلوب وتوزيع الجوائز من قبل الشركات من مكاسيها الخاصة ، يجوز هذا العمل ولو كان العوض الحاصل لأحد الجانبين مجهولاً أو محتملاً ، ويتلقى الواحد ويحرم الثاني يكون ذلك نوعاً من الميسر ويحرم ، لكن الصورة المذكورة هي ”إحقاق بعض وإنجاح بعض“ حسب قول الجصاص غير شاملة للميسر والقمار ، فلا بأس فيها ، وهذا هو رأي العلامة المفتي محمد شفيع من كبار علماء هذا العصر ، ولا يخفى علينا أن هذا الحكم للمسئلة هو باعتبار صورتها الظاهرة ، وإلا فإن وراء هذا العمل الإغرائي تكمن نفس الفكر والنظرية التي تعمل في القمار والميسر ، فعلى المسلمين المحاولة لا إحباط هذه الظاهرة وتشبيطها فإنها لا تخلو من الكراهة رغم جوازها .

(ص / ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، مكتبة الصحوة الكويتية)

(جواهر الفقه : ۳۴۵ / ۲ ، جديد فتاوى مسائل : ۳۰ / ۲ ، ۲۷۵ ، كتاب الفتاوى : ۵ / ۲۲۷)

خود روگھاس کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۴۷): بعض علاقوں میں گھاس اور پانی کی قلت ہو جاتی ہے، تو اس علاقے کے لوگ اپنے مویشی (بکریاں، بھیڑ وغیرہ) لے کر زرخیز اور سرسبز و شاداب علاقوں میں جاتے ہیں، اور پہاڑ یا کسی کی مملوکہ زمین پر پڑاؤ ڈال دیتے ہیں، تاکہ اپنے مویشیوں کو چرائیں، اس زمین کے مالکان یا گاؤں والے ان سے خود روگھاس کی رقم وصول کرتے ہیں، تو اس سلسلے میں شرعی نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر وہ گھاس کسی کی زمین میں از خود اُگی، نہ اس نے اسے لگایا اور نہ سینچا، تو یہ گھاس اس کی ملک نہیں ہے، اس لیے اُس کا بیچنا اور اسے کاٹنے سے منع کرنا اس کے لیے درست نہیں، جس کا جی چاہے کاٹ لے جاوے^(۱)، البتہ اگر اس نے پانی دے کر سینچا اور خدمت کیا ہو، تو یہ گھاس اُس کی ملک ہو جائے گی، اس لیے اُس کا بیچنا، اور لوگوں کو کاٹنے سے منع کرنا درست ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” السنن الكبرى للبيهقي “ : عن ثور بن يزيد يرفعه إلى النبي ﷺ قال : ” المسلمون شركاء في الكلا والماء والنار “ .

(۲) ۲۴۸/۶، رقم الحديث : ۱۱۸۳۳، كتاب إحياء الموات

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (والمراعى) أى الكلا (وإجارتها) أما بطلان بيعها فلعدم الملك لحديث : ” الناس شركاء فى ثلاث : فى الماء والكلا والنار “ . وأما بطلان إجارتها فلأنها على استهلاك عين . ابن كمال . (در مختار) .

(۲۵۶/۷، ۲۵۷، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، بيروت) =

انسانی بالوں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۲۸): بعض عورتیں اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کرتی ہیں، پھر جب پھیری والا غبارے لے کر آتا ہے، تو وہ غباروں کے عوض اُن بالوں کو فروخت کرتی ہیں، شرعاً یہ خرید و فروخت جائز نہیں ہے، کیوں کہ بال انسان کا عضو ہیں، اور انسان کے کسی بھی عضو کی خرید و فروخت درست نہیں ہے۔^(۱)

= (۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وهذا إذا نبت بنفسه ، وإن أنبت بسقي وتربية ملكه ، وجاز بيعه . عيني . وقيل لا . (در مختار) . وفي الشامية : (وهذا) أي بطلان بيع الكالأ . (۲۵۷/۷) ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، بيروت

ما في ” الفتاوى الهندية “ : فأما إذا كان سقى الأرض وأعدّها للإنبات فنبت في الذخيرة والمحيط والنوازل يجوز بيعه لأنه ملكه وهو مختار الصدر الشهيد .

(۱۰۹/۳) ، الفصل الثاني في بيع الثمار والحشيش

(امداد الفتاوى: ۶۴/۳، ہشتی زیور کراچی: ۲۲۳/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۷۰)

ما في ” الهداية “ : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها ، لأن الآدمي مكرم لا مبتذل .

(۳۹/۳) ، باب البيع الفاسد ، تبیین الحقائق : ۳۷۶/۴ ، کتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ،

مختصر الوقاية : ۶۰/۲ ، کتاب البيع ، بيروت (فتاویٰ محمودیہ: ۸۷/۱۶، کراچی)

نمک کے عوض ہڈیوں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۴۹): بعض لوگ قربانی کے جانور کی ہڈیاں نمک کے عوض فروخت کرتے ہیں، ہڈیوں کی یہ بیع جائز ہے، مگر اس کے عوض جو نمک لیا گیا وہ یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے۔^(۱)

مجبور شخص سے زیادہ قیمت لینا

مسئلہ (۲۵۰): مال تجارت پر منافع لینے کی شرعاً کوئی حد متعین نہیں ہے^(۲)، اس لیے کسی شخص سے اُس کی مجبوری کی بنا پر کسی چیز کی زیادہ قیمت وصول کرنا جائز و درست تو ہے^(۳)، مگر خلافِ مروّت ہے^(۴)، حدیث پاک میں ہے کہ ”معسر یعنی تنگ دست سے درگزر کرنا باعثِ مغفرت ہے“۔^(۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”المبسوط“ : كما يكره له أن يعطي جلدھا الجزار فكذلك يكره له أن يبيع الجلد ، فإن فعل ذلك تصدق بثلثه كما لو باع شيئاً من لحمها . (۱۹ / ۱۲ ، باب الأضحية)
ما في ”بدائع الصنائع“ : روي عن سيدنا علي كرم الله وجهه أنه قال : إذ ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحايكم ولا جلودها ، وكلوا منها وتمتعوا ، فإن باع شيئاً من ذلك نفذ عند أبي حنيفة ومحمد ، وعند أبي يوسف لا ينفذ لما ذكرنا فيما قبل الذبح ويتصدق بثلثه .

(۲) ۲۲۵ / ۴ ، كتاب التضحية ، ما يكره في الأضحية

ما في ”المغني والشرح الكبير“ : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثلثه . (۱۱۲ / ۱۱)

ما في ”رد المحتار“ : إن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدرهم تصدق بثلثه ومفاده صحة البيع مع الكراهة وهو قول أبي حنيفة ومحمد لقيام الملك والقدرة على التسليم .

(۳) ۳۹۸ / ۹ ، البحر الرائق : ۳۲۷ / ۸ ، كتاب الأضحية =

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” سنن ابن ماجه “ : عن أنس بن مالك قال : غلا السعر على عهد رسول الله ﷺ فقالوا : يا رسول الله ! قد غلا السعر فسر لنا ، فقال : ” إن الله هو المسعر القابض الباسط الرّازق “ . (ص/ ۱۵۹ ، أبواب التجارات ، باب من كره أن يسعر)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق المذاهب الأربعة على أن الأصل في التسعير هو الحرمة لأن في قوله تعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ بَيْنَكُمْ﴾ . اشترطت الآية التراضي ، والتسعير لا يتحقق به التراضي . (۳۰۲ / ۱۱)
(۳) ما في ” الهداية “ : وعجز القاضي عن صيانة حقوق المسلمين إلا بالتسعير فحينئذ لا بأس به بمشورة من أهل الرأي ، فإذا فعل ذلك ، وتعدى رجل عن ذلك وباع بأكثر منه أجازاه القاضي ، وهذا ظاهر عند أبي حنيفة ، لأنه لا يرى الحجر على الحر وكذا عندهما .

(۴۵۶ / ۴)

ما في ” رد المحتار “ : إذا سعر الإمام وخاف البائع ضرب الإمام ، لا يحل للمشتري الشراء لأن البائع في معنى المكروه ، وظاهره لو باع بأكثر يحل وينفذ البيع . (۴۸۹ / ۹)

(۴) ما في ” سنن أبي داود “ : عن علي قال : ” سيأتي على الناس زمان عضوض ، يعرض المؤسر على ما في يديه ، ولم يؤمر بذلك ، قال الله تعالى : ﴿وَلَا تَنسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ﴾ . ويباع المضطرون ، وقد نهى النبي ﷺ عن بيع المضطر . (ص/ ۴۷۹)

ما في ” اعلاء السنن “ : هو أن يضطر الرجل إلى طعام وشراب وغيرها ، ولا يبيعه البائع إلا بأكثر من ثمنها بكثير ، وفيه قال الخطابي : إن عقد البيع مع الضرورة على هذا الوجه جائز في الحكم ، ولا يفسخ إلا أن سبيله في حق الدين والمروءة أن لا يباع على هذا الوجه ، ولكن يعاون ، ويقرض ويستعمل إلى الميسرة . (۲۴۱ / ۱۴)

(۵) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن حذيفة قال : قال رسول الله ﷺ : ” إن رجلا فيمن كان قبلكم ، أتاه الملك ليقبض روحه ، فقل له هل عملت من خير ؟ قال ما أعلم قيل له انظر ، قال : ما أعلم شيئا غير أنني كنت أبائع الناس في الدنيا ، فأنظر المؤسر وأتجاوز عن المعسر ، فأدخله الله الجنة “ . (ص/ ۲۴۳)

ٹیلی فون پر عقد بیع

مسئلہ (۲۵۱): ایجاب و قبول کے ذریعے صحت عقد بیع کے لیے اتحاد مجلس ضروری ہے^(۱)، اور ٹیلی فون کے ذریعے ایجاب و قبول کرنے میں حقیقتاً اتحاد مجلس تو نہیں ہوتا، مگر حکماً ہوتا ہے^(۲)، اس لیے ٹیلی فون کے ذریعے اگر باقاعدہ ایجاب و قبول ہو جائے، عاقدین اچھی طرح ایک دوسرے کے کلام کو سن لیں، سمجھ لیں، اور بیع و ثمن کی مقدار بھی معلوم ہو جائے^(۳)، تو شرعاً یہ بیع درست ہوگی۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : شرطه أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحد .
(۳۳۲/۵)
- (۲) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : قال الدكتور الوهبة الزحيلي : البيع بالمراسلة أو بواسطة رسول يصح اتفاقاً . (۳۳۲/۵ ، رد المحتار : ۱۹/۷)
- (۳) ما في ” البحر الرائق “ : لا يصح البيع إلا بمعرفة قدر المبيع والثمن ووصف الثمن إذا كان كل منهما غير مشار إليه ، أما المشار إليه فغير محتاج إليهما . (۴۵۶/۵)
- (۴) ما في ” البحر الرائق “ : رجل في البيت فقال للذي في السطح : بعته منك بكذا ، فقال : اشتريت صح إذا كان لا يلتبس الكلام للبعد ، ولو تعاقد البيع وبينهما النهي يصح البيع ، وإن كان نهراً عظيماً تجري فيه السفن ، قال : وقد تقرر رأي في أمثال هذه الصورة على أنه إن كان البعد بحال يوجب التباس ما يقول كل واحد منهما لصاحبه يمنع ، وإلا فلا ، فعلى هذا الستر بينهما الذي لا يمنع الفهم والسماع لا يمنع البيع . (۴۵۶/۵)
- ما في ” فتاوى الكاملية “ : قال الشيخ محمد كامل ابن مصطفى الطرابلسي : سئل بعد صلوة الجمعة حضر خبر الشام في التلغراف لبعض الثعور بأنه ثبت في الشام رؤية هلال ، فأجاب أن السلاطين المسلمين وضعوا التلغراف لتبليغ الأخبار من البلاد القريبة والبعيدة =

ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۵۲): ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کی خرید و فروخت جائز ہے ^(۱)، کیوں کہ

امر منکر اس کی خرید و فروخت میں نہیں ہے، بلکہ امر منکر اس کا ناجائز کاموں میں استعمال کرنا ہے، ہاں! اگر بائع کو معلوم ہے کہ مشتری اس کو ناجائز کاموں میں استعمال کرے گا، تو تعاون علی الاثم کی وجہ سے اس کی یہ بیع مکروہ تحریمی ہوگی۔ ^(۲)

= في مدة يسيرة جداً ، أو أقاموا لأعماله أشخاصاً مسلمين ، وأنفقوا على ذلك أموالاً جسيمةً ، واستغنوا به عن السعاة وإرسال المكاتيب غالباً فصار قانوناً في ذلك يخاطب به السلاطين بعضهم لبعضهم في مهمات الأمور وتبعهم الناس على ذلك . (ص/ ۲۸۵ ، مطلب هل يثبت رمضان بالتلغراف ، بحوال الفتاوى ثمانية: ۳۰/۶، ثلثي فون کے ذریعے عقد بیع کا حکم الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : لا يكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديك المقاتل الطيارة ، لأنه ليس عينها منكراً ، وإنما المنكر في استعمال المحظور ، قلت : لكن هذه الأشياء تقام المعصية بعينها ، لكن ليست هي المقصود الأصلي منها ، فإن عين الجارية للخدمة مثلاً ، والغناء عارض ، فلم تكن عين المنكر بخلاف السلاح ، فإن المقصود الأصلي منه هو المحاربة به ، فكان عينه منكراً إذا بيع لأهل الفتنة ، فصار المراد بما تقام المعصية به ما كان عينه بلا عمل صنعة فيه ، فخرج نحو الجارية المغنية لأنها ليست عين المنكر .

(۲) ۴۲۰/۶ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة

ما في ” خلاصة الفتاوى “ : رجل آجر بيتاً ليتخذ فيه ناراً أو بيعة أو كنيسة أو يباح فيه الخمر فلا بأس به ولذا كل موضع تعلمت المعصية بفعل فاعل مختار . (۳/ ۳۷۶ ، كتاب الكراهية) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : ولا بأس بأن يؤاجر المسلم داراً من الذمي ليسكنها فإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو دخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم إثم فة شيء من ذلك ، لأنه لم يؤاجرها لذلك ، والمعصية في فعل المستأجر . =

پانی کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۵۳): کسی شخص کا اپنی مملوکہ زمین میں موجود کنویں یا بورنگ مشین کے پانی کو، فلٹر کر کے بوتلوں میں بھر کر فروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔^(۱)

= (۲۳/۱۶) ، باب الإجارة الفاسدة ، بیروت

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في ” سنن أبي داود “ : حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا أبي حدثنا شعبة عن محمد بن جُحادة قال : سمعت أبا حازم سمع أبا هريرة قال : ” نهى رسول الله ﷺ عن كسب الإماماء “ .
(ص/ ۴۸۶ ، باب في كسب الإماماء)
ما في ” جواهر الفقه “ : ثم السبب إن لم يكن محرراً وداعياً ، بل موصلاً محضاً ، وهو مع ذلك سبب قريب بحيث لا يحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة ، وبيع العصير ممن يتخذ خمرًا فكله مكروه تحريماً بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان ، فإنه إن لم يعلم كان معذوراً .
(۲/ ۴۵۲ ، رد المحتار : ۹/ ۴۷۷) (فتاوى محمودية : ۱۶/ ۱۲۹ ، كراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : أما بيع الماء فيه قال جمهور العلماء : يجوز بيع غير المباح للناس جميعاً كماء البئر والعين ، ولصاحبه أن ينتفع به لنفسه ، ويمنع غيره من الانتفاع ، فله أن يمنع صاحب الحق في الشفعة من الدخول في ملكه إذا كان يجد ماء بقربه فإن لم يجد يقال لصاحب البئر إما أن تخرج الماء إليه ، أو تتركه ليأخذ الماء ، واستدلوا على الجواز بدليلين : (۱) ثبت في الحديث الصحيح أن عثمان اشترى بئر رومة من اليهودي في المدينة ، وسبيلها أو حبسها على المسلمين ، وذلك بعد أن سمع النبي ﷺ يقول : ” من يشتري بئر رومة ، فيوسع بها على المسلمين وله الجنة “ . وكان اليهودي يبيع مائها للناس ، فهذا الحديث يدل على جواز بيع البئر نفسها ، وكذلك يدل على جواز بيع الماء ، لتقريره ﷺ اليهودي على البيع . (۲) يقال بيع الماء المباح على بيع الحطب بعد احرازه ، فإن =

شراب ملی ہوئی اشیاء کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۵۴): شراب اسلام میں حرام اور نجس و ناپاک ہے ^(۱)، جس چیز

میں شراب شامل ہو جائے وہ بھی حرام اور نجس ہے، اسی وجہ سے اس کا استعمال اور خرید و فروخت ناجائز و حرام ہے ^(۲)، تاہم اگر کسی دوا میں شراب ملی ہو، اور طبیب حاذق نے بتایا ہو کہ اس میں شفا ہے، اور اس کے علاوہ کوئی دوسری متبادل دوا نہ ہو، تو ضرورۃً اس کا استعمال اور خرید و فروخت جائز ہے۔ ^(۳)

=النبي ﷺ أقر بيعه بقوله : لأن يأخذ أحدكم حبله ، ثم يغدو إلى الجبل ، فيحتطب ، فيبيع فيأكل ويتصدق خير له من أن يسأل الناس . (۳۴۳۸/۵)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : إذا كان يملك المنع أو كان حفرها بقصد التملك فلصاحب البئر على هذا أن يمنع الغير من حق الشفعة أيضاً ، وأن يبيع الماء ، لأنه في حكم المحرز . (۸۰/۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” كل مسكر خمرٌ وكل مسكر حرام “ . (ص/۳۱۷ ، باب بيان الخمر ووعيد شاربها)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : لا يجوز بيعها لأن الله تعالى لما نجسها فقد أهانها ، والتقوم يشعر بعزتها ، وقال عليه الصلاة والسلام : ” إن الذي حرم شربها حرم بيعها وأكل ثمنها “ . (۲۸/۱۰ ، كتاب الأشربة ، بيروت ، صحيح مسلم : ۳۲۲/۲ ، باب تحريم بيع الخمر)

ما في ” الهداية “ : إذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فالبيع فاسد ، كالبيع بالميتة والدم والخنزير والخمر . (۳۳/۳) =

یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی

مسئلہ (۲۵۵): کسی چیز کی خرید و فروخت کے وقت اس پر آنے والے اخراجات، عقدِ مراحمہ کی صورت میں قیمتِ خرید میں ملا کر فروخت کرنا جائز ہے^(۱)، البتہ احتیاطاً بائع مشتری سے یوں کہے کہ: ”یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے“، یہ نہ کہے کہ: ”میں نے اتنے میں خریدی“، تاکہ جھوٹ سے بچ جائے۔^(۲)

= (۳) ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : يجوز للعلیل شرب الدم وأکل المیتة للتداوی إذا أخبره طیب مسلم أن شفاءه فیہ ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه .

(۵/۳۵۵، الباب الثامن عشر فی التداوی)

ما فی ”رد المحتار“ : یرخص إذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان . وعلیہ الفتوی . (۱/۳۲۵، مطب فی التداوی بالمحرم)

ما فی ”الموسوعة الفقهیة“ : وشرط الحنفیة لجواز التداوی بالجنس والمحرّم أن یعلم أن فیہ شفاء ولا یجد غیره . (۱۱۹/۱۱) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۱۷۸، کراچی)

ما فی ”الفقه الإسلامی وأدلته“ : یحرم شرب قلیلها وکثیرها إلا عند الضرورة . (۷/۵۴۹۳)

ما فی ”الأشباه والنظائر“ : الضرورات تبيح المحظورات . (۱/۳۰۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”المصنف لابن أبي شیبة“ : حدثنا أبو معاوية عن عبد الرحمن بن عجلان قال :

قلت لإبراهيم : إنا نشترى المتاع ، ثم نزيد علیہ القصارة والكراء ، ثم نبعه به مرابحة ، قال :

لا بأس . (۱۰/۵۸۳، کتاب البیوع والأقضية ، باب فی النفقة تضم إلى رأس المال ، رقم

: ۲۰۷۸۴، المجلس العلمی افریقہ)

ما فی ”بدائع الصنائع“ : لا بأس بأن یلحق برأس المال أجرة القصار، والصباغ ، وعلف

الدواب ، لأن العادة فیما بین التجار انهم یلحقون هذه المؤن برأس المال ، وיעدونها منه ،

وعرف المسلمین وعادتهم حجة مطلقة لقوله علیہ السلام : ”ما رآه المسلمون حسناً فهو“

انعامی بانڈز کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۵۶): بعض اوقات حکومت کی طرف سے عوام سے قرضے لیے جاتے ہیں، اور ان قرضوں کے عوض میں ان کی توثیق کے لیے تحریر لکھ دی جاتی ہے، جس کو حکومت کی طرف سے بانڈ (Bond) کہتے ہیں۔ بانڈ کے معنی قرض کے وثیقہ کے ہیں۔ (انعام الباری: ۱۴۳/۶)

یہ بانڈز مختلف مالیت کے ہوتے ہیں، اور اس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ بانڈز حاصل کرنے کے بعد ہر ماہ قرضہ اندازی ہوتی ہے، قرضہ اندازی میں جو نمبر نکلتے ہیں، ان کے حاملین کو زیادہ رقم دی جاتی ہے، باقی تمام ممبران کو صرف اپنی جمع شدہ رقم واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔

انعامی بانڈز درحقیقت سودی معاملہ ہے، جس میں بانڈز کے تمام مالکوں کو دیا جانے والا سود قرضہ اندازی کے ذریعے کسی ایک فرد کو دیا جاتا ہے، اور بقیہ تمام افراد کو صرف اپنی جمع شدہ رقم واپس کی جاتی ہے، یعنی سود کو قمار کے ذریعے دیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ ہر بانڈ پر سود لگایا گیا، پھر ہر ایک کو سود نہ دیتے ہوئے مجموعی سود کی رقم قرضہ

=عند اللہ حسن“ . (۴/۲۶۴ ، وأما بيان ما يلحق برأس المال وما لا يلحق ، رد المحتار : ۳۵۳/۶ ، باب المراهبة والتولية)

ما في ”الأشياء والنظائر لابن نجيم“ : العادة محكمة . (ص/۳۲۸)

(۲) ما في ”الهداية“ : يجوز أن يضيف إلى رأس المال ، أجرة القصار ، والطراز والصبغ ، وأجرة حمل الطعام ، لأن العرف جار بالحاق هذه الأشياء برأس المال في عادة التجار ، إذ القيمة تختلف باختلاف المكان ، ويقول : قام علي بكذا ، ولا يقول : اشتريت بكذا كيلا يكون كاذبًا . (۵۵/۳ ، البحر الرائق : ۱۸۲/۶)

اندازی کے ذریعے کسی ایک کو دی گئی، معلوم ہوا کہ دیئے جانے والے سود میں قمار کا طریقہ کار اور اس کی روح موجود ہے، اور چوں کہ سود شرعاً غیر معتبر و باطل ہے^(۱)، لہذا اس قمار کو فقہی اصطلاح کے مطابق قمار نہیں کہیں گے^(۲)۔ انعامی بانڈز کا یہ معاملہ سودی معاملہ ہے، لہذا اس کی خرید و فروخت شرعاً جائز نہیں ہوگی۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً﴾ .
(سورة آل عمران : ۱۳۰)
ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر قال : ” لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكتابه وشاهديه ، وقال : هم سواء “ . (۲/۲۷)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : الربا شرعاً : فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (۳۰۲/۷)
(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)
ما في ” سنن أبي داود “ : عن عبد الله بن عمرو أن نبي الله ﷺ ” نهى عن الخمر والميسر والكوبة والغبيراء “ . (ص/ ۵۱۹ ، رقم : ۳۶۸۷ ، باب النهي عن المسكر)
ما في ” رد المحتار “ : لأن القمار من القمر الذي يزداد تارةً وينقص أخرى ، وسمى القمار قماراً ، لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص . (۴۹۲/۹)
(۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ . (سورة المائدة : ۲)
(جدید معاملات کے شرعی احکام : ۱/۹۸، ۹۹)

ڈپازٹ سرٹیفکٹ خرید کر اس پر نفع حاصل کرنا

مسئلہ (۲۵۷): کسی شخص نے بینک سے ڈپازٹ سرٹیفکٹ خریدا، جس کی قیمت دس ہزار روپے ہے، اب وہ رقم بینک میں رہے گی اور چند سالوں کے بعد اس رقم پر اس شخص کو نفع بھی دیا جائے گا، یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ بینک سے ڈپازٹ سرٹیفکٹ خرید کر، اس پر نفع حاصل کرنا بہر حال سود ہے، اور سود شریعت اسلامیہ میں ناجائز و حرام ہے۔^(۱)

بیڑی، لٹکھا، تمباکو وغیرہ کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۵۸): خرید و فروخت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جو چیز جائز ہو، اس کا بیچنا جائز ہے، جو چیز حرام ہو اس کا بیچنا بھی حرام، اور جو مکروہ ہو اس کا بیچنا بھی مکروہ ہے، پھر اس کے استعمال میں جس درجہ کی کراہت ہوگی، فروخت کرنے میں بھی اسی درجہ کی کراہت ہوگی، بیڑی، لٹکھا، تمباکو وغیرہ کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے، اس لیے ان کی خرید و فروخت بھی مکروہ تنزیہی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً﴾ .

(سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في ” مشکوة المصابيح “ : عن جابر رضي الله تعالى عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء “ .

(ص / ۲۴۳ ، صحيح البخاري : ۱ / ۱۸۰) (فتاویٰ عثمانی : ۳ / ۲۸۳، ۲۸۵) =

زنده مرغی تول کر فروخت کرنا

مسئلہ (۲۵۹): زنده مرغیوں کو تول کر فروخت کرنا شریعت مقدسہ میں جائز ہے^(۱)، کیوں کہ اس خرید و فروخت کا مقصود بیع یعنی مرغیاں ہیں، اور وہ معلوم و متعین ہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)
ما في ” روح المعاني “ : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الإعتداء والانتقام ، وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبى العالية انهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم له وارتكاب ما نهاهم عنه . (۳/ ۲۳۰ ، سورة المائدة ، بيروت)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ان ما قامت به المعصية بعينه يكره تحريمًا وإلا فتزنيهاً .
(۴/ ۱۰۳)

(کتاب الفتاویٰ : ۵/ ۲۰۱، ۲۰۲، فتاویٰ محمودیہ : ۱۶/ ۱۲۰، ۱۲۱، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : و شرعًا : (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثلته) .
(۴/ ۲ ، كتاب البيوع ، ديوبند)
ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : البيع اصطلاحًا عند الحنفية : مبادلة مال بمال على وجه مخصوص ، أو هو مبادلة شيء مرغوب فيه بمثلته على وجه مخصوص أي بإيجاب أو تعاطٍ .
(۵/ ۳۳۰ ، فتح القدير : ۶/ ۷۳ ، كتاب البيوع)
(۲) ما في ” الهداية “ : كون المبيع معلومًا مالا متقومًا مقدور التسليم . (۳/ ۱۸)
(فتاویٰ حقانیہ : ۶/ ۱۱۰)

بت فروشی

مسئلہ (۲۶۰): بت چوں کہ آلہ معاصی اور شرک پرستی میں معین ہے، لہذا اعانت علی المعصیت کی بنا پر ان کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے بت فروشی سے منع فرمایا ہے۔^(۱)

بجلی کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۶۱): بجلی کی خرید و فروخت شریعت مطہرہ میں جائز ہے، کیوں کہ بجلی اور اس قسم کی اشیاء مالیت میں داخل ہیں۔^(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”صحیح البخاری“ : عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما أنه سمع رسول اللہ ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة : ” إن اللہ ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ . (۱/۲۹۸ ، رقم : ۲۲۳۶ ، ۲۲۹۶ ، باب بيع الميتة والأصنام)
ما فی ”مرقاۃ المفاتیح“ : حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام وإن كانت من ذهب أو فضة . (۱۴/۶ ، عمدة القاری : ۲/۷۶) (فتاویٰ حقانیہ: ۶/۷۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی ”رد المحتار“ : والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم . (۷/۷)
ما فی ”الفتح الإسلامي وأدلته“ : المال هو كل عين ذات قيمة مادية بين الناس . (۵/۳۳۰)
ما فی ”الدر المنتقى في شرح الملتقى“ : والمراد بالمال عين يجري فيه التنافس والابتدال . (۳/۳)
(فتاویٰ حقانیہ: ۴/۱۰۹)

ویڈیو گیم پر پیسوں کی شرط اور اس کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۶۲): ویڈیو گیم لوڈ کرنے کروانے اور کھیلنے میں وقت کا ضیاع ہے، انسان اس کھیل میں لگ کر اپنے دین اور دنیوی فرائض سے غافل ہو جاتا ہے، اور گھنٹوں اس میں برباد کر دیتا ہے، اس لیے ویڈیو گیم اگر پیسوں کی شرط کے بغیر ہو تب بھی مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ فقہاء نے شطرنج کو مکروہ قرار دیا ہے^(۱)، اور اگر پیسوں کی شرط بھی لگائی جائے، تو جوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے^(۲)، اور ویڈیو گیم کی خرید و فروخت کرنا یہ تعاون علی الاثم (گناہ کے کام پر تعاون) کی وجہ سے گناہ ہے۔^(۳)

- (۱) ما فی ”جمع الجوامع“ : ”من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه“ . (۳۹۳/۲ ، رقم الحديث: ۱۹۹۹۷ ، ۲۰۰۰۷ ، كنز العمال: ۳/۳۵۵ ، رقم الحديث: ۸۲۸۱)
- ما فی ”التنوير مع الدر والرد“ : (و) كره تحريماً (اللعب بالرد) وكذا (الشطرنج) . (۴۸۱/۹)
- ما فی ”التفسير المنير“ : وكل شيء من القمار فهو من الميسر حتى لعب الصبيان بالجوز ، وورد عن علي قال : الشطرنج من الميسر ، وكذا الرد إذا كان على مال . (۴۰/۷)
- ما فی ”رد المحتار“ : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : كل لعب وعبث حرام . (۵۶۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)
- (۲) ما فی ”القرآن الكريم“ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)
- ما فی ”التفسير المنير“ : والميسر حرام أيضاً ، ولكل شيء من القمار فهو من الميسر . (۴۰/۷ ، أحكام القرآن للعثماني : ۳۹۳/۱)
- (۳) ما فی ”القرآن الكريم“ : ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ﴾ . (سورة المائدة: ۲)
- (كتاب الفتاوى: ۲۸۱/۵)

مقررہ مدت گزر جانے پر مزید رقم کا مطالبہ

مسئلہ (۲۶۳): مشتری (خریدار) نے بائع (بیچنے والا) سے کوئی چیز خریدا، اور ثمن (قیمت) کی ادائیگی کے لیے ایک مدت متعین کیا، لیکن اس مدت تک وہ ثمن (قیمت) بائع (بیچنے والا) کو نہیں دے سکا، تو اب بائع مشتری (خریدار) سے مدت مقررہ کے گزر جانے پر زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے، تو بائع کا مشتری کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے، کیوں کہ یہ زائد، ربوا (سود) میں داخل ہوگا، جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً ، وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في ” فيض القدير “ : عن علي قال : قال رسول الله ﷺ : ” كل قرض جر منفعة فهو ربا “ . (۲۸/۵)

ما في ” المدونة الكبرى “ : وكان ربوا جاهلية في الديون أن يكون للرجل على الرجل الدين فإذا حل قال له : أتقضى أم ترى ، فإن قضاؤه أخذه وإلا زاده في الحق وزاده في الأجل . (۱۸/۵ ، بحوالہ کتاب الفتاوی : ۲۲۳/۵ ، زمزم پبلشرز)

ناخن پالش اور نرودھ کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۶۴): ایسا ناخن پالش جو ناخن پر جم جاتا ہو اور اس کے نیچے پانی پہنچنے کے لیے آڑ بن جاتا ہو، اُس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، نیز ناخن پر اُس کے لگے ہونے کی حالت میں وضو اور غسلِ جنابت بھی درست نہ ہوگا، لہذا ایسے ناخن پالش کا کاروبار کرنا تعاون علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد) ہونے کی بنا پر ناجائز ہے، اسی طرح نرودھ بیچنا بھی مناسب نہیں، کیوں کہ اس کا استعمال جائز مواقع میں کم اور ناجائز طور پر زیادہ ہوتا ہے، جو اعانت علی المعصیت ہے^(۱)، نیز بدنامی سے خالی نہیں^(۲)، اور بے حیائی کا ذریعہ ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان و اتقوا الله﴾ . (المائدة: ۳)
 ما في ” روح المعاني “ : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴) (فتاویٰ رحیمہ: ۲۰۵/۹)
 ما في ” المبسوط للسرخسي “ : ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطلل وشيء من اللهو لأنه معصية والاستیجار علی المعاصي باطل . (۴۲/۱۶) ، باب الإجارة الفاسدة ، الدر المختار مع الشامية : ۶۴/۹ ، مطلب الاستیجار علی المعاصي
 (۲) ما في ” الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي “ : ومجموع الضروریات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل . (۴/۲) ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى

فصل تیار ہونے کے بعد اسی میں سے مزدوری

مسئلہ (۲۶۵): مزدوروں سے یہ کہہ کر کھیتی کٹانا کہ اس فصل کو گاہنے اور تیار کرنے کے بعد تمہاری مزدوری اسی میں سے دی جائے گی، یہ قفیز طحان ہی کی ایک صورت ہے، جو شرعاً ناجائز ہے۔^(۱)

نچر اور کتے کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۶۶): حرام جانوروں اور ان کی جلدوں سے انتفاع (دوا وغیرہ بنانے) کے لیے ان کی خرید و فروخت جائز ہے، لہذا نچر اور کتے کی خرید و فروخت بھی جائز ہوگی۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : صورة قفیز الطحان ؛ أن يستأجر الرجل من آخر ثوراً ليطحن بها الحنطة على أن يكون لصاحبها قفیز من دقيقها ، أو استأجر انساناً ليطحن له الحنطة بنصف دقيقها أو ثلثه أو ما أشبه ذلك ، فذلك فاسد ، والحيلة في ذلك لمن أراد الجواز ؛ أن يشترط صاحب الحنطة قفیزاً من الدقيق الجيد ولم يقل من هذه الحنطة .
(۱۱۳/۳) ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۳۳۲/۲ ، مجمع الأنهر : ۵۳۹/۳ ، باب الإجارة الفاسدة (فتاوى محمودية : ۵۸۶/۱۶ ، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ويجوز بيع جميع الحيوانات سوى الخنزير . وهو المختار .
(۱۱۳/۳)
ما في ” مجمع الأنهر “ : (يصح بيع الكلب والفهد وسائر السباع علمت) الكلب والفهد والسباع (أو لا) . (۱۵۱/۳) ، کتاب البیوع ، الدر المختار مع الشامية : ۳۶۸/۷ ، کتاب =

عقدِ مراکحہ

مسئلہ (۲۶۷): کسی چیز کو خرید کر ثمنِ اول (پہلی قیمت) سے کچھ زیادتی (نفع) کے ساتھ فروخت کرنا ”مُراکحہ“ کہلاتا ہے، شرعاً یہ جائز ہے۔^(۱)

= البيوع ، باب المتفرقات ، تبیین الحقائق : ۵۳۰/۴ ، کتاب البيوع ، باب المتفرقات ، البحر الرائق : ۲۸۶/۶ ، کتاب البيع ، باب المتفرقات ، الهدایة : ۱۰۳/۳ ، کتاب البيوع ، مسائل مثورة ، مجمع الأنهر : ۱۵۱/۳ ، کتاب البيوع ، مسائل شتی) ما في ”الکوکب الدرّي“ : قوله : ”نهى رسول الله ﷺ عن ثمن الكلب“ . وهذا التحريم كان إذا أمر بقتل الكلاب وحرم الإنتفاع بها ، فإذا استثنى كلب الماشية وغيره جاز بيعه . (۳۳۷/۱ ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ : ۳۲/۱۶ ، کراچی)

ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : وصح بيع الكلب والفهد والفيل والقرود والسباع بسائر أنواعها حتى الهرة ، وكذا الطيور سوى الخنزير . وهو المختار . للانتفاع بها وبجلدها . (۳۶۸/۷)

(فتاویٰ محمودیہ : ۳۱-۲۷/۱۶ ، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مختصر القدوري“ : المراجعة : نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح . (ص/۳۱۶ ، کتاب البيوع ، باب المراجعة)

ما في ”بدائع الصنائع“ : المراجعة بيع بالثمن الأول ومع زيادة ربح . (۴/۴۶۱ ، الدر مع الرد : ۲۶۰/۷ ، الهدایة : ۷۰/۳ ، باب المراجعة والتولية ، الموسوعة الفقهية : ۳۱۸/۳۶)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص/۲۳۰)

کاریز (بند نالی) کا پانی بیچنا

مسئلہ (۲۶۸): بعض علاقوں میں پانی کی قلت کو دور کرنے کے لیے کاریز یعنی نہریں، بند نالیاں، یا پاٹ استعمال کیے جاتے ہیں، جن کے ذریعہ سے پانی چھوڑا جاتا ہے، فقہائے کرام نے کاریز کو نہر جاری کے حکم میں شمار کیا ہے، نہر کے پانی کی طرح کاریز کا پانی بھی مملوک اور محرز نہیں، اس لیے کاریز کے پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں^(۱)، تاہم اگر اس کو باقاعدہ طور پر محفوظ کر کے فروخت کیا جائے، تو پھر کوئی حرج نہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲-۱) ما في ” الهداية “ : والثالث إذا دخل الماء في المقاسم فحق الشفعة ثابت
ولأن البئر ونحوها ما وضع للاحراز ولا يملك المباح بدونه .

(۴/۲۸۲ ، فصل في مسائل الشرب)

ما في ” البحر الرائق “ : والقنات مجرى الماء تحت الأرض لأنه نهر في الحقيقة تعتبر بالنهر لأن الأنهار والآبار والحياض لم توضع للاحراز والمباح لا يملك إلا بالاحراز .
(۸/۳۹۰ ، كتاب احياء الموات)

ما في ” رد المحتار “ : ان صاحب البئر لا يملك الماء هذا ما دام في البئر أما إذا أخرجه منها بالاحتياال كما في السواني فلا شك في ملكه له لحيازته له في الكيزان ثم صبه في البرك بعد حيازته . تأمل . (۷/۱۸۹ ، كتاب البيوع ، مطلب صاحب البئر لا يملك)
(فتاویٰ حقانیہ: ۶/۹۴)

ما تھے پر لگایا جانے والا سند و راوی ٹکلی کا کاروبار

مسئلہ (۲۶۹): ہندو لوگ اپنے ماتھے پر سند و راوی لگاتے ہیں، اور بعض ٹکلی نما ٹکلی بھی لگاتے ہیں، چوں کہ سند و راوی ٹکلی نجس و حرام نہیں ہیں، اور نہ ہی وہ غیر متقوم ہیں، اس لیے ان دونوں کا کاروبار کرنا شرعاً درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مشکوٰۃ المصابيح“ : عن جابر رضي الله تعالى عنه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة : ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ . (ص / ۲۳۱ ، كتاب البيوع ، باب الكسب ، الفصل الأول)

ما في ”الهداية“ : إذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم فنقول البيع بالميتة والدم باطل . (۵۳/۳ ، باب البيع الفاسد)

ما في ”البحر الرائق“ : ولا يجوز بيع شعر الخنزير لأنه محرم فيبطل لنجاسته . (۸۵/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في ”رد المحتار“ : وبطل بيع مال غير متقوم كخمر وخنزير فإن المتقوم هو المال المباح الانتفاع به شرعاً . (۱۱/۷ ، شرائط البيع)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : أما شرائط الانعقاد فأنواع ؛ وأن يكون مالاً متقوماً شرعاً . (۳/۳ ، كتاب البيوع ، الباب الأول ، رد المحتار : ۱۹۳/۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب في التداوي)

گوڈول یعنی نام کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۷۰): گوڈول (Good will) یعنی نام کی خرید و فروخت، مثلاً: ایک دکان جس کا نام ”فینس شاپ“ ہے، جب اس دکان کی بیع ہو تو اس کے نام کا بھی الگ سے پیسہ لیا جاتا ہے، علامہ تھانوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو مال کے بدلے میں وظائف سے دست برداری کے مسئلے پر قیاس کیا ہے، کیوں کہ نام بھی حق وظائف کے مشابہ ہے کہ ثابت علی وجہ الاصلۃ ہے، اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے وظائف سے دست برداری کے بدلے مال لینے کو جائز قرار دیا ہے، نیز لوگوں میں اس کا شمار مال میں ہونے لگا ہے، اور علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق مالیت لوگوں کے مال بنانے سے ثابت ہو جاتی ہے، جیسے بجلی، گیس وغیرہ، لہذا نام کی خرید و فروخت جائز ہے۔^(۱)

حق ایجاد کار رجسٹریشن

مسئلہ (۲۷۱): حق ایجاد آدمی کا حق ہے، اور اس کے لیے اس حق ایجاد کو رجسٹریشن کے ذریعہ محفوظ کر لینا بھی جائز ہے، کیوں کہ ابوداؤد میں حضرت اسم بن مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : فإنهم قالوا : يجوز أخذ العوض على وجه الإسقاط للحق ولا ريب أن الفارغ يستحق المنزول به . (۲۶/۷) ، كتاب البيوع ، مطلب في العرف الخاص ما في ”رد المحتار“ : المالية تثبت بتمويل الناس كافة أو بعضهم .

(۷/۷) ، مطلب في تعريف المال

(فتاویٰ مقالات: ۱/۳۲۰، نظام الفتاویٰ: ۲/۳۱۶، امداد الفتاویٰ: ۳/۱۱۹)

بیعت کی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس شخص نے اس چیز کی طرف سبقت کی، جس کی طرف کسی دوسرے مسلمان نے سبقت نہیں کی، تو وہ چیز اسی کی ہے۔“ (۱)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس بات کو رائج قرار دیا ہے کہ یہ حدیث اُفتادہ زمین کو قابل کاشت بنانے کے بارے میں وارد ہے، لیکن انہوں نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ہر چشمہ، کنواں اور معدن کو شامل ہے، اور جس شخص نے ان میں سے کسی چیز کی طرف سبقت کی، تو وہ اس کا حق ہے (۲)، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے، خصوص سبب کا نہیں۔ (۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”سنن أبي داود“ : حدثنا محمد بن بشار حدثني عبد الحميد بن عبد الواحد حدثني ام جنوب بنت نميلة عن أمها سويدة بنت جابر عن أمها عقيلة بنت أسمر بن مضر عن أبيها أسمر بن مضر قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : ” من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له “ . قال : فخرج الناس يتعاضون يتخاطون .

(ص/۴۳۷ ، کتاب الخراج ، قبیل احياء الموات) (فتاویٰ مقالات: ۲۲۴/۱)

(۲) ما فی ”فیض القدير شرح الجامع الصغير“ : (من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له) . قال البيهقي : أراه إحياء الموات ، وقال غيره يحتمل أن المراد بماء واحد المياه ، ويحتمل كون ما موصولة وجملة لم يسبق صلتها وكونها نكرة موصوفة بمعنى شيء والأخيران أولى كأنها أعم والحمل عليه أكمل وأتم فيشمل ما كل عين وبئر ومعدن كملح ونفط فالناس فيه سواء ومن سبق لشيء منها فهو أحق به . (۱۲۸/۶ ، رقم : ۸۷۳۹ ، دار المعرفة بيروت)

ما فی ”شرح المجلة“ : كل يتصرف في ملكه كيف شاء . (ص/۲۰۴ ، المادة : ۱۱۹۲)

(۳) ما فی ”الأصول والقواعد للفقہ الإسلامي“ : الْعِبْرَةُ لِعُمُومِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوصِ السَّبَبِ .

(ص/۲۰۴ ، قاعدة : ۱۹۵)

خراب تر بوز یا انڈا واپس کرنا

مسئلہ (۲۷۲): ایک شخص نے تر بوز یا انڈا خریدا مگر کاٹنے اور پھوڑنے کے بعد وہ کڑوا یا گندا نکلا، تو ایسی صورت میں مشتری بیع واپس کر کے اتنا پیسہ بائع سے لے سکتا ہے، لیکن اگر وہ چیزیں استعمال ہو سکتی تھی، مثلاً ان میں کڑواہٹ کم تھی، تو اسے واپس نہیں کیا جاسکتا، البتہ مطلوبہ صفت میں کمی آنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں جتنی کمی آئی اسے واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ اس نے اسے تھوڑا سا چکھنے کے بعد چھوڑ دیا ہو، لیکن اگر چکھنے کے بعد اسے کھا بھی لیا، تو پھر اسے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔^(۱)

بیع المجازفۃ (اندازہ سے خرید و فروخت)

مسئلہ (۲۷۳): اشیاء کی خرید و فروخت اس طرح کی جائے کہ ان کی مقدار متعین طور پر معلوم نہ ہو، بلکہ محض اندازہ اور اٹکل کی بنیاد پر کی جائے، یہ ”بیع المجازفۃ“ ہے^(۲)،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الهداية“ : ومن اشترى بيضاً أو بطيخاً أو قثاء أو خياراً أو جوزاً فكسره فوجده فاسداً فإن لم ينتفع به رجع بالثمن كله لأنه ليس بمال فكان البيع باطلاً ولا يعتبر في الجوز صلاح قشره على ما قيل لأن ماله بعت باعتبار اللب وإن كان ينتفع به مع فساده لم يردده لأن الكسر عيب حادث ولكنه يرجع بنقصان العيب دفعاً للضرر بقدر الإمكان (الهداية) . وفي حاشيته : قوله : فإن لم ينتفع به أي لم ينتفع به أصلاً بحيث لا يصلح لأكل الناس ولا للعلف قال الإمام الحلواني : هذا إذا ذاقه فوجده كذلك فتركه فإن تناول شيئاً منه بعد ما ذاقه لا يرجع عليه بشيء وما لا ينتفع به أصلاً كالقرع إذا وجدته مرّاً والبيضة إذا كانت مَذْرُوءَةً .

(۲/۳۷۷، کتاب البیوع ، باب خيار العيب ، رقم الحاشية : ۱۳ ، رد المحتار : ۱۲۲/۷ ، کتاب البیوع ، باب خيار العيب ، مطلب يرجع القياس) (غرر کی صورتیں : ص/۲۲۳) =

حقیقہ کے نزدیک بیع کی یہ شکل چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، مثلاً: ہم جنس اشیاء کے درمیان نہ ہو، جیسے گندم کی بیع گندم سے، البتہ اگر مقدار اتنی قلیل ہو کہ عام طور پر تولنے کے پیمانہ کے تحت نہ آتی ہو، جس کی مقدار نصف صاع بیان کی گئی ہے، تو اس صورت میں ہم جنس کے درمیان بھی بیع جائز ہے، اور بیع سلم کے اندر بطور رأس المال کوئی چیز اٹکل سے نہ دی جائے، اس لیے کہ اس میں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ یہ معاملہ فسخ ہو جائے، اور ایسی صورت میں بائع (مسلم إلیہ) کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اصل رأس المال واپس کرے، لہذا اگر یہ رأس المال کی مقدار معلوم نہ ہو، تو اسے واپس کرنے میں دشواری پیش آئے گی، اور جس چیز کی اٹکل سے بیع کی جارہی ہے، وہ سامنے موجود ہو، نظر آرہی ہو، اگر نظر نہیں آرہی، تو اس کی بیع مجازفۃً (اٹکل سے) جائز نہیں، لہذا نابینا شخص کی ”بیع المجازفۃ“ جائز نہیں، کیوں کہ وہ اس چیز کو دیکھ نہیں سکتا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ”عمدة القاري“ : قوله : مجازفة : هو البيع بلا كيل ولا وزن وتقدير .

(۱۱/۳۵۶، کتاب البيوع، باب: ۵۴)

(۱) ما في ”التنوير و شرحه مع الشامية“ : (وصح بيع الطعام كيلا و جزافا إذا كان بخلاف جنسه ، ولم يكن رأس مال سلم أو كان بجنسه وهو دون نصف صاع) . تنوير و شرحه . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : (الشرطية معرفته) لاحتمال أن يتفاسخا السلم فيريد المسلم إليه دفع ما أخذ ولا يعرف ذلك إلا بمعرفة القدر . (۷/۲۶، کتاب البيوع، مطلب مهم في حكم الشراء)

ما في ”الهداية“ : ويجوز بيع الطعام والحبوب مكايلة ومجازفة ، وهذا إذا باعه بخلاف جنسه لقوله عليه الصلاة والسلام : ”إذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم من احتمال الربوا .

(۳/۲۲، کتاب البيوع، المكتبة الإسلامية)

ما في ”فتح القدير لابن الهمام“ : (والحبوب) (مكايلة) (مجازفة) أي بلا كيل ولا وزن بل براءة الصبر . (۶/۲۴۴، کتاب البيوع) (غری صورتیں: ص/۲۴۷)

اسپانسرشپ ڈرافٹ بیچنا

مسئلہ (۲۷۴): آج کل حج کو جانے والوں کے لیے اسپانسرشپ ڈرافٹ دیئے جاتے ہیں، کچھ لوگ یہ ڈرافٹ باہر سے منگوا کر اس کو ضرورت مند شخص کے ہاتھوں زائد رقم لے کر فروخت کرتے ہیں، تو اگر ڈرافٹ کو بطور بیع مشتری کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے، اب مشتری کو رقم ملے یا نہ ملے، تو یہ جائز نہیں ہے^(۱)، لیکن اگر ڈرافٹ ضرورت مند شخص کو بطور حوالہ دیا جائے (یعنی زید نے بکر کو ڈرافٹ دیا، اب اگر بکر کو پیسے وصول نہیں ہوئے اور ڈرافٹ تباہ ہو گیا، تو وہ واپس آ کر زید سے مطالبہ کر سکتا ہے)، تو یہ جائز ہے^(۲)، لیکن حوالہ کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جتنے کا ڈرافٹ ہے، اتنے ہی پیسے لیے جائیں، کمی بیشی نہ کی جائے، ورنہ معاملہ ربوہ میں داخل ہو جائے گا، جو حرام ہے^(۳)، ہاں! الگ سے اپنی محنت کی اجرت لے لی جائے، تو یہ جائز ہے۔ آج کل حج کو جانے والوں کو اسپانسرشپ ڈرافٹ چوں کہ حوالہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں، اس لیے یہ درست ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : لم يجز الجمهور غير المالكية بيع الدين بغير الدين .

(۵۵۰/۷)

(۲) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : وإذا صحت الحوالة بهذه الأوراق المالية فإنها سندات =

پتنگ کی تجارت

مسئلہ (۲۷۵): پتنگ بازی کئی مفاسد پر مشتمل ہے:

(۱) پتنگ بازی میں انہماک بہت سے دینی و دنیوی امور سے غفلت کا سبب ہے۔^(۱)

(۲) اس کی وجہ سے مسجد کی جماعت، بلکہ خود نماز سے بھی غفلت ہوتی ہے۔^(۲)

(۳) اکثر پتنگ مکانوں کی چھت پر کھڑے ہو کر اڑائے جاتے ہیں، بعض اوقات پتنگ اڑاتے اڑاتے پیچھے کو ہٹتے ہوئے نیچے گر جانے کے حادثات رونما ہوتے ہیں، اور یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، جو شرعاً منع ہے۔^(۳)

(۴) پتنگ بازی میں مال فضول اور بے محل صرف ہوتا ہے، جب کہ قرآن کریم

=دیون والقبض علی هذه الأوراق ليس قبضاً للثمن وإنما احتیال للدين . (۱ / ۵)
ما في ” رد المحتار “ : وبرئ المحیل من الدين والمطالبة جميعاً من المحتال للحوالة ولا يرجع المحتال علی المحیل إلا بلا توى بالقصر ويمد هلاك المال لأن براء ته مفيدة بسلامة حقه . (۱ / ۸) ، كتاب الحوالة

(۳) ما في ” الهداية “ : وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنساء لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء . (۳ / ۱۳۵) ، باب الربوا

(۴) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : ثم أن معظم الأوراق المالية التي يتعامل الناس اليوم حكم التعامل بها حكم الحوالة . (۱ / ۵۱۴)

(انعام الباری: ۶/۴۹۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۰۵/۲، مکتبہ المدینہ انوی کراچی) =

نے فضول مال اڑانے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔^(۴)

ان تمام مفاسد کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ پتنگوں کی تجارت و کاروبار، تعاون علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد کرنا) ہے، لہذا وہ مکروہ ہوگا۔^(۵)

الحجة على ما قلنا :

- = (۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ رأى رجلاً يتبع حمامة فقال : ” شيطان يتبع شيطانة “ . (۲ / ۵۷ ، الأدب ، في اللعب بالحمام)
- (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ إنما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون ﴾ . (المائدة : ۹۱)
- (۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة ﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)
- (۴) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ إن المبذرين كانوا إخوان الشيطيين ﴾ . (الإسراء : ۲۷)
- (۵) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله ﴾ . (سورة المائدة : ۲)
- ما في ” رد المحتار “ : وما كان سبباً لمحذور فهو محذور .

(۹ / ۲۲۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)

(احسن الفتاوى : ۸ / ۱۷۶ ، فتاوى محمودية : ۱۶ / ۱۳۴ ، کراچی)

(وحاشیہ فتاویٰ محمودیہ : ۱۶ / ۱۳۴ ، ۱۳۵ ، کراچی ، جواہر الفقہ : ۳۴۴ / ۲)

حق چوکیداری کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۷۶): بیع نام ہے ”مبادلة المال بالمال بالتراضي“ یعنی آپسی رضامندی سے مال کے تبادلہ کا^(۱)، اور حق چوکیداری، مال نہ ہونے کی وجہ سے، اس پر بیع کی یہ تعریف صادق نہیں آتی ہے، لہذا اس کی خرید و فروخت شرعاً جائز نہیں ہے۔^(۲)

گا ہوں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۷۷): بعض دودھ اور اخبار گھر گھر بیچنے والے، کسی علاقے میں اپنا کاروبار مستحکم کر لیتے ہیں، پھر کچھ عرصہ بعد نئے تاجر سے کچھ رقم لے کر پورے علاقے کے گا ہوں کو فروخت کر دیتے ہیں، ان کا اس طرح کا معاملہ کرنا درست

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مجمع الأنهر“ : البيع مبادلة مال بمال . (۴/۳)

(۲) ما في ”بدائع الصنائع“ : سفل وعلو بین رجلین انهدما فباع صاحب العلو لم یجز لأن

الهواء ليس بمال . (۳۳۸/۴) ، کتاب البیوع ، أرض الموات

ما في ”بدائع الصنائع“ : ویجوز بیع العلو إذا كان على العلو بناء وإن لم یکن علیه بناء لا

یجوز لأنه بیع الهواء على الأفراد وهو لا یجوز . (۶/۵۱۵)

ما في ”الأشباه والنظائر لابن نجيم“ : ولا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة كحق

المنفعة . (۱۱۳/۱) ، کتاب البیوع

ما في ”مجمع الأنهر“ : والمراد بالمال عین یجری فیہ التنافس والابتذال . (۴/۳)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵۴/۶، قدیم)

نہیں ہے، کیوں کہ بیع نام ہے ”مبادلة المال بالمال“ کا^(۱)، اور مال فقہاء کرام کے نزدیک عین (حقیقۃً کسی چیز) کو کہا جاتا ہے^(۲)، لہذا خرید و فروخت کی مذکورہ صورت پر بیع کی تعریف صادق نہ آئیگی وجہ سے، یہ ناجائز ہے۔^(۳)

عیب دار اشیاء کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۷۸): عیب دار اشیاء اگر مشتری سے عیوب کو چھپا کر فروخت کی جائیں، تو ناجائز ہے^(۴)؛ لیکن اگر مشتری کو بتا کر فروخت کی جائیں تو جائز ہے۔^(۵)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ”مجمع الأنهر“ : البيع مبادلة مال بمال أى تملك المال . (۴/۳)
 (۲) ما في ”مجمع الأنهر“ : والمراد بالمال عين يجرى فيه التنافس والابتدال . (۴/۳)
 (۳) ما في ”بدائع الصنائع“ : سفلى وعلو بين رجلين انهدما فباع صاحب العلو لم يجز لأن الهواء ليس بمال . (۵/۱۴۵ ، كتاب البيوع ، أرض الموات)
 ما في ”بدائع الصنائع“ : ويجوز بيع العلو إذا كان على العلو بناء وإن لم يكن عليه بناء لا يجوز لأنه بيع الهواء على الأفراد وهو لا يجوز . (۶/۱۵۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۳/۲، قدیم)

الحجة على ما قلنا :

- (۴) ما في ”مشکوۃ المصابيح“ : ”من باع عيباً لم يبيعه لم يزل في مقت الله أو لم تزل المملوكة تلغنه“ . (۱/۲۴۹ ، باب المنهى عنه من البيوع)
 ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : لا يحل كتمان العيب في بيع أو ثمن لأن الغش حرام . (۲/۲۳ ، باب خيار العيب)
 ما في ”البحر الرائق“ : كتمان عيب السلعة حرام وفي التفاوض : إذا باع سلعة معيبة عليه البيان . (۶/۵۸ ، الهداية : ۲۳/۳)
 (۵) ما في ”جامع الترمذي“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ =

پرنندوں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۷۹): پرنندوں کی خرید و فروخت کرنا از روئے شرع جائز ہے۔^(۱)

= علی صبرة من طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً، فقال : يا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السماء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ، ثم قال : ”من غشّ فليس منا“ . قال أبو عيسى : والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغشّ وقالوا : الغش حرام . (۲۴۵/۱)

ما في ” الهداية “ : إذا اطلع المشتري على عيب المبيع فهو بالخيار إن شاء أخذه بجميع الثمن ، وإن شاء رده والمراد به على عيب كان عند البائع ولم يره المشتري عند البيع ولا عند القبض لأن ذلك رضاء به . (۲۳/۲) (فتاوى حقانيه: ۸۵/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : صحّ بيع الكلب والسباع والطيور لما رواه أبو حنيفة رحمه الله تعالى وهذا على القول المفتى به من طهارة عينه . (۳۸۶/۶)

ما في ” مجمع الأنهر “ : (يصح بيع الكلب والفهد والفيّل وسائر السباع بسائر أنواعها وكذا الطيور . (۱۵۲/۳)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وصح بيع الكلب والفهد والسباع بسائر أنواعها حتى الهرة وكذا الطيور علمت أو لا . (۵۰/۲ ، الفتاوى الهندية : ۱۱۳/۳) (فتاوى حقانيه: ۵۱/۶)

متوقع آمدنی کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۸۰): دو آدمیوں نے مل کر ایک گاڑی خریدی، اب ان میں سے ایک یہ کہے کہ سالانہ متوقع آمدنی کے بقدر رقم مجھ سے لے کر سالانہ منافع مجھ سے فروخت کر دو، تو یہ عقد شرعاً جائز نہیں، کیوں کہ خرید و فروخت کے لیے شریعت نے بیع کی موجودگی ضروری قرار دی ہے، اور اس صورت میں چونکہ منافع نامعلوم اور معدوم ہیں، لہذا یہ عقد بیع معدوم کے زمرہ میں شامل ہو کر باطل ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن عمرو بن شعيب رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا يحل سلف وبيع ، ولا شرطان في بيع ، ولا ربح ما لم يضمن ، ولا بيع ما ليس عندك “ . قال أبو عيسى : وهذا حديث حسن صحيح ، قال إسحاق بن منصور : قلت لأحمد : ما معنى : ” نهى عن سلف وبيع “ . قال : أن يكون يقرضه قرضاً ، ثم يبيعه عليه بيعاً يرداد عليه ، ويحتمل أن يكون يسلف إليه في شيء فيقول : ” إن لم يتهياً عندك فهو بيع عليك “ . (۳/ ۳۷۲ ، البيوع ، ما جاء كراهة بيع ما ليس عندك ، رقم الحديث : ۱۲۳۴)
ما في ”رد المحتار“ : (وبيع ما ليس في ملكه) (لبطلان بيع المعدوم) إذ من شرط المعقود عليه أن يكون موجوداً مالا متقوماً مملوكاً في نفسه .

(۷/ ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، كتاب البيوع ، مطلب الآدمي مكرّم شرعاً ولو كافراً)

ما في ”بدائع الصنائع“ : فصل ؛ وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع : منها أن يكون موجوداً فلا ينعقد بيع المعدوم . (۴/ ۳۲۶ ، البيوع ، فصل وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه)
ما في ”البحر الرائق“ : الفساد بالمعنى الأعم يثبت بأسباب : منها الجهالة المفضية إلى المنازعة في المبيع أو الثمن ، منها عدم الوجود .

(۲/ ۱۱۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(فتاوى حنانية : ۶/ ۸۲)

خنزیر کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۸۱): شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کے لیے خنزیر کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن النسائي “ : عن جابر أنه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة : ” إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام “ . (۲ / ۲۰۱ ، بيع الخنزير)

ما في ” تبیین الحقائق “ : لم يحز بيع الميتة والدم والخنزير والخمر وأم الولد والمدبر والمكاتب لعدم ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال وبيع هذه الأشياء باطل . (۳ / ۳۶۲)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وبطل بيع مال غير متقوم أى غير مباح الإنتفاع به كخمر وخنزير وميتة . (۲ / ۲۳ ، باب البيع الفاسد)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : البيع نوعان : باطل وفاسد ، فالباطل ما لم يكن محلّه مالاً متقوماً كما لو اشترى حمراً أو خنزيراً . (۳ / ۱۴۶)

ما في ” خلاصة الفتاوى “ : لو جعل الخمر والخنزير ثمناً بمال متقوم كان فاسداً ولو باع الخمر والخنزير كان باطلاً من مسلم أو لمسلم . (۳ / ۴۱)

ما في ” الهداية “ : إذا كان أحد العوضين أو أحدهما محرماً فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم والخمر والخنزير . (۲ / ۳۳) (فتاوى حقانية : ۶ / ۵۱)

خنزیر کے بالوں کا برش

مسئلہ (۲۸۲): آج کل کلر پیٹ کے لیے خنزیر کے بالوں سے بنائے گئے برش استعمال ہوتے ہیں، شرعاً یہ ناجائز ہے، کیوں کہ خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ناپاک اور ناقابلِ تطہیر ہے، نیز پیٹ کرنے کے لیے پلاسٹک وغیرہ کے برش بازاروں میں دستیاب ہیں، اس لیے ان کے استعمال کی کوئی ضرورت بھی نہیں، لہذا خنزیری بالوں کے برش کا استعمال اور ان کی خرید و فروخت شرعاً درست نہیں ہوگی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنزِيرِ ﴾ . (سورة البقرة : ۱۷۳) . ﴿ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنزِيرِ ﴾ . (سورة المائدة : ۳) . ﴿ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خَنزِيرٍ فَإِنَّهُ رَجَسٌ ﴾ . (سورة الأنعام : ۱۴۵)

ما في ” أحكام القرآن للخصاص “ : فنص في هذه الآيات على تحريم لحم الخنزير واللحم وإن كان مخصوصاً بالذكر فإن المراد جميع أجزائه . (۱ / ۱۵۱ ، تحريم الخنزير) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وشعر الخنزير لنجاسة عينه فيبطل بيعه وإن جاز الآن الانتفاع به لضرورة الخرز . (۴ / ۱۹۳ ، باب البيع الفاسد ، مطلب في التداوي) ما في ” البحر الرائق “ : أما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة ورخص في شعره للخرازين للضرورة لأن غيره لا يقوم مقامه عندهم ، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه كره لهم ذلك أيضاً . (۱ / ۱۹۱ ، كتاب الطهارة)

ما في ” مجمع الأنهر “ : ولا يجوز بيع شعر الخنزير لأنه محرم فيبطل لنجاسته .

(۳ / ۸۵ ، باب البيع الفاسد)

(کتاب الفتاوی: ۵/۲۷۳، فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۲۵۸، کراچی)

چوکیداری کے لیے کتے کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۸۳): شکار یا چوکیداری کے لیے، یا فصل وغیرہ کی حفاظت کی

خاطر کتے کی خرید و فروخت جائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن النسائي “ : أخبرني ابراهيم بن الحسن المقسمي قال : حدثنا حجاج بن محمد عن حماد بن سلمة عن أبي الزبير عن جابر : ” أن رسول الله ﷺ نهى عن ثمن السنور والكلب إلا كلب صيد “ . (۲۰۰ / ۲) ، الرخصة في ثمن كلب الصيد ، رقم : ۴۲۹۵
ما في ” الكوكب الدرّي “ : (نهى رسول الله ﷺ عن ثمن الكلب) وهذا التحريم كان إذا أمر بقتل الكلاب ، وحرّم الانتفاع بها ، وإذا استثنى كلب الماشية والصيد وغيره فجاز بيعه .
(۱ / ۳۳۷ ، بحواله فتاوى محمودية : ۳۲ / ۱۶ ، كراچی)

ما في ” البحر الرائق “ : قوله : (صح بيع الكلب والفهد والسباع والطيور) لما رواه أبو حنيفة رضي الله تعالى عنه أنه ﷺ رخص في ثمن كلب الصيد ، ولأنه مال متقوم آلة الاصطياد فصح بيعه كالبازي بدليل أن الشارع أباح الانتفاع به حراسة واصطياداً فكذا بيعاً ، وهذا على القول المفتى به من طهارة عينه . (۲۸۶ / ۲ ، كتاب البيع ، باب المتفرقات)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (صح بيع الكلب والفهد والفيل والقرد والسباع .

(۵۰ / ۲ ، البحر الرائق : ۲۸۶ / ۲ ، كتاب البيع ، باب المتفرقات)

ما في ” مجمع الأنهر “ : (يصح بيع الكلب) ولو جروا أو عقوراً (والفهد) والفيل وسائر السباع بسائر من أنواعها حتى الهرة وكذا الطيور . (۱۵۱ / ۳ ، كتاب البیوع ، مسائل شتى)
(فتاوى حنانية : ۵۰ / ۶)

چوری کردہ مال کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۸۴): جس چیز کے متعلق قرآن سے یہ معلوم ہو کہ وہ چوری کی ہے، تو اس کی خرید و فروخت درست نہیں ہے^(۱)، اگر خرید چکا ہے تو واپس کر دے، اگر مالک کا علم ہو جائے، تو اس کے حوالے کر دے^(۲)، پھر چاہے تو اس سے معاملہ کر کے خرید لے۔

قسطوں پر خرید و فروخت

مسئلہ (۲۸۵): کسی چیز کے نقد اور ادھار قیمت میں فرق ہونا منع نہیں، مگر ادھار معاملہ کی صورت میں ادائیگی قیمت کے لیے مدت معلوم و متعین ہو، اور قسطیں بھی مقرر ہوں^(۳)، اور پھر یہ نہ ہو کہ کسی قسط کے وقت متعین پر وصول نہ ہونے سے قیمت میں مزید اضافہ کیا جائے، یا وصول شدہ رقوم ہی ضبط ہو جائیں، اور خریدی ہوئی چیز بھی ہاتھ سے چلی جائے، ایسی صورت ہو تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں، بلکہ اس میں سود^(۴)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ”فيض القدير“ : قال عليه الصلوة والسلام : ” من اشترى سرقة وهو يعلم أنها سرقة ، فقد شرك في عارها وأثمنها “ . (۱۱ / ۵۶۵ ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ : ۸۶ / ۱۶)
- ما في ”مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ“ : بیع المملک بغير إذن مالکہ ولا ولاية عليه بیع باطل والواجب أن یرد إلى المشتري ما أعطاه من الثمن ویرد إلى المالك ملكه . (۱۱۲ / ۱۵)
- ما في ”رد المحتار“ : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته . (۲۹۱ / ۹)
- (۲) ما في ”الفتاویٰ الہندیہ“ : وإذا مات الرجل وكسبه خبيث فالأولى لورثته أن یردوا المال إلى أربابه فإن لم يعرفوا أربابه تصدقوا به . (۳۴۹ / ۵) ، کتاب الکراہیہ)
- (۳) فتاویٰ محمودیہ : ۸۶ / ۱۶ ، کراچی) =

اور جوا^(۵) ہوگا، اور ان دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔

الحجة على ما قلنا :

= (۳) ما في ” شرح المجلة لسليم رستم باز “ : البيع مع تاجيل الثمن وتقسيطه صحيح ، يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتاجيل والتقسيط .

(ص/ ۱۲۴ ، ۱۲۵ ، رقم المادة : ۲۴۵ ، ۲۴۶)

ما في ” بحوث في قضايا فقهية معاصرة “ : أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبت العاقدان بانه بيع مؤجل بأجل معلوم وبشمن متفق عليه عند العقد . (ص/ ۷ ، بحواله فتاوى محمودیہ: ۱۶/۴۶، کراچی)

ما في ” الهداية شرح البداية “ : لأن للأجل شبهًا بالمبيع ألا يرى أنه يزداد في الثمن لأجل الأجل والشبهة في هذا ملحقة بالحقيقة . (۵۸/۳)

(۴) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ . (سورة البقرة: ۲۵۷)

ما في ” التفسير المنير “ : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود في نار جهنم والمراد بالخلود هنا المكث الطويل إذا كان الفاعل مؤمناً وعبر به تغليظاً لفعله . (۹۶/۳)

ما في ” بحوث في قضايا فقهية معاصرة “ : أما ما يفعله بعض الناس من تحديد ثمن البضاعة على أساس سعر النقد وذكر القدر الزائد على أساس أنه جزء من فوائد التأخير في الأداء فإنه ربا صراح . (ص/ ۱۰ ، بحواله فتاوى محمودیہ: ۱۶/۴۶، کراچی)

(۵) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ . (سورة المائدة: ۹۰)

ما في ” روح المعاني “ : ﴿انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر﴾ والرجل قد يقامر حتى لا يبقى له شيء ، وتنتهي به المقامرة إلى أن يقامر بولده وأهله فيؤدي به ذلك إلى أن يصير أعدى الأعداء لمن قمره وغلبه ، وهذه إشارة إلى مفاسدهما الدنيوية . وقوله تعالى : ﴿وَيَصَدِّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ﴾ إشارة إلى مفاسدهما الدينية . (۲۳/۵ ، سورة المائدة) (فتاوى محمودیہ: ۱۶/۴۷، کراچی)

آزاد عورت کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۸۶): آزاد عورت کی خرید و فروخت حرام ہے۔^(۱)

جانوروں کے خون کی خرید و فروخت

مسئلہ (۲۸۷): جانوروں کے خون کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں، یہ بیع باطل ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضى الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : قال الله تعالى : ” ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة : رجل أعطى بي ثم غدر ، ورجل باع حراً فأكل ثمنه ، ورجل استأجر أجيراً فاستوفى منه ولم يعطه أجره “ .

(۲۹۷/۱ ، باب اثم من باع حراً ، و باب اثم من منع أجر الأجير ، رقم : ۲۲۷۰ ، ۲۲۷۷)
ما في ” فتح الباری “ : قوله : (باع حراً فأكل ثمنه) خص الأكل بالذكر لأنه أعظم مقصود قال الخطابي : اعتبار الحر يقع بأمرين : أن يعتقه ثم يكتم ذلك أو يجحد ، والثاني أن يستخدمه كرهاً بعد العتق والأول أشدهما قال المهلب : وإنما كان إثمه شديداً لأن المسلمين اكفاء في الحرية فمن باع حراً فقد منعه التصرف فيما أباح الله له والزمه الذل الذي أنقذه الله منه ، وقال ابن الجوزي : الحر عبد الله ، فمن جنى عليه فخصمه سيده .

(۵۲۷/۴ ، باب اثم من باع حراً)

ما في ” البحر الرائق “ : لم يجز بيع الميتة والدم والخنزير والخمر والحر . (۱۱۲/۶)
ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (بطل بيع ما ليس بمال) (كالدم) (والميتة)
(والحر والبيع به) . (۲۳۵/۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد) (فتاوى محمودية : ۴/۱۶ ، كراچی)
(۲) ما في ” فيض القدير “ : (عن أبي جحيفة) : ” نهى عن ثمن الكلب ، و ثمن الدم ، و كسب البغي “ . (۳۰۹/۶ ، رقم : ۹۳۶۶)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (وبطل بيع ما ليس بمال) (كالدم) =

سبزیوں میں پانی ڈال کر بیچنا

مسئلہ (۲۸۸): سبزی فروش حضرات سبزیوں پر پانی ڈال کر بیچتے ہیں، کیوں کہ بعض سبزیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر ان پر پانی نہ ڈالا جائے، تو وہ جلد خراب ہو جاتی ہیں، ایسی سبزیوں پر بقدر ضرورت پانی ڈالنا درست ہے، مگر ضرورت سے زائد پانی ڈالنا تا کہ سبزی کا وزن بڑھ جائے، شرعاً یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ خریدار کو دھوکہ دینا ہے، جو شرعاً منع ہے۔^(۱)

= (والمیتة) (والحرّ والبیع به) . (۲۳۵/۷) ، کتاب البیوع ، باب البیع الفاسد
ما فی ” بدائع الصنائع “ : البیع الباطل فهو کل بیع فاته شرط من شرائط الانعقاد من الأهلية والمحلية
شرعاً ، کما لا وجود للتصرف الحقيقي إلا من الأهل في المحل حقيقةً وذلك نحو بیع المیتة والدم
. (۵۹۱/۳) ، کتاب البیوع ، البیع الباطل (فتاویٰ محمودیہ: ۷۸/۷، ۷۹، کراچی)
ما فی ” الهدایة مع الدراية “ : وإذا کان أحد العوضین أو کلاهما محرماً فالبیع فاسد کالبیع بالمیتة
والدم والخمر فنقول البیع بالمیتة والدم باطل وکذا بالحر لانعدام رکن البیع وهو مبادلة المال
بالمال فإن هذه الأشياء لا تعد مالاً عند أحد . (۴۹/۳) ، کتاب البیوع ، باب البیع الفاسد
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ .
(سورة النساء : ۲۹)
ما فی ” جامع الترمذی “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مر على صبرة من
طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : يا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السماء يا
رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ، ثم قال : ” من غشّ فليس منا “ .
(۲۳۵/۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۹/۶، قدیم)
ما فی ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء
أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم
في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

پانی چھڑک کر کپاس بیچنا

مسئلہ (۲۸۹): کپاس کا کاروبار کرنے والے حضرات جب کپاس کو گاڑی وغیرہ میں بھرتے ہیں، تو اس پر پانی چھڑکتے ہیں، تاکہ کپاس کا وزن زیادہ ہو، یہ صریح دھوکہ بازی ہے، جب کہ مسلمان شخص کا کسی دوسرے کو دھوکہ دینا یہ شانِ مسلمانی کے خلاف ہے، ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے^(۱)، کپاس میں پانی چھڑکنے کی وجہ سے جس قدر وزن میں اضافہ ہوگا، اس کے مقابل قیمت و عوض بھی شرعاً حرام ہوگا، اصل مالک تک اس قیمت کا لوٹانا واجب ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو، تو اس کا بلائیتِ ثواب تصدُّق علی الفقراء لازم ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”سنن أبي داود“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مرَّ برجل يبيع طعاماً فسأله كيف تبيع ؟ فأخبره فأوحى إليه أن أدخل يدك فيه ، فأدخل يده فيه فإذا هو مبلول ، فقال رسول الله ﷺ : ”ليس منا من غشَّ“ . (۲/۴۸۹ ، النهي عن الغش)
ما في ”مشکوٰۃ المصابيح“ : عن واثلة بن الأسقع قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ”من باع عيًّا لم ينه لم يزل في مقت الله أو لم تنزل الملائكة تلعه“ . (ص/۲۴۹ ، کتاب البیوع)
ما في ”الموسوعة الفقهية“ : اتفق الفقهاء على أن الغش حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۳۱/۲۱۹)

(۲) ما في ”رد المحتار“ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه .

(۴/۲۲۳ ، کتاب البیوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۱۴۵، دھان میں پانی ملا کر بیچنا، کراچی)

سٹہ (Speculation) کی حقیقت اور ڈیفرنس کی برابری

مسئلہ (۲۹۰): سٹہ (Speculation) جو عصر حاضر میں بہت زیادہ رواج پکڑ چکا ہے، اس کے اندر غیر مملوک (جس پر ملکیت نہیں) کی بیع اور بیع قبل القبض (قبضہ سے پہلے بیچنا) کا دخل ہے۔

سٹہ دراصل اس معاملے کو کہتے ہیں کہ جس میں بائع اور مشتری میں سے کسی کا ارادہ عملاً بیع پر قبضہ کرنے کا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں قیمتوں کا فرق برابر کر کے نفع کمایا جاتا ہے، آج کل تجارتی کمپنیوں کے شیئرز میں یہ کاروبار کافی رواج پذیر ہے، کہ ایک شخص کسی کمپنی کے شیئرز (Share,s) جس کی فی الحال قیمت دس روپے فی شیئر ہے، ایک مہینہ ادائیگی کے وعدے پر گیارہ روپے میں خرید لیتا ہے، پھر قبضہ کرنے سے پہلے بارہ روپے فی شیئر فروخت کرتا ہے، دوسرا تاجر اسے آگے فروخت کرتا ہے، اور جب مقررہ تاریخ آتی ہے، تو شیئر زحوالے کرنے کے بجائے اس دن شیئر کی قیمت دیکھ کر قیمتوں کا فرق برابر کر لیا جاتا ہے، اس طرح بعض کو محنت اور کسی چیز کا ضمان اٹھائے بغیر لاکھوں روپے کا نفع، جب کہ بعض کو لاکھوں روپے کا خسارہ ہوتا ہے۔

سٹہ کا یہ طریقہ صرف تجارتی کمپنیوں کے شیئرز کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام اجناس میں بھی جاری ہے، مثلاً زید نے یہ حساب لگایا کہ آج گندم کی قیمت دس روپے فی کیلو ہے، اور آہستہ آہستہ اس کی قیمت گر رہی ہے، لیکن وہ اپنے تجارتی تجربے کی بنیاد پر اندازہ لگاتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اس کی قیمت زیادہ ہو جائے گی،

تو زید نے سوچا کہ ابھی گندم فروخت کر دوں اور جب قیمت کم ہوگی، تو دوبارہ خرید لوں گا، اس نے بکر سے کہا کہ میں دس روپے فی کیلو کے حساب سے دو مہینے کی ادائیگی پر پچاس من گندم تمہیں فروخت کرتا ہوں، حالانکہ اس کے پاس گندم بالکل نہیں، بکر نے اسی تاریخ پر ساڑھے دس روپے فی کلو کے حساب سے یہ گندم خالد کو فروخت کر دیا، اسی طرح سودے ہوتے رہیں، جب ادائیگی کا وقت آیا تو سب نے مل کر حساب کیا کہ اس خرید و فروخت کے نتیجہ میں کس کو کتنا نقصان اور کتنا نفع ہوا، اور پھر اسی حساب سے لین دین کر لیا، اس عمل کو ”ڈیفرنس برابر کرنا“ کہتے ہیں۔^(۱)

سٹہ کی حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو خرابیاں پائی جاتی ہیں:

۱۔ غیر مملوک کی بیع (جو چیز ملک میں نہیں اُسے بیچنا)، عام طور پر بیچی جانے والی چیز (مثلاً شیر یا گندم وغیرہ) فروخت کرنے والے شخص کے پاس بیع (بیچی جانے والی چیز) موجود نہیں ہوتی، لیکن وہ اسے اس امید پر آگے فروخت کرتا ہے کہ جب دینے کا وقت آئے گا، تو وہ اس وقت بازار سے خرید کر آگے دیدے گا، تو اس طرح یہ غیر مملوک کی بیع بن جاتی ہے، جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔^(۲)

۲۔ بیع قبل القبض (کسی چیز پر قبضہ سے پہلے اُسے آگے فروخت کرنا)، اس کے ساتھ ساتھ سٹہ کے جو معاملات ہوتے ہیں، وہ بیع قبل القبض کی صورت میں ہوتے ہیں کہ اس چیز پر قبضہ ہونے سے پہلے ہی وہ معاملات مکمل ہو جاتے ہیں۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلٍ =

= الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون ﴿٩٠﴾ . (سورة المائدة : ٩٠)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار . (٣٩٨ / ١)
ما في ” رد المحتار “ : لأن القمار من القمر الذي يزداد تارةً وينقص أخرى وسمي القمار
قماراً لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد
مال صاحبه وهو حرام بالنص . (٥٤٨ ، ٥٤٧ / ٩) ، كتاب الحظر والإباحة

(٢) ما في ” السنن الكبرى للبيهقي “ : عن حكيم بن حزام قال : قلت : يا رسول الله ! الرجل
يطلب مني البيع وليس عندي أفأبيعه له ؟ فقال رسول الله ﷺ : ” لا تبع ما ليس عندك “ .
(٢٣٨ / ٥) ، كتاب البيوع ، ١٠٤٢٥ ، ١١٠١٩ ، بيروت

ما في ” جامع الترمذي “ : عن حكيم بن حزام قال : أتيت رسول الله ﷺ فقلت : يا أيُّني
الرجل يسألني من البيع ما ليس عندي أبتاع له من السوق ثم أبيع ؟ قال : ” لا تبع ما ليس
عندك “ . (٥٣٢ / ٣) ، كراهية بيع ما ليس عندك ، رقم : ١٢٣٢ ، دار احياء التراث
ما في ” بدائع الصنائع “ : شرط انعقاد البيع أن يكون المبيع مملوكاً للبائع عند البيع ، فإن لم
يكن لا ينعقد وهذا بيع ما ليس عنده ، ونهى رسول الله ﷺ عن بيع ما ليس عند
الإنسان . (١٢٤ / ٥) ، كتاب البيوع

(٣) ما في ” صحيح مسلم “ : عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ قال : ” من ابتاع طعاماً فلا
يبيعه حتى يستوفيه “ . قال ابن عباس : وأحسب كل شيء مثله . (٤ / ٥) ، كتاب البيوع ، باب
بطلان بيع المبيع قبل القبض ، رقم ٩٣١٣ ، دار الجيل بيروت ، دار الآفاق الجديدة بيروت
جامع الترمذي : ٥٤٦ / ٣ ، كراهية بيع الطعام حتى يستوفيه ، رقم : ١٢٩١ ، احياء التراث
ما في ” مسند أحمد بن حنبل “ : عن حكيم بن حزام قال : قلت : يا رسول الله ! إني أبتاع
هذه البيوع فما يحل لي منها وما يحرم علي ؟ قال : ” إذا اشتريت بيعاً فلا تبعه حتى تقبضه “ .
(٣٠٢ / ٣)

(غررکي صورتیں : ص / ٣٤١)

مستقبل کی تاریخ پر خرید و فروخت

مسئلہ (۲۹۱): مستقبل کی تاریخ پر خرید و فروخت کرنے کو ”عقود

المستقبلات“ (Future Sale) کہتے ہیں، ”انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا“ میں

اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے : Commercial Contracts

Calling for the purchase or sale of specilied quantities of commodities at specified future dates .

ترجمہ: ”یہ وہ عقد تجارت ہے، جس کا مقصد کسی چیز کی معین مقدار کو مستقبل کی

کسی معین تاریخ میں بیچنا یا خریدنا ہوتا ہے“۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ مستقبلیات

کی بیع ناجائز ہے، اس کے ناجائز ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر مملوک چیز کی بیع

ہوتی ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں قبضہ سے پہلے آگے بیع کر دی جاتی ہے،

جب کہ غیر مملوک وغیر مقبوض کی بیع شرعاً ناجائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن حكيم بن حزام قال : أتيت رسول الله ﷺ فقلت : يأتييني

الرجل يسألني من البيع ما ليس عندي أبتاع له من السوق ثم أبيع له ؟ قال : ” لا تبع ما ليس

عندك“ . (۵۳۴/۳ ، كراهية بيع ما ليس عندك ، رقم : ۱۲۳۲ ، دار احياء التراث)

ما في ”بدائع الصنائع“ : شرط انعقاد البيع أن يكون المبيع مملوكاً للبائع عند البيع ، فإن لم

يكن لا ينعقد . (۱۴/۵ ، كتاب البيوع)

ما في ”صحيح مسلم“ : عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ قال : ” من ابتاع طعاماً فلا يبعه

حتى يستوفيه“ . قال ابن عباس : وأحسب كل شيء مثله . (۷/۵ ، كتاب البيوع ، باب

بطلان بيع المبيع قبل القبض ، رقم : ۹۳۱۳ ، دار الجيل بيروت ، دار الآفاق الجديدة =

بیع الدین

(نقد کے بدلے قرض کی بیع)

مسئلہ (۲۹۲): بیع الدین غیر من علیہ الدین کی صورت، مثلاً؛ زید نقد پر کھاد فروخت کرنے کی صورت میں پانچ سو روپے فی بوری کے حساب سے بیچتا ہے، اور ادھار کی صورت میں ساڑھے پانچ سو روپے پر، اب بکر اس کے پاس آئے اور کہے: میرے پاس نقد رقم موجود ہے، میں اس سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں، لیکن میں خود کاروبار کرنا نہیں جانتا، میرے لیے نفع کمانے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ زید اس سے کہے کہ میں ادھار پر کھاد کی بوری ساڑھے پانچ سو روپے میں بیچتا ہوں، آپ ایسا کریں کہ جب کوئی شخص مجھ سے ادھار پر خریدنے کے لیے آئے، تو آپ مجھے پانچ سو

=بیروت، جامع الترمذی: ۵۷۶/۳، کراہیۃ بیع الطعام حتی یتستوفیہ، رقم: ۱۲۹۱
ما فی ”صحیح مسلم“: عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أن رسول اللہ ﷺ قال: ”من اشترى طعاماً فلا یبعہ حتی یتستوفیہ“ . قال: وکنا نشترى الطعام من الرکبان جزافاً فنہانا رسول اللہ ﷺ أن نبیعه حتی تنقلہ من مکانہ .

(۸/۵، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض، رقم: ۳۹۱۹، ۳۹۲۰)
ما فی ”بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ“: أما حکمہا الشرعی فکل من له المام بقواعد الشریعة ومصالحہا، لا یشک بعد النظر فی تفاصيل هذه العملية أنها عملية محرمة شرعاً ومصادمة لعدة أحكام الشریعة الغراء أما أولاً فلأنه بیع لما لا یملکہ الإنسان..... أما البیوع اللاحقة التي تتم خلال مدة التسليم، فإنها بیوع تتم قبل القبض علی السلعة المبیعة .

(ص/۱۳۳، ۱۳۵، The new encyclopedia the university Chicago،
Chicago Edition 1988, v 5, page: 62 . بحوالہ غریبی صورتیں: ص/۳۷۳=)

روپے فی بوری کے حساب سے دے دیا کریں، اور بعد میں اس شخص (مدیون) سے ساڑھے پانچ سو روپے وصول کر لیا کریں، تو یہی ”بیع الدین لغیر من علیہ الدین“ نقد کی صورت ہے، جو شرعاً ناجائز ہے، اس لیے کہ جس قرض کی بیع کی گئی، وہ بائع کے حق میں غیر مقدور التسلیم ہے، یعنی بائع، مشتری کو اس قرض کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے، اور غیر مقدور التسلیم شئی کی بیع جائز نہیں ہے۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

= (۱) ما فی ”بدائع الصنائع“ : ولا یعقد بیع الدین من غیر من علیہ الدین ، لأن الدین إما أن یكون عبارة عن فعل تمليک المال وتسليمه وکل ذلك غیر مقدور التسلیم فی حق البائع . (۱۴۸/۵، کتاب البیوع)

ما فی ”الفقه الإسلامی وأدلته“ : بیع الدین لغیر الممدین : قال الحنفیة والظاهرية : بما أنه لا یجوز بیع معجوز التسلیم ، فلا یعقد بیع الدین من غیر من علیہ الدین ، لأن الدین غیر مقدور التسلیم إلا للممدین نفسه فی حق البائع ؛ لأن الدین عبارة عن مال حکمی فی الذمة ، أو عبارة عن فعل تمليک المال وتسليمه ، وکل ذلك غیر مقدور التسلیم من البائع .

(۳۴۰۶/۵، العقود ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ما فی ”سنن الدار قطنی“ : عن ابن عمر قال : ”إن النبی ﷺ نهى عن بیع الکائی بالکائی“ . (۷۱، ۷۲) (غرر کی صورتیں: ص/۳۲۲، ۳۲۳)

۔ قرض : جب کوئی شخص ابتداء کسی پراحسان اور تبرع کرتے ہوئے اسے کوئی مثلی چیز دیتا ہے، تو اسے قرض کہتے ہیں۔ مثلاً زید نے عمرو سے ہزار روپے مانگے تو عمرو نے اس کے مانگنے پر اسے مطلوبہ رقم دے دی۔ یہ قرض ہے۔ اور جو چیز کسی معاملے کے نتیجے میں یا کسی کی چیز کو نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے وغیرہ کے نتیجے میں لازم ہوتی ہے، اسے ”دین“ کہتے ہیں، مثلاً زید نے عمرو سے ہزار روپے کے بدلے ایک من چاول خریدے اور قیمت فوراً ادا نہ کی، تو زید ہزار روپے کا مقروض ہو گیا، یہ قرض ”دین“ ہے۔ (غرر کی صورتیں: ص/۳۱۷)

قرض کے بدلے قرض کی بیع

مسئلہ (۲۹۳): دین کو دین کے بدلے غیر مقرض کے ہاتھ فروخت کرنے کا نام ”بیع الکائی بالکائی“ ہے^(۱)، ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کے مذہب کے مطابق یہ بیع ناجائز ہے۔ مثلاً؛ زید کو بکر سے ایک من چاول ایک ماہ بعد لینا ہے، اب زید عمرو سے کہے کہ مجھے بکر سے جو چاول ایک ماہ بعد لینا ہے، میں تمہیں وہ چاول ایک ہزار روپے کے بدلے فروخت کرتا ہوں، اور تم یہ رقم مجھے دو ماہ بعد دے دینا۔ بیع کی اس صورت میں بیع اور ثمن دونوں اُدھار ہیں، اسے بیع الکائی بالکائی کہا جاتا ہے، جو شرعاً جائز نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : وبيع الدين نسيئة : هو ما يعرف ببيع الكائي بالكائي أي الدين بالدين . (۳۴۰۴/۵ ، بيع الدين نسيئة)

(۳) ما في ”سنن الدار قطني“ : عن ابن عمر قال : ”إن النبي ﷺ نهى عن بيع الكائي بالكائي“ . (۳/۷۱ ، ۷۲ ، بيروت)

ما في ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : وهو بيع ممنوع شرعاً ؛ لأن النبي ﷺ نهى عن بيع الكائي بالكائي ، وقد قيل : أجمع الناس على أنه لا يجوز بيع دين بدين ، سواء أكان البيع للمدين أم لغير المدين . (۳۴۰۴/۵ ، بيع الدين نسيئة) (غرر کی صورتیں: ص/۳۱۸)

بیع السنین یا بیع المعاومة

مسئلہ (۲۹۴): بہت سے لوگ اپنے باغ کے پھلوں کو تاجروں کے ہاتھوں کئی سالوں تک کے لیے فروخت کر دیتے ہیں، جس کو ”بیع السنین یا بیع المعاومة“ کہا جاتا ہے، شرعاً بیع کی یہ صورت جائز نہیں ہے، کیوں کہ حدیث پاک میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر بن عبد الله قال : ” نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة والمخابرة “ - قال أحدهما بيع السنين هي المعاومة - وعن الثُّنْيَا ورَّخَصَ في العرايا . (۱۱ / ۲) ، كتاب البيوع ، قبيل باب كراء الأرض ، قديمي ما في ” المهذب للشيرازي “ : ولا يجوز بيع المعدوم كالثمرة التي لم تخلق لما روى أبو هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر “ . (۲۶۲ / ۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع ، منها : أن يكون موجوداً فلا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم . (۱۳۸ / ۵) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : اتفق ائمة المذاهب على أنه لا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم ونهى كذلك عن بيع الثمر قبل بدو صلاحه .

(۳۳۹۸ / ۵) ، المطلب الأول ، أنواع البيع الباطل

(غرر کی صورتیں : ص / ۳۸۱)

بیع المزبنة

مسئلہ (۲۹۵): درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو کٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں اندازے کے ساتھ بیچنا ”بیع مزبنة“ کہلاتا ہے، اس بیع کے عدم جواز پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔^(۱)

نوٹ: بیع مزبنة کی ذکر کردہ تعریف سے اگرچہ یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ اس کا تعلق صرف کھجوروں سے ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ بیع مزبنة کی تعریف میں کھجوروں کا ذکر محض اس لیے وارد ہوا ہے کہ عربوں کے یہاں یہ معاملہ کھجوروں میں زیادہ مروّج تھا، ورنہ فقہائے کرام کے نزدیک اس ممانعت کا تعلق کھجور کے علاوہ اور چیزوں سے بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک انگوڑ میں بھی بیع مزبنة درست نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنهما ، أن رسول الله ﷺ نهى عن المزبنة “ . (۲۹۱ / ۱) ، باب بيع المزبنة
ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر بن عبد الله قال : ” نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزبنة والمخابرة “ . (۱۰ / ۲) ، باب النهي عن المحاقلة
ما في ” تكملة فتح الملهم “ : إن الفقهاء اتفقوا على تحريم بيع المزبنة .

(۴۰۷ / ۱) ، كتاب البيوع

ما في ” الهداية شرح البداية “ : قال : وبيع المزبنة وهو بيع الثمر على النخيل بتمر مجذوذ مثل كيله خرصاً . (۴۴ / ۳) ، فصل ومن باع داراً دخل بناؤها في البيع ، المكتبة الإسلامية
(۲) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : وهو حرام لكونه مجازفة في الربويات ، فإن ما على الشجر لا يكال وإنما يباع خرصاً ، فإذا بيع بجنسه خرصاً كان فيه احتمال التفاضل واحتمال التفاضل في الربويات في حكم الربا . (۴۰۶ / ۱) ، كتاب البيوع (غرر کی صورتیں : ج ۲۲۵)

بیع العرایا

مسئلہ (۲۹۶): ”عرایا“ یہ ”عریہ“ کی جمع ہے، اور لغت عرب میں لفظ ”عریہ“

درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ہبہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاح میں؛ واہب کا موہوب لہ کو اندازے سے خشک کھجور دے کر، اس کے بدلے

تازہ کھجوریں لینے کو ”بیع العرایا“ کہا جاتا ہے^(۱)، بیع العرایا کے جواز پر ائمہ اربعہ کا اتفاق

ہے، کیوں کہ لوگوں کی ضروریات اور حاجات کے پیش نظر آنحضور ﷺ نے اس بیع کو جائز

قرار دیا، احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التعريفات الفقهية مع قواعد الفقه “ : العرایا - جمع عریة ، وهي من النخل

كالمنیحة من الحيوان وهي النخلة التي يعطيها مالکها أي يهب ثمارها لغيره من المحتاجين

ليأكلها عاما أو أكثر ، ويقال : ” نخلهم عرایا “ أي موهوبات يعروها الناس أي يغشونها

ويأكلون ثمارها لكرمهم ، وبيع العرایا أن يشتري المَعْرِي أي الواهب من المَعْرَى له ما على

العریة من الرطب تخمینا بقدره من التمر يأكله أهله رطباً . (ص/ ۳۷۶ ، العرایا)

(۲) ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر بن عبد الله قال : ” نهى رسول الله ﷺ عن

المحاقلة والمزبنة والمخابرة إلا العرایا “ . (۲/ ۱۰ ، باب النهي عن المحاقلة الخ)

ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر بن عبد الله قال : ” ورخص في العرایا “ .

(۲/ ۱۱ ، باب النهي عن المحاقلة . الخ)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن زيد بن ثابت ، أن رسول الله ﷺ رخص بعد ذلك في بيع

العریة بالرطب أو بالتمر ولم يرخص في غيره “ . وفي رواية : رخص لصاحب العریة أن

يبيعها بخرصها . (۱/ ۲۹۱ ، باب بيع المزبنة) (غرر کی صورتیں: ص/ ۲۳۷)

بیع المحاقلة

مسئلہ (۲۹۷): کھیت میں لگی ہوئی کھیتی، اور کٹی ہوئی فصل کا باہم تبادلہ کرنا، ”بیع المحاقلة“ کہلاتا ہے، شرعاً یہ بیع بالاتفاق جائز نہیں ہے۔^(۱)

انٹرنیٹ پر کوڈ ورڈ کے ذریعے تجارت

مسئلہ (۲۹۸): انٹرنیٹ (Internet) پر تجارت کے لیے بائع اور مشتری کا آپس میں کوڈ ورڈ (Code Word) کا استعمال کرنا درست ہے، کیوں کہ بیع ہر ایسے قول یا تحریر یا فریقین کے اشارہ یا کسی ایک فریق کے اشارہ سے منعقد ہو جاتی ہے، جو رضا مندی پر دلالت کرے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح مسلم “ : قال عطاء : فسر لنا جابر وزعم أن المزابنة بيع الرطب في النخل بالتمر كيلا ، والمحاقلة في الزرع على نحو ذلك يبيع الزرع القائم بالحب كيلا . (۱ / ۲ ، باب كراء الأرض)
ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر بن عبد الله قال : ” نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة “ .
(۲ / ۱۰ ، باب النهي عن المحاقلة الخ)
ما في ” صحيح مسلم “ : عن ابن عباس ، أن النبي ﷺ قال : ” لأن يمنح أحدكم أخاه أرضه خير له من أن يأخذ عليها كذا وكذا “ . لشيء معلوم . قال : وقال ابن عباس : هو الحقل وهو بلسان الأنصار المحاقلة . (۲ / ۱۲ ، باب كراء الأرض) (غرر کی صورتیں : ص / ۲۳۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إلا أن تكون تجارةً عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)
ما في ” حاشية الهداية “ : هو مبادلة المال بالمال بالتراضي بطريق التجارة . =

قیمت کی ادائیگی اور اس کے تعین میں طرفین کی مرضی

مسئلہ (۲۹۹): بہت سے علاقوں میں یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ خریدار کوئی سامان مثلاً: زرعی ادویات خریدتے وقت دکاندار سے یوں کہتا ہے کہ اس کی قیمت آپ کی مرضی کی ہوگی، اور ادائیگی میری اپنی مرضی سے ہوگی، آپ اپنی مرضی کے مطابق جو قیمت لگانا چاہیں لگالیں، میں جب چاہوں گا آپ کی مقرر کردہ قیمت ادا کر دوں گا، چوں کہ اس صورت میں مدت کے اندر جہالتِ فاحشہ پائی جاتی ہے، لہذا خرید و فروخت کی یہ صورت جائز نہیں^(۱)، البتہ جواز کی صورت یہ بن سکتی ہے کہ خرید و فروخت کرتے وقت یہ طے کر لیا جائے کہ ادائیگی کی مدت کیا ہوگی اور اس مدت کے آنے پر خریدار ادائیگی کا پابند ہو، البتہ اگر دکاندار اپنی طرف سے خوش دلی کے ساتھ مزید چند دنوں کی مہلت دینا چاہے، تو دے سکتا ہے۔^(۲)

= (۲/۱، کتاب البیوع، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ما فی ”حاشیۃ الدسوقی“ : ینعقد البیع بما یدل علی الرضا من العاقدین کالكتابة والإشارة والمعاطاة . (۳/۳، دار الفکر بیروت، بحوالہ: انٹرنیٹ اور جدید ذرائع البلاغ: ص/۲۲۶)
ما فی ”الشرح الكبير“ : ینعقد البیع بما یدل علی الرضا من قول أو كتابة أو إشارة منهما أو من أحدهما . (۳/۳، دار الفکر بیروت، بحوالہ: انٹرنیٹ اور جدید ذرائع البلاغ: ص/۲۶۸)
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَيْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾ . (سورة البقرة: ۲۸۲)
ما فی ”حاشیۃ ابن عابدین“ : اعلم أن البیع بأجل مجهول لا يجوز إجماعاً سواء كانت الجهالة متقاربة كالحصاد والدياس مثلاً أو متفاوتة كهبوب الريح وقدم واحد من سفره . =

متعین قیمت کا معلوم نہ ہونا

مسئلہ (۳۰۰): اگر کسی چیز کی قیمت اس طور پر ذکر کی جائے کہ متعاقدین یا ان میں سے کسی ایک کو متعین قیمت کا علم نہ ہو سکے، مثلاً: خریداریوں کہے کہ فلاں کتاب کو اس کی بازاری قیمت پر خریدتا ہوں، جب کہ اسے اس کتاب کی بازاری قیمت معلوم نہیں، تو یہ صورت ائمہ اربعہ کے نزدیک عقد فاسد ہے، بشرطیکہ مجلس عقد کے ختم ہونے تک اس کی اصل قیمت کا علم نہ ہو سکے^(۱)، البتہ حنفیہ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر ایسا عقد ان چیزوں میں ہو جن کی مقدار تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے، اور قیمت بھی تقریباً ایک ہی ہوتی ہے، جیسے روٹی یا گوشت وغیرہ، تو اس صورت میں بازاری قیمت پر بیع جائز ہوگی^(۲)، کیوں کہ ان کی قیمت عام طور پر متعین ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بیع کی اس صورت میں جہالت و غرر کی خرابی لازم نہیں آئے گی، اور بیع جائز ہوگی۔

= (۴/۵۴۰، کتاب البیوع)

ما فی ”فتح الباری“ : والمنع فی الصور الثلاث للجهالة فی الأجل .

(۴/۳۵۸، کتاب البیوع، باب بیع الغرر، دار المعرفة بیروت)

(۲) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۰) (غرر کی صورتیں: ص/۲۷۳، مرضی کی مدت، جواز کی صورت)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”المبسوط“ : فقال : قد اخذت منك هذا بمثل ما يبيع الناس فهذا فاسد ، لو

قال : اخذت منك بمثل ما أخذ فلان من الثمن فهو فاسد . (۵/۹۰، کتاب البیوع)=

ٹھیکے پر باغ دینا

مسئلہ (۳۰۱): بعض لوگ اپنے باغ کو کئی سال کے ٹھیکے پر دیدیتے ہیں، مثلاً؛ پانچ سال یا دس سال وغیرہ کے لیے، اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اتنے عرصے میں جو بھی پھل آئے گا، وہ بھی ہم نے تمہیں فروخت کر دیا، شرعاً یہ بیع، بیع معدوم (غیر موجودہ چیز کی بیع) کے قبیل سے ہے، جو ناجائز ہے۔^(۱)

ما فی ”المجموع شرح المہذب للنووی“ : یشرط فی صحة البیع أن یدکر الثمن فی حال العقد . (۱/۲۷۹ ، بحوالہ غرر کی صورتیں: ص/۲۲۷)

ما فی ”المجموع شرح المہذب للنووی“ : واتفق الأصحاب علی أن یشرط کون الثمن معلوم القدر لحديث النهی عن بیع الغرر . (۳۳۳/۹) (غرر کی صورتیں: ص/۲۸۱)

(۲) ما فی ”فتح القدير مع الهدایة“ : مما لا یجوز بیع المبیع بقیمتہ أو بما حل به أو بما ترید أو تجب أو برأس ماله أو بما اشتراه أو بمثل ما اشتري فلان لا یجوز ، فإن علم المشتري القدر فی المجلس فرضیه عاد جائزاً وكذا لا یجوز بمثل ما یبیع الناس إلا أن یکون شیئاً لا یتفاوت کالخبز واللحم . (۵/۲۶۷ ، کتاب البیوع ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”بدائع الصنائع“ : وأما الذي يرجع إلى المعقود علیه فأنواع : منها : أن یکون موجوداً فلا ینعقد بیع المعدوم وما له خطر العدم .

(۵/۱۳۸ ، الفقه الإسلامی وأدلته : ۵/۳۳۹۸ ، المطلب الأول ، أنواع البیع الباطل)

ما فی ”المہذب للشیرازی“ : ولا یجوز بیع المعدوم کالتمرة التي لم تخلق لما روى أبو هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن النبي ﷺ نهى عن بیع الغرر . (۱/۲۶۲ ، بحوالہ غرر کی صورتیں: ص/۳۸۱)

ما فی ”رد المحتار“ : لبطلان بیع المعدوم وما له خطر العدم . در مختار . وفي الشامية : قوله : (لبطلان بیع المعدوم) إذ من شرط المعقود علیه أن یکون موجوداً مالا متقوماً مملوفاً في نفسه . (۷/۱۸۰ ، کتاب البیوع ، دار الکتاب دیوبند) (غرر کی صورتیں: ص/۴۰۰)

عقد صیانت (Maintenance Contract)

مسئلہ (۳۰۲): اگر کوئی کمپنی یا ادارہ کسی ورکشاپ یا گیرج والے سے ایک مہینے کے لیے یہ معاہدہ کرے کہ مشین یا گاڑی میں خرابی یا ٹوٹ پھوٹ کی درستگی کی ذمہ داری، نیز سامان لا کر لگانا بھی آپ کی ذمہ داری ہوگی، ہم آپ کو اتنی رقم دیں گے، تو شرعاً اس طرح کے معاہدہ اور عقد کو ”عقد صیانت“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عقد صیانت کی اس قسم میں صائن بھی اجیر مشترک کے طور پر کام کرتا ہے، اور کبھی اجیر خاص کے طور پر، مثلاً اگر کوئی ورکشاپ سب لوگوں کے لیے خدمات سرانجام دے رہی ہے اور ان سے عمل کے حساب سے اجرت وصول کرتی ہے، تو اس وقت یہ ”اجیر مشترک“ ہے، لیکن بعض مرتبہ کسی فرد یا ادارے کے لیے بھی کام کیا جاتا ہے، جیسے بہت سے فیکٹری والے کوئی ورکشاپ وغیرہ خود کھولتے ہیں، یا ان سے یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ وہ اسی فیکٹری کے متعلق مشینریوں اور گاڑیوں وغیرہ کی مرمت کریں گے، اور اس کے بدلے انہیں ماہانہ یا سالانہ اتنی اجرت ملے گی، اس صورت میں صائن ”اجیر خاص“ ہے۔ اگر صائن اجیر مشترک ہو تو اس وقت معقود علیہ ”عمل“ ہے، یعنی عمل کے بدلے اجرت دی جائیگی، اور اگر اجیر خاص ہو، تو اس وقت معقود علیہ ”منفعت“ ہے، یا وہ مخصوص وقت ہے، جس کے لیے یہ عقد کیا گیا، اور صائن کو اسی کے عوض اجرت دی جائے گی۔ البتہ عقد صیانت کی جس صورت میں صائن نہ صرف کام کرتا ہو، بلکہ مرمت وغیرہ کے لیے مطلوبہ سامان بھی اپنی طرف سے فراہم کرتا ہو، یعنی اگر پرانے پُزے اس قابل نہ ہوں کہ ان کی اصلاح ہو سکے، یا وہ بالکل ناکارہ ہو گئے ہوں، تو صائن اپنی طرف سے نئے پُزے لگاتا ہے، تو یہ صورت بھی عقد اجارہ میں داخل ہوگی، اور اس میں دی

جانے والی اجرت مرمت کے کام اور زائد پُر زوں دونوں کے لیے ہوگی۔ مگر اس صورت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ احادیث میں ”صفقتان فی صفقة“ یعنی ایک عقد کے اندر دو معاملات کرنے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ مشہور روایت میں ہے کہ: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن صفقتین فی صفقة“ ”رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کے اندر دو معاملات سے منع فرمایا۔“ (مسند احمد بن حنبل: ۱/۳۹۸) تو کیا اس حدیث کی بنیاد پر یہ عقد ناجائز نہیں ہو جاتا؟..... جواب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ ایک عقد کے اندر دو معاملات پائے جانے کی ممانعت اُس وقت ہے، جب ایک معاملہ دوسرے معاملے کے ساتھ مشروط ہو، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں تم سے فلاں مشینری اس شرط پر خریدتا ہوں کہ تم مجھ سے یہ مشینری کرایہ پر حاصل کرو گے، لیکن اگر دو معاملات ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہ ہوں بلکہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ دوسرا معاملہ کرنے میں آزاد ہو، تو پھر یہ عقد ناجائز نہیں۔ اس تفصیل کی روشنی میں اُس کا جواب یہ ہوگا کہ اگر عقدِ صیانہ میں دونوں عقد (بیع اور اجارہ) ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہیں، تو پھر یہ صورت جائز ہے، اور اگر مشروط ہوں، تو پھر یہ عقد جائز نہ ہوگا، اور اس کی جائز صورت یہ ہوگی کہ ایک عقد دوسرے کے ساتھ نہ ہو (الگ ہو) اور کام کرنے والا شخص (صاحبِ العمل) صائن (Maintainer) کو عمل کے وقت الگ عقد کے ذریعے مطلوبہ اشیاء بازار سے خریدنے کا وکیل بنادے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الموسوعة الفقهية“ : الأجير الخاص هو من يعمل لمعين عملاً مؤقتاً ويكون =

مکان کا ایڈوانس واپس لینا

مسئلہ (۳۰۳): قطعی ایجاب و قبول کے بعد مشتری (خریدار) نے بطور بیعانہ کوئی رقم بائع (بیچنے والا) کو دی، پھر بیع کو آپسی رضامندی سے فسخ کیا گیا، تو بیعانہ (ایڈوانس) کی رقم کی واپسی مشتری کا حق ہے، اور اس کے لیے اس کا لینا بھی جائز ہے۔^(۱)

= عقدہ لمدة ، ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة ، لأن منافعه صارت مستحقة لمن استأجره في مدة العقد . (۲۸۸/۱)

ما في ” عقد المقاولة “ : ومما سبق يتلخص أن ابدال المتلفات يكون على رب العمل في الصيانة الطارئة ويكون على الصائن في حالين : ۱- إذا كانت قيمتها لا تدخل في الأجرة المتفق عليها ، وإنما لها قيمة خاصة . ۲- كون الصيانة وقائية يمكن معرفة القطع المستبدلة مسبقاً بحيث تستبدل ولو لم تتلف ، وفي وقت معروف مسبقاً ولا بد لتصحيح العقد من أن يقوم رب العمل بشراء الأدوات أو توكيل الصائن بشرائها وتكون قيمتها مستقلة عن الأجرة وبالإضافة إلى الأجرة يلتزم رب العمل بتقديم قطع الخيار أو بدفع ثمنها للصائن إن وكله بشرائها ، ويكون ثمنها منفصلاً عن الأجرة المتفق عليها .

(ص/ ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۶) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۱۳۹-۱۴۲)

ما في ” مسند أحمد بن حنبل “ : عن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال : ” نهى رسول الله ﷺ عن صفتين في صفقة واحدة “ . (۳۰/۴) ، رقم الحديث : ۳۷۸۳

وفيه أيضاً : عن عبد الله بن مسعود أنه قال : ” لا تصلح صفتان في صفقة “ تشریح الحديث من صورة أن يقول : بعثك هذا بعشرين على أن تبيني ثوبك بعشرة ، فلا يصح للشرط الذي فيه ، ولأنه يسقط بسقوط بعض الثمن فيصير الباقي مجهولاً ، وقد نهى عن بيع وشرط . (۱۰/۴) ، رقم الحديث : ۳۷۲۵ ، دار الحديث القاهرة

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” النهر الفائق شرح كنز الدقائق “ : (وتصح الإقالة (بمثل الثمن الأول) حتى لو كان الثمن عشرة دنانير فدفع إليه دراهم عوضاً عنها ثم تقابلاً ، وقد رخصت رجوع بالدنانير =

اقالہ میں قیمت کم کرنے کی شرط

مسئلہ (۳۰۴): اقالہ میں یہ شرط لگانا کہ جس قیمت پر بیع ہوئی تھی، مشتری اس میں سے کچھ بائع کے لیے چھوڑ دے گا، شرعاً یہ شرط باطل ہے، اور اقالہ ثمن اول کے ساتھ صحیح ہوگا۔^(۱)

= لا بما دفع . (۴۵۲/۳)

ما في ” النهر الفائق “ : (و شرط (جنس آخر) من خلاف الثمن الأول (نحو ولزمه الثمن الأول) عند الإمام ، لأن الفسخ إنما يرد على عين ما ورد عليه العقد . (۴۵۳/۳)

ما في ” فتح القدير “ : وحقيقة الفسخ ليس إلا دفع الأول كان لم يكن فيثبت الحال الأول ، وثبوت الحال الأول هو بر جوع عين الثمن الأول إلى مالكة . (۴۴۹/۶)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (تصح بمثل الثمن الأول وبالسكوت عنه) حتى لو كان الثمن عشرة دنانير ، فدفع إليه دراهم تقايلا ، وقد رخصت الدنانير رجوع بالدنانير لا بما دفع ، (وبالسكوت عنه) المراد أن الواجب هو الثمن الأول سواء سماه أو لا . (۲۵۳/۷)

ما في ” شرح المجلة لخالد الأتاسي “ : وينفسخ البيع أي ويجب رد مثل الثمن الأول . (۷۷/۲ ، مكتبه حبيبيه كوئته ، بحواله فتاوى محمودية: ۱۶/۱۶۹، كراچی) (جامع الفتاوى: ۳۳۲/۶، ۱۶۸/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : فإن شرط أكثر منه أو أقل فالشرط باطل . (۶۹/۳ ، باب الإقالة)

ما في ” البحر الرائق “ : (وتصح بمثل الثمن الأول شرط الأكثر أو الأقل بلا تعييب وجنس آخر نحو ولزمه الثمن الأول) وهذا عند أبي حنيفة لأن الفسخ يرد على عيب ما يرد عليه العقد فاشتراط خلافه باطل ولا تبطل الإقالة . (۱۷۳/۶ ، النهر الفائق: ۴۵۲/۳ ، ۴۵۳)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وإن كان بعد القبض فإن تقايلا من غير تسمية الثمن أصلا أو سميا الثمن الأول من غير زيادة ولا نقصان ، أو نقصا عن الثمن الأول فالإقالة على الثمن الأول ، وتبطل تسمية النقصان وتكون فسخا أيضا كما قال أبو حنيفة انها فسخ في الأصل ولا مانع من جعلها فسخا فتجعل فسخا . (۵۹۴/۴)

تجارتی لائسنس کی خرید و فروخت

مسئلہ (۳۰۵): عصر حاضر میں اکثر و بیشتر ممالک نے تاجروں پر بغیر لائسنس کے مال کے درآمد و برآمد پر پابندی لگا رکھی ہے، تجارتی لائسنس درحقیقت کوئی مادی چیز نہیں، بلکہ بیرونی ممالک سے مال کے درآمد و برآمد (لین دین) کا ایک اجازت نامہ ہے، لیکن چونکہ اس کے حاصل کرنے میں لائسنس ہولڈر کو کافی کوشش کرنی پڑتی ہے، جس میں وقت اور روپیہ دونوں صرف ہوتے ہیں، اس لیے فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اس طرح کے حقوق و وظائف سے دست برداری کا عوض لینا، اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً جائز ہے^(۱)، لہذا تجارتی لائسنس کی خرید و فروخت درست ہوگی۔

=ما في "فتح القدير لابن الهمام" : (فإن شرطاً أكثر منه أو أقل فالشرط باطل ويرد مثل الثمن الأول) والأصل أن الإقالة فسخ في حق المتعاقدين بيع جديد في حق غيرهما إلا أن يمكن جعله فسخاً فبطل ، وهذا عند أبي حنيفة . (۶/۴۸۸ ، ۴۸۹) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۳۲/۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع كشف الأستار " : لا يجوز الإعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ، وعلى هذا لا يجوز الاعتياض عن الوظائف بالأوقاف . وفيها في آخر بحث تعارض العرف مع اللغة ، المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ، لكن أفتى كثير باعتباره ، وعليه فيفتي بجواز النزول عن الوظائف بمال . (۲/۴) ، كتاب البيوع ، مكتبة زكريا بك دُپو دیوبند ، الدر المختار مع الشامية : ۷/۳۳ ، ۳۴ ، كتاب البيوع ، بيروت

ما في " شرح مجلة الأحكام " : قال العلامة خالد الأتاسي : أقول : وعلى ما ذكره من جواز الاعتياض عن الحقوق المجردة بمالٍ ينبغي أن يجوز الاعتياض عن التعلي وعن حق الشرب وعن حق الميل بمالٍ كما جاز النزول عن الوظائف ونحوها . =

مجهول مدت پر ادھار سامان

مسئلہ (۳۰۶): عموماً دیہاتی علاقوں میں لوگوں کے پاس نقد رقم نہیں ہوتی، وہ مقامی دکاندار سے اپنی ضروریات کا سامان لیتے رہتے ہیں، پھر فصل کٹنے کے بعد واجب الادا رقم ادا کر دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق یہ بیع، بیع فاسد ہے، اس لیے کہ اس صورت میں ادائے ثمن کی مدت مجهول ہوتی ہے، لیکن چونکہ ہمارے زمانے میں اس طرح سامان ادھار لینے دینے کا رواج عام ہو گیا ہے، اور ادائے ثمن کی مدت میں پائی جانے والی جہالت، جہالت یسیرہ ہے، لہذا بر بنائے ضرورت بیع کی اس صورت میں امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے، کہ ان کے نزدیک اس طرح کی مدت مجهولہ پر ادھار سامان کا لین دین جائز ہے۔^(۱)

= (۱/۱۲۱، الفصل الثاني في بيع ما يجوز وما لا يجوز، بحوالہ فتاویٰ حقانیہ)

ما في ”رد المحتار“ : (وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال) قال العلامة العيني في فتاواه : ليس للنزول شيء يعتمد عليه ، ولكن العلماء والحكام مشوا ذلك للضرورة ، واشتروا إمضاء الناظر لئلا يقع فيه نزاع . اهـ . ملخصاً من حاشية الأشباه للسيد أبي السعود . وذكر الحموي أن العيني ذكر في شرح نظم ”درر البحار“ في باب القسم بين الزوجات ، أنه سمع من بعض شيوخه الكبار أنه يمكن أن يحكم بصحة النزول عن الوظائف الدينية قياساً على ترك المرأة قسمها لصحتها ، لأن كلا منهما مجرد إسقاط . اهـ . (۷/۲۶ ، كتاب البيوع ، مطلب في النزول عن الوظائف بمال ، ديوبند ، ۷/۳۵ ، بيروت) (فتاویٰ حقانیہ: ۶/۶۳، ۶/۶۴، جدید فقہی تحقیقات: ۳/۲۲۰، فقہی مقالات: ۱/۲۲۳، ۲۲۴، حقوق اور ان کی خرید و فروخت: ص/۱۹۳)

الحجة على ما قلنا : =

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

= (۱) ما في ” الهداية “ : ولا يجوز البيع إلى قدوم الحاج وكذلك إلى الحصاد لأنها تتقدم وتتأخر ولو كفل إلى هذه الأوقات جاز لأن الجهالة اليسيرة متحملة في الكفالة وهذه الجهالة يسيرة . (۴۵/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في ” المبسوط للسرخسي “ : (قال) : (وإن اشترى الرجل شيئاً إلى الحصاد أو إلى الدياس أو إلى العطاء ، أو إلى جذاذ النخل أو رجوع الحاج فهذا كله باطل) بلغنا نحو ذلك عن ابن عباس - رضي الله تعالى عنهما - وقول ابن عباس - رضي الله تعالى عنهما - في البيع إلى العطاء ، فإن عائشة - رضي الله تعالى عنها - كانت تجيز البيع إلى العطاء ، وابن عباس - رضي الله تعالى عنهما - كان يفسد ذلك .

(۳۲/۱۳ ، باب البيوع إذا كان فيها شرط ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في ” المجموع شرح المذهب للنووي “ : فرع في مذاهب العلماء في البيع إلى العطاء والحصاد ونحوهما من الآجال المجهولة . قد ذكرنا أنه لا يصح عندنا . قال ابن المنذر : وبه قال ابن عباس وأبو حنيفة . وقال مالك وأحمد وأبو ثور : يجوز بثمن إلى الحصاد والدياس والعطاء ونحو ذلك ، لأنه معروف . قال ابن المنذر : وروينا ذلك عن ابن عمر قال ، وقال ابن أبي ليلى : إذا باع إلى العطاء صح ، وكان الثمن حالاً قال : وقول ابن عباس أصح . (۳۴۰/۹ ، باب ما نهى عنه من بيع الغرر وغيره) (غرر کی صورتیں : ص / ۲۵۷ ، ۲۷۱-۲۷۴)

خيارات کی فراہمی پر فیس

مسئلہ (۳۰۷): خيارات کے اندر جب کوئی فرد یا کمپنی کسی شخص کو خيار فراہم کرتی ہے، تو وہ اس پر کچھ فیس لیتی ہے، بعض مرتبہ خيار حاصل کرنے والا شخص اس خيار کو آگے فروخت کر دیتا ہے، اور اس سے فیس وصول کرتا ہے، جب کہ بیع الخيارات دراصل ایک حق کی بیع ہے، جو ایک فریق دوسرے کو مہیا کرتا ہے، اور حق حاصل کرنے والا شخص دراصل یہ حق اس لیے خریدتا ہے تاکہ اسے آئندہ کسی مالی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے، گویا یہ حق دفع ضرر کے لیے خریدا گیا ہے، اور یہ ایسا حق نہیں جو اصالۃً مشروع ہو، بلکہ دفع ضرر کے لیے جاری کیا گیا ہے، لہذا خيارات کی خرید و فروخت جائز نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة على الملك) قال في البدائع : الحقوق المفردة لا تحتل التملك ، ولا يجوز الصلح عنها قوله : (كحق الشفعة) قال في الأشباه : فلو صالح عنها بمال بطلت ورجع ، ولو صالح المخيرة بمال لتختاره بطل ولا شيء لها . (۲۵/۷) ، كتاب البيوع ، مطلب لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة ، ديوبند ، و ۳۳/۷ ، ۳۴ ، بيروت

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : و فرق البعض الآخر من الحنفية بقاعدة أخرى هي : أن الحق إذا كان شرع لدفع الضرر فلا يجوز الاعتياض عنه ، وإذا كانت ثبت على وجه البر والصلة فيكون ثابتاً له أصالةً فيصح الاعتياض عنه . (۲۳۳/۴)

(جدید فقہی تحقیقات: ۳/۲۴۱، ۲۵۰، حقوق کی خرید و فروخت، غرر کی صورتیں: ج ۱۵۳، ۱۵۵)

گٹریوں کا استعمال اور تجارت

مسئلہ (۳۰۸): کسی بھی جاندار چیز کی تصویر بنانا اور اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح بچوں کے کھیلنے کی وہ گٹریا یا کھلونے وغیرہ، جو جاندار کی شکل و صورت میں بنائے جاتے ہیں، ان کا استعمال کرنا یا ان کا کاروبار کرنا بھی جائز نہیں ہے۔^(۱)

(۱) ما فی ”مشکوۃ المصابیح“ : عن سعید بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ جاء رجل فقال : يا ابن عباس ! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإنني أصنع هذه التصاویر ، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ ، سمعته يقول : ”من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح ، وليس بنافع فيها أبدا“ . فربما الرجل ربوة شديدة واصفر وجهه فقال : ”ويحك إن أبيت إلا أن تصنع ، فعليك بهذا الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح“ . رواه البخاري . (ص/ ۳۸۶ ، اللباس ، باب التصاویر)

ما فی ”رد المحتار“ : و ظاهر كلام النووي فی ”شرح مسلم“ الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتن أو لغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(۲/ ۳۶۰ ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة)

ما فی ”النهر الفائق“ : (أو تكون الصورة (لغير ذي روح) لما مر عن ابن عباس ولا فرق في الشجر بين المثمر وغيره في قول الكافي خلافاً لمجاهد وجوز في ”الخلاصة“ لمن رأى صورة في بيت غيره أن يزيلها ويجب عليه ، ولو استأجر مصوراً فلا أجر له لأن عمله معصية كذا عن محمد . (۱/ ۲۸۳-۲۸۵ ، ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ، فتاوى معاصرة: ص/ ۴۱۱ ، للشيخ صالح بن محمد العثيمين)

(فتاوى محمودية: ۱۹/ ۵۰۳ ، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/ ۴۷۵ و ۴۷۷)

ماہنامہ رسائل و مجلات کی لائف ممبری

مسئلہ (۳۰۹): آج کل بہت سے ادارے ماہنامہ رسائل و جرائد اور اخبارات شائع کرتے ہیں، اور اس ماہنامہ وغیرہ کی لائف ممبری فیس وصول کرتے ہیں، کیوں کہ لائف ممبر درحقیقت ایک اعزازی رکن ہوتا ہے، اور وہ جو رقم دیتا ہے اس سے اس کا مقصود ادارے کو عطیہ دینا، اس کی اعانت و مدد کرنا ہوتا ہے، اس لیے یہ صورت جائز ہے، اور جو پرچہ یا رسالہ اس کے پاس پابندی سے پہنچتا ہے، وہ بھی اعزازی طریقے پر ادارہ کی طرف سے ہدیہ ہوتا ہے، یہ خرید و فروخت کا معاملہ نہیں، کہ بیع و ثمن کو کسی درجہ مجہول مان کر اسے ناجائز قرار دیا جائے، لہذا کسی رسالہ یا مجلہ کا لائف ممبر بننا شرعاً جائز و درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” ومن صنع إليكم معروفاً فكافئوه ، فإن لم تجدوا ما تكافئوا به فادعوا له حتى تروا أنكم قد كافئتموه “ . (ص/ ۲۳۵)

ما في ” كنز العمال “ : ” تهادوا تحابوا وتصافحوا يذهب الغل عنكم “ . [ابن عساكر عن أبي هريرة] . (۴۲/۶ ، الفصل الثالث في الهدية والرشوة) .

ما في ” البحر الرائق شرح الكنز “ : هي تملك العين بلا عوض وتصح بإيجاب وقبول كوهبت . (كنز الدقائق) . وفي البحر : قوله : (هي تملك العين بلا عوض) فخرجت الإباحة والعارية والإجارة والبيع . (۴۸۳/۷ ، كتاب الهبة)

ما في ” الجوهر النيرة “ : وفي الشرع ؛ عبارة عن تملك الأعيان بغير عوض ، وهي جائزة بالكتاب ، وهو قوله تعالى : ﴿ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَعَلُوهُ هَبْئَلًا مَرِيئًا ﴾ . أي هبئاً لا إثم فيه . مريئاً لا ملامة فيه . (۲۰۰/۲ ، كتاب الهبة) (ماہنامہ ترجمان القرآن: ص/ ۴۱، اپریل ۲۰۱۰ء)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الهبة : عقد يفيد التملك بلا عوض حال الحياة تطوعاً . (۳۹۸۰/۵ ، الفصل السادس الهبة)

بیع العربون (بیعانہ)

مسئلہ (۳۱۰): بیع العربون: یعنی خریدار کا بائع کو کچھ رقم ابتداءً اس شرط پر دینا کہ اگر وہ بائع سے مطلوبہ چیز خریدے، تو یہ رقم قیمت کا حصہ بن جائے گی، لیکن اگر وہ بعد میں بائع سے مطلوبہ چیز نہ لے، تو وہ رقم بائع کی ہوگی^(۱)، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری رحمہ اللہ، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے ابو الخطاب کے نزدیک بیع العربون ناجائز ہے، ان کے علاوہ علامہ اوزاعی، لیث بن سعد، عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سے بھی بیع العربون کا عدم جواز منقول ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مرقاۃ المفاتیح“ : في النهاية : هو أن يشتري السلعة ويدفع إلى صاحبها شيئاً على أنه إن أمضى البيع حسب وإن لم يمض البيع كان لصاحب السلعة ولم يرجعه المشتري . (۶/۷۶ ، المغني لابن قدامة : ۳/۳۱۲ ، بيع العربون ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۵/۳۴۳ ، بيع العربون)

(۲) ما في ”مرقاۃ المفاتیح“ : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : ”نهى رسول الله ﷺ عن بيع العربان“ . رواه مالك وأبو داود وابن ماجه وهو بيع باطل عند الفقهاء لما فيه من الشرط والغرر . (۶/۷۶ ، باب المنهي عنها من البيوع)

ما في ”الغرر وأثره في الفقه الإسلامي“ : اختلف الفقهاء في حكم بيع العربون ، فمنعه الحنفية والمالكية والشافعية والشيعة والزيدية وأبو الخطاب من الحنابلة ، وروي المنع عن ابن عباس والحسن وقال ابن رشد والشوكاني : المنع قول الجمهور .

(ص/۱۰۲ ، المغني لابن قدامة : ۳/۳۱۳ ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ۵/۱۵۰ ، أحكام القرآن لابن العربي : ۱/۴۰۸) (غرر کی صورتیں: ص/۱۳۷)

مقتضائے عقد اور خلاف عرف قانون

مسئلہ (۳۱۱): اگر حکومت وقت قانونی طور پر عقد میں ایسی شرط جاری کرے، جو بظاہر مقتضائے عقد کے خلاف ہو، اور ایسی شرط کا عرف بھی نہ ہو، تو شرعاً اس اجراء شرط کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ کتب فقہ کی روایات عام طور پر اس سوال کے جواب میں خاموش نظر آتی ہیں، البتہ قواعد کی روشنی میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ کوئی ایسی شرط نہ ہو جو ربا کا ذریعہ بنے، اس کے جواز کی دو جہیں ہو سکتی ہیں:

(۱) بیع میں اس طرح کی شرط لگانے کی علت ممانعت یہ ہے کہ: یہ شرط باہمی نزاع اور جھگڑے کا باعث بنتی ہے، تو جس طرح کسی عمل کا رواج پذیر ہونا باہمی نزاع کے لیے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے، اسی طرح حکومت کا قانون بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔^(۱)

(۲) فقہ کا ضابطہ ہے کہ جن فروعی مسائل میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو، ان میں حاکم وقت جس فقہی مسلک پر فیصلہ کر دے، دوسرے مسلک کے آدمی کے لیے بھی اس پر عمل کرنا درست ہوتا ہے، اس ضابطے کو فقہی انداز میں یوں کہا جاتا ہے، حاکم/قاضی کا فیصلہ رافع خلاف ہوتا ہے، اور چونکہ مالکیہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے مسلک پر ایسی شرط لگانے کی گنجائش ہے، لہذا اگر حکومت وقت ایسی شرائط جاری کرے، تو ان کو اختیار کرنا جائز ہوگا۔^(۲)

= (۱) ما في "تكملة فتح الملهم" : ان الشرط الفاسد الذي يفسد به البيع هو ما كان وفاؤه في اختيار العبد ، فأما إذا كان الشرط مما يخرج وفاؤه عن اختيار الإنسان عقلاً أو شرعاً فإنه لا يفسد البيع ، كما إذا قال البائع : بعثك هذا الثوب على أن لا تجب عليك صلاة فهذه شروط لا اختيار للعبد في وفائها ، فحينئذ تلغو هذه الشروط ولا يفسد البيع ، ويدل على ذلك قول صاحب الهداية في باب البيع الفاسد " ولو كان - أى الشرط - لا يقتضيه العقد ولا منفعة فيه لأحد لا يفسده وهو الظاهر من المذهب ، كشرط أن لا يبيع المشتري الدابة المبيعة ، لأنه انعدمت المطالبة فلا يؤدي إلى الربا ولا إلى المنازعة " فتبين منه أن الشرط المفسد ما أدى إلى الربا أو إلى المنازعة ، والشرط الذي ليس وفاؤه في اختيار الإنسان لا يؤدي إلى الربا ولا إلى المنازعة ، ولا يكون له مطالب ، فيلغو الشرط ويصح البيع. (۲/ ۲۷۷ ، كتاب العتق ، باب إنما الولاء لمن أعتق ، تحت الرقم : ۳۷۵۵ [۵] ، دار احياء التراث العربي بيروت) (غررک صورتیں: ص/ ۱۱۱)

ما في "الفتاوى الولوالجية" : ثم الشرط في البيع إن كان يقتضيه العقد كشرط التسليم أولاً يقتضيه العقد لكن فيه عرف ظاهر ، كما لو اشترط فعلاً وشراكا بشرط أن يحذوه البائع فالبيع جائز مع هذا الشرط وإن لم يكن فيه عرف ظاهر ، فإن كان فيه منفعة لأحد المتعاقدين ، أو للمعقود عليه ، كان البيع فاسداً ، لأن الشرط باطل ، والمتنفع يطالبه بحكم الشرط والآخر يمتنع بحكم الشرع ، فتقع المنازعة ، وإن لم يكن فيه منفعة لأحد فالبيع جائز ، والشرط باطل كما اشترى دابة أو ثوباً بشرط أن لا يبيعها لأنه لا مطالبة .

(۳/ ۱۸۳ ، الشروط التي تفسد البيع والتي لا تفسد ، رد المحتار : ۲/ ۲۰۹ ، كتاب البيوع ، مطلب في الشرط الفاسد ، البحر الرائق : ۶/ ۱۴۲ ، بدائع الصنائع : ۳/ ۳۷۹)

(۲) ما في "رد المحتار" : وقد تقرر أن كل مجتهد فيه إذا حكم به حاكم يراه نفذ حكمه وصار مجمعا عليه ، فليس لحاكم غيره نقضه . (۶/ ۴۱۳ ، كتاب الوقف ، مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ، دار الكتاب ديوبند)

ٹیکس سے بچنے کی مناسب تدبیر

مسئلہ (۳۱۲): آج کل بہت سے تاجر حضرات بیرون ممالک سے وہ اشیاء منگواتے ہیں، جن پر حکومت کی طرف سے پابندی ہوتی ہے، جب وہ اشیاء بیرون ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں، تو حکومت اُن منگوائی گئی اشیاء پر اُن تاجروں سے ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی وغیرہ کے نام سے کچھ رقم وصول کرتی ہے، بسا اوقات ان ٹیکسوں میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ کر دیا جاتا ہے، اگر یہ ٹیکس مناسب اور جائز انداز میں لیا جاتا ہو، اور قومی خزانہ میں جمع ہو کر قومی مفاد میں استعمال کیا جاتا ہو، تو پھر سامان تجارت چوری چھپے لانا مناسب نہیں، کیوں کہ حکومت درآمد کردہ اشیاء پر ضروری ٹیکس لگانے کی مجاز ہے، البتہ اگر حکومت ان ٹیکسوں میں ناقابل برداشت اضافہ کر کے تاجروں کو تنگ کرتی ہو، اور ٹیکس کے نام سے وصول کی گئی رقم قومی خزانہ کے بجائے ذاتی خواہشات اور ضروریات میں صرف کی جاتی ہو، تو ایسی صورت میں مال لانے والا ٹیکس سے بچنے کی جائز و مناسب تدبیر اختیار کرے، تو کوئی مضائقہ نہیں، البتہ دروغ گوئی، خیانت، اور دھوکہ بازی سے بہر حال اجتناب ضروری ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "أحكام السلطانية للماوردي" : قال القاضي أبو يعلى محمد بن الحسين الفراء : إن كان البلد ثغراً يتأخض دار الحرب ، وكانت أموالهم دخلت دار الإسلام معشورة عن صلح استقر معهم وأثبت في ديوان عقد صلحهم وقدر المأخوذ منهم من عشر أو خمس وزيادة عليه أو نقصان منه ، فإن كان يختلف باختلاف الأمتعة والأموال فصلت فيه ، وكان الديوان موضوعاً لإخراج رسومه ولاستيفاء ما يرفع إليه من مقادير الأمتعة المحمولة إليه .
(ص/ ۲۴۶ ، فصل : القسم الثاني ما يختص بالأعمال من رسوم ، بيروت) =

غیر ملکی ویزوں کی تجارت

مسئلہ (۳۱۳): آج کل بہت سے لوگ غیر ملکی ویزوں کی تجارت کرتے ہیں، حالانکہ بیع میں مال کی شرط جوہری و بنیادی ہے^(۱)، جب کہ ویزا فی نفسہ مال نہیں، بلکہ محض ایک ایسا حق ہے جس کی بنیاد پر انسان کسی ملک میں داخلہ اور رہائش کا مجاز ہوتا ہے^(۲)، اس لیے غیر ملکی ویزوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے^(۳)، جیسا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ۱۳-۱۶ ذیقعدہ، ۱۴۱۰ھ کی درج ذیل تجویز کے مفہوم مخالف سے ثابت ہوتا ہے: ”جو حقوق نصوص شرعیہ سے ثابت ہوں، البتہ ان سے مالی منفعت متعلق ہوگی اور عرف میں ان کا عوض لینا مروج اور معروف ہو چکا ہو، نیز ان کی حیثیت محض دفع ضرر کی نہ ہو، اور نہ وہ شریعت کے عمومی مقاصد و مصالح سے متصادم ہوں، ایسے حقوق پر عوض کا حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔“^(۴)

=ما في "تبیین الحقائق": والأصل فيه انا متى عرفنا ما يأخذون منا أخذنا منهم مثله ، بذلك أمر عمر وإن لم نعرف أخذنا منهم العشر لقوله عمر ، فإن اعيانكم فالعشر وإن كانوا يأخذون الكل نأخذ منهم الجميع إلا قدر ما يوصله إلى مأمته في الصحيح لما ذكرنا .
(۸۸/۲ ، باب العاشر ، الجامع الصغير : ص/۲۷ ، الاختيار لتعليل المختار: ۱/۱۶۸ ، مجمع الأنهر : ۱/۳۰۹ ، الدر المختار مع الشامية : ۳/۲۲۸) (فتاویٰ حقانیہ: ۶/۷۰، ۶/۶۹)
ما في "صحيح البخاري": حدثنا قتيبة بن سعيد ، عن مالك عن نافع ، عن ابن عمر : أن رسول الله ﷺ نهى عن النجش . (رقم : ۲۹۲۳ ، باب ما يكره من التناجش)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية": وبطل بيع مال غير متقوم أي غير مباح الانتفاع =

سامان کی وصولی سے پہلے اُس کی خرید و فروخت

مسئلہ (۳۱۴): شی منقول پر قبضہ سے پہلے اسے فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے^(۱)، اور ڈیلر کمپنی میں جس مال کو بک کرتا ہے، وہ بھی شی منقول ہوتی ہے، اس

لیے اس کی وصولی سے پہلے آگے اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہوگی، البتہ اس معاملہ کے جواز کی ایک صورت بیع سلم بن سکتی ہے، کہ خریدار سے قیمت ابھی لی جائے، اور سامان ایک مہینہ یا اس کے بعد دیا جائے^(۲)، مگر اس کی چند شرطیں ہیں، اگر ان میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو بیع فاسد ہوگی، اور وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) جنس، (۲) نوع (۳) صفت (۴) مقدار معلوم ہو، (۵) وصولی کی تاریخ، (۶) ادا شدہ رقم کی مقدار متعین ہو، (۷) اور جن چیزوں پر حمل و نقل کے مصارف آتے ہیں، ان میں یہ بھی طے ہونا چاہیے کہ وہ مال فلاں جگہ مہیا کیا جائے گا، اور بقائے سلم کی شرط یہ ہے کہ قبل الافتراق (معاملہ کی مجلس ختم ہونے سے پہلے) قیمت پر قبضہ ہو۔^(۳)

= بہ کخمر و خنزیر و میتة . (۲۳/۲)

(۲) ما فی ”مجمع الأنهر“ : المراد بالمال عین یجری فیہ التنافس والإبتدال . (۴/۳)
ما فی ”الفقه الإسلامی وأدلته“ : حصر الحنفیة معنی المال فی الأشياء والأعیان المادیة أي التي لها مادة وجرم محسوس ، وأما المنافع والحقوق فليست أموالاً عندهم وإنما هي ملك لا مال . (۲۸۷۷/۴)

(۳) ما فی ”الدر المختار مع الشامیة“ : لا يجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة . (۴/۲)

(۴) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۱۸، حقوق اور ان کی خرید و فروخت: ص/۱۵۴)

الحجة علی ما قلنا : =

مرغی کی بیٹ کی کھاد

مسئلہ (۳۱۵): مرغیوں کی بیٹ جب مٹی بن جائے، تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔^(۱)

= (۱) ما فی ”صحیح مسلم“ : قال رسول اللہ ﷺ : ”من ابتاع طعاماً فلا یبعه حتی یقبضه“
قال ابن عباس : وأحسب کل شیء بمنزلة الطعام . (۵/۲)

ما فی ”الہدایۃ“ : من اشترى شیئاً مما ینقل ویحول لم یجز له یبعه حتی یقبضه ، لأنه نہی عن بیع ما لم یقبض ولأن فیہ غرر انفاسخ العقد علی اعتبار الهلاک . (۷۴/۳)

(تبیین الحقائق : ۴۳۷/۴ ، تکملة فتح الملہم : ۳۵۰/۱ ، البحر الرائق : ۱۹۴/۶)

(۲) ما فی ”رد المحتار“ : بیع آجل وهو المسلم فیہ بعاجل وهو رأس المال . (۳۲۸/۷)
(۳) ما فی ”صحیح البخاری“ : عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : قدم النبی ﷺ المدینۃ وهم یسلفون بالتمر السنین والثلاث ، فقال : ”من أسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم إلى آجل معلوم“ . (۲۹۹/۱ ، رقم : ۲۲۴۰ ، باب السلم فی وزن معلوم)

ما فی ”کنز الدقائق مع البحر الرائق“ : وشرطه بیان الجنس والنوع والصفة والقدر والأجل وأقله شهر وقدر رأس المال فی المکیل والموزون والمعدود ومکان الإیفاء فیما له حمل من الأشياء وقبض رأس المال قبل الافتراق . (۲۶۵/۶)

ما فی ”ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر“ : وشرطه بیان الجنس کبر أو شعیر ، والنوع کسقیۃ أو بخسیۃ ، والصفة کجید أو رذی ، والقدر نحو کذا رطلاً أو کیلاً بما لا ینقبض ولا ینبسط وأجل معلوم وأقله شهر فی الأصح ، وقدر رأس المال إن کان کیلیاً أو وزنیاً أو عددياً ، فلا یجوز فی جنسین بلا بیان رأس مال کل منها ولا ینقدين بلا بیان حصۃ کل منهما من المسلم فیہ ، ومکان ایفائه إن کان له حمل ومؤنة . (۱۴۱/۳ ، ۱۴۲ ، کتاب البیوع ، الہدایۃ : ۷۹/۳ ، رد المحتار : ۳۵۴/۷ ، اعلاء السنن : ۴۵۸/۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۷۵/۶ ، قدیم)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی“ : ویجوز بیع السرقة والبعر والانتفاع =

مسلم صنعت کار کا اپنی مصنوعات پر جاندار کی تصویر لگانا

مسئلہ (۳۱۶): آج کل مارکیٹ میں بہت سی اشیاء ایسی ہوتی ہیں، جن پر جاندار کی تصویروں کا لیبل لگا ہوا ہوتا ہے، مثلاً: صابون، کولکلیٹ، ٹوتھ پیسٹ وغیرہ ان کی خرید و فروخت سے مقصود وہ چیزیں ہوتی ہیں، تصویریں نہیں، اس لیے ان اشیاء کی خرید و فروخت جائز ہے^(۱)، البتہ مسلم صنعت کاروں پر فرض ہے کہ وہ اپنی مصنوعات پر جانداروں کی تصویروں کا لیبل نہ لگائیں، ورنہ گنہگار ہوں گے۔^(۲)

=بہا وأما العذرة فلا يجوز الانتفاع بها ما لم يخلط بالتراب ويكون التراب غالباً، وهذا لأن محلية البيع بالمالية والمالية بالانتفاع والناس اعتادوا الانتفاع بالبعير والسارقين من حيث الالتقاء في الأرض لكثرة الربع، أما ما اعتادوا الانتفاع بالعذرة ما لم يكن مخلوطاً بالتراب ويكون التراب هو الغالب. (۳۰۲/۴، كتاب البيع، في بيع المحرمات) ما في "مجمع الأنهر": ويكره بيع العذرة خالصةً وجاز لو مخلوطاً وراز بيع السارقين مطلقاً في الصحيح عندنا. (۲۱۱/۴، كتاب الكراهية، فصل في البيع) ما في "البحر الرائق": كره بيع العذرة لا السارقين لأن المسلمين يتمولون السارقين وانتفعوا به في سائر البلاد والأمصار من غير تكبر فإنهم يلقونه في الأراضي لاستكثار الربع بخلاف العذرة لأن العادة لم تجر بالانتفاع بها إلا مخلوطاً برماد أو تراب غالب عليها فحينئذٍ يجوز بيعها. (۳۶۵/۸، كتاب الكراهية، فصل في البيع) (فتاویٰ محمودیہ: ۶۳/۱۶، کراچی) الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "شرح المجلة لسليم رستم الباز": - "الأمر بمقاصدها" - . يعني أن الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلك الأمر ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف والتقدير حكم الأمور بمقاصد فاعلها أي ؛ أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوط بمقاصدهم من تلك الأفعال فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمراً مباحاً كان فعله مباحاً وإن قصد أمراً محرماً كان فعله =

جعلی سرٹیفکٹ والی گاڑی کی خرید و فروخت

مسئلہ (۳۱۷): جعلی سرٹیفکٹ کے ذریعہ گاڑی فروخت کرنا گویا کہ سامنے والے کو دھوکہ دینا ہے، جب کہ شریعت اسلامیہ نے دھوکہ دینے سے منع کیا ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا“ جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں^(۱)۔ مثلاً؛ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے کوئی گاڑی لیا، بعد میں پتہ چلا کہ اس گاڑی کا سرٹیفکٹ جعلی ہے، یعنی نقلی کاغذات کے ذریعہ وہ خریدی گئی ہے، اور جعلی کاغذات کا ہونا یہ گاڑی کے لیے باعثِ عیب ہے، کیوں کہ جعلی کاغذات کی بنا پر اس کی قیمت میں نقصان اور کمی آجاتی ہے، اور ایسی گاڑیاں عموماً

= محرماً . (۱/۱۸، المادة: ۲)

(۲) ما فی ”مشکوۃ المصابیح“ : وعن عبد اللہ بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ”إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون“ . متفق عليه .

(۳۸۵/۲) ، الفصل الأول ، باب التصاوير

وفيه أيضاً : وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ”كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفساً فيعذبه في جهنم“ . قال ابن عباس : فإن كنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر وما لا روح فيه . متفق عليه . (۳۸۶/۲) ، باب التصاوير

ما فی ”رد المحتار“ : وظاهر كلام النووي في ”شرح مسلم“ الإجماع على تحريم صورة الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتن أو لغيره فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(۳۶۰/۲) ، كتاب الصلوة ، باب ما يفسد الصلوة ، مطلب إذا تردد الحكم

(كتاب الفتاوى: ۲۰۶/۵، ۲۰۷، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، فتاویٰ رشیدیہ: ص/۴۹۲، جیم بک ڈپو دہلی، جدید مسائل کا حل: ص/۱۹۸، تصویر دار برتن فروخت کرنا) =

خریدی نہیں جاتی ہیں، اگر مشتری کو خریدنے کے بعد کاغذات کے جعلی ہونے کا علم ہو جائے، اور وہ ایسی گاڑی کے لینے پر رضامند نہیں ہے، تو اس کو واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا، اور بائع پر لازم ہے کہ وہ مشتری کو بیع لوٹانے کے بعد پوری قیمت واپس کر دے^(۲)، اور اگر مشتری نے عیب کے جاننے کے بعد بھی بیع پر رضامندی ظاہر کر دی، تو ایسی صورت میں مشتری کا واپس کرنے کا حق ختم ہو جائے گا۔^(۳)

الحجة علی ما قلنا :

= (۱) ما فی ”جامع الترمذی“ : ان رسول اللہ ﷺ مرَّ علی صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال : يا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السماء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ، ثم قال : ” من غشَّ فليس منّا “ والعمل علی هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا : الغش حرام . (۲۴۵/۱ ، أبواب البیوع ، باب ما جاء فی كراهية الغش)

(۲) ما فی ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : العيب : هو كل ما يخلو عنه أصل الفطرة السليمة ويوجب نقصان الثمن في عرف التجار نقصاناً فاحشاً أو يسيراً كالعمى والعور والحوول .

(۳۵۵۸/۵) ، المطلب الثاني - العيوب الموجبة للخيار

وما فی ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : خيار الوصف ، أو خيار فوات الوصف المرغوب فيه : هو في مذهب الحنفية : أن يكون المشتري مخيراً بين أن يقبل بكل الثمن المسمى أو أن يفسخ البيع حيث فات وصف مرغوب فيه ، في بيع شيء غائب عن مجلس العقد ، مثاله أن يشتري شيئاً يشترط فيه صفة معينة غير ظاهرة ، وإنما تعرف بالتجربة ، ثم يتبين عدم وجودها أو يشتري بقرة على أنها حلوب ، فظهرت غير حلوب ، أو يشتري جوهرة على أنها أصلية ، فظهرت أنها تقليد صناعي للأصلية ، فيكون المشتري مخيراً إن شاء فسخ البيع ، وإن شاء أخذ المبيع بجميع الثمن المسمى ؛ لأن هذا وصف مرغوب فيه . (۳۵۲۰/۵) ، خيار الوصف

(۳) ما فی ”الدر المختار مع الشامية“ : (رضا بالعیب) وكذا كل مفيد رضا بعد العلم بالعیب يمنع الرد . (۱۵۲/۷) ، كتاب البیوع ، باب العيب ، دیوبند

راکھی کی خرید و فروخت

مسئلہ (۳۱۸): راکھی بیچنا گویا کافروں کی رسومِ شرکیہ میں تعاون کرنا ہے، اور ہم کو تعاون علی الاثم (گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد) سے منع کیا گیا ہے، اس لیے اس سے بیچنا چاہیے، ورنہ بیچنے والے سخت گنہگار ہوں گے۔^(۱)

جانور کے حرام اعضا کی خرید و فروخت

مسئلہ (۳۱۹): بعض لوگ جانوروں کے حرام اعضا مثلاً؛ شرمگاہ، مثانہ، پتہ، خصیتین وغیرہ کی خرید و فروخت کرتے ہیں، اگر ان کی خرید و فروخت کھانے کے لیے کی جاتی ہے، تو وہ حرام ہے^(۲)، کیوں کہ جس کا کھانا حرام اس کا بیچنا بھی حرام ہے^(۳)، اور اگر کسی اور مقصد کے لیے خرید و فروخت کی جاتی ہے، تو وہ ممنوع نہیں ہوگا، جیسے دوا و علاج وغیرہ کے لیے فروخت کرنا اور خریدنا، مگر تداویٰ بالمحرم (حرام چیزوں سے علاج) کے سلسلے میں علمائے احناف کے اقوال مختلف فیہ ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول یہی ہے کہ حرام اشیاء سے علاج درست نہیں^(۴)، امام ابو یوسف اور اکثر مشائخ حنفیہ رحمہم اللہ نے حرام سے علاج کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، بشرطیکہ ماہر

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”أحكام القرآن للجصاص“ : قوله تعالى : ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ .
 نہی عن معاونة غیرنا علی معاصی اللہ تعالیٰ . (۳۸۱/۲)
 ما فی ”روح المعانی“ : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه عن
 التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴ ، سورة المائدة : ۳) =

مسلم معالج یہ بتائے کہ اس مرض کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور مباح دوائیں، اور اس کے استعمال میں شفا یابی کا غالب گمان ہے^(۵)، تو ایسی صورت میں ان اشیاء کی خرید و فروخت درست ہونی چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : أما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان سبعة ؛ الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة . كذا في البدائع .

(۵/ ۲۹۰ ، كتاب الذبائح ، الباب الثالث في المتفرقات)

(۳) ما في ” القواعد والضوابط “ : كل شيء لا يحل أكله والانتفاع به على وجه من الوجوه فشرأه وبيعه مكروه ، وكل شيء لا بأس بالانتفاع به فلا بأس ببيعه .

(۲/ ۱۳۹ ، بحواله موسوعة قواعد الفقه : ۸/ ۴۳۷)

(۴) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : وعلى قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى لا يجوز شربه للتداوي وغيره لقوله ﷺ : ” إن الله تعالى لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم “ .

(۱/ ۱۶۶ ، باب الوضوء والغسل ، بيروت)

(۵) ما في ” البحر الرائق “ : وقال أبو يوسف : يجوز للتداوي لأنه لما ورد الحديث به في قصة العرنين جاز التداوي به إن كان نجسا ووجه قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه نجس والتداوي بالطاهر المحرم كلبن الأتان لا يجوز فما ظنك بالنجس ، ولأن الحرمة ثابتة فلا يعرض عنها إلا بتيقن الشفاء وتاويل ما روي في قصة العرنين أنه عليه السلام عرف شفاءهم فيه وحيا ولم يوجد تيقن شفاء غيرهم لأن المرجع فيه الأطباء وقولهم ليس بحجة قطعية ، وجاز أن يكون شفاء قوم دون قوم لاختلاف الأمزجة حتى لو تعين الحرام مدفعا للهلاك الآن يحل كالميتة والخمر عند الضرورة . (۱/ ۲۰۴ ، كتاب الطهارة)

ما في ” أمانى الأبحار في شرح معاني الآثار “ : فقال : جاء اليقين بإباحة الميتة والخنزير عند خوف الهلاك فقد جعل الله تعالى شفاءنا من الجوع المهلك فيما حرم علينا في غير تلك الحال ونقول نعم أن الشيء ما دام حراما علينا فلا شفاء لنا فيه فإذا اضطررنا إليه فلم يحرم علينا حينئذ بل هو حلال فهو لنا حينئذ شفاء وهذا ظاهر الخبر . (۲/ ۱۱۵) =

گندے انڈوں کی واپسی

مسئلہ (۳۲۰): کسی شخص نے کچھ انڈے خریدے، اور گھر لے جا کر جب انہیں پھوڑا، تو وہ انڈے خراب نکلے، تو شخص مذکور کو ان خراب انڈوں کے واپس کرنے کا شرعاً حق حاصل ہوگا، کیوں کہ خراب انڈے مال نہیں ہیں، اس لیے ان کی خرید و فروخت باطل ہے، پھر بھی اگر ایسا معاملہ کر لیا گیا، تو بائع پر ان انڈوں کو واپس لینا ضروری ہوگا۔^(۱)

== ما فی ” الفتاویٰ الہندیۃ “ : يجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم أن شفاءه فیہ ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه .

(۵/۳۵۵، کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر)

(فتہی مقالات: ۱۳۲/۴، کتاب الفتاویٰ: ۵/۲۷۵، ۲۷۵، نعیمیہ)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الہدایۃ “ : ومن اشتری بیضاً أو بطیخاً أو قنأً أو خیلاً أو جوزاً فکسره فوجده فاسداً فإن لم ینتفع به رجع بالثمن کله لأنه لیس بمال فکان البیع باطلاً . (۳/۲۷۵)
ما فی ” المبسوط للسرخسی “ : وإذا اشتری جوزاً أو بیضاً فوجده فاسداً کله ، وقد کسره فله أن یرده ویأخذ الثمن کله ، أما البیض فالفساد منه لیس بمال متقوم إذ هو غیر منتفع به ، ولا قیمۃ لقشرة فتبین أن أصل البیع کان باطلاً . (۱۳۲/۱۳۳) (فتاویٰ حقانیہ: ۱۲۵/۶)

مجموعوں کی خرید و فروخت

مسئلہ (۳۲۱): جاندار اشیاء کے مجموعوں کی خرید و فروخت از روئے شرع

نا جائز و حرام ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” حاشية النووي على الصحيح لمسلم “ : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر وسواء صنعه بما يمتنهن أو بغيره فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى قوله ﷺ : الذين يصنعون الصور يعذبون يوم القيامة ، يقال لهم : ” أحيوا ما خلقتكم “ الأحاديث صريحة في تحريم تصوير الحيوان وإنه غليظ التحريم . (۲ / ۱۹۹ - ۲۰۱)

ما في ” فتح الباري “ : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ أتاه رجل فقال : يا أبا عباس ! إني إنسان إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإنني أصنع هذه التماوير ، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله ﷺ يقول : سمعته يقول : ” من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها أبداً “ قال الحافظ ابن حجر : أي من الإتيان أو البيع أو الصنعة أو ما هو أعم من ذلك ، والمراد بالتماوير الأشياء التي تصور . (۵۰۶ / ۴) ، مكتبة شيخ الهند ديوبند

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : أما الصور المحرمة صناعتها فإنها على القاعدة العامة في المحرمات لا تحل الإجارة على صنعها ولا تحل الأجرة ولا الأمر بعملها ، ولا الإعانة على ذلك . (۱۲۸ / ۱۲) (جديقتي مسائل : ۳۹۶ / ۱ ، كفايت المفتي : ۲۳۳ / ۹ ، فتاوى قحاني : ۵۴ / ۶)

ما في ” جمهرة القواعد الفقهية “ : ما حرم استعماله من حرير كله أو غالبه ومذهب ومفضض منسوج ، أو مموه ، ومصور ونحوها ، حرم بيعه لذلك ، وحرم نسجه لذلك ، وخياطته لذلك ، وتمليكه لذلك ، وتملكه لذلك ، وأجرته لذلك أي للاستعمال .

(۳۸۲ / ۱)

حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا

مسئلہ (۳۲۲): بہت سے لوگ اندرون ملک ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں خفیہ طور پر مال و تجارتی سامان لے جاتے ہیں، بسا اوقات حکومت کے کارندے ان کو پکڑ کر سامان ضبط کر کے نیلام کر دیتے ہیں، جب کہ شرعی نقطہ نظر سے یہ مال و تجارتی سامان اصل مالک کی ملک سے نہیں نکلتا، کیوں کہ معروف حق کے ثابت ہوئے بغیر حکومت کے لیے رعایا کے اموال ضبط کرنا جائز نہیں ہے، لہذا ایسا مال و تجارتی سامان اصل مالک کو لوٹانا ضروری ہے، اور اس ضبط شدہ مال کی خرید و فروخت جائز نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : وليس للإمام أن يخرج شيئاً من يد أحدٍ بحق ثابت معروف .
(۲/۲۲۲ ، دار الكتاب ديوبند)
ما في ”أحكام السلطانية للماوردي“ : وأما أعشار الأموال المنقولة في دار الإسلام من بلدٍ إلى بلدٍ فمحرمٌ لا يبيحها شرع ، ولا يسوغها اجتهاد ، ولا هي من سياسات العدل ، ولا من قضايا النصفة ، وقل ما تكون إلا في البلاد الجائرة ، ولذلك قال رسول الله ﷺ : ” لا يدخل الجنة صاحب مكس“ . وفي لفظ آخر : ”إن صاحب المكس في النار“ يعني العاشر .
(ص/۲۴۶ ، دار الكتب العلمية بيروت)
(فتاویٰ حقانیہ: ۶/۷۱، حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا)



باب الربوا

☆.....سود کے مسائل.....☆

ہندوستان میں سودی لین دین

مسئلہ (۳۲۳): دارالحرب میں سودی معاملے کے جواز و عدم جواز میں ائمہ کا اختلاف ہے، قائلین جواز کے نزدیک اس کی چند قیودات ہیں: محل دارالحرب ہو، سودی معاملہ حربی سے ہو مسلم اصلی یا ذمی سے نہ ہو، مسلم اصلی وہ ہے جو دارالحرب میں آنے سے پہلے اسلام لا چکا ہو، معاملہ کرنے والا ایسا مسلم ہو جو دارالحرب میں امان لے کر آیا ہو، یا ایسا مسلم ہو جو دارالحرب ہی میں اسلام لایا ہو، چوں کہ قیودات اربعہ میں سے قید اول و آخر، ہندوستان کے سودی معاملہ میں مفقود ہے، کیوں کہ علمائے کرام نے ہندوستان کی حیثیت دارالامن قرار دی ہے، اور سودی معاملہ کرنے والے مسلمان یہیں کے رہنے والے ہیں، کسی دارالاسلام سے نہیں آئے، لہذا خود قائلین جواز یعنی طرفین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے، قطع نظر ان تمام باتوں کے ایک مسلمان کے لیے بر بنائے احتیاط، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول عدم جواز پر عمل کرنا ہی بہتر و اولیٰ ہے، اس لیے کہ طرفین کے قول کو اختیار کرنے میں عوام اُن تمام قیود سے صرف نظر کر کے، ان صورتوں کی بھی مرتکب ہوگی جو بالا جماع حرام ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "رد المحتار" : أو لا ربا بين حربى ومسلم مستأمن ، احترز بالحربى عن المسلم الأصلي والذمي . (۳۲۱ / ۷) ، كتاب البيوع ، باب الربا =

ما في " المبسوط للسرخسي " : عن مكحول ، عن رسول الله ﷺ قال : لا ربا بين المسلمين ، وبين أهل دار الحرب في دار الحرب وهو دليل لأبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى في جواز البيع المسلم الدرهم بالدرهمين من الحربي في دار الحرب .

(٢٩ / ١٣ ، باب الصرف في دار الحرب)

ما في " بدائع الصنائع " : إذا دخل مسلم دار الحرب تاجراً فباع حربياً درهماً بدرهمين ، أو غير ذلك من سائر البيوع الفاسدة ، في حكم الإسلام أنه يجوز عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ، وعند أبي يوسف لا يجوز . (٢١٦ / ٢ ، البيوع ، شرائط جريان الربا)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى : لا يحرم الربا بين المسلم والحربي في دار الحرب . (٤٥ / ٢٢ ، ربا)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ أحل الله البيع وحرم الربا ﴾ . [البقرة : ٢٤٥] . وقوله تعالى : ﴿ يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين ﴾ . (سورة البقرة : ٢٤٨) ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا ربا بين حربي ومسلم ثمة خلافاً للثاني والثالثة (لثاني أي أبي يوسف والثالثة أي الأئمة الثلاثة . (٣٢١ / ٤ ، باب الربا)

ما في " المبسوط " : لا ربا بين المسلمين وبين أهل دار الحرب في دار الحرب ، وهو دليل لأبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى في جواز بيع المسلم الدرهم بالدرهمين من الحربي في دار الحرب ، وعند أبي يوسف والشافعي لا يجوز . (٢٩ / ١٣)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء وأبو يوسف من الحنفية إلى أنه لا فرق في تحريم الربا بين دار الحرب ودار الإسلام ، فما كان حراماً في دار الإسلام كان حراماً في دار الحرب . (٤٢ / ٢٢ ، ربا) (امداد الفتاوى : ١٥٥ / ٣ ، كتاب الربوا)

سودی رقم بینک میں چھوڑنا

مسئلہ (۳۲۴): بینک میں سود کی رقم نہیں چھوڑنا چاہیے، کیوں کہ اہل باطل اس کو اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت میں صرف کریں گے، جب کہ ہمیں تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے، اس لیے ان روپیوں کو لے کر بلائیتِ ثواب غریبا میں تقسیم کر دینا چاہیے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في ” التفسير المنير “ : ﴿وتعاونوا على البر﴾ على وجوب التعاون بين الناس على البر والتقوى ، والإنهاء عما نهى الله تعالى عنه ، وحرمة التعاون على المعاصي والدنوب ، ويؤكد حديث : ” الدالّ على الخير كفاعله “ . رواه الطبراني . (۳/۲۲۳)

ما في ” أحكام القرآن لمفتي عبد الشكور “ : يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعونة على فعل الخيرات ، وهو البر ، وترك المنكرات ، وهو التقوى ، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم . (۹۸/۱ ، أصول التعاون والتناصر)

ما في ” رد المحتار “ : ” وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز “ .

(۴۳۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في ” مجمع الأنهر “ : (وكره بيع السلاح ممن علم أنه من أهل الفتنة) لأنه إغانة على المعصية . (۵۱۷/۲ ، كتاب السير والجهاد)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إن الله يأمركم أن تؤدّوا الأمانت إلى أهلها﴾ . (النساء : ۵۸)

ما في ” أحكام القرآن لابن العربي “ : لو فرضناها نزلت في سبب فهي عامة بقولها ، شاملة بنظمها لكل أمانة ، وهي اعداد كثيرة ، أمهاتها في الأحكام : الوديعة ، واللقطة ، والرهن ، وأما اللقطة فحكمها التعريف سنة في مظان الاجتماعات والأفضل أن يتصدق بها . (۴۵۰/۱)

ما في ” التفسير المنير “ : ﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ ينهى الله تعالى كل واحد من المؤمنين عن أكل مال غيره بالباطل أي بأنواع المكاسب غير المشروعة كالربا=

مال حرام کا حکم

مسئلہ (۳۲۵): مال حرام کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم ہو، تو اس کو پہنچا دے، اور اگر معلوم نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کی نیت سے غرباء و فقراء کو دیدی جائے، اگر غرباء و فقراء میں اپنے اعزاء و اقارب ہوں، تو انہیں بھی دے سکتے ہیں، اب وہ اس رقم کو اپنی ضرورتوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔^(۱)

=والقمار فالباطل ما يخالف الشرع . وقال ابن عباس ، والحسن البصري : هو أن يأكل بغير عوض ، فالباطل ما يؤخذ بغير عوض فمن باع بيعاً فاسداً أو أخذ ثمنه كان ثمنه حراماً خبيثاً ، وعليه ردّه . (۳۲ / ۳ ، ۳۳)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلك ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن ردّه ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۳۲۹ / ۵) ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب ، العرف الشذّي : ۳۵ / ۱ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغير طهور ، رد المحتار : ۴۷۰ / ۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع (جدید مسائل کا حل : ص / ۴۴۰ ، آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۲ / ۲۴۰ ، قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قلت : قال علمائنا : إن سبيل التوبة مما بيده من الأموال الحرام إن كانت من ربا فليبرّدّها على من أربى عليه ، ويطلبه إن لم يكن فإن أيس من وجوده فليصدق بذلك عنه . (۳۶۶ / ۳)

ما في ” معارف السنن “ : قال شيخنا : ويستفاد من كتب فقہائنا كالهديات وغيرها أن من ملك بملك خبيث ، ولم يمكنه الرد إلى المالك ، فسيبيله التصديق على الفقراء ، قال : إن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغ ذمته ، ولا يرجو به المثوبة . (۳۴ / ۱)

ما في ” رد المحتار “ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (۲۲۳ / ۷) ، مطلب فيمن ورث مالا حراماً =

سودی رقم نفع کے نام پر وصول کرنا

مسئلہ (۳۲۶): بلا ضرورت بینک میں رقم جمع کرنا اور اس پر ملنے والے سود کو نفع کہہ کر وصول کرنا اور اپنے استعمال میں لانا، سراسر ناجائز و حرام ہے، کیوں کہ بینک سے نفع کے نام سے ملنے والی رقم سود ہے، جو بہر حال حرام ہے، اور قرآن وحدیث میں سود کا مال کھانے والوں پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔^(۱)

ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : والسبیل فی المعاصی ردھا ، وذلك ههنا برّد المأخوذ إن تمکن من ردّه ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق إن لم يعرفه ، لیصل إلیه نفع ماله إن کان لا یصل إلیه عین ماله . (۳۴۹/۵ ، کتاب الکراہیۃ ، الباب الخامس عشر فی الکسب)
ما فی ”الموسوعة الفقهیة“ : والواجب فی الکسب الخیث تفریغ الذمة منه إلی أربابه إن علموا ، وإلا إلی الفقراء . (۴۰۷/۳۹ ، الکسب الناشئ عن المیسر)
ما فی ”الدر المختار مع الشامیة“ : الأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلی المستحق بجهة أخرى ، اعتبروا أصلاً بجهة مستحقة إن وصل إلیه من المستحق علیه ، وإلا فلا .
(۲۱۵/۷ ، کتاب البیوع ، مطلب رد المشتري فاسداً إلی بائعه)
ما فی ”رد المحتار“ : لأن سبیل الکسب التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه . (۴۷۰/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی البیع ، الفتاویٰ الہندیۃ : ۳۴۹/۵ ، المحیط البرہانی : ۹۷/۶ ، الموسوعة الفقهیة : ۲۴۵/۳۴ ، السیر الکبیر : ۴/۴ ، الموسوعة الفقهیة : ۴۰۷/۳۹) (فتاویٰ محمودیہ : ۳۷۷/۱۶ ، کراچی)
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿أحلّ الله البیع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)
ما فی ”التفسیر المنیر“ : ومن عاد إلی أخذ الربا بعد تحریمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود فی نار جهنم ، والمراد هنا المكث الطویل إذا کان الفاعل مؤمناً ، وعبر به تغلیظاً بفعله ، ثم نبّه الله تعالى علی اضرار الربا وتبذیر أثره ، فالربا یذهب الله بركته ولا ینمیہ ، ولا یزیده فی الحقیقة ، والواقع وإن زاد المال بسببه فی الظاهر فهو إلی ضیاع وفناء . (۹۶/۳)
ما فی ”الصحیح لمسلم“ : عن جابر قال : ”لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله ،“

سودی رقم ہدیہ میں لینا

مسئلہ (۳۲۷): اگر کوئی شخص کسی کو سود کی رقم ہدیہ میں دے، اور اس کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ سود ہی کی رقم میں سے ہدیہ دیتا ہے، تو اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

= وکاتبہ وشاہدہ، وقال : ہم سواء“ . (۲۷/۲)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : طلب الحلال فرض على كل مسلم ، وقد أمر الله تعالى بالأكل من الطيب ، فقال سبحانه وتعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ . (۲۴۴/۳۴)

ما في ” كنز العمال “ : قوله عليه الصلاة والسلام : ” من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحاً ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنت اللحم “ . (۸/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : أهدى إلى رجل شيئاً ، أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام ، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ، ولا يأكل الطعام . (۳۴۲/۵) ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، كذا في المحيط البرهاني : ۱۱۰/۶ ، كتاب الكراهية ، الباب السابع عشر في الهدايا والضيافات ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۴۰۰/۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۳۶۰/۶ ، كتاب الكراهية)

ما في ” مجمع الأنهر “ : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور ، لأن الغالب في مالهم الحرمة . (۱۸۶/۴) ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب ، الاختيار لتعليل المختار : ۴۳۶/۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب)

کریڈٹ کارڈ (Credit Card)

مسئلہ (۳۲۸): کریڈٹ کارڈ (Credit Card) کی مروج صورت چوں کہ سودی معاملہ پر مشتمل ہے، لہذا کریڈٹ کارڈ یا اس قسم کے کسی کارڈ کا حاصل کرنا جائز نہیں^(۱)، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے پندرہویں سمینار منعقدہ: ۱۰، ۱۱، ۱۲ مارچ ۲۰۰۶ء کا فیصلہ بھی یہی ہے۔^(۲)

- (۱) ما فی ”القرآن الکریم“: ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾. (سورة البقرة: ۲۷۵)
- ما فی ”صحیح مسلم“: عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ”لعن رسول اللہ ﷺ آکل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء“۔ (۲/۲۷، باب الربوا)
- ما فی ”فقہ النوازل“: البطاقة الفضية أو الذهبية على الشرط المذكور بطاقة ربوية، لا يجوز إصدارها ولا العمل لاشتغالها على قرض جر نفعاً وهذا ربا محرم، والتعامل بها من التعاون على الإثم والعدوان، وبالله التوفيق، وصلى الله عليه نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.
- (۳/۲۰۳، وثيقة رقم: ۱۶۵، بطاقة الائتمان)
- ما فی ”الفقه الإسلامی وأدلته“: نهى النبي ﷺ عن سلف وبيع، مثل أن يقرض شخص غيره ألف درهم على أن يبيعه داره أو على أن يرد عليه أجود منه، أو أكثر والزيادة حرام كما تقدم إذا كانت مشروطة أو متعارفاً عليها في القرض..... لأن كل قرض جر نفعاً فهو ربا.
- (۵/۳۷۶، فوائد المصارف البنوك)
- ما فی ”رد المحتار“: قوله: كل قرض جر نفعاً حرام، أى إذا كان مشروطاً.
- (۴/۲۹۸، مطلب كل قرض جر نفعاً حرام)
- (بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام: ص/۲۰، کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام: ص/۱۰۳)
- (۲) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۶۳، تجویز نمبر ۴)

شرط پر قرض

مسئلہ (۳۲۹): قرض دینے والے کا قرض دیتے وقت شرط لگانا، مثلاً یوں کہنا کہ تو میری فلاں چیز خریدے گا تو میں تجھ کو قرض دوں گا، یہ سود خوروں کا سودی حیلہ ہے، جو آپ ﷺ کے فرمان: ”لا یحل سلف و بیع“ (بیع کی شرط کے ساتھ قرض دینا جائز نہیں) کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)
ما في ” التفسير المنير “ : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة حرم الله الربا في القرآن كنحریم الخمر . (۹۶/۲ . ۱۰۰)
ما في ” التفسيرات الأحمدية “ : فأمرهم الله تعالى أن يتركوا لا يطالبوها ، حيث قال : ﴿وذروا ما بقي من الربوا﴾ أي اتركوها ، ولا تطالبوها إن كنتم مؤمنين كامل الإيمان . وقوله تعالى : ﴿فإن لم تفعلوا﴾ أي فإن لم تتركوا ما بقي من الربا ، بل تأخذوه ﴿فأذنوا بحرب من الله ورسوله﴾ أي فاعلموا أنكم لا تقومون بحرب عظيم من الله بالنار ، ورسوله بالسيف ، حيث ارتكبتم ما نهاه الله ورسوله . (ص/ ۱۲۱)
ما في ” الدر المنثور للسيوطي “ : وأخرج الطبراني في الأوسط ، والبيهقي عن ابن عباس ، عن النبي ﷺ قال : ” درهم ربا أشد على الله من ستة وثلاثين زنية “ . وقال : ” من نبت لحمه من السحت فالنار أولى به “ . (۶۴۳/۱)
ما في ” جامع الترمذي “ : عن عمرو بن شعيب رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا يحل سلف وبيع ، ولا شرطان في بيع ، ولا ربح ما لم يضمن ، ولا بيع ما ليس عندك “ . قال أبو عيسى : وهذا حديث حسن صحيح ، قال إسحاق بن منصور : قلت لأحمد : ما معنى : ” نهى عن سلف وبيع “ . قال : أن يكون يقرضه قرضاً ، ثم يبايعه عليه بيعاً يزاد عليه ، ويحتمل أن يكون يسلف إليه في شيء فيقول : ” إن لم يتهياً عندك فهو بيع عليك “ . (۳۷۲/۳ ، باب ما جاء كراهة بيع ما ليس عندك ، رقم الحديث : ۱۲۳۴) =

قرض پر نفع

مسئلہ (۳۳۰): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کسی مشین یا اور کوئی چیز کے خریدنے کے لیے قرض دے، اور یہ شرط لگائے کہ تم اس مشین سے جتنا کماؤ گے اس کا ایک فیصد میرا ہوگا، تو یہ قرض کو باقی رکھتے ہوئے منافع پر کمیشن لینا ہے، جو صریح سود ہے، اور اس کی حرمت قرآن و حدیث سے ثابت ہے^(۱)، البتہ اگر یہ شخص خود مشین خرید کر کرایہ پر کسی کو دیدے، تو اس کے لیے اس کرایہ کا لینا درست ہوگا۔^(۲)

=ما في "بذل المجهود" : وقيل : هو أن تقرضه ثم تباع منه شيئاً بأكثر من قيمته ، فإنه حرام ، لأنه قرضٌ جرّ نفعاً ، أو المراد السلم ، بأن سلف إليه في شيء فيقول : "إن لم يتهياً عندك فهو بيع عليك" . (۳۳۴/۱۱) ، كتاب البيوع ، باب في الرجل يبيع ما ليس عنده ، كذا في مرقاة المفاتيح : ۷۹/۶ ، باب المنهي عنها من البيوع ، رقم الحديث : (۲۸۷۰)

ما في "رد المحتار" : وفي الخلاصة : القرض بالشرط حرام ، والشرط لغو ، بأن يقرض على أن يكتب به إلى بلد كذا ليوفي دينه ، وفي الأشباه : "كل قرض جر نفعاً حرام" .

(۳۹۸/۷) ، كتاب البيوع ، مطلب كل قرض جر نفعاً حرام

ما في "النهر الفائق" : (لا تأكلوا) أي الزائد في القرض ، وفي بيع الأموال الربوية عند بيع بعضها بجنسه (أحل الله البيع وحرم الربا) أي حرم أن يزداد في القرض على قدر المدفوع . (۴۶۹/۳) ، كتاب البيوع ، باب الربا (جديد مسائل كحل: ص/ ۲۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "القرآن الكريم" : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۵۷)

ما في "التفسير المنير" : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة ،

حرم الله الربا في القرآن كتحريم الخمر . (۹۶/۲ . ۱۰۰)

ما في "أحكام القرآن للجصاص" : قال أبو بكر : إن لم تذروا ما بقي من الربا بعد نزول الأمر بتركه فأذنوا بحرب من الله ورسوله . (۵۷۱/۱) ، باب الربا =

ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن جابر رضي الله عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ آكل الربا ومؤكله ، وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء “ . (٥٤٣/٤) ، باب لعن آكل الربا ومؤكله)
 ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (آكل الربا) أي آخذ وإن لم يأكل ، وإنما خصّ بالأكل لأنه أعظم أنواع الانتفاع . (٢٢/٢)

ما في ” رد المحتار “ : فضل مال بلا عوض في معاوضته مال بمال . كنز .
 (٣١٣/٤) ، كتاب البيوع ، باب الربا ، مطلب في استقراض الدرهم
 ما في ” النهر الفائق “ : (لا تأكلوا الربا) أي الزائد في القرض وفي بيع الأموال الربوية عند بيع بعضها بجنسه (وأحل الله البيع وحرم الربا) أي حرم أن يزداد في القرض على قدر المدفوع . (٢٦٩/٣) ، كتاب البيوع ، باب الربا)

ما في ” تبیین الحقائق “ : والربا محرم بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، أما الكتاب فقولہ تعالیٰ : ﴿ وأحل الله البيع وحرم الربا ﴾ . وأما السنة فما روي عن ابن مسعود : ” أن النبي ﷺ لعن آكل الربا ومؤكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء “ . (٢٢٤/٢)

(٢) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الإجارة في اللغة إسم للأجرة ، وهي كراء الأجير ، وعرفها الفقهاء بأنها عقد معاوضة على تملك منفعة بعوض . (٢٥٢/١) ، إجارة)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (و) تصح (إجارة الدابة للركوب والحمل الخ) . (٢٥/٩) ، كتاب الإجارة ، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافا فيها أي في الإجارة ، بيروت
 (امداد الفتاوى : ١٤٢/٣ ، جديد مسائل كحل : ص / ٢٤٠)

نیشنل بینک سیونگ اسکیم

مسئلہ (۳۳۱): نیشنل بینک سیونگ اسکیم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حکومت کو ملک کے دفاع کے لیے ہتھیار وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے، تو وہ اس خطیر رقم کو جمع کرنے کے لیے عوام سے رقم جمع کرواتی ہے، پھر ان کی رقم کے تناسب سے اس پر ان کو منافع بھی دیتی ہے، ان منافع کا لینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بلا کسی عوض کے ہے، جو سود ہے، جس کی حرمت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں بڑے شد و مد سے بیان کی گئی ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿الذين يأكلون الربوا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المس﴾ ، ذلك بأنهم قالوا إنما البيع مثل الربوا ، وأحلّ الله البيع وحرم الربوا ﴿﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۰)

ما في ” فتح القدير للشوكاني “ : الربا في اللغة : الزيادة مطلقاً وفي الشرح : أنه إذا حلّ أجل الدين قال من هو له لمن هو عليه : أتقضي أم تربى ؟ فإذا لم يقض زاد مقداراً في المال الذي عليه ، وآخر له الأجل إلى حين ، وهذا حرام بالاتفاق ﴿وأمره إلى الله﴾ قيل : الضمير عائد إلى الربا ، أي وأمر الربا إلى الله في تحريمه على عباده واستمرار ذلك التحريم ﴿ومن عاد﴾ إلى أكل الربا والمعاملة به ﴿فأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون﴾ أي طويل البقاء . (۱/ ۲۴۰ ، ۲۴۱)

ما في ” تأويلات أهل السنة للماتريدي “ : قال بعضهم : قوله تعالى : ﴿الذين يأكلون الربوا﴾ ليس على حقيقة الأكل ، ولكنه كان على الأخذ ، كقوله تعالى : ﴿وأخذهم الربوا وقد نهوا عنه﴾ . (۳/ ۲۶۹ ، سورة النساء : ۱۶۱)

ما في ” الدر المنثور للسيوطي “ : وأخرج عبد الرزاق عن عبد الله بن سلام قال : =

= ” الربا اثنتان وسبعون حوباً ، أصغرها حوباً كمن أتى أمه في الإسلام ، ودرهم في الربا أشد من بضع وثلاثين زينة “ . قال : ” ويؤذن للناس يوم القيامة البرّ والفاجر في القيامة إلا أكلة الربا ، فإنهم لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان من المسّ “ . (۱/ ۲۳۳)

ما في ” السنن لابن ماجه “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” أتيت ليلة أسرى على قوم ، بطونهم كالبيوت ، فيها الحيات ترى من خارج بطونهم ، فقلت : من هؤلاء يا جبريل ؟ قال : هؤلاء أكلة الربا “ .

(ص / ۱۶۴ ، كتاب التجارات ، باب التغليظ في الربا ، رقم الحديث : ۲۲۷۳)

ما في ” الهداية “ : (قال : الربو محرم في كل مكيل أو موزون إذا بيع بجنسه متفاضلاً فالعلة عندنا الكيل مع الجنس ، أو الوزن مع الجنس . (۳/ ۷۷) ، كتاب البيوع ، باب الربوا)

ما في ” العناية شرح الهداية “ : بيع الفلّس بجنسه متفاضلة على أوجه أربعة : بيع فلّس بغير عينه بفلّسين بغير بأعيانهما ، وبيع فلّس بعينه بفلّسين بغير بأعيانهما ، وبيع فلّس بغير عينه بفلّسين بأعيانهما ، وبيع فلّس بعينه بفلّسين بأعيانهما ، والكل فاسد سوى الوجه الرابع ، أما الأول فالأن الفلّوس الرائجة أمثال متساوية قطعاً لا اصطلاح الناس ، وهو الربا ، وأما الثاني فالأنه لو جاز أمسك البائع الفلّس المعين وطلب الآخر ، وهو منفصل خال عن العوض ، وأما الثالث فالأنه لو جاز قبض البائع المفلسين وردّ إليه أحدهما مكان ما استوجبه في ذمته ، فيبقى الآخر له بلا عوض ، وأما الوجه الرابع ، فجوّزه أبو حنيفة وأبو يوسف رحمهما الله ، وقال محمد رحمه الله : لا يجوز ، باصطلاحهما لعدم ولايتهما على غيرهما ، فبقيت أثمانا وهي لا تتعين بالاتفاق ، فلا فرق بينه وبين ما إذا كانا بغير أعيانهما ، وصار كبيع الدرهم بالدرهمين . (۳/ ۷۷ ، ۷۸) (جديد مسائل كاصل : ۳۸۸)

بازی لگانا

مسئلہ (۳۳۲): چند لوگوں نے مل کر کسی شی کی بازی لگائی ہو، مثلاً: جوا، تاش، شطرنج وغیرہ میں ہار جیت کی شرط پر کوئی چیز یا رقم لگائی گئی ہو، تو وہ شی یا رقم جیتنے والے شخص کے لیے جائز نہیں ہوگی، اور وہ اس کا مالک نہ ہونے کی وجہ سے اسے آگے کسی اور کے ہاتھ نہ فروخت کر سکتا ہے، اور نہ خود استعمال کر سکتا ہے، بلکہ اسے شکست خوردہ فریق کو لوٹانا لازم ہے، اگر وہ معلوم ہو، اور اگر معلوم نہ ہو، تو پھر اصل مالک کی نیت سے صدقہ کر دینا لازم ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ . (سورة المائدة : ۹۱)
 ما في ” التفسير المنير “ : والميسر حرام أيضاً ، وكل شيء من القمار فهو من الميسر حتى لعب الصبيان بالجوز ، وورد عن علي رضي الله عنه أنه قال : ” الشطرنج من الميسر “ . وكذا النرد إذا كان على مال ، فإذا لم يكن الشطرنج أو النرد على مال ، فإن الجمهور حرّموه أيضاً لأنه موقع في العداوة والبغضاء ، وصاد عن ذكر الله وعن الصلاة . (۴۰/۴)
 ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : ﴿فاجتنبوه﴾ يريد ابعده و اجعلوه ناحية ، فأمر الله تعالى باجتناب هذه الأمور ، واقتربت بصيغة الأمر مع نصوص الأحاديث وإجماع الأمة ، فحصل الاجتناب في جهة التحريم . [۲۸۸/۶] هذه الآية تدل على تحريم اللعب بالنرد والشطرنج قماراً أو غير قمار قد جمع الله تعالى بين الخمر والميسر في التحريم ، ووصفها جميعاً بأنهما يقعان العداوة والبغضاء بين الناس ، ويصدّان عن ذكر الله تعالى ، وعن الصلاة . (۲۹۱/۶)
 ما في ” مشكوة المصابيح “ : قال رسول الله ﷺ : ” إن الله تعالى حرّم الخمر والميسر =

سودی رقم انکم ٹیکس میں ادا کرنا

مسئلہ (۳۳۳): گورنمنٹ بینک سے ملی ہوئی سود کی رقم انکم ٹیکس اور ہر ایسے غیر شرعی ٹیکس میں دے سکتے ہیں، جو مرکزی حکومت کے ہیں اور ایسے ٹیکس میں دینا درست نہ ہوگا جو مرکزی حکومت کے نہیں ہیں، اور جو بھی حرام مال ہو اس کے متعلق بھی اصل حکم یہی ہے کہ جس کا وہ مال ہے اس کی ملک میں کسی تدبیر سے لوٹا دے، اور جب اصل مالک کی ملک میں نہ پہنچا سکے، تو خود کسی کام میں استعمال نہ کرے، بلکہ اس کے وبال سے بچنے کے لیے اصل مالک کی طرف سے بنیت صدقہ کسی مستحق کو دیدے۔^(۱)

=والکوبۃ، وقال: "کل مسکر حرام". (۱۲۷/۲، باب التصاویر، رقم: ۴۵۰۳) ما فی "شرح الطیبی": اختلفوا فی إباحة اللعب بالشطرنج، فرخص فیہ بعضهم، لأنه قد يتبصر به فی أمر الحرب، ومکیدة العدو، ولكن بثلاث شرائط: أن لا یقامر، ولا یؤخر الصلاة عن وقتها، وأن یحفظ لسانه عن الخناء والفحش. (۳۰۶/۸، رقم: ۴۵۱۲) ما فی "رد المحتار": (إن شرط المال) فی المسابقة (من جانب واحد، وحرم لو شرط فیها (من جانبین) لأنه یصیر قماراً (إلا إذا دخلاً ثالثاً). الدر المختار. قوله: (قماراً)..... سمي القمار قماراً، لأن كل واحد من المقامرين ممن یجوز أن یدهب ماله إلى ماله، ویجوز أن یستفید ماله صاحبه، وهو حرام بالنص. (۴۹۲/۹، الحظر والإباحة، فصل فی البیع) ما فی "الفتاویٰ الہندیة": والسبیل فی المعاصی ردّها، وذلك ههنا برّد المأخوذ إن تمکن ردّه بأن عرف صاحبه، وبالتصدق به إن لم یعرفه، لیصل إلیه نفع ماله، إن كان لا یصل إلیه عین ماله. (۳۴۹/۵، کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر فی الکسب، رد المحتار: ۴۷۰/۹، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع) (جدید مسائل کامل/ص: ۴۴۲)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی "بذل المجهود": وأما إذا كان عند رجل مال خبیث، فإما إن أمکنه بعقد فاسد، أو حصل له بغير عقد، ولا یمكنه أن یردّ إلی مالکھ، ویريد أن یدفع مظلمته عن نفسه فلیس =

سودی رقم رشوت میں دینا

مسئلہ (۳۳۴): سود کا لین دین، اسی طرح رشوت کا لین دین، دونوں حرام ہیں، البتہ اگر کسی شخص کے پاس بینک کی سودی رقم ہو، تو اس کا اصل مصرف غرباء و مساکین ہیں، یہ رقم اپنے کسی کام کے کروانے کے لیے بطور رشوت دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں خود کا سودی رقم سے انتفاع لازم آتا ہے۔^(۱)

=له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء ، لأنه لو أنفق على نفسه فقد استحکم ما يرتكبه من الفعل الحرام . (۳۵۹ / ۱ ، کتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء)

ما في ” رد المحتار “ : لو مات الرجل وكسبه من بيع البازق ، أو الظلم ، أو أخذ الرشوة يتورع الورثة ، ولا يأخذون منه شيئاً ، وهو أولى بهم ، ويردونها على أربابها إن عرفوهم ، وإلا تصدقوا بها ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه .

(۴۷۰ / ۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : إن كان المال بمقابلة المعصية ، فكان الأخذ معصية ، والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلك ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن من ردّه بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ليصل إليه نفع ماله .

(۳۸۹ / ۵ ، کتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب) (منتخبات نظام الفتاوى : ۱ / ۱۸۵)

ما في ” رد المحتار “ : وفي المنتقى : امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالا ردته على أربابها إن علموا ، وإلا تصدق به . (۶۵ / ۹ ، کتاب الإجارة ، الاستئجار على المعاصي) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ما يكسبه المقامر وهو كسب خبيث ، وهو من المال الحرام مثل كسب المخادع المقامر ، والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه بردّه إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۴۰۷ / ۳۹ ، الكسب الناشئ عن الميسر)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ أحلّ الله البيع وحرم الربوا ﴾ . [سورة البقرة : ۲۷۵] . =

ظلم پرست عناصر کو سودی رقم رشوت میں دینا

مسئلہ (۳۳۵): ظلم پرست عناصر، غنڈہ گردی کرنے والے افراد کو سود کی رقم سے رشوت دینا جائز نہیں ہے، دینے کی صورت میں سود کی رقم سے خود کا منافع ہونا لازم آتا ہے، جو ناجائز اور حرام ہے، کیوں کہ سود کی رقم میں اصل حکم یہ ہے کہ وہ اصل مالک کو پہنچائی جائے، اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو غرباء و مساکین پر بلائیت ثواب صدقہ کر دیا جائے^(۱)، کسی کو بطور رشوت دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔^(۲)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ . [البقرة : ۲۸۷] .
 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳۰)
 ما في ”روح المعاني“ : والمراد من الأكل الأخذ ، وعبر به عنه لما أنه معظم ما يقصد به ولشيوعه في المأكولات ما فيه من زيادة التشنيع . (۸۷/۴)
 ما في ”سنن أبي داود“ : عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود ، عن أبيه قال : ”لعن رسول الله ﷺ أكل الربوا وموكله ، وشاهده ، وكاتبه“ . (ص ۴۷۳/۴) ، في أكل الربوا وموكله
 ما في ”رد المحتار“ : إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (۲۲۳/۷) ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراماً
 ما في ”الموسوعة الفقهية“ : والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة والتخلص منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۲۴۵/۳۴) ، (الكسب)
 ما في ”سنن أبي داود“ : عن عبد الله بن عمرو قال : ”لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي“ . (ص ۵۰۴/۴) ، كتاب القضاء ، باب في كراهية الرشوة
 ما في ”عون المعبود“ : قال القاري : أي معطي الرشوة وأخذها ، وهي الوصلة إلى الحاجة بالمصانعة ، قيل : الرشوة ما يعطى لإبطال حق ، أو لإحقاق باطل . (ص ۱۵۲/۷) ، رقم : ۳۵۸۰
 الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا=

سودی رقم غیر مسلم فقراء کو دینا

مسئلہ (۳۳۶): سودی رقم کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو، تو وہ واجب التصدق ہے، فقراء اور غرباء پر بلائیت ثواب تقسیم کر دی جائے، مسلمانوں میں فقراء و غرباء کی کمی نہیں ہے، لہذا غیر مسلم کو دینے کی بہ نسبت مسلمان کو دینا زیادہ بہتر ہے۔^(۱)

=فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه .

(۲۲۳/۷) ، کتاب البیوع ، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً

ما في ” الفتاوى البزازية على هامش الهندية “ : فيرده على أربابها إن علمهم وإلا تصدق به على الفقراء . (۳۶۰/۲) ، کتاب الکراهية ، الرابع في الهدية

ما في ” فتاوى معاصرة للدكتور يوسف القرضاوي “ : أما ما سأل عنه الأخ بالنسبة للفوائد البنكية التي تجمعت له ، فشانها شأن كل مال مكتسب من حرام ، لا يجوز لمن اكتسبه أن ينتفع به ، لأنه إذا انتفع به فقد أكل سحتاً ، ويستوى في ذلك أن ينتفع به ، في الطعام والشراب أو اللباس أو المسكن ، أو دفع مستحقات عليه لمسلم أو غير مسلم ، عادلة أو جائرة ومن ذلك دفع الضرائب ، وإن كانت ظالمة ، للحكومات المختلفة ، لأنه هو المنتفع بها لا محالة ، فلا يجوز استخدامها في ذلك الرابع : أن يصرف في مصارف الخير ، أي للفقراء والمساكين واليتامى وابن السبيل وللمؤسسات الخيرية الإسلامية الدعوية الاجتماعية ، وهذا هو الوجه المتعين .

(۲/۴۰۱ - ۴۱۱) ، في مجال المجتمع أين يصرف المال المكتسب من الحرام؟

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۴۲/۶، ۲۴۳، ۲۴۴، قدیم، مسائل سود: ص/۱۴۹)

(۱) (حوالہ بالا)

کالج کے طلباء کو سودی رقم دینا

مسئلہ (۳۳۷): سود کی حرمت منصوص حصّ قطعی ہے، اولاً اس سودی رقم کو اس کے اصل مالک تک پہنچانا ضروری ہے، لیکن اگر اس کے مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو، تو پھر اس کا مصرف غرباء و فقراء ہیں، اگر کالج وغیرہ کے طلباء غریب و مستحق ہیں، تو ان کو بھی بلائیتِ ثواب دے سکتے ہیں، غیر مستحقین کو دینا جائز نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)
ما في ” التفسير المنير “ : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة
حرم الله الربا في القرآن كتحریم الخمر . (۲/۹۶ . ۱۰۰)
وما في ” التفسير المنير “ : وذكروا في سبب تحريم الربا وجوهاً : أحدها : الربا تقتضي أخذ مال الإنسان من غير عوض ، لأن من يبيع الدرهم بالدرهمين نقداً أو نسيئةً فيحمل له زيادة درهم من غير عوض ، ومال الإنسان متعلق حاجته ، وله حرمة عظيمة ، قال صلی اللہ علیہ وسلم : ” حرمة مال الإنسان كحرمة دمه “ . فوجب أن يكون أخذ ماله من غير عوض محرماً .

(۷/۷۴ ، القول الرابع)

ما في ” مجمع الزوائد “ : وعن ابن مسعود رضي الله عنه ، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم فذكر حديثاً وقال فيه : ” ما ظهر في قوم الزنا والربا إلا أحلوا بأنفسهم عقاب الله “ .

(۴/۱۴۹ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في الربا ، رقم الحديث : ۲۵۸۱)

ما في ” المعجم الكبير للطبراني “ : عن عبد الله رضي الله عنه قال : ” لم يهلك أهل نبوة قط حتى يظهر الزنا والربا “ . (۱۰/۱۲۳ ، رقم الحديث : ۱۰۳۲۹ ، احیاء التراث العربی)
ما في ” رد المحتار “ : ويردونها على أربابها إن عرفوهم ، وإن لا تصدقوا بها ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه . (۹/۴۷۰ ، الحظر والإباحة ، في البيع)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلك ههنا برّد المأخوذ إن =

سودی معاملہ کی ایک صورت

مسئلہ (۳۳۸): بعض لوگ گاڑیوں کا کاروبار اس طرح کرتے ہیں کہ گاڑی کے ضرورت مند شخص کو، مثلاً ایک لاکھ روپیہ قرض دیتے ہیں، جس کی ادائیگی کے لیے کم و بیش دو ڈھائی سال کی مدت مقرر کی جاتی ہے، اور وہ اپنے اس قرض پر پچاس ہزار روپے مزید وصول کرتے ہیں، شرعاً یہ زائد رقم سود ہے، جس کا لینا دینا شرعاً حرام ہے^(۱)۔ اس کاروبار کے جواز کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ قرض دینے والے لوگ خود، مثلاً ایک لاکھ روپے میں گاڑی خرید لیں، اور اس پر اپنے مالکانہ حقوق ثابت ہو جانے کے بعد ضرورت مند شخص کو دو ڈھائی سال کی مدت پر ادھار، دیڑھ لاکھ روپے میں فروخت کر دے۔^(۲)

= تمکن من ردہ ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۵/۳۴۹ ، کتاب الکراہیۃ ، الباب الخامس عشی فی الکسب)
ما فی ” العرف الشدی “ : (ولا صدقة من غلول) الغلول فی اللغة : سرقة الإبل ، وفي اصطلاح الفقهاء : سرقة مال الغنیمۃ ، ثم اتسع فیہ ، فأطلق علی کل مال خبیث ، قال فی الدر المختار : ان التصدق بالمال الحرام ثم رجاء الثواب منه حرام وکفر .
(۱/۳۵ ، کتاب الطہارۃ ، باب ما جاء لا تقبل الصلاة)
ما فی ” معارف السنن “ : قال شیخنا : ویستفاد من کتب فقہاننا کالہدایۃ وغیرہا : أن من ملک بمالک خبیث ، ولم یمكنه الرد إلى المالك ، فسیبلہ التصدق علی الفقراء
قال : إن المتصدق بمثلہ ینبغی أن ینوی به فراغ ذمتہ ، ولا یرجو به المشوبۃ .
(۱/۳۴ ، أبواب الطہارات ، باب ما جاء لا تقبل صلاة بغير طهور)
الحجة علی ما قلنا : =

یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا میں سرمایہ کاری

مسئلہ (۳۳۹): حکومت ہند کی جانب سے منظور شدہ ایک عوامی ادارہ ”یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا“ جو عوام کے بہبود کے لیے وجود میں آیا ہے، یہ ادارہ عوام سے سرمایہ لے کر اس کو مختلف کاروبار میں لگاتا ہے، اور جو بھی آمدنی ہوتی ہے، اس میں سے ہر سال اصل سرمایہ پر کچھ نفع طے کر کے سالانہ تقسیم کرتا ہے، ادارہ کے منتظمین سرمایہ کو جن کاروبار میں لگاتے ہیں، چوں کہ ان میں سے اکثر کاروبار سودی ہوتے ہیں، اس لیے ”یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا“ میں سرمایہ لگانا جائز نہیں ہے، اس صورت میں ادارہ کی حیثیت کھاتے داروں کے وکیل اور ایجنٹ کی ہے، اور سودی کاروبار اصالۃً ہو یا وکالتاً بہر صورت حرام ہے^(۱)، نیز چندہ کر کے

= (۱) ما فی ”اعلاء السنن“ : قال علیہ الصلاة والسلام : ”کل قرض جر منفعة فهو ربا“ . (۵۶۶/۱۴)

وما فی ”اعلاء السنن“ : وکل قرض شرط فیہ الزیادة فهو حرام بلا خلاف ، قال ابن المنذر : أجمعوا علی أن المسلف إذا شرط علی المستلف زیادة أو هدية فأسلف علی ذلك أن أخذ الزیادة علی ذلك ربا . وقد روی عن أبي بن کعب ، وابن عباس ، وابن مسعود أنهم نهوا عن قرض جر منفعة . (۵۶۶/۱۴ ، رد المحتار : ۲۹۸/۷ ، الفتاوی الهندیة : ۳۰۱/۴)

(۲) ما فی ”الهدایة“ : قال : المربحة نقل ما ملکہ بالعقد بالثمن الأول مع زیادة ربح .

(۵۴/۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۲۱۳/۶)

ما فی ”بدائع الصنائع“ : وأما عند اختلاف الجنس فلا بأس بالمربحة ، حتی لو اشتری دیناراً بعشرة دراهم فباعه بربح درهم ، أو ثوب بعینه جاز ، لأن المربحة بیع بالثمن الأول و زیادة ، ولو باع دیناراً بأحد عشر درهماً أو بعشرة دراهم و ثوب کان جائزاً . (۴۶۳/۴)

اس ادارے میں سرمایہ کاری کرنا، کہ اس سے حاصل شدہ منافع غریبوں کی مدد میں صرف کیے جائیں گے، یہ بھی درست نہیں ہے، اس لیے کہ حسن نیت سے کسی فعل کی حرمت، جواز و حلت میں تبدیل نہیں ہوتی۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . [سورة البقرة : ۲۷۵] .
 وقوله تعالى : ﴿يا أيها الذين امنوا اتقوا الله واذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين ، فإن لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۸ . ۲۷۹)
 ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن جابر رضي الله عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ آكل الربا ومؤكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء “ . (۲/۲۷۸ ، كتاب البيوع)
 (۲) ما في ” رد المحتار “ : إنما يكفر إذا تصدق بالحرام القطعي . (در مختار) . وفي الشامية: قال ابن عابدين رحمه الله : رجل دفع إلى فقير من المال الحرام شيئاً يرجو به الثواب يكفر ، قوله : (إنما يكفر إذا تصدق) أي مع رجاء الثواب الناشئ عن استجلاله .
 (۳/۲۰۲ ، كتاب الزكاة ، مطلب في التصديق من المال الحرام ، الفتاوى الهندية : ۲/۲۷۲ ، كتاب السير ، الباب التاسع في أحكام المرتدين) (فتاوى قاضى: ج ۱۰۹، فتاوى رجمية: ۲۷۱/۹)
 ما في ” الفقه الإسلامى وأدلته “ : قال الحنفية : إذا تصدق بالمال الحرام القطعي ، أو بنى من الحرام بعينه مسجداً ونحوه مما يرجو به التقرب مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلال يكفر لأن استحلال المعصية كفر ، والحرام لا ثواب فيه .
 (۳/۲۰۵۸ ، الفصل الثالث ، صدقة التطوع ، أحد عشر التصديق من المال الحرام)

منی آرڈر

مسئلہ (۳۴۰): منی آرڈر میں یوں ہوتا ہے کہ بھیجے گئے پیسے مرسل الیہ کو نہیں ملتے ہیں، بلکہ اگر شہر کی بینک میں جمع کر دو، تو دوسرے شہر کی بینک اپنے پاس کی رقم مرسل الیہ کو ادا کر دیتی ہے، کیوں کہ منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے ^(۱)، اور چونکہ اس میں ابتلاء عام ہے، اس لیے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئاً مثلياً يأخذ مثله في ثاني الحال . (۳۶۶ / ۵ ، الباب السابع والعشرون)
ما في ” بحوث في قضايا فقهية معاصرة “ : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة ومشاهدة معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية ، دون المثلية في القيمة والمالية . (ص / ۱۷۴)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ قَالَتْ يَا بْتَ اسْتَأْجِرْهُ إِنْ خَيْرٌ مِنْ اسْتَأْجَرْتُ الْقَوِيَّ الْأَمِينُ ۖ ﴾ .
(سورة القصص : ۲۶)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن عروة بن الزبير ، عن عائشة رضي الله عنها : واستأجر رسول الله ﷺ وأبو بكر رجلاً من بني الدَّيْل ، ثم من بني عبد بن عدي هادياً خَرَّتاً - الخَرَّتُ الماهر بالهداية - . (۳۰۱ / ۱ ، في الإجازات)

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : أما في الاصطلاح فيفهم من عبارات الفقهاء أن المراد =

فلیٹ بیچنے والے سے بطور جرمانہ کرایہ وصولی

مسئلہ (۳۴۱): اگر کوئی شخص کسی بلڈر سے کوئی فلیٹ خریدے، رقم بھی ادا کر دے، اور اس کے ساتھ یہ شرط بھی لگائے کہ اگر متعینہ مدت میں فلیٹ مکمل تیار کر کے اس پر قبضہ نہ دیا گیا، تو جتنی مدت تک قبضہ دینے میں تاخیر کی جائیگی، اس پوری مدت کا کرایہ بطور جرمانہ آپ سے وصول کیا جائے گا، اور بلڈر اس شرط کو تسلیم بھی کر لے، تب بھی شخص مذکور کے لیے اس جرمانہ کا وصول کرنا جائز نہ ہوگا، کیوں کہ یہ سود ہے۔ ہاں! البتہ اگر متعینہ مدت تک فلیٹ پر قبضہ حاصل نہ ہو، تو وہ اس معاملہ کو فسخ کر سکتا ہے، اور اپنی دی ہوئی اصل رقم کی واپسی کا مطالبہ بھی۔^(۱)

=بعموم البلوی الحالة أو الحادثة التي تشمل كثيرا من الناس، ويتعذر الاحتراز عنها، وعبر عنه بعض الفقهاء بالضرورة العامة، وبعضهم بالضرورة الماسة، أو حاجة الناس، وفسره الأصوليون بما تمس الحاجة إليه في عموم الأحوال. (۷/۳۱، ۷)
ما في ”الأشباه والنظائر لابن نجيم“: المشقة تجلب التيسير. (۲/۷۱)
وفيه أيضا: ان الأمر إذا ضاق اتسع، وإذا اتسع ضاق. (۳۰۴/۱) (امداد الفتاوی: ۱۳۶/۳)
الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ”القرآن الكريم“: ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوا﴾. (سورة البقرة: ۲۷۵)
ما في ”صحيح مسلم“: عن جابر قال: ”لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكتابه وشاهديه، وقال: هم سواء“. (۲/۲)

ملازمت وغیرہ کی خاطر جعلی ڈگری

مسئلہ (۳۴۲): بعض لوگ ملازمتیں حاصل کرنے یا دیگر کاموں کے لیے جعلی ڈگریاں حاصل کرتے ہیں، یہ عمل جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے، جو شرعاً حرام ہے^(۱)، اسی طرح جو لوگ جعلی ڈگریاں بنانے اور فروخت کرنے کا کاروبار کرتے ہیں، وہ بھی حرام کام کر رہے ہیں، اس لیے جعلی ڈگری بنانے اور بنوانے سے باز آ جانا چاہیے۔^(۲)

الحجة علی ما قلنا :

- (۱) ما في ” جمع الجوامع “ : عن ابن عباس قال : قال النبي ﷺ : ” من غشنا فليس منا “ .
(۲۱۳/۷) ، رقم الحديث : ۲۲۹۷
- ما في ” سنن أبي داود “ : عن سفیان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول :
” كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثاً هو لك به مصدق وأنت له به كاذب “ .
(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعارض)
- ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : ” آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا أؤتمن خان “ . (۱۰/۱)
- ما في ” جامع الترمذي “ : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : ” الشرك بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور “ . (۲۲۹/۱)
- (۲) ما في ” بدائع الصنائع “ : ما أدى إلى الحرام فهو حرام . (۶۶۸/۱)
- ما في ” المقاصد الشرعية “ : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

جعلی سرٹیفکٹ کی بنیاد پر ملازمت و تنخواہ

مسئلہ (۳۴۳): کسی ادارے یا کمپنی میں نوکری حاصل کرنے کے لیے جعلی سرٹیفکٹ بنوانا اگرچہ جھوٹ اور دھوکہ دہی ہونے کی وجہ سے گناہ کبیرہ ہے^(۴)، لیکن اگر کوئی شخص اس جعلی سرٹیفکٹ کی بنیاد پر کسی ملازمت کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، اور اس میں مفوضہ کام کی انجام دہی کی اہلیت و صلاحیت موجود ہو، تو اسے اس کام پر ملنے والی تنخواہ جائز و حلال ہوگی، اور اگر اس میں مفوضہ کام کی انجام دہی کی اہلیت و صلاحیت موجود نہ ہو، تو اس کے لیے یہ تنخواہ حلال نہ ہوگی۔^(۵)

الحجة على ما قلنا :

(۴) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في ” صحيح مسلم “ : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : ” إِنْ الصَّدَقَ يَهْدِي إِلَى الْبَرِّ وَإِنْ الْبَرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنْ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنْ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ ، وَإِنْ الرَّجُلَ لِيَكْذِبَ حَتَّى يَكْتُبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا . (۲ / ۳۲۵ ، باب قبح الكذب)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مرَّ على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتَّى يَرَاهُ النَّاسُ ثُمَّ قَالَ : ” مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا “ . (۱ / ۲۴۵)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على أن الغش حرام سواء أكان بالقول أم بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۳۱ / ۲۱۹) (فتاوى حقانية : ۶ / ۱۲۰)

(۵) ما في ” البحر الرائق “ : وأما ركنها فهو الإيجاب والقبول والارتباط بينهما وأما شرط جوازها فتلاثة أشياء ؛ أجر معلوم وعين معلوم وبديل معلوم ، ومحاسنها دفع الحاجة =

دفع ظلم اور وصولی حق کی خاطر رشوت

مسئلہ (۳۴۴): رشوت کا لین دین کرنا حرام ہے، البتہ دفع ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کے لیے بحالتِ مجبوری (رشوت دینے بغیر اپنا حق وصول ہونے کی کوئی صورت ہی نہ ہو) رشوت دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار ہوگا۔^(۱)

= بقلیل المنفعة وأما حكمها فوقوع الملك في البدلين ساعة فساعة . (۴/۸ ، كتاب الإجارة)
ما في ” خلاصة الفتاوى “ : عقد الإجارة لا يجوز إلا أن يبين البدل من الجانبين جميعاً أما بيان المنفعة فيأخذ معنى ثلاثة بيان الوقت وهو الأجل ، وبيان العمل ، وبيان المكان .
(۱۰۳/۳)
ما في ” قواعد الفقه “ : تخصيص الشيء بالذكر يدل على نفي الحكم عما عداه في متفاهم الناس وعرفهم لا في خطابات الشارع . (ص / ۶۸) (فتاوى حقاني : ۲ / ۲۴۷ ، كتاب الفتاوى : ۵ / ۳۹۵)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۖ ﴾ .
(النساء : ۲۹)
ما في ” التفسير المنير “ : (لا تأكلوا) أي لا تأخذوا ، وعبر عن الأخذ بالأكل ، لأنه المقصود المهم ، (بالباطل) بالحرام في الشرع ودلت الآيتان على الأحكام الشرعية الآتية ، تحريم أكل الأموال بالباطل أي بغير حق ، وهو كل ما يخالف الشرع أو يؤخذ بغير عوض ، وله أحوال كثيرة . (۳۲/۳ - ۳۵)
ما في ” التفسير المظهر “ : إشارة إلى أن الظلم على أموال العباد وأنفسهم من أعظم الكبائر والأحاديث الصحاح التي وردت في عد الكبائر ، إنما ورد فيها المظالم من حقوق العباد والأشراك . (۳۰۳/۲)
ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْثُونَ لِلصُّحُفِ ﴾ . (سورة المائدة : ۴۲) =

=ما في "أحكام القرآن للتهانوي" : قال أبو بكر : اتفق جميع المتأولين لهذه الآية على أن قبول الرشا محرم ، واتفقوا على أنه من السحت الذي حرّمه الله تعالى .

(أحكام الرشوة (١٢٤/٢) ،

ما في " الدر المنثور" : وأخرج ابن أبي حاتم ، عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ قال : "رشوة الحكام حرام ، وهي السحت الذي ذكر الله في كتابه" . (٥٠٢/٣)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمرو قال : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي " . (ص / ٥٠٣) ، كتاب القضاء ، في كراهية الرشوة ، رقم الحديث : (٣٥٨٠)

ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي : الراشي : المعطي ، والمرتشي : الآخذ ، وإنما يلحقهما العقوبة معاً إذا استويا في القصد والإرادة ، ورشا المعطي لينال به باطلاً ، ويتوصل به إلى الظلم ، فأما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق ، أو يدفع عن نفسه ظلماً ، فإنه غير داخل في هذا الوعيد . (٣٠٦/١١)

ما في " رد المحتار " : الثالث : أخذ المال ليستوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط الرابع : ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله ، حلال للدافع ، حرام على الآخذ ، لأن دفع الضرر عن المسلم واجب .

(٣٣/٨) ، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا دفع الرشوة لدفع الجور على نفسه ، أو أحد من أهل بيته لم يأثم . (٣٠٣/٣) ، الباب الحادي عشر في المتفرقات ، البحر الرائق : ٢ / ٣٢١ ، كتاب القضاء (فتاوى محمودية : ١٨ / ٢٥٥ ، ٢٥٦ ، كراچی ، جدید مسائل كحل : ص / ٢٦٩)

ملازمت کے لیے رشوت

مسئلہ (۳۴۵): رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہیں^(۱)، البتہ کسی شخص میں

کسی کام کے کرنے کی پوری اہلیت و صلاحیت موجود ہو، مگر متعلقہ محکمہ کا آفیسر بغیر رشوت لیے، ملازمت دینے کے لیے تیار نہ ہو، اور کسی دوسرے روزگار کی صورت میسر بھی نہ ہو، تو شخص مذکور اس مجبوری کی حالت میں رشوت دے کر ملازمت پر بحال ہو سکتا ہے، امید ہے کہ عند اللہ اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا، البتہ رشوت لینے والے آفیسر کے لیے اس رشوت کا لینا ناجائز و حرام ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ﴾ . (سورة النساء: ۲۹)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي في الحكم “ . (۲۴۸/۱ ، أبواب الأحكام ، ما جاء في الراشي والمرتشي)
(۲) ما في ” رد المحتار “ : الرشوة أربعة أقسام : الثالث أخذ المال لسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر ، أو جلب للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط ، الرابع : ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ ، لأن دفع الضرر عن المسلم واجب . (۳۳/۸)

ما في ” البحر الرائق “ : إذا دفع الرشوة لسوى أمره عند السلطان حل له الدفع ولا يحل للآخذ أن يأخذ . (۴۴۱/۶) (فتاوى محمودية: ۱۸/۴۵۵، ۴۵۶، كراچی)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : الرشوة ؛ وهو الذي يرشو السلطان لدفع ظلمه عنه ، فهذه الرشوة محرمة على آخذها غير محظورة على معطيها . وروي عن جابر بن زيد والشعبي قالا : ” لا بأس بأن يصانع الرجل عن نفسه وماله إذا خاف الظلم “ قال =

رشوت خور کا تحفہ

مسئلہ (۳۴۶): رشوت خور و اہب (ہدیہ کرنے والا) کا غالب مال حلال ہو، تو اس کا ہدیہ قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہاں! اگر یہ معلوم ہو کہ یہ ہدیہ مالِ حرام سے ہے تو قبول کرنا درست نہیں ہے، اور اگر اس کا غالب مال حرام ہو، تو اس کا ہدیہ قبول کرنا شرعاً جائز و درست نہیں، الا یہ کہ وہ یہ کہے: یہ ہدیہ جو میں آپ کو دے رہا ہوں، حلال مال میں سے ہے، میں نے یہ مال وراثت میں پایا ہے، یا فلاں شخص سے قرض لیا ہے، تو اس صورت میں اس کا ہدیہ قبول کیا جاسکتا ہے۔^(۱)

=الحسن : ”لِيُحَقِّقَ بَاطِلًا أَوْ يُبَيِّنَ حَقًّا ، فَأَمَّا أَنْ تَدْفَعَ فَلَا بَأْسَ“ . وقال يونس عن الحسن :
 ”لَا بَأْسَ أَنْ يَعْطِيَ الرَّجُلُ مِنْ مَالِهِ مَا يَصُونُ بِهِ عِرْضَهُ“ . (۵۴۱ / ۲) ، مطلب في وجوه الرشوة
 ما في ”الأشباه والنظائر لابن نجيم“ : الضرورات تبيح المحظورات . (۳۰۷ / ۱)
 الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الفتاوى الهندية“ : أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأن حرام فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل .

(۵ / ۳۴۲ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)
 ما في ”مجمع الأنهر“ : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور إلا إذا علم أن أكثر ماله من حل .
 (۱۸۶ / ۴) ، كتاب الكراهية

ما في ”الفتاوى البزازية على هامش الهندية“ : غالب مال المهدي إن حالاً لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتعين أنه من حرام وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل إلا إذا قال أنه حلال ورثته أو استقرضه . (۳۶۰ / ۲) ، الباب الرابع في الهدية والميراث
 (فتاوى محمودية : ۱۶ / ۴۸۱ ، ۴۸۲ ، کراچی)

دکاندار سے کمیشن لینا

مسئلہ (۳۴۷): اگر کوئی شخص دکان سے کوئی چیز خریدنے کے لیے کسی تجربہ کار کو اپنے ساتھ لے جائے، اور وہاں سے اپنی مطلوب چیز خرید لے، پھر بعد میں معلوم ہو کہ اس دکان دار نے اُس تجربہ کار شخص کو اپنی طرف سے ۵۰ روپے دلالی کے دیئے، تو اس تجربہ کار (دلال) شخص کا دکاندار سے کمیشن لینا شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ دلالی کی اجرت ہے، لیکن دلالی کی اجرت لینا اسی وقت صحیح ہوتا ہے، جب کہ اجرت پہلے سے طے ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” خلاصة الفتاوى “ : وفي الأصل : أجره السمسار والمغارى والحمامي والصكاك ، وما لا تقدير فيه للوقت ، ولا مقدار لما يستحق بالعقد ، لكن للناس فيه حاجة جاز ، وإن كان في الأصل فاسداً . (۱۱۶/۳) ، كتاب الإجازات ، جنس آخر في المتفرقات) ما في ” رد المحتار “ : وفي الحاوي : سئل عن محمد بن سلمة عن أجره السمسار فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز ، فجوز لحاجة الناس إليه . (۷۵/۹) ، كتاب الإجازات ، مطلب في أجره الدلال) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : والسمسار إسم لمن يعمل للغير بالأجرة بيعاً وشراءً . (۱۲۸/۵) ، باب السمسار)

کمیشن پر بیسی چلانا

مسئلہ (۳۴۸): ایک شخص کمیشن پر بیسی چلاتا ہے، یعنی دس آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس سے ہر ماہ، ایک ایک ہزار روپے، دس ماہ تک جمع کرتا ہے، پھر ہر ماہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہے، جس کا نام نکل آتا ہے اُسے نو ہزار پانچ سو (9500) روپے لے جا کر دے دیتا ہے، اور پانچ سو روپے خود بطور مختانہ رکھ لیتا ہے، تو اگر شخص مذکور بیسی کے تمام ممبروں کو پہلے سے اس بیسی کی پوری صورت حال سے واقف کرا کر، اس طرح کرتا ہے، تو اس کا یہ پانچ سو روپے رکھ لینا جائز ہوگا، کیوں کہ یہ اس کی مزدوری اور مختانہ ہے^(۱)، البتہ بہتر ہے کہ وہ شخص خود اس بیسی میں شریک نہ ہو، کیوں کہ ایسی صورت میں ایک درجہ سود کا شائبہ پیدا ہو جاتا ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة ؛ إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه ، فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها . كذا في شرح الطحاوي . (۴ / ۱۳ ، الباب الثاني)

(الهداية : ۳ / ۲۷۸ ، كتاب الإجازات ، باب الأجر متى يستحق)

(۲) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن علي أنه سمع رسول الله ﷺ لعن آكل الربوا وموكله و كاتبه “ . (ص / ۲۴۶ ، باب الربوا)

وفيه أيضاً : عن عمر بن الخطاب أن : ” آخر ما نزلت آية الربوا ، وإن رسول الله ﷺ قبض ولم يفسرها لنا فدعوا الربوا والريبة “ . رواه ابن ماجه والدارمي . (ص / ۲۴۶ ، باب الربوا)
(كتاب الفتاوى : ۵ / ۳۳۵ ، ۳۳۶)

ہاؤ سنگ لون

مسئلہ (۳۴۹): اگر کسی شخص کو رہنے کے لیے بقدر ضرورت ایسا مکان دستیاب ہے، جس میں وہ ہر موسم میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی موسمی تکلیفوں سے حفاظت کر سکتا ہے، اس کے باوجود وہ بینک سے سودی قرض لیتا ہے، جس میں اُسے قرض سے زائد رقم ادا کرنی پڑتی ہو، تو اس کا یہ عمل درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ سودی معاملہ ہے، جس کی حرمت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے واضح طور پر ثابت ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)
 ما في ” التفسير المنير “ : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة ، حرم الله الربا في القرآن كتحریم الخمر . (۲/۹۶ . ۱۰۰)
 ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قال أبو بكر : إن لم تذورا ما بقي من الربا بعد نزول الأمر بتركه فأذنوا بحرب من الله ورسوله . (۱/۵۷۱ ، باب الربا)
 ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن جابر رضي الله عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء “ . (۲/۲۷۷ ، باب الربا)
 ما في ” فتح الملهم “ : قوله : (وموكله) يعني الذي يؤدي الربا إلى غيره ، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشد من الإعطاء ، لما فيه من التمتع بالحرام . (۷/۵۷۴ ، باب لعن آكل الربا وموكله)
 ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (آكل الربا) أي أخذه وإن لم يأكل ، وإنما خص بالأكل لأنه أعظم أنواع الانتفاع . (۶/۴۲ ، عون المعبود : ص/۱۳۳۵ ، كتاب البيوع ، باب آكل الربا وموكله ، رقم الحديث : ۳۳۳۳)
 ما في ” الموسوعة الفقهية “ : قال الماوردي : إن الربا لم يحل في شريعة قط ، لقوله تعالى : ﴿وأخذهم الربا وقد نهوا عنه﴾ يعني في الكتب السابقة . [المجموع : ۹/۳۹۱] ، =

معمہ (Puzzle) کا شرعی حکم

مسئلہ (۳۵۰): آج کل اخبار و رسائل اور جرائد میں ذہنی یا علمی معممے دیئے جاتے ہیں، جنہیں حل کر کے بھیجنا ہوتا ہے، جو کوئی حل کر کے بھیجتا ہے، اگر اس کے جوابات اور حل صحیح ہیں، تو اسے انعامی شکل میں کچھ رقم یا کوئی اور چیز دی جاتی ہے، واضح ہو کہ صحیح جوابات کے ساتھ بہت سے امیدواروں کے خطوط موصول ہونے کی صورت میں ان کے مابین قرعہ اندازی کی جاتی ہے، جن تین یا پانچ کا نام نکل آتا ہے، صرف انہیں کو انعام وغیرہ دیا جاتا ہے، شرعاً یہ قمار (Gambling) کی مروجہ صورتوں میں سے ایک صورت ہے، اخبار یا معمہ کا ٹکٹ خرید کر معمہ پُر کرنے والا گویا عوض ادا کرتا ہے، اس مقابلے سے جو عوض ملتا

= ودلیل التحريم من الكتاب قول الله تعالى : ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (۵۱/۲۲) ما في ”رد المحتار“ : الربا هو لغة : مطلق الزيادة . [در مختار] . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : فضل مال بلا عوض في معاوضة مال بمال . ”كنز“ . وجيد مال الربا ورديته سواء ، قوله : (سواء) أي فلا يجوز بيع الجيد بالردى مما فيه الربا إلا مثلاً بمثل . ”هداية“ .

(۴/۳۰۱ - ۳۱۳ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، مطلب في استقراض الدراهم عدداً) ما في ”البحر الرائق“ : (فضل مال بلا عوض في معاوضته مال بمال) وما في القنية : وهو محرم بالكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب : فآيات منها : ﴿وحرم الربوا﴾ [البقرة : ۲۷۵] . ﴿لا تأكلوا الربوا﴾ [آل عمران : ۱۳۰] . ﴿يمحق الله الربوا﴾ [البقرة : ۲۷۶] وأما السنة فأكثر من أن تحصى : وفي الخلاصة : لو قضى بجواز بيع الدراهم بالدراهمين يداً بيد بأعيانهما أخذاً بقول ابن عباس لا ينفذ .

(۴/۲۱۰ ، كتاب البيوع ، باب الربا) (جدید مسائل کا حل: ص/۱۸۲)

ہے، اس میں ملنے اور نہ ملنے دونوں کا اندیشہ ہے، اس طرح خطر پیدا ہو گیا، اور اسی کا نام قمار ہے، اور قمار کو شریعتِ مطہرہ نے حرام قرار دیا ہے۔^(۱)

تشہیری کیلنڈر یا ڈائری کا ہدیہ

مسئلہ (۳۵۱): آج کل بعض ادارے اور تجارتی فرمیں اپنے تشہیری کیلنڈر اور ڈائریاں بعض مخصوص لوگوں کو ہدیہ دیتے ہیں، اگر یہ کیلنڈر یا ڈائریاں ایسے اداروں کی جانب سے دی جاتی ہوں، جن کی آمدنی شرعاً جائز ہے، تو ان کا لینا جائز ہے، اور اگر ان اداروں کی غالب آمدنی حرام و ناجائز ہو، تو ان کا لینا جائز نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ ، إِنَّمَا يَرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿﴾ .
(سورة المائدة : ۹۰ ، ۹۱)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وقال قوم من أهل العلم : القمار كله من الميسر
وحقيقته تملك المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار ، كالهبات والصدقات وعقود البياعات ونحوها ، إذا علق على الأخطار .

(۵۸۲/۲ ، باب تحريم الخمر ، سورة المائدة)

ما في ” مسند أحمد “ : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : ” إِنْ اللَّهُ حَرَّمَ عَلَى أُمَّتِي الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ “ . (۱۱۷/۶ ، ۱۱۸ ، رقم الحديث : ۶۵۴۷) (جدید فقہی مسائل : ۱/۳۳۰)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس ، إلا أن يعلم بأنه حرام فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام .

(۳۴۲/۵ ، الباب الثاني عشر في الهدايا الخ)

مخصوص ذاتی کارڈ کی خرید و فروخت

مسئلہ (۳۵۲): کسی شخص کے پاس ایسی کمپنی کا کارڈ ہے کہ اس کمپنی میں عام لوگ (جن کے پاس اس کمپنی کا کارڈ نہیں) مزدوری کے لیے بھرتی نہیں ہو سکتے، اب وہ شخص اپنے اس کارڈ کو کسی دوسرے عام مزدور شخص کے ہاتھ فروخت کرے، تو گویا وہ اپنے حق الخدمت کو فروخت کر رہا ہے^(۱)، جو مال نہیں ہے^(۲)، جب کہ بیع کی صحت کے لیے مال کے بدلے مال کا ہونا ضروری ہے^(۳)، اس لیے کارڈ کی یہ خرید و فروخت شرعاً جائز نہیں ہے۔

این آئی ٹی (N.I.T.) کے حصص خریدنا

مسئلہ (۳۵۳): این آئی ٹی (N.I.T.) کے حصص خریدنے کی شرعاً گنجائش ہے، البتہ ان سے بچنا اولیٰ ہے، ملحوظ رہے کہ یہ جواز اس وقت ہے، جب کہ یونٹ خریداری فارم میں یہ شق کہ ”میں P.T.C. اور P.L.C. کی آمدنی نہیں چاہتا ہوں“ اس کو اختیار کیا گیا ہو، اس لیے کہ ان کی آمدنی حرام ہے، لیکن N.I.T. کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : لا يجوز الإعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة . (۲۵/۷)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن إداره لوقت الحاجة . (۷/۷) ، كتاب البيوع

(۳) ما في ” مجمع الأنهر “ : البيع مبادلة مال بمال . (۳/۳) ، دار الكتب العلمية بيروت (الاختیار لتعلیل المختار: ۱/۱۵۱ ، النهر الفائق: ۳/۳۳۳) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۱۷۸، کراچی، فقہی مقالات: ۱/۱۸۲، جدید فقہی مباحث: ۳/۲۲۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۵۳، قدیم) =

معاملات پر مضبوط نگرانی کے انتظام کے بغیر اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی مشتبہ آمدنی سے بچائے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن النعمان بن بشير قال : قال النبي ﷺ : ” الحلال بين والحرام بين ، وبينهما أمورٌ مشتبهة ، فمن ترك ما شُبَّه عليه من الإثم كان لما استبان له أترك ، ومن اجتراً على ما يشك فيه من الإثم أوشك أن يواقع ما استبان ، والمعاصي حمى الله ، من يرتع حول الحمى يوشك أن يواقعہ “ .

(۲۷۵/۱) ، کتاب البیوع ، باب الحلال بین والحرام بین وبينهما مشتبہات ، رقم : (۲۰۵۱) ما في ” عمدة القاری “ : نبه فيه هذا الحديث على صلاح المطعم والمشرب والملبس والمنكح وغيرها ، وأنه ينبغي أن يكون حلالا ، وأرشد إلى معرفة الحلال ، وأنه ينبغي ترك المشتبہات ، فإنه سبب لحماية دينه وعرضه وحذر من موقعة الشبهات وأوضح ذلك بضرب المثل بالحمى . (۴۶۴/۱)

ما في ” فتح الباري “ : نقل ابن المنير في مناقب شيخه القباري عنه أنه كان يقول : المكروه عقبة بين العبد والحرام ، فمن استكثر من المكروه تطرق إلى الحرام . والمباح عقبة بينه وبين المكروه ، فمن استكثر منه تطرق إلى المكروه والمعنى أن الحلال حيث يخشى أن يؤل فعله مطلقاً إلى مكروه أو محرم ينبغي اجتنابه ، كالاكتثار مثلاً من الطيبات فإنه يحوج إلى كثرة الاكتساب الموقع في أخذ ما لا يستحق أو يفضي إلى بطلان النفس ، وأقل ما فيه الإشتغال عن مواقف العبودية ، وهذا معلوم بالعادة ومشاهدة بالعيان . (۱۶۰/۱)

(اسلام اور جدید معیشت و تجارت : ص / ۱۵۳)

(☆) ” نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ “ جو پاکستانی حکومت کے ماتحتی میں چلنے والا ایک پونٹ ٹرسٹ ہے، جو لوگوں سے سرمایہ حاصل کر کے برآمدہ رقم سے براہ راست کاروبار کرنے کے بجائے، دوسرے نفع بخش مواقع میں اس سرمایے کو انوسٹ کرتا ہے، اور نفع کو اپنے حصہ داروں کے درمیان تقسیم کرتا ہے)

حرام کام کی اجرت

مسئلہ (۳۵۴): حرام کام کی اجرت بھی حرام ہے، کیوں کہ یہ تعاون علی الاثم ہے، اور تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے ^(۱)، حدیث شریف میں ہے کہ رسول ﷺ نے شراب پینے والے کی طرح؛ شراب نچوڑنے والے، اٹھانے والے، اور پلانے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے ^(۲)، نیز حرام کام چونکہ معصیت ہے، اور اجارہ علی المعصیت حرام ہے، لہذا حرام کام کی اجرت بھی مثل حرام کام کے، حرام ہے۔ ^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
- (۲) ما في ” سنن ابن ماجه “ : عن أنس قال : ” لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة ؛ عاصرها ، ومعتصرها ، والمعصورة له ، وحاملها ، والمحمولة له ، وبائعها ، والمبيوعة له ، وساقها ، والمستقاة له ، حتى عدّ عشرة من هذا الضرب “ .
- (ص / ۲۴۲ ، كتاب الأشربة ، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه)
- (۳) ما في ” المبسوط “ : لا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير ، والطبل وشيء من اللهو ، لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۴۲ / ۱۵)
- ما في ” رد المحتار “ : لا تصح الإجارة لعسب التيس ، ولا لأجل المعاصي مثل الغناء ، والنوح ، والملاهي ، امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالا ردّته على أربابه إن علموا ، وإلا تصدق به . (۶۵ / ۹) (جامع الفتاوى : ۳۵ / ۲)
- ما في ” الهداية “ : لا يجوز الاستيجار على الغناء ، والنوح ، وكذا سائر الملاهي لأنه استيجار على المعصية ، والمعصية لا تستحق بالعقد . (۲۸۷ / ۳) ، كتاب الإجازات
- ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الإجارة على المنافع المحرمة ؛ كالزنا ، والنوح ، والغناء ، والملاهي محرمة وعقدها باطل ، لا يُستحق به أجرٌ . (۲۹۰ / ۱) ، إجارة

قسطوں میں زیادہ دام دے کر خرید و فروخت

مسئلہ (۳۵۵): قسطوں پر خرید و فروخت میں چونکہ بیع ادھار ہوتی ہے، اور اسی ادھار کی وجہ سے بہ نسبت نقد کے، زیادہ قیمت لینا جائز ہے^(۱)، کیوں کہ نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق ہونا شرعاً منع نہیں ہے^(۲)، مگر قسطوں میں مدت کا متعین ہونا ضروری ہے^(۳)، اسی طرح اگر کوئی قسط وقت معین پر ادا نہ کی جائے، تو نہ قیمت میں اضافہ ہو، اور نہ ہی وصول شدہ رقم اور بیع ضبط ہو، ورنہ یہ معاملہ، سود و جوایر مشتمل ہونے کی وجہ سے منع ہوگا^(۴)، کیوں کہ ان دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔^(۵)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في "شرح مجلة الأحكام" : البيع مع تأجيل الثمن ، وتقسيطه صحيح . (۲۲۷/۱)
- (۲) ما في "رد المحتار" : لأن الأجل شبهها بالمبيع ، ألا يرى أنه يزداد في الثمن لأجل الأجل والشبهة في هذا ملحقة بالحقيقة . (۳۶۱/۷ ، الهداية : ۵۸/۳)
- (۳) ما في "شرح مجلة الأحكام" : يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط . (۲۲۷/۱)
- (۴) ما في "الموطأ للإمام مالك" : أخبرنا مالك عن زيد بن أسلم أنه قال : "كان الربا في الجاهلية أن يكون للرجل على الرجل إلى أجل ، فإذا أحل الحق قال : أتقضي أم تربي ، فإن قضى أخذ وإلا زاده في حقه ، وآخر عنه في الأجل" . (ص ۲۷۹)
- (۵) ما في "القرآن الكريم" : ﴿أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ . (سورة البقرة : ۳۷۵)
- ما في "القرآن الكريم" : ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ . (سورة المائدة : ۹۰) (فتاوى محمودية : ۳۶/۱۶ ، ۴۷ ، كراچی ، جامع الفتاوى : ۱۸۰/۶)
- ما في "أحكام القرآن للجصاص" : ولا خلاف بين أهل العلم في تحريم القمار وأن المخاطرة من القمار . (۳۲۹/۱ ، باب تحريم الميسر ، سورة البقرة ، بيروت)

مقروض کی کسی چیز سے نفع اٹھانا

مسئلہ (۳۵۶): کسی شخص پر کسی کا قرض ہو، اور اس کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے قرض خواہ اُس کی کوئی چیز اٹھا کر لے جائے اور اسے استعمال کرے، تو اس کا یہ عمل شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ قرض کی بنیاد پر فائدہ اٹھانا ہے، جو شرعاً ناجائز ہے^(۱)، البتہ مقروض، قرض کی ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود، قرض ادا نہ کرے، تو فقہاء کرام نے قرض خواہ کے لیے مقروض کی کسی بھی چیز کو لینے کی اجازت دی ہے، لیکن اس صورت میں جو بھی چیز لی جائے گی، اگر اس کی قیمت قرض کی بقدر ہے، تب تو ٹھیک ہے، لیکن اگر اس کی قیمت زائد از قرض ہے، تو اس زائد قیمت کا واپس کرنا لازم ہوگا، ورنہ یہ بھی سود ہوگا، جو ناجائز و حرام ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”فيض القدير للمناوي“ : عن علي قال : قال رسول الله ﷺ : ” كل قرض جر نفعا فهو ربا “ . (۲۸/۵)

(۲) ما في ”رد المحتار“ : قال الحموي في شرح الكنز نقلا عن العلامة المقدسي ، عن جده الأشقر ، عن شرح القدوري للأخصب : إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاعوتهم في الحقوق ، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان لا سيما في ديارنا لمداد متهم العقوق ، عفاء على هذا الزمان فإنه زمان عقوق لا زمان حقوق ، وكل رفيق فيه غير مرافق ، وكل صديق فيه غير صدوق . (۹۵/۵ ، مكتبة نعمانيه)
(كفاية المفتي: ۱۴۰/۸)

انکم ٹیکس محکمے کو رشوت دینا

مسئلہ (۳۵۷): رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہے^(۱)، البتہ دفعِ ظلم اور

اپنا حق وصول کرنے کے لیے بحالتِ مجبوری رشوت دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لَأَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ . (سورة البقرة: ۱۸۸)

ما في ” روح المعاني “ : (الباطل) الحرام كالسرقة والغصب وكل ما لم يأذن بأخذه الشرع . (۱۰۵/۲)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : ” لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي في الحكم “ . (۲۴۸/۱ ، أبواب الأحكام ، ما جاء في الراشي . الخ)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : ثم الرشوة أربعة أقسام : الثالث : أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط . (۳۵/۸)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۴۵۵، ۴۵۶، کراچی)

دھان وغیرہ میں پانی ملا کر فروخت کرنا

مسئلہ (۳۵۸): آج کل بہت سے مسلمان تاجر؛ دھان وغیرہ میں پانی ملا کر فروخت کرتے ہیں، جب کہ مسلمان کی شان کسی کو دھوکہ دینے کی نہیں ہوتی ہے، لیکن اگر کسی شخص نے ایسا کر لیا تو وہ سخت کنہگار ہوگا، اور پانی ملانے کی وجہ سے جس قدر وزن میں اضافہ ہوا، اس کے مقابل قیمت و عوض بھی شرعاً حرام ہے، اس کا اصل مالک کو یا اس کے ورثاء کو لوٹانا واجب ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے نیت کر کے اس کا فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”سنن أبي داود“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ؛ أن رسول الله ﷺ مرَّ برجل يبيع طعاماً فسأله كيف تبيع ؟ فأخبره ، فأوحى إليه أن ادخل يدك فيه ، فأدخل يده فيه فإذا هو مبلول ، فقال رسول الله ﷺ : ”ليس منا من غش“ .

(ص/ ۴۸۹ ، كتاب البيوع ، باب في النهي عن الغش)

ما في ”مشکوٰۃ المصابيح“ : عن واثلة بن الأسقع قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ”من باع عيباً لم ينه لم يزل في مقت الله أو لم تزل الملائكة تلعه“ . رواه ابن ماجه .

(ص/ ۲۴۹ ، كتاب البيوع ، باب المنهي عنها من البيوع ، الفصل الثالث)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : اتفق الفقهاء على أن الغش حرام ، سواء أكان بالقول أو بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

ما في ”رد المحتار“ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه .

(۲۲۳/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراماً) (فتاوى محمودية: ۱۶/۱۳۵، کراچی)

تعلیمی تاش کا استعمال اور خرید و فروخت

مسئلہ (۳۵۹): تعلیمی تاش فی نفسہ مالی متقوم ہے، اس کی خرید و فروخت جائز ہے^(۱)، لیکن تاش کھیلنا بسا اوقات پیش خیمہ و ذریعہ ہوتا ہے قمار کا؛ کہ اس پر مالی ہارجیت کا معاملہ ہونے لگتا ہے، اس لیے اس کی خرید و فروخت اور کھیل سے بچنا چاہیے^(۲)، نیز اس کو بلیک میلنگ سے بچنا جب کہ یہ قانوناً منع ہے درست نہیں، کیوں کہ حکومتی مقرر کردہ قوانین کی خلاف ورزی ناجائز ہے، جب کہ اس میں شرعی مفسدہ نہ ہو۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ”رد المحتار“ : المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم ، والتقوم يثبت بها وبإباحتها الإنتفاع به شرعاً .
(۷/۷) ، مطلب في تعريف المال والملک المتقوم ، البحر الرائق : ۴۳۰/۵ ، شرح المجلة : ص/۷۰ ، المادة : ۱۲۶ ، ۱۲۷ ، الفقه الإسلامي وأدلته (جواهر الفقه : ۳۵۲/۲)
(۲) ما في ”رد المحتار“ : وما كان سبباً لمحذور فهو محذور . (۴۲۶/۹)
ما في ”المقاصد الشرعية للخادمي“ : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶ ، صلة الذرائع سدا)
(۳) ما في ”رد المحتار“ : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض . ”در مختار“ . وفي الشامية : والأصل فيه قوله تعالى : ”وأولى الأمر منكم“ . [سورة النساء : ۵۹] . وقال عليه الصلاة والسلام : ”اسمعوا وأطيعوا ولو أمر عليكم عبد حبشي أجده“ . وروي ”مجدد“ وعن ابن عمر أنه عليه الصلاة والسلام قال : ”عليكم بالسمع والطاعة لكل من يؤمر عليكم ما لم يأمركم بمنكر“ . ففي المنكر لا سمع ولا طاعة .
(۳۱۹/۶ ، مطلب في وجوب طاعة الإمام) (فتاوى محمودية : ۱۲۰/۱۶ ، کراچی ، مسائل تجارت : ص/۲۳۸)

انعامی اسکیموں کے ساتھ خرید و فروخت

مسئلہ (۳۶۰): آج کل بہت ساری دوکانوں پر گراہوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے خریدی گئی چیز کے ساتھ انعام بھی رکھا جاتا ہے، جس کی بنا پر لوگ ان اشیاء کو زیادہ سے زیادہ خریدتے ہیں، تو اگر خریدی ہوئی چیزوں کے ساتھ ہر خریدار کو انعام کے طور پر مزید کوئی چیز دی جاتی ہے، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یہ فروخت کرنے والے کی طرف سے ایک طرح کا اضافہ ہے، اور فقہاء نے بیع میں اضافہ کو جائز قرار دیا ہے، اور چوں کہ خریدار کو اپنے پیسے کی چیز مل جاتی ہے، اس لیے یہ صورت جوئے کے دائرہ میں نہیں آتی، لیکن اب خریدنے والے کی نیت پر منحصر ہے، اگر خریدنے والے کا مقصد سامان خریدنا تھا، اس کے ساتھ انعامی کوپن مل گیا، اور اتفاق سے کوپن میں اس کا نام نکل آیا، تو اس میں کوئی قباحت نہیں^(۱)، لیکن اگر اصل مقصود ہی انعامی کوپن حاصل کرنا تھا، اور اسی مقصد سے سامان خریدا گیا تھا^(۲)، تو یہ صورت جائز نہ ہوگی، بلکہ یہ جوئے کے حکم میں ہوگا۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” نوازل فقهية معاصرة “ : بناء على تعيين المبيع والتمن وحصول كل مشتري على مبيعه المطلوب وتوزيع الجوائز من قبل الشركات من مكاسبها الخاصة ، يجوز هذا العمل ولو كان العوض الحاصل لأحد الجانبين مجهولاً أو محتملاً ، ويلتقي الواحد ويحرم الثاني يكون ذلك حسب قول الجصاص ، غير شاملة للميسر والقمار فلا بأس فيها ، وهذا هو رأي العلامة المفتي محمد شفيع من كبار العلماء هذا العصر . (۳۲۷/۱)

(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : ” إنما الأعمال بالنيات “ . (۲/۱) =

پاورلوم فیکٹری کے لائسنس کی خرید و فروخت

مسئلہ (۳۶۱): پاورلوم فیکٹری لگانے کے لیے حکومت کی طرف سے تمام فیکٹریوں کو مشینوں کی تعداد کے اعتبار سے درآمدی لائسنس دیا جاتا ہے، تاکہ وہ دھاگہ درآمد کرے، مگر چھوٹے سرمایہ دار بڑے سرمایہ داروں سے اس درآمدی لائسنس کو بازار میں فروخت کر دیتے ہیں، کیوں کہ ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا کہ وہ از خود دھاگہ درآمد کر سکیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لائسنس کوئی مادی چیز نہیں ہے، بلکہ دوسرے ملک سے دھاگہ درآمد کرنے کے حق کا نام ہے، اور یہ حق اصلۃً ثابت ہے، لہذا مال کے بدلے میں اس سے دست برداری جائز ہوگی^(۱)، نیز حکومت کی طرف سے یہ لائسنس حاصل کرنے میں بڑی کوشش، وقت اور مال صرف کرنا پڑتا ہے، اور

= (۳) ما فی ” صور من البیوع المحرمة والمختلف فیها “ : فقد لو خط قیام بعض المؤسسات والمحلات التجارية بنشر اعلانات فی الصحف وغیرها عن تقدیم جوائز لمن یشتری من بضائعهم المعروضة ، مما یغری بعض الناس علی الشراء من هذا المحل دون غیره أو یشتری سلعاً لیس له فیها حاجة طمعاً فی الحصول علی إحدى هذه الجوائز ، و حیث أن هذا نوع من القمار المحرم شرعاً ، والمؤدی إلى أكل أموال الناس بالباطل ولما فیہ من الاغراء والتسبب فی ترویج سلعته واکساد سلع الآخرين المماثلة ممن لم یتامر مثل مقامرته ، لذلك أحببت تنبیہ القراء أن هذا العمل محرم ، والجائزة التي تحصل من طريقة محرمة لكونها من الميسر المحرم شرعاً ، وهو القمار .

(ص/ ۳۱۸ ، حکم الجوائز التي تقدم من المؤسسات والمحلات التجارية)

ما فی ” الأشباه والنظائر لابن نجيم الحنفي “ : الأمور بمقاصدها . (۱/ ۱۱۳)

(فتاویٰ معاصرة : ص/ ۱۵۴ ، للشيخ محمد بن صالح العثيمين)

(کتاب الفتاوی: ۵/ ۲۴۷)

اس لائسنس کے حامل کو ایک قانونی پوزیشن حاصل ہو جاتی ہے، جس کا اظہار تحریری سرٹیفکیٹ میں ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے حکومت یہ لائسنس رکھنے والے کو بہت سی سہولتیں مہیا کرتی ہے، اور تاجروں کے عرف میں یہ لائسنس بڑی قیمت رکھتا ہے، اور اس کے ساتھ اموال والا معاملہ کیا جاتا ہے، لہذا یہ بات بعید نہیں ہے کہ خرید و فروخت کے جائز ہونے میں اسے مادی اشیاء کے ساتھ شامل کر دیا جائے، لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ حکومت یہ لائسنس دوسرے آدمی کے نام منتقل کرنے کی اجازت دیتی ہو، اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام ہو، اور قانون دوسری کمپنی کی طرف اس کی منتقلی کی اجازت نہ دیتا ہو، تو اس لائسنس کی بیع جائز نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ اس صورت میں لائسنس کی فروختگی سے جھوٹ اور دھوکہ لازم آئے گا، اس لیے کہ لائسنس خریدنے والا بیچنے والے ہی کے نام سے استعمال کرے گا، نہ کہ اپنے نام سے، لہذا ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا^(۲)، البتہ اگر لائسنس یافتہ شخص کسی کو اپنی طرف سے بیچنے اور خریدنے کا وکیل بنادے، تو اس صورت میں اس وکیل کے لیے اس لائسنس کے ذریعہ خرید و فروخت جائز ہوگی۔

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ”رد المحتار“ : فإنه قالوا : يجوز أخذ العوض على وجه الإسقاط للحق ، ولا ريب أن النازع يستحق المنزول به . (۲۶/۷)

(۲) ما في ”حاشية البخاري“ : ”نهى النبي ﷺ عن النجش“ .

(صحيح البخاري : ۲/۲۸۷)

(فتاویٰ حقانیہ: ۶/۶۳، ۶۴، فقہی مقالات: ۱/۲۲۳، اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۳/۸۴، حقوق اور ان کی خرید و فروخت: ص/۱۹۳، ایضاح النوادر: ص/۴۹، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۳۰)

بجٹ سرٹیفکیٹ

مسئلہ (۳۶۲): حکومت کی طرف سے مختلف قسم کے بجٹ سرٹیفکیٹ اور یونٹ وغیرہ جاری کیے جاتے ہیں، جو کہ چھ سال کے بعد دو گنا، اور دس سال کے بعد تین گنا قیمت کے ہو جاتے ہیں، شرعاً یہ زائد رقم سود کہلائے گی، اور حکومت بھی اس کو سود ہی سمجھتی ہے^(۳)، لہذا اولاً اس طرح کی اسکیموں میں شرکت ہی نہ کی جائے، اور اگر نادانستہ طور پر شرکت کر لی گئی، تو اس سودی رقم کو لے کر غرباء و فقراء پر بلا نیت ثواب تقسیم کر دیا جائے، خود استعمال نہ کرے۔^(۴)

(۳) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلَ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ .

(سورة البقرة : ۲۷۵)

ما فی ” صحیح مسلم “ : عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : ” لعن رسول اللہ ﷺ آکل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال : هم سواء “ . (۲/۲۷۵ ، باب الربوا)

ما فی ” التنویر مع الدر والرد “ : هو لغة : مطلق الزيادة . وشرعاً : (فضل) ولو حكماً فدخل ربا النسيئة والبيوع الفاسدة فكلها من الربا (خال عن عوض) (بمعیار شرعی) وهو الكيل والوزن ... (مشروط) ذلك الفضل (لأحد المتعاقدين) (فی المعاوضة) .

(۳۹۸/۷ - ۴۰۱ ، کتاب البيوع ، باب الربا ، بیروت)

(الفتاویٰ الہندیة : ۱۱۷/۳ ، کتاب البيوع ، الباب التاسع ، الفصل السادس)

(۴) ما فی ” رد المحتار “ : الحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (۲۲۳/۷ ، کتاب البيوع ، مطلب فیمن ورث مالا حراماً ، الفتاویٰ الہندیة : ۳۴۹/۵ ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس)

کچھ قسطیں ادا کر کے بقیہ قسطیں معاف

مسئلہ (۳۶۳): انٹرپرائز ایک تجارتی ادارہ ہے، جس کی تجارت کا طریقہ کار یہ ہے کہ اس کے کچھ ممبر ہوتے ہیں، جو قسط وار اس ادارہ کو رقم جمع کراتے ہیں، اور ہر مہینہ قرضہ اندازی ہوتی ہے، جس ممبر کا نام نکل آتا ہے، ادارہ اس کو موٹر سائیکل، کار وغیرہ دیتا ہے، اور اب اسے بقیہ قسطیں بھی بھرنا نہیں پڑتی، جب کہ دوسرے ممبر جن کا ابھی نام نہیں نکلا برابر قسطیں جمع کرتے رہتے ہیں، شرعاً یہ معاملہ اپنی ابتدائی شکل میں تو فاسد ہے، کیوں کہ ثمن متعین نہیں، لیکن جب قرضہ اس کے نام نکل آیا اور پہلی ہی قسط کے بقدر پیسوں میں اسے وہ چیز دیدی گئی، تو یہ لین دین مستقل عقد بیع یعنی خرید و فروخت متصور ہوگا، اور چونکہ فریقین رضامند ہیں، بیع اور ثمن متعین ہے، اس لیے انجام کار یہ معاملہ درست قرار پائے گا، اور پہلی ہی دفعہ قرضہ میں نام نکلنے والے پر موقوف نہیں ہوگا، بلکہ ہر بار نام نکلنے اور عوضین کے لینے اور دینے کے بعد ہی خرید و فروخت کا معاملہ مکمل ہوگا، ابتدائی مرحلہ میں قیمت اور مدت کے غیر متعین ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ فاسد ہوگا، یہ حکم معاملہ کی ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے، ورنہ اس کے پس پردہ بھی وہی قرار والا ذہن کار فرما ہے، اس لیے درحقیقت یہ بھی کراہت سے خالی نہیں، لہذا مسلمانوں کو اس طرح کی اسکیموں میں حصہ لینے سے دور رہنا چاہیے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "نوازل فقهية معاصرة" : الاعفاء عن الأقساط القادمة عند فوزه في القرعة، =

مسائل التامین

☆..... بیمہ کے مسائل.....☆

میوچل فنڈ/ امدادِ باہمی

مسئلہ (۳۶۴): چند لوگوں نے مل کر ایک فنڈ قائم کیا، جس میں ہر شخص اپنی تنخواہ میں سے کچھ روپے جمع کرتا ہے، اور بوقت ضرورت ممبران میں سے جو بیمار ہو جائے اس کی مالی مدد کی جاتی ہے، اس فنڈ میں تجارتی اعتبار سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لہذا یہ صورت بلا کراہت جائز، بلکہ مستحب ہے، کیوں کہ اس کے کسی مرحلے میں سود یا قمار نہیں پایا جاتا ہے، اور نہ ہی کوئی چیز خلاف شرع ہے، نیز علماء کرام کی طرف سے انشورنس اور امدادِ باہمی کی جو جائز صورتیں تجویز کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔^(۱)

= هذه المعاملة فاسدة في المبدأ لعدم تعين الثمن ، لكنه إن فاز في القرعة وسلم له المطلوب مقابل قدر القسط الأول من المبلغ فيعتبر هذا التبادل عقد بيع مستقل يجوز نظراً إلى تراضي الجانبين وتعيين المبيع والثمن ، إذا قال : بعتك شاة من هذا القطيع فالباع فاسد ، فإن عين البائع شاة وسلمه إليه ورضي به جاز ، ويكون ذلك ابتداءً ببيع بالمرضاة ، ولا يتوقف جوازه على الفوز في القرعة الأولى للقسط الأول وإنما يتم البيع في كل قرعة بتبادل العوضين وأما في المرحلة الابتدائية فيكون هذا العقد فاسداً بجهالة الثمن والأجل ، وهذا الحكم أيضاً في صورتها الظاهرة ، وإلا تعمل ورائه فكره القمار ولا تخلو من الكراهية وعلى المسلمين الحذر عنه . (۳۲۸/۱ ، البيع بالتقسيط)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَأَحْسِنُوا ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ . (البقرة : ۱۹۵) =

اضطراری حالت میں بیمہ

مسئلہ (۳۶۵): بیمہ چونکہ سود و قمار کی ایک شکل ہے، اس لیے اختیاری حالت میں بیمہ کرانا جائز نہیں ہے^(۱)، البتہ اگر کسی ملک یا خطہ کی بد حالی ایسی ہو جائے کہ بغیر بیمہ کے جان و مال کا تحفظ مستعذر ہو جائے، یا قانونی مجبوری ہو، تو ایسی اضطراری حالت میں بیمہ کرنا درست ہے^(۲)، البتہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد رقم کو خود کسی کام میں نہ لائے، بلکہ اس کے وبال سے بچنے کے لیے بلائیتِ ثواب غرباء پر صدقہ کر دے۔^(۳)

=ما فی ”الجامع لأحكام القرآن للقرطبي“ : ﴿وأحسنوا﴾ أي في الإنفاق في الطاعة . (۳۶۵/۲)
 ما فی ”سنن أبي داود“ : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا ، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ، ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة ، ومن سر على مسلم سر الله عليه في الدنيا والآخرة ، والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه “ . (ص/ ۶۷۶ ، الأدب ، في المعونة للمسلم)
 ما فی ”شرح مسلم للنووي“ : فيه حديث أبي هريرة : من نفس عن مومن كربة إلى آخره ، وهو حديث عظيم جامع لأنواع من العلوم ، والقواعد ، والآداب ، وسبق شرح أفراد فصوله ، ومعنى نفس الكربة : أزالها ، وفيه فضل قضاء حوائج المسلمين ، ونفعهم بما يسر من علم ، أو مال ، أو معاونة . (۲۹۰/۸) ، كتاب الذكر والدعاء والتوبة
 ما فی ”مرقاة المفاتيح“ : (في عون أخيه) أي في قضاء حاجته ، وفيه إشارة إلى فضيلة عون الأخ على أموره . (۴۱۵/۱) ، كتاب العلم
 ما فی ”الموسوعة الفقهية“ : يختلف الحكم التكليفي للإعانة بحسب أحوالها ، فقد تكون واجبة ، وقد تكون مندوبة ، وقد تكون مباحة أو مكروهة أو محرمة ، الإعانة المندوبة ، وتكون الإعانة مندوبة إذا كانت في خير لم يجب . (۱۹۶/۵ ، ۱۹۷ ، إعانة)=

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . [سورة البقرة : ۲۷۵] .
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۸ ، ۲۷۹)
ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن جابر رضي الله عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ أكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء “ .

(۲/۲ ، كتاب البيوع ، آخر باب تحريم حبل الحبلية)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ﴾ .
(سورة المائدة : ۹۰)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وحقيقته تملك المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار . (۲/۵۸۲ ، المائدة ، باب تحريم الخمر)
(۲) ما في ” الموافقات للشاطبي “ : مجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل ، والمال ، والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في كل ملة . (۲/۳۲۶ ، كتاب المقاصد)
ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الضرورات تبيح المحظورات “ . (۱/۳۰۷)
ما في ” شرح المجلة لسليم رستم باز “ : ” الحاجة تنزل منزل الضرورة عامة وخاصة “ .

(ص/۳۳ ، رقم المادة : ۳۲)

(۳) ما في ” رد المحتار “ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۲۲۳ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراماً) (نظام الفتاوى : ۱/۱۹۱ ، فتاوى محمودية : ۱۶/۳۸۷ ، ۳۸۸ ، كراچی)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : والواجب في كسب الخبيث لتفريغ الذمة منه إلى أربابه إن علموا وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۳۰۷ ، الكسب الناشئ عن الميسر)

بیمہ کمپنی کے لیے بطور ایجنٹ کام کرنا

مسئلہ (۳۶۶): بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام چونکہ سود و قمار پر قائم ہے، اس لیے بیمہ کمپنی کے لیے بطور ایجنٹ کام کرنا اور اس پر کمیشن لینا ناجائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التفسير المنير “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ وهو الذنب والمعصية ، وهي كل ما منعه الشرع ولا تعاونوا على التعدي على حقوق غيركم ، والإثم والعدوان يشمل كل الجرائم التي يأتى فاعلها . (۳ / ۱۸ ، سورة المائدة)

ما في ” بذل المجهود “ : أي آخذه ، سواء أكله بعد ذلك أم لا ؟ (وموكله) أي معطيه ، حدثني عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود ، عن أبيه قال : ” لعن رسول الله ﷺ أكل الربا وموكله ، وشاهده ، وكاتبه “ . أي الذي يكتب الشهادة . (وكاتبه) قال النووي : فيه تصريح بتحريم كتابة (المبايعه بين) المترابيين بأجر كان أو بغير أجر ، والشهادة عليهما ، وتحريم الإعانة على الباطل . (۱۱ / ۱۸ ، ۱۹ ، باب أكل الربا ، رقم الحديث : ۳۳۳۳)

ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن جابر قال : ” لعن رسول الله ﷺ أكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهده ، وقال : هم سواء “ . (۲ / ۲۷ ، كتاب البيوع ، قديمي)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب﴾ .

(سورة المائدة : ۹۰)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : و حقيقته تملك المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار . (۲ / ۵۸۲ ، المائدة ، باب تحريم الخمر)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وقد حرص الشارع على سدّ الذرائع المفضية إلى الربا ، لأن ما أفضى إلى الحرام حرام ، وكل ذريعة إلى الحرام هي حرام . (۲۲ / ۵۳)

ما في ” بدائع الصنائع “ : الوسيلة إلى الحرام حرام . (۶ / ۴۸۸ ، كتاب الاستحسان)

(جديد مسائل كاحل: ص/۴۴۶)

جہاز میں روانہ کیے گئے مال کا بیمہ

مسئلہ (۳۶۷): جو مال جہاز میں روانہ کیا جاتا ہے، اگر مالک جہاز اس کا بیمہ کرے، اس طرح کہ کرایہ کی اصل مقدار سے دو چند یا سہ چند کرایہ لے کر مال بھرے، اور نقصان کا ذمہ دار ہو جائے کہ اگر مال فلاں مقام پر صحیح سالم نہیں پہنچا، تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا، تو اس صورت میں جہاز والا اجیر مشترک ہے، اور اصل مذہب کے اعتبار سے اجیر مشترک کے ضامن ہونے نہ ہونے کی چار صورتیں بنتی ہیں:

- ۱- جب مال کی ہلاکت فعلِ اجیر سے بعد ہی ہو،
 - ۲- جب مال کی ہلاکت فعلِ اجیر سے بدون تعدی ہو،
 - ۳- جب مال کی ہلاکت بدون فعلِ اجیر ہو، اور اس سے بچنا ممکن نہ ہو،
 - ۴- جب مال کی ہلاکت بدون فعلِ اجیر ہو، اور اس سے بچنا ممکن ہو،
- پہلی دو صورتوں میں امام اور صاحبین رحمہم اللہ، تینوں کے نزدیک بالاتفاق ضمان لازم ہوتا ہے،

تیسری صورت میں بالاتفاق ضمان لازم نہیں ہوتا ہے، اور چوتھی صورت میں امام کے نزدیک مطلقاً ضمان لازم نہیں ہوتا، جب کہ صاحبین کے نزدیک مطلقاً ضمان لازم ہوتا ہے،

پس اگر جہاز والے نے ان مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایسی صورت (جس کی حقیقت ضمانت ہے) میں بیمہ کیا، تب تو یہ بیمہ جائز ہے، اور اگر ایسی صورت میں بیمہ کیا جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان نہیں ہوتا، اس کا بیمہ کرنا جائز نہیں ہے، اور جس صورت میں ضمان کے وجوب اور عدم وجوب میں اختلاف ہے، اس میں چوں کہ

ضمان کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے اگر جہاز والے نے اس صورت میں بیمہ کر لیا، تو یہ بھی جائز ہوگا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (و) أما (كفالة المال) فـ (تصح ولو) المال (مجهولا به إذا كان) ذلك المال (دينا صحيحا) (و) الدين الصحيح (هو ما لا يسقط إلا بالأداء أو الإبراء) . (۵۷۹/۷ - ۵۸۱ ، كتاب الكفالة ، بيروت)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (وهي أمانة) (فلا تضمن بالهلاك) إلا إذا كانت الوديعة بأجر . أشباه معزيا للزيلعي . (۴۵۵/۸ ، ۴۵۶ ، كتاب الإيداع ، بيروت)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : ولا يضمن (أي الأجير المشترك) ما هلك في يده وإن شرط عليه الضمان ، لأن شرط الضمان في الأمانة باطل كالمودع خلافا للأشباه . (در مختار) . وفي الشامية : أي من أنه إن شرط ضمانه ضمن إجماعا ، وهو منقول عن الخلاصة وعزاه ابن الملك للجامع . وفي الشامية : قوله : (ولا يضمن الخ) اعلم أن الهلاك إما بفعل الأجير أو لا ، والأول إما بالتعدي أو لا والثاني أن يمكن الاحتراز عنه أو لا ، ففي الأول بقسميه يضمن اتفاقاً ، وفي ثاني الثاني لا يضمن اتفاقاً ، وفي أوله لا يضمن عند الإمام ، ويضمن عندهما مطلقاً . (۷۷/۹ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في ” البحر الرائق “ : والمتاع في يده (المشترك) غير مضمون بالهلاك ، وما تلف من عمله مضمون ، وفي البحر : (والمتاع في يده غير مضمون بالهلاك) يعني لا يضمن ما ذكر ، سواء هلك بسبب يمكن الاحتراز عنه كالسرقة أو بما لا يمكن كالحريق الغالب ، والفارة المكابرة ، وهذا عند الإمام ، وقالوا : يضمن إلا إذا هلك بما لا يمكن التحرز عنه ، لا عمر وعلياً ضمانه كما إذا هلك بفعله . (۴۷/۸ ، ۴۸ ، الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : فالصاحبان (أبو يوسف ومحمد) والحنابلة اعتبروا التلف بفعله سواء كان عن قصد أو غير قصد ، أو بتقصير أو دونه موجباً للضمان تابعوا في ذلك عمر وعلياً حفظاً لأموال الناس ، ومثل ذلك إذا كان التلف بغير فعله ، وكان من الممكن دفعه أبو حنيفة إلى الضمان إذا كان التلف بفعله ، أو بفعل تلميذه ، سواء قصد أم لا ، =

جہاز میں لدے ہوئے مال کا بیمہ

مسئلہ (۳۶۸): اگر بیمہ کمپنی جہاز میں لدے ہوئے مال کا بیمہ کرائے، تو یہ مالک جہاز کی کفالت ہے، اور صحت کفالتہ کے لیے اس حق کا مضمون ہونا شرط ہے^(۱)، لہذا اگر بیمہ کمپنی نے مال ہلاک ہونے کی صورتوں میں سے کسی ایسی صورت (جس کی حقیقت ضمانت ہے) میں بیمہ کیا ہے، جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان ہے، تو یہ بیمہ جائز ہے، اور اگر ایسی صورت میں بیمہ کیا ہے جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان نہیں ہے، تو بیمہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر انتظام حفاظت کا پورا معاوضہ بیمہ کمپنی کو دیا جائے، اور وہ اپنا خاص آدمی حفاظت و نگرانی کے لیے جہاز میں رکھے، تو اس صورت میں کمپنی کا بیمہ کرنا ہر حال میں جائز ہے، اس لیے کہ جس امانت کی حفاظت پر اجرت لی جاوے، اس کے تلف سے ضمان لازم ہوتا ہے۔^(۲)

=لأنه مضاف إلى فعله، وهو لم يؤمر إلا بعمل فيه صلاح، وعمل التلميذ منسوب إليه، وإلى عدم الضمان إذا كان بفعل غيره، وهو القياس. (۲۹۷/۲)

(۲) ما في ”البحر الرائق“: وإن شرط الضمان على الأجير، فإن كان فيما لا يمكن التحرز عنه لا يجوز بالإجماع، لأنه شرط لا يقتضيه العقد، وإن كان فيما يمكن التحرز عنه يجوز عندهما خلافاً للإمام. (۲۸/۸، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، تبين الحقائق: ۱۳۹/۶، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير) (امداد الفتاوی: ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، جدید مسائل کامل: ص/۴۲۸، ۴۳۹)

(۳) ما في ”رد المحتار“: في الأشباه: من أنه إن شرط ضمانه ضمن إجماعاً، وهو منقول عن الخلاصة، وعزاه ابن ملك للجامع. (۷۷/۹، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير)

ما في ”الخلاصة“: فإن شرط عليه الضمان إذا هلك يضمن في قولهم جميعاً، لأن الأجير المشترك إنما لا يضمن عند أبي حنيفة إذا لم يشترط عليه الضمان، أما إذا شرط يضمن.

(۱۳۷/۳، كتاب الإجارة، الجنس الرابع في الحمامي)=

۱. ایکسیڈنٹ میں موت ہونے پر معاوضہ

مسئلہ (۳۶۹): اگر کسی شخص کا سرکاری بس سے ایکسیڈنٹ ہو گیا، اور وہ شخص جائے حادثہ پر ہی فوت ہو گیا، تو اس کے اہل خانہ کے لیے ڈرائیور کے خلاف مقدمہ دائر کرنا، اور حکومت سے معاوضہ لینا دونوں درست ہیں، اور معاف کر دینا بہتر ہے^(۱)، اس لیے کہ یہ حادثہ بہت سے بہت قتل خطا میں آ سکتا ہے، اور قتل خطا میں قصاص یا قتل نہیں ہوتا^(۲)، صرف دیت لازم آ سکتی ہے، اور دیت میں ذمی مستامن و مسلم سب برابر ہیں^(۳)، اور دیت میں صرف مال عوض میں لے سکتے ہیں، سزائے جسمانی کرانا درست نہیں، اور حق دار میت کو دیت کے معاف کرنے کا حق بھی ہوتا

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” البحر الرائق “ : أما شرائط المكفول به ، فالأول أن يكون مضموناً على الأصل ديناً أو عيناً أو فعلاً ، ولكن يشترط في العين أن تكون مضمونة لنفسها .

(۲) ۳۴۵/۶ ، كتاب الكفالة ، بدائع الصنائع : ۶۰۷/۴ ، كتاب الكفالة ، شرائط الكفالة ، ما يرجع إلى المكفول به ، كذا في رد المحتار : ۴۳۲/۷ ، كتاب الكفالة

ما في ” تبیین الحقائق “ : كفالة بالأعيان وهي نوعان : كفالة بأعيان مضمونة ، فتصح الكفالة بها . (۲۱/۵ ، كتاب الكفالة)

(۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وشرطها (الوديعة) كون المال قابلاً لإثبات اليد عليه ، وكون المودع مكلفاً شرط لوجوب الحفظ عليه (وهي أمانة فلا تضمن بالهلاك) إلا إذا كانت الوديعة بأجرٍ . ”أشباه“ . معزياً للزيلعي (مطلقاً) سواء أمكن التحرز أم لا .

(۳۹۵/۸ ، كتاب الإيداع)

ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : وذكر الزيلعي أن الوديعة بأجر مضمونة .

= (۲۳۵/۲ ، كتاب الأمانات)

ہے، اور معاف کر دینا اولیٰ ہے، پس اگر حق دار دیت لے کر معاملہ صاف کر لے، یا صلح وغیرہ کے ذریعہ سے معاملہ صاف کر لے اور پھر مقدمہ دائر کرنے میں اس کی سزا کا ظن غالب ہو، اور مقدمہ دائر نہ کرنے میں اپنے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو (خواہ قانونی یا غیر قانونی) تو مقدمہ دائر نہ کرے۔

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ومن قتل مؤمناً خطأ فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله إلا أن يصدقوا﴾ . (سورة النساء : ۹۲)

وما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا وأصلح فأجره على الله﴾ . (سورة الشورى : ۴۰)

(۲) ما في ” الهداية “ : والخطأ على نوعين : خطأ في القصد ، وخطأ في الفعل وموجب ذلك الكفارة والدية على العاقلة . (۵۴۵/۴ ، باب الجنابة البهيمية والجنابة عليها) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : الأصل أن المرور في طريق المسلمين مباح بشرط السلامة فيما يمكن الاحتراز عنه ، ضمن الراكب في طريق العامة ما وطئت أو خطبت بيدها أو صدمت . (۲۱۸/۱۰ ، باب الجنابة البهيمية والجنابة عليها)

ما في ” رد المحتار “ : وضمن عاقلة كل فارس أو راحل دية الآخر إن اصطدما وماتا منه ، ليس على إطلاقه ، بل محمول على ما إذا تقابلا ، لما في ” الاختيار “ : سار رجل على دابة فجاء راكب من خلفه فصدمه فعطب المؤخر لا ضمان على المقدم ، وإن عطب المقدم فالضمان على المؤخر . وكذا في سفينتين . (۲۲۲/۱۰ ، كتاب الديات ، باب الجنابة البهيمية والجنابة عليها)

ما في ” الهداية “ : الراكب ضامن لما أوطأت الدابة ما أصابت بيدها أو رجلها أو رأسها ، أو كدمت أو خطبت ، وكذا إذا اصطدمت والأصل أن المرور في طريق المسلمين مباح مقيد بشرط السلامة ، لأنه يتصرف في حقه من وجه ، وفي حق غيره من وجه ، لكونه مشتركاً بين كل الناس ، فقلنا بالإباحة بما ذكرنا ليعتدل النظر من الجانبين . (۵۹۴/۴ ، باب جنابة البهيمية والجنابة عليها)

(۳) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (والذمي والمستأمن والمسلم) في الدية (سواء) . (۲۳۲/۱۰ ، كتاب الديات ، بيروت) (مختبَرات نظام الفتاوى: ۴۰۴/۱)

کتاب الشریک

☆.....شرکت کے مسائل.....☆

عقد شرکت اور اس کی قسمیں

مسئلہ (۳۷۰): دو یا دو سے زیادہ افراد (یا اشیاء) کا کسی محل عقد سے مخصوص

ہو جانے کو عقد شرکت کہتے ہیں ^(۱)، عقد شرکت شرعاً جائز ہے۔ ^(۲)

بنیادی طور پر شرکت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اباحت (۲) شرکت ملک (۳) شرکت عقد۔

(۱) شرکت اباحت: یہ ہے کہ عام لوگ کسی مباح چیز کے حق ملکیت میں شریک

ہوں، جیسے جنگل کی لکڑیاں، سمندر کا پانی اور گھاس وغیرہ کہ ان میں یہ اصول ہے کہ جو شخص بھی پہلے جا کر انہیں حاصل کر لے وہ ان کا مالک بن جاتا ہے۔

(۲) شرکت ملک: یہ ہے کہ کوئی چیز دو یا اس سے زائد افراد کے درمیان ملکیت میں؛

وراثت، خریداری، ہبہ یا کسی چیز پر قبضہ کرنے کی وجہ سے آجائے اور ان کا مال آپس میں اس طرح مل جائے کہ کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔

پھر (عند الاحناف) شرکت ملک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اختیاری (۲) شرکت غیر اختیاری۔

شرکت اختیاری: یہ ہے کہ جس میں دو یا اس سے زائد شرکاء اپنے اختیار سے کسی چیز

کی ملکیت میں شریک ہو، جیسے دونوں نے مل کر کوئی سامان خریدا، وغیرہ۔

شرکت غیر اختیاری: یہ ہے کہ دونوں کے کسی اختیار کے بغیر کوئی چیز ان کی ملکیت میں

آجائے، جیسے ترکہ میں ورثاء کو حصہ مل جائے۔

(۳) شرکت عقد: یہ ہے کہ جس میں دو یا کئی افراد ایجاب و قبول کے ذریعے ایسا معاملہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مال کو نفع بخش تجارت میں لگاتے ہیں، اور حاصل ہونے والا نفع طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔

پھر شرکت عقد کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اموال (۲) شرکت اعمال، (۳) شرکت وجوہ۔

(۱) شرکت اموال: یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد اپنا متعین سرمایہ اس شرط پر لگائیں کہ ان میں سے ہر ایک یا بعض افراد کام کریں گے، اور نفع دونوں میں طے شدہ نسبت سے تقسیم ہوگا، جیسے زید اور عمرو نے آپس میں اس طرح شرکت کی کہ زید نے تیس لاکھ اور عمر نے بیس لاکھ روپے لگائے اور کوئی نفع بخش کاروبار اس شرط پر شروع کیا کہ حاصل ہونے والے نفع کا ساٹھ فیصد زید کو اور چالیس فیصد عمر کو ملے گا۔

(۲) شرکت اعمال: یہ ہے کہ دو یا زائد افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اجرت پر کیے جائیں، اور جو کمائی ہو اس میں دونوں شریک ہوں، مثلاً: دو درزی آپس میں اس بات پر اشتراک کر لیں کہ ہمارے پاس جو بھی کپڑا آئے گا ہم اسے مل کر سنیں گے، اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے۔ مختلف پیشہ ور لوگ جیسے ڈاکٹر، انجینئر، کارپینٹر وغیرہ بھی اس طرح کی شرکت کر سکتے ہیں، اسے شرکت ابدان، شرکت صنائع اور شرکت تقبُّل بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) شرکت وجوہ: یہ ہے کہ شرکاء کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا، وہ اپنی وجاہت اور تجارتی ساکھ کی بنیاد پر سامان اُدھار لاتے ہیں، اور آگے فروخت کر کے نفع حاصل

کرتے ہیں، جو ان میں طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔
پھر ان قسموں میں سے ہر ایک کی دو مزید قسمیں ہیں:
(۱) شرکت مفادضہ (۲) شرکت عنان۔

شرکت مفادضہ: یہ ہے کہ شرکت کے اندر شرکاء کا سرمایہ برابر برابر ہو، اور ان کے حقوق تجارت، عمل اور نفع بھی بالکل برابر ہو۔ اس میں ہر شریک دوسرے کی طرف سے وکیل بھی ہوتا ہے اور کفیل (ضامن) بھی ہوتا ہے۔

شرکت عنان: یہ ہے کہ شرکاء کا سرمایہ اور ان کے حقوق تجارت، عمل اور نفع کا برابر ہونا ضروری نہیں۔ اس میں ہر شریک دوسرے کی طرف سے وکیل تو ہوتا ہے، لیکن کفیل نہیں ہوتا۔ (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۶۵-۱۶۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الفتاوی التاتاریخانیة “ : وفي ” المنافع “ : الشركة : اختصاص الشریکین فصاعدا بمحلة واحدة ، وقال : إنها عبارة عن الإختلاط بحيث لا يعرف أحد النصیبین من الآخر . (۳۲۹/۴) ، کتاب الشركة ، الدر المنقی شرح الملتقی مع مجمع الأنهر : (۵۴۲/۲) ما فی ” فتاوی النوازل “ : وهی عبارة عن اختلاط النصیبین ولا يعرف أحدهما الآخر ، ویعلق علی العقد وإن لم یوجد الإختلاط . (ص/۳۱۶)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۶۴، شرکت و مضاربت عصر حاضر میں: ص/۱۱۱)

(۲) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿وإن كثيرا من الخلطاء لیبغی بعضهم علی بعض إلا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وقلیل ما هم﴾ . (سورة ص: ۲۴)

ما فی ” سنن أبی داود “ : عن أبی هريرة رضي الله تعالى عنه رفعه قال : ” إن الله تعالى يقول : أنا ثالث الشریکین ما لم یخن أحدهما صاحبه ، فإذا خانه خرجت من بینهم “ . (۲/۴۸۰ ، باب فی الشركة)
ما فی ” المبسوط للسرخسی “ : الأصل فی جواز الشركة ما روي ان سائب بن شریک جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال : صلوات الله وسلامه علیه وكيف لا أعرفک =

موجودہ کمپنیوں کی شرعی حیثیت

مسئلہ (۳۷۱): موجودہ کمپنیاں شرکت کی پانچویں قسم یعنی شرکت العنان میں داخل ہیں، کیوں کہ عامۃً موجودہ کمپنیوں میں دو یا زیادہ افراد اس طرح شریک ہوتے ہیں کہ ہر ایک کا سرمایہ، عمل، حقوق و نفع مساوی نہیں ہوتا، بلکہ اس میں ہر شریک دوسرے کا صرف وکیل ہوتا ہے، کفیل نہیں ہوتا، مثال کے طور پر اگر زید اور عمر مل کر شرکت کریں، اور زید ایک ہزار روپے کا سرمایہ لگائے اور عمر ڈیڑھ ہزار روپے کا سرمایہ لگائے، اور منافع بھی اسی تناسب سے طے کر لیں، تو یہ شرکت عنان کہلائے گی، جو شرعاً جائز ہے۔^(۱)

= وکنت شریکی وکنت خیر شریک لا تدارى ولا تماری أى لا تداجی ولا تخصم ، وبعث رسول الله ﷺ والناس يفعلون ذلك فأقرهم عليه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا من غير نكير . (۱۱ / ۱۲۲)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : والمسلمون أجمعوا على جواز الشركة في الجملة .
(۵ / ۳۸۷) ، مشروعية الشركة
ما في ” فتاوى النوازل “ : وهي جائزة لأن النبي ﷺ بعث والناس يتعاملون بها ، فقرره النبي ﷺ . (ص / ۳۱۶ ، كتاب الشركة) (شرکت و مضاربیت عصر حاضر میں : ص / ۱۳۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : شركة العقود : هي عبارة عن العقد الواقع بين اثنين فأكثر للاشتراك في مال وربحه ، وهو تعريف الحنفية السابق . وهي أنواع خمسة عند الحنابلة : شركة العنان وشركة المفاوضة وشركة الأبدان ، وشركة الوجوه والمضاربة ، وقسمها الحنفية إلى ستة أنواع : وهي شركة الأموال وشركة الأعمال وشركة الوجوه ، وكل نوع من هذه الأنواع إما مفاوضة وإما عنان واتفق العلماء على أن شركة العنان جائزة صحيحة . (۵ / ۳۸۷ ، الفصل الخامس ؛ الشركات)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما الكلام في الشركة بالأموال ، فأما العنان فجائز بإجماع =

شریک کا تصرف

مسئلہ (۳۷۲): شریک کے لیے مشترک کاروبار کے سامان میں تصرف کرنا

جائز ہے۔^(۱)

= فقهاء الأمصار ، ولتعامل الناس ذلك في كل عصر من غير نكير ، وما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن . (۵۰۶/۷ ، کتاب الشریک ، فصل في جواز الأنواع الثلاثة ، بيروت)
ما في ” منهاج المسلم لأبي بكر الجزائري “ : شركة العنان : هي أن يشترك شخصان فأكثر ممن يجوز تصرفهم في جميع قدر من المال موزعاً عليهم أقساطاً معلومة ، أو اسهما معينة محددة ، يعملون فيه معا لتنميته ويكون الربح بينهم بحسب اسهمهم في رأس المال .
(ص / ۲۹۹ ، الباب الخامس في المعاملات) (امداد الفتاوى : ۳/ ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، شرکت ومضاربت عصر حاضر میں : ص / ۱۸۵ ، ۲۱۳ ، ۳۲۰ ، اسلام اور جدید معاشی مسائل : ۷/ ۲۰۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير و شرحه مع الشامية “ : (ولكل من شريكي العنان والمفاوضة أن يستأجر) من يتجر له أو يحفظ المال (ويضع) أي يدفع المال بضاعة ، بأن يشترط الربح لرب المال (ويودع) ويعير (ويضارب) لأنها دون الشركة فتضمنتها (ويوكل) أجنبياً ببيع وشراء وبيع بما عز و هان . خلاصة . (بنقد ونسيئة) . بزازية . (ويسافر) بالمال له حمل أو لا . هو الصحيح . (۲/ ۲۹۰ ، ۲۹۱ ، کتاب الشریک ، بيروت)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : ويقول وذلك كله في أيديهما يشتریان به و یبیعان جميعاً و شتی ، و یعمل کل واحد منهما برأیه و یبيع بالنقد و النسيئة .

(۲/ ۳۲۰ ، شركة العنان ، مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر : ۲/ ۵۵۵ ، تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق : ۳/ ۲۹۹ ، بدائع الصنائع : ۵/ ۹۱) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں : ص / ۲۰۷)

شریک کا عقد شرکت سے نکلنا

مسئلہ (۳۷۳): عقد شرکت میں سے کوئی شریک اگر نکلنا چاہے، تو نکل سکتا ہے، اب جو شریک کاروبار کریگا پوری آمدنی اسی کی ہوگی، اور جو شریک نکل گیا وہ صرف اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کا حق دار ہوگا۔^(۱)

عقد شرکت میں نفع کی تعیین نہ ہو

مسئلہ (۳۷۴): جب عقد شرکت میں شرکاء نے تقسیم نفع کی کوئی قید نہ لگائی ہو، تو نفع رأس المال کے مطابق تقسیم ہوگا، اگر رأس المال دونوں کا برابر ہو تو منافع برابر ہوں گے، ورنہ رأس المال کی کمی بیشی کی صورت میں منافع بھی کم و بیش ہوں گے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : اشتركا واشتريا امتعة ثم قال أحدهما : لا أعمل معك بالشركة وغاب فباع الحاضر الأمتعة فالحاصل للبائع وعليه قيمة المتاع ، لأن قوله : لا أعمل معك فسخ للشركة معه وأحدهما يملك فسخها ، وإن كان المال عروضاً بخلاف المضاربة وهو المختار . (۳۹۰/۲) ، فصل في الشركة الفاسدة ، البحر الرائق : ۳۰۹/۵ ، فصل في الشركة الفاسدة (فتاوى حقاني : ۳۳۵/۲ ، ۳۳۶)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : وإذا انكسر أحد الشريكين الشركة ومال الشركة أمتعة كان هذا فسخاً للشركة . كذا في الظهيرية . (۳۳۵/۲) ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة

(۲) ما في ”رد المحتار“ : فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالهما . (۳۷۰/۲) ، مطلب شركة العقد

ما في ”الفتاوى الهندية“ : أما شرط جوازها تكون رأس المال عيناً حاضراً أو غائباً عن =

عقد شرکت کب ختم ہوتا ہے؟

مسئلہ (۳۷۵): اگر عقد شرکت میں تین یا زائد شرکاء تھے، ان میں سے ایک

شریک لگاتار پاگل رہا یا مر گیا، تو عقد شرکت باقی نہیں رہے گا۔^(۱)

=مجلس العقد لكن مشار إليه والمساواة في رأس المال ليست بشرط ، ويجوز التفاضل في الربح مع تساويهما في رأس المال . كذا في محيط السرخسي . (۳۱۹ / ۲)
ما في ” البحر الرائق “ : والربح بينهما على قدر رأس مالهما .

(۱۸۹ / ۵) ، كتاب الشركة ، دار المعرفة بيروت ، مجمع الأنهر : ۵۵۳ / ۲)

(فتاوى حنائی : ۳۲۵ / ۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : وتبطل الشركة بموت أحدهما ويجوزونه مطبقاً .

(۳۹۴ / ۶) ، فصل في الشركة الفاسدة)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ثالثاً : جنون أحدهما جنوناً مطبقاً وهو لا يصير مطبقاً إلا بعد أن يستمر شهراً أو سنة كاملة فلا تنتهي الشركة إلا إذا مضت هذه المدة بعد ابتدائه ، رابعاً :

موت أحدهما لأن الموت تبطل للوكالة . (۸۸ / ۲۶)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وتبطل الشركة بموت أحدهما علم به الشريك أو لا .

(۳۳۵ / ۲) ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

ما في ” البحر الرائق “ : وتبطل الشركة بموت أحدهما لأنها تتضمن الوكالة ولا بد منها

لتحقق الشركة على ما مر والوكالة تبطل بالموت . (۳۰۸ / ۵) ، فصل في الشركة الفاسدة)

عقد شرکت میں نفع کی زیادتی کی شرط

مسئلہ (۳۷۶): اگر دو درزی شرکت کا عقد اس طرح کریں؛ کہ دونوں مل کر کپڑے سنیں گے، اور ملنے والا نفع (اجرت) دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کریں گے، اور ان میں ایک درزی زیادہ کام کرتا ہے، دوسرا کم، تو اس درزی کے عمل کی زیادتی سے وہ نفع کی زیادتی کا حق دار نہیں ہوگا، بلکہ نفع ان کے اس طے شدہ معاہدہ کے مطابق ہی تقسیم ہوگا^(۱)، ہاں! اگر شروع عقد میں ہی عمل کی زیادتی پر نفع کی زیادتی کی شرط لگائی گئی ہو، تو پھر اسی کے مطابق نفع کا حق دار ہوگا، اس لیے کہ نفع میں زیادتی کا حق؛ عمل یا مال یا ضمان کے سبب سے ہوتا ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الحنفي في ثوبه الجديد “ : شركة الأعمال : وتسمى أيضاً شركة صنائع وأبدان ، وهي أن يتفق صانعان أم خياطان ، أو خياط وصباغ مثلاً على أن يتقبلا الأعمال التي يمكن استحقاقها ، ويكون الكسب بينهما على ما شرطاً مطلقاً ، سواء شرطاً الربح على السواء أو متفاضلاً ، وسواء تساويا في العمل أو لم يتساويا فيه .

(۵/ ۴۱ ، الشركات ، شركة الأعمال)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما الشركة بالأعمال فهو أن يشتركا على عمل من الخياطة أو القصارة أو غيرهما ، فيقولان : اشتركتنا على أن نعمل فيه على أن ما رزق الله عز وجل من أجرة فهي بيننا على شرط كذا . (۵۰۳/ ۷ ، كتاب الشركة)

(۲) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : قال : (والشريكان في العمل إذا غاب أحدهما أو مرض أو لم يعمل وعمل الآخر فالربح بينهما على ما اشترطا) لما روي أن رجلاً جاء إلى النبي ﷺ فقال : أنا أعمل في السوق ولي شريك يصلي في المسجد ، فقال رسول الله ﷺ : ” لعلك بركتك منه “ . والمعنى أن استحقاق الأجر بتقبل العمل دون =

شریک مرتد ہو گیا

مسئلہ (۳۷۷): اگر عقد شرکت میں تین یا زائد شریک تھے، ان میں سے ایک شریک مرتد ہو گیا، تو عقد شرکت باطل ہو جائے گا، کیوں کہ مرتد ہونا موتِ حکمی ہے، اور ایک شریک کی موت سے شرکت باطل ہو جاتی ہے۔^(۱)

=مباشرة، والتقبل كان منهما وإن باشر العمل أحدهما . (۱۱ / ۱ ، كتاب الشركة)
(الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۸۸۷/۵ ، عقد الإيجار ، شركة الأعمال)
ما في ” بدائع الصنائع “ : إذا عرف هذا فنقول : إذا شرط الربح على قدر المالكين متساوياً أو متفاضلاً ، فلا شك أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط سواء شرط العمل عليهما أو على أحدهما وإن كان المالكان متساويان فشرطاً لأحدهما فضلاً على أحدهما
وإن كان المالكان متساويان فشرطاً لأحدهما فضلاً على ربح ، ينظر ان شرط العمل عليهما جميعاً جاز والربح بينهما على الشرط في قول أصحابنا الثلاثة أما عندنا : فالربح تارة يستحق بالمال ، وتارة بالعمل وتارة بالضممان على ما بينا ، وسواء عملاً جميعاً ، أو عمل أحدهما ، دون الآخر ، فالربح بينهما يكون على الشرط لأن استحقاق الربح في شركة الأعمال بشرط العمل لا بوجود العمل . (۵۱۸/۷ ، كتاب الشركة ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۹۰۱/۵ ، عقد الإيجار ، ثالثاً : تعريف شركة الأعمال ، المبسوط للسرخسي : ۱۱ / ۱ ، كتاب الشركة) (مالي معاملات پر غرر کے اثرات : ص ۲۰۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (وتبطل الشركة) أي شركة العقد (بموت أحدهما) علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي (ولو حكماً) بأن قضى بلحاظه مرتداً .
(۳۹۴/۶ ، ديوبند ، و ۵۰۴/۶ ، كتاب الشركة ، بيروت)
ما في ” البحر الرائق “ : وتبطل الشركة بموت أحدهما ولو حكماً والموت الحكمي الالتحاق بدار الحرب مرتداً . (۳۰۸/۵ ، فصل في الشركة الفاسدة)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : وتبطل الشركة بموت أحدهما علم به الشريك أو لا ولو =

شرکت مع المضارب

مسئلہ (۳۷۸): ایکسپورٹر کسی چیز کے بنانے کا آرڈر دیتا ہے، لیکن اس کے پاس آرڈر کا مال تیار کرنے اور اسے سپلائی (ڈسکاؤنٹنگ) کرنے کے لیے پیسہ نہیں ہوتا، تو وہ بینک یا مالیاتی ادارہ سے مشارکہ کرتا ہے کہ آپ میرا مالی تعاون کریں اور میں بھی اپنا کچھ پیسہ لگا کر آرڈر کا مال تیار کرتا ہوں، پھر نفع کو آپس میں تقسیم کر لیں گے، تو اس طرح کا معاملہ کرنا شرکت مع المضارب کہلاتا ہے، جو جائز ہے، کیوں کہ اس صورت میں مضارب اصل ہے، کہ مال بینک یا مالیاتی ادارے کا ہے، اور محنت ایکسپورٹر کی ہے، لیکن ایکسپورٹر اپنا کچھ مال بھی لگوا رہا ہے، اس لیے اس شرکت کو بالتبع مانیں گے، اور نفع ان کے درمیان ان کی شرط کے مطابق تقسیم ہوگا۔^(۱)

= كان الموت حكماً بأن قضی بلحاقه مرتداً . (۲/۳۳۵، الباب الخامس في الشركة الفاسدة) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : خامساً : ذهب الحنفية إلى أن القضاء بلحاق أحدهما بدار الحرب مرتداً تنتهي به الشركة لأنه بهذا يصير في أهل دار الحرب ، والقضاء به عندهم موت حكمي . (۲۶/۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قالت الأنصار للنبي ﷺ : ” أقسم بيننا وبين إخواننا النخيل ، قال : لا ، فقالوا : تكفونا المؤنة ونشر ككم في الثمرة ، قالوا : سمعنا وأطعنا “ . (ص/۴۰۷ ، كتاب الحرث والمزارعة ، باب اكفني مؤونة النخل أو غيره وتشركني في الثمر ، رقم الحديث : ۲۳۲۵) ما في ” فتح الباري “ : فكره (رسول الله ﷺ) أن يخرج شيء من عقار الأنصار عنهم ، فلما فهم الأنصار ذلك جمعوا بين المصلحتين امتثال ما أمرهم له ، وتعجيل مواساة إخوانهم المهاجرين فسألوهم أن يساعدوهم في العمل ويشركوهم في الثمر . =

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

= (۱۳/۵ ، کتاب الحرث والمزارعة ، باب اکفني مؤونة النخل)

ما في ” شرح ابن بطال “ : فأشركهم في الثمرة على أن يكفؤهم المؤونة والعمل في النخيل ، وتبقى رقب النخل للأنصار ، وهذه هي المساقاة بعينها .

(۳۸۰/۶ ، کتاب المزارعة ، باب إذا قال اکفني مؤونة النخل)

ما في ” رد المحتار “ : وفي النهر : اعلم أنهما إذا شرطا العمل عليهما أن تساويها مالا وتفاوتا ربحاً جاز عند علمائنا الثلاثة خلافاً لزفر ، والدرج بينهما على ما شرطا وإن عمل أحدهما فقط ، وإن شرطاه على أحدهما ، فإن شرطا الربح بينهما بقدر رأس مالهما جاز وإن شرطا الربح للعامل أكثر من رأس ماله جاز أيضاً على الشرط ، ويكون مال الدافع عند العامل مضاربة . (۳۷۹/۶ ، کتاب الشركة ، مطلب في دعوى الشريك أنه أدى الثمن) ما في ” النهر الفائق “ : وتصح مع التساوي في المال دون الربح وعكسه وبيعض المال . ” كنز الدقائق “ . قوله : (وتصح) شركة العنان (مع المتساوي) وهو التفاضيل في المال دون الربح . (۳۰۰/۳ ، کتاب الشركة ، كذا في العناية : ۴۱۵/۳ ، کتاب الشركة)

(جدید مسائل کامل : ص/ ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، حسن الفتاوى : ۴۰۳/۶)

شرکتہ الاعمال (شرکتہ الابدان)

مسئلہ (۳۷۹): دو یا دو سے زائد افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اجرت پر کیے جائیں، اور جو بھی کمائی ہو اس میں تمام شرکاء شریک ہوں، مثلاً: دو درزی آپس میں اس بات پر اشتراک کر لیں کہ ہمارے پاس جو بھی کپڑا آئیگا ہم اسے مل کر سنیں گے، اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کر لیں گے۔ مختلف پیشہ ور لوگ جیسے ڈاکٹر، انجینئر، کارپینٹر وغیرہ بھی اس طرح کی شرکت کر سکتے ہیں، اسے شرکت ابدان، شرکت صنائع اور شرکت تقبیل بھی کہا جاتا ہے^(۱)، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس طرح کی شرکت جائز ہے۔^(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الفقه الإسلامی وأدلته “ : شرکت الأعمال : أن یشتک اثنان علی أن یتقبلا فی ذمتہما عملاً من الأعمال ، ویكون الکسب بینہما کالخیاطة والحداة ونحوها . (۵/۳۸۸۷ ، تعریف شرکتہ الأعمال) (شرکت و مضاربہ عصر حاضر میں: ص/۱۸۲، فقہ حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں: ۲/۱۰۰)

ما فی ” الفقه الحنفی فی ثوبہ الجدید “ : شرکت الأعمال : أن یتفق صانعان خیاطان أو خیاط وصباغ مثلاً علی أن یتقبلا الأعمال التي یمكن استحقاقها ویكون الکسب بینہما علی ما شرطاً . (۵/۴۱ ، شرکتہ الأعمال ، بدائع الصنائع : ۵/۷۲ ، کتاب الشریکۃ)

(۲) ما فی ” منهاج المسلم “ : والأصل فی جوازها ما رواه أبو داود من أن عبد اللہ وسعدا وعمارا اشتروا یوم بدر فیما یحصلون علیہ من أموال المشرکین فلم یجی عمار وعبد اللہ بشيء وجاء سعد بأسیرین فأشرك بینہم النبی ﷺ وكان ذلک قبل مشروعیة قسمة الغنائم . (ص/۳۰۰ ، شرکتہ الابدان)

ما فی ” الفقه الإسلامی وأدلته “ : شرکتہ الأعمال جائزۃ عند المالکیة والحنفیة والحنابلہ والزیدیة ، لأن المقصود منها تحصيل الربح وهو ممکن بالتوکیل . (۵/۳۸۸۷ ، بدائع الصنائع : ۵/۷۲ ، المغنی لابن قدامة : ۵/۱۱۱) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۷۰)

غائب شریک نفع کا حق دار ہوگا

مسئلہ (۳۸۰): اگر شرکتہ الاعمال (شرکتہ الابدان) میں دو شخصوں نے کام شروع کیا، اور درمیان ہی میں ان دو شریکوں میں سے ایک بیمار ہو گیا، یا چند دنوں کے لیے سفر پر چلا گیا، اور کام دوسرے شریک نے کیا، تو اس صورت میں بھی شریک غائب طے شدہ حصہ کا حق دار ہوگا۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ”المبسوط“ : قال : (والشريكان في العمل إذا غاب أحدهما أو مرض أو لم يعمل وعمل الآخر فالربح بينهما على ما اشترطا) لما روي أن رجلا جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أنا أعمل في السوق ولي شريك يصلي في المسجد فقال رسول الله ﷺ : ”لعلك بركتك منه“ . والمعنى أن استحقاق الأجر بتقبل العمل دون مباشرته ، والتقبل كان منهما وإن باشر العمل أحدهما . ألا ترى أن المضارب إذا استعان برب المال في بعض العمل كان الربح بينهما على الشرط . أو لا ترى أن الشريكين في العمل يستويان في الربح وهما لا يستطيعان أن يعملوا على وجه يكونان فيه سواء وربما يشترط لأحدهما زيادة ربح لحذاقته وإن كان الآخر أكثر عملا منه فكذلك يكون الربح بينهما على الشرط ما بقي العقد بينهما وإن كان المباشر للعمل أحدهما ويستوي إن امتنع الآخر من العمل بعذر أو بغير عذر ؛ لأن العقد لا يرتفع بمجرد امتناعه من العمل واستحقاق الربح بالشرط في العقد .

(۱۱/۱۷۱، کتاب الشركة، بیروت، بدائع الصنائع: ۵۴۳/۷، کتاب الشركة، بیروت، رد المحتار: ۴۹۹/۶، مطلب في شركة التقبل، بیروت)

ما في ”المختصر القدوري“ : وأما شركة الصنائع فإن عمل أحدهما دون الآخر فالكسب بينهما نصفان . (ص/۴۱۱، کتاب الشركة، الفتاوى البرازية علی هامش الهندية: ۲۳/۳، فصل في شركة الأعمال) (قاموس الفقہ: ۱۹۰/۴)

شركة الوجوه

مسئلہ (۳۸۱): شرکاء کے پاس سرمایہ نہ ہو، بلکہ اپنی تجارتی سہاک کی بنیاد پر ادھار مال خرید کر فروخت کریں، اور حاصل ہونے والے نفع کو طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم کر لیں، اس کو شرکت الوجوه کہتے ہیں، احناف کے نزدیک یہ شرکت جائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (و) اما (وجوه) (ان عقداها على أن يشتريا) ... (بوجوههما) أي بسبب وجاهتهما (وبيعا) فما حصل بالبيع يدفعان منه ثمن ما اشتريا (بالسيئة) وما بقي بينهما . (۳۹۰/۶ ، كتاب الشركة ، مطلب شركة الوجوه ، ديوبند ، و ۵۰۰/۶ ، بيروت ، و ۳۴۸/۳ ، نعمانية) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۶۸)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما الشركة بالوجوه فهو أن يشتركا وليس لهما مال لكن لهما وجاهة عند الناس فيقولان : اشركنا أن تشتري بالسيئة ونبيع بالنقد على أن ما رزقه الله سبحانه وتعالى من ربح فهو بيننا على شرط كذا فصل : وأما بيان جواز هذه الأنواع الثلاثة فقد قال أصحابنا أنها جائزة عنانا كانت أو مفوضة . (۷۴/۵ ، كتاب الشركة)

ما في ” مختصر القدوري “ : أما شركة الوجوه فالرجلان يشتركان ولا مال لهما على أن يشتريا لوجوههما ويبيعا فتصح الشركة على هذا وكل منهما وكيل الآخر فيما يشتريه فإن شرط أن يكون المشتري بينهما نصفان فالربح كذلك ، ولا يجوز أن يتفاضلا فيه وإن شرط أن المشتري بينهما أثلاثا فالربح كذلك . (ص / ۴۱۱ ، كتاب الشركة)

علیحدگی پر شریک کی رقم واپس کرنا

مسئلہ (۳۸۲): کچھ لوگوں نے جو ایک ہی کمرے میں رہتے تھے، مشترکہ طور پر ایئر کنڈیشنر خریدا، پھر بعد میں کچھ لوگ علیحدہ رہنا چاہتے ہوں، تو انہیں مستعمل ایئر کنڈیشنر کی قیمت کے لحاظ سے رقم کا حصہ دیا جائیگا، نہ کہ قیمت خرید کے اعتبار سے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وفي الجواهر : لا تقسم الكتب بين الورثة ولكن ينتفع كل بالمهاياة ، ولا تقسم بالأوراق ولو برضاهم ، وكذا لو كان كتاباً ذا مجلدات كثيرة ولو تراضوا أن تقوم الكتب ، يأخذ كل بعضها بالقيمة لو كان بالتراضي جاز ، وإلا لا . (۳۱۵/۹) ما في ” شرح المجلة “ : كما أنه لا يجوز تقسيم أوراق الكتاب المشترك لا يجوز أيضاً تقسيم الكتاب المتعدد الأجزاء أو الجلود جلدًا جلدًا ، ولكن ينتفع كل بالمهاياة ولو تراضوا أن يأخذ كل بعضها بالقيمة لو كانت بالتراضي جاز ، وإلا لا ، ولا تقسم بالأوراق ولو برضاها . (ص/۲۳۳ ، المادة : ۱۱۴۲)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : لا تقسم الكتب بين الورثة ، ولكن ينتفع بها كل واحد بالمهاياة ، ولو أراد واحد من الورثة أن يقسم بالأوراق ليس له ذلك أيضاً ، ولا يسمع هذا الكلام منه ، ولو كان كتاباً ذا مجلدات كثيرة كشرح المبسوط ، فإنه لا يقسم أيضاً ، ولا سبيل إلى القسمة في ذلك ولو تراضوا أن تقوم الكتب يأخذ كل واحد بعضها بالقيمة بالتراضي يجوز ، وإلا فلا . (۲۱۴/۵)

کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے ملازم

مسئلہ (۳۸۳): اگر دو آدمی مل کر کاروبار کریں، اور پورے کاروبار کی دیکھ بھال ایک آدمی ہی کر رہا ہو، تو تقاضائے مصلحت کاروبار اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ سامان تجارت کی خرید و فروخت کے لیے کسی ملازم کو رکھ لے، اور اس کی اجرت مال شرکت میں سے ادا کرے، کیوں کہ ہر کام کی انجام دہی بذات خود ناممکن ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : له أن يستأجر من يعمل في البضاعة بعوض وجه الاستحسان : أن الشركة تنعقد على عادة التجار ، والتوكيل بالبيع والشراء من عاداتهم ، ولأنه من ضرورات التجارة ، لأن التاجر لا يمكنه مباشرة جميع التصرفات بنفسه بملك أن يؤكل غيره ، لأنه لا يملك جميع التصرفات .

(۷/۵۲۹، ۵۳۰، كتاب الشركة ، حكم شركة الأملاك)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإن كان استأجره لتجارتهما وأدى الأجر من خالص ماله يرجع على شريكه بنصفه ولو كانت الشركة بينهما في شيء خاص شركة ملك لم يرجع على صاحبه بشيء . كذا في المبسوط . (۲/۳۲۵ ، الفصل الثالث في تصرف شريكي العنان) ما في ” البحر الرائق “ : قوله : (ولكل من شريكي العنان والمفاوضة أن يبضع ويستأجر ويودع ويضارب ويوكل) بيان لما لكل منهما أن يفعله وأما الاستيجار فلكونه معتادا بين التجار ، وأطلقه فشمّل ما إذا استأجر رجلا ليتجر له أو لحفظ المال .

(۵/۲۹۷ ، كتاب الشركة ، الدر المختار مع الشامية : ۶/۳۸۲)

(شركة ومضاربة عصر حاضر میں : ص/۲۰۸)

شریکین کا اپنی رقم سے الگ الگ تجارت کرنا

مسئلہ (۳۸۴): اگر دو شریک شرکتِ اموال کا معاملہ کریں، اور دونوں اپنے اپنے مال کو ایک دوسرے کے مال کے ساتھ نہ ملائیں، بلکہ الگ الگ اپنی رقم سے تجارت کرتے رہیں، اور فیصد کے اعتبار سے نفع بھی طے کر لیں، تو اب حاصل ہونے والے نفع میں دونوں شریک ہوں گے، کیوں کہ احناف کے نزدیک عقد شرکت کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ شرکاء اپنا سرمایہ آپس میں مخلوط کریں، بلکہ اگر ہر شریک کا سرمایہ اسی کے پاس رہے، تو بھی شرکت صحیح ہو جاتی ہے، اور حاصل ہونے والے نفع میں دونوں شریک ہو جاتے ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”بدائع الصنائع“ : واختلاط الربح يوجد وإن اشترى كل واحد منهما بمال نفسه على حدة ، لأن الزيادة وهي الربح تحدث على الشركة . (۵ / ۸۰ ، كتاب الشركة ، شرائط) ما في ”فتاوى النوازل“ : ولا يشترط خلط مالين خلافاً لزفر رحمه الله تعالى والشافعي رحمه الله تعالى . (ص ۳۱۶ ، كتاب الشركة)

ما في ”الفقه الحنفی فی ثوبه الجديد“ : وتجوز الشركة وإن لم يخلط المال ، وقال زفر والشافعي : لا تجوز .

(۵ / ۲۲ ، حکم خلط المال فی الشركة ، الفتاوی الخانیة علی هامش الہندیة : ۳ / ۲۱۳)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص ۲۰۵)

کاروبار کے کسی ایک حصے میں دوسرے کو شریک کرنا

مسئلہ (۳۸۵): اگر کسی شخص کا کاروبار وسیع پیمانے پر ہے، جس کے مختلف حصے ہیں، مثلاً؛ جنرل اسٹور، میڈیکل اسٹور، کرانہ اسٹور وغیرہ، اور وہ ان میں سے کسی ایک حصہ میں کسی دوسرے آدمی کے ساتھ عقد شریک کرنا چاہے، تو اس عقد میں کوئی قباحت نہیں ہے، کیوں کہ شریعت میں اس سلسلے میں کوئی ممانعت نہیں ہے، جس طرح پورے کاروبار میں کسی کو شریک کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اس کے کسی ایک حصہ میں بھی شریک کیا جاسکتا ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وإن كثيرا من الخلقاء ليبغي بعضهم على بعض إلا الذين آمنوا وعملوا الصلحت وقليل ما هم﴾ . (سورة ص: ۲۴)
ما في ” المبسوط للسرخسي “ : الأصل في جواز الشركة ما روي أن سائب بن شريك جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال : صلوات الله عليه وسلامه عليه ، وكيف لا أعرفك و كنت شريكى و كنت خير شريك لا تداري ولا تماري أي لا تداجي ولا تخاصم ، و بعث رسول الله ﷺ والناس يفعلون ذلك فأقرهم عليه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا من غير نكير . (۱۶۲/۱۱)
ما في ” فتاوى النوازل “ : الشركة : هي جائزة لأن النبي ﷺ بعث والناس يتعاملون بها فقرره النبي ﷺ . (ص/ ۳۱۶)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : والمسلمون أجمعوا على جواز الشركة في الجملة .

(۳۸۷/۵)

(شرکت و مضاربت عصر حاضر میں: ص/ ۲۹۱)

شرکت میں کسی نئے شریک کا سرمایہ

مسئلہ (۳۸۶): اگر دورانِ شرکت شرکاء میں سے کوئی شریک، اپنے شرکاء کی رضامندی کے بغیر، کسی نئے شریک و فریق سے مزید سرمایہ کاروبار میں لگانے کے لیے حاصل کرے، تو اس کا یہ اقدام شرعاً درست نہیں ہے۔^(۱)

ورکشاپ یا ہسپتال میں شرکت

مسئلہ (۳۸۷): اگر کچھ افراد مل کر گاڑیوں کا ورکشاپ یا ہسپتال قائم کر لیں، پھر حاصل نفع کی تقسیم کے لیے جو تناسب بھی مقرر کریں، جائز و درست ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”شرح المجلة“ : ولكن ليس له أن يخلط مال الشركة بماله ولا أن يعقد شركة مع آخر بدون إذن شريكه ، فإن فعل وضاع مال الشركة كان ضامناً حصة شريكه .

(ص/ ۴۳۲ ، الفصل السادس ، تحت مادة : ۱۳۷۹)

ما في ”بدائع الصنائع“ : وليس له أن يشارك إلا أن يؤذن له بذلك لأن الشيء لا يستتبع مثله . (۹۲/۵ ، كتاب الشركة ، ط : ديوبند) (شرکت و مضاربت عصر حاضر میں: ص/ ۹۲۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”بدائع الصنائع“ : فهو أن يشترك اثنان في رأس مال فيقولان : اشتركا فيه على أن نشترى ونبيع معا أو شتى أو أطلقا على أن ما رزق الله عز وجل من ربح فهو بيننا على شرط كذا ، أو يقول أحدهما ذلك ويقول الآخر نعم . (۷۳/۵ ، كتاب الشركة)

ما في ”البحر الرائق“ : ولهذا لو دفع ألفاً إلى رجل وقال : اخرج مثلها واشتر وما كان من ربح فهو بيننا وقبل الآخر وأخذها وفعل انعقدت الشركة . (۲۸۲/۵ ، كتاب الشركة ، تبين الحقائق : ۲۳۵/۴ ، كتاب الشركة ، الفتاوى الهندية : ۳۰۲/۲ ، كتاب الشركة ، الباب الأول ، قبل الثاني)

مشترکہ ہوٹل میں کسی شریک کا اپنے دوستوں کو کھلانا

مسئلہ (۳۸۸): کچھ لوگ مشترکہ طور پر ہوٹل چلاتے ہیں، اور ان میں سے کسی ایک شریک کے دوست وغیرہ آکر اسی ہوٹل میں چائے ناشتہ وغیرہ بھی کرتے ہیں، اور وہ شخص (جس کے یہ دوست ہیں) ان سے قیمت نہیں لیتا ہے، اور دوسرے شریک بھی تعلق کی بنا پر کچھ نہیں بولتے، اس کو برداشت کر لیتے ہیں، تو یہ ان کا اس شریک پر احسان ہے، یہ شخص اس احسان کے عوض بے ضابطہ کچھ رقم حسب صواب دیدیا کرے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ . [سورة الرحمن : ۶۰]
﴿وأحسن كما أحسن الله إليك﴾ . (سورة القصص : ۷۷)
ما في ” السنن للنسائي “ : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” من استعاذ بالله فأعذوه ، ومن سالكم بالله فأعطوه ، ومن استجار بالله فأجبروه ، ومن أتى إليكم معروفاً فكافئوه ، فإن لم تجدوا فادعوا له ، حتى تعلموا أن قد كافأتموه “ . (۲۷۶/۱) ، باب من سأل بالله عز وجل ، سنن أبي داود : ص ۲۳۵ ، باب عطية من سأل بالله عز وجل
ما في ” عون المعبود “ : (ومن صنع إليكم معروفاً) أي أحسن إليكم إحساناً قولياً أو فعلياً (فكافئوه) من المكافاة أي أحسنوا إليه مثل ما أحسن إليكم .

(۵/۵۴ ، باب عطية من سأل بالله عز وجل)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۴۰/۱۹۵، کتاب الشریک والمضاربة)

شریک کا انتقال ہو جائے

مسئلہ (۳۸۹): شرکت کے دوران جب کسی ایک شریک کا انتقال ہو جائے، تو شرکت خود بخود ختم ہو جاتی ہے، اور دوسرا شریک فوت شدہ شخص کے مال میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا^(۱)، ہاں! اگر دو سے زائد شریک ہوں، تو مرنے والے کے حصہ کو الگ کر کے دیگر شرکاء اپنی تجارت آگے بڑھا سکتے ہیں۔^(۲)

شریک پاگل ہو جائے

مسئلہ (۳۹۰): شرکاء میں سے کوئی شریک پاگل ہو گیا، یا ایسا دائمی مریض بن گیا، جس میں اس کی عقل جاتی رہی، تو اگر وہ شریک ہوں تو عقد شرکت ختم ہو جائے گا، اور اگر دو سے زائد شریک ہوں، تو صرف اس شریک کی شرکت فسخ ہوگی جو پاگل یا دائمی مریض ہوا، اور باقی شرکاء اپنی شرکت جاری رکھ سکتے ہیں۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (وتبطل الشركة) أي شركة بموت أحدهما علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي . (۳۹۴/۶ ، تبیین الحقائق : ۲۵۶/۴ ، فصل في الشركة الفاسدة ، الفتاوى الهندية : ۳۳۵/۲ ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)
- (۲) ما في ” رد المحتار “ : فلو كانوا ثلاثة فمات أحدهم حتى انفسخت في حقه لا تنفسخ في حق الباقيين . (۳۹۴/۶ ، الفتاوى الهندية : ۳۳۵/۲) (فتاوى حقانیہ : ۳۲۴/۶ ، مجموع الفتاوى : ۳۴۹/۲)
- (۳) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وتبطل الشركة أي شركة العقد بموت أحدهما علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي ولو حكماً وبجنونه مطبقاً . (در مختار) . وفي الشامية : فلو كانوا ثلاثة فمات أحدهم حتى انفسخت في حقه لا تنفسخ في حق الباقيين . (۳۹۴/۶) =

نقد اور جامد اثاثے میں شرکت

مسئلہ (۳۹۱): موجودہ زمانہ میں تجارتی فرمیں ایک مشترک تجارتی ادارہ بنا کر کاروبار کر رہی ہیں، جس میں بعض شرکاء کا سرمایہ نقد اور بعض کا جامد ہوتا ہے، تو اگر کوئی شریک مشارکہ میں غیر نقد اشیاء کو شامل کر کے حصہ لینا چاہتا ہے، تو امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق وہ بغیر کسی رکاوٹ کے ایسا کر سکتا ہے، اور مشارکہ میں اس کے حصے کی تعیین مشارکہ وجود میں آنے کی تاریخ کو ان اشیاء کی مروجہ بازاری قیمت کی بنیاد پر کی جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے، جب کہ وہ غیر نقد چیز ذوات الامثال میں سے ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اگر وہ چیز ذوات الامثال میں سے ہے، تو ایسا صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے، جب کہ تمام شرکاء کی اشیاء آپس میں خلط ملط کر لی جائیں، اور اگر وہ غیر نقد اشیاء ذوات القیم میں سے ہوں، تو وہ شراکت میں شامل سرمایہ کا حصہ نہیں بن سکتیں۔^(۱)

بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا نقطہ نظر زیادہ سہل اور معقول معلوم ہوتا ہے، اور یہ جدید

= کتاب الشریکۃ، مطلب يرجع القیاس، الفتاویٰ الہندیۃ: ۳۳۵/۲

ما فی ”درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام“ : إذا توفي أحد الشریکین أو جن جنوناً مطبقاً تنفسخ الشریکۃ، أما فی صورة کون الشریکاء ثلاثة أو أكثر فیکون انفساخ الشریکۃ فی حق المیت أو المجنون فقط وتبقى الشریکۃ فی حق الآخرين . (۳/۳۶۷، المادة: ۱۳۵۲)

ما فی ”الدر المنتقى“ : وبقانونه مطبقاً . زاد القهستانی ؛ وبالحجر علیه ولو مات أحد ثلاثة لم تنفسخ فی حق الباقین . (۲/۵۲۵، کتاب الشریکۃ) (شرکت و مضاربت عصر حاضر میں: ص/۲۲۵)=

کاروبار کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، اس لیے اس پر عمل کیا جاسکتا ہے^(۲)، جیسا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی ”امداد الفتاویٰ“ میں یہ تحریر فرمایا ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : أما الشركة بالأموال فلها شروط : فلا تصح الشركة في العروض . (۷/۷۷)

ما في ” المغني “ : فأما العروض فلا تجوز الشركة فيها في ظاهر المذهب نص عليه أحمد في رواية أبي طالب وحرب وحكاة عنه ابن المنذر . (۵/۲۴)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وقال مالک رحمة الله تعالى عليه : هذا ليس بشرط وتصح الشركة بالعروض . (۷/۷۷)

ما في ” المغني “ : وعند أحمد رواية أخرى : أن الشركة والمضاربة تجوز بالعروض ، وتجعل قيمتها وقت العقد رأس المال . (۵/۲۵)

ما في ” المغني “ : وقال الشافعي : إن كانت العروض من ذوات الأمثال كالحبوب والادهان جازت الشركة بها في أحد الوجهين لأنها من ذوات الأمثال ، اشبهت النقود ويرجع عند المفاصلة بمثلها وإن لم تكن من ذوات الأمثال لم يجز وجهاً واحداً لأنه لا يمكن الرجوع بمثلها . (۵/۲۵)

(۲) (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۵/۳۷، سرمایہ کی نوعیت)

(۳) ما في ” امداد الفتاوی “ : ” بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکت عنان ہے، کیوں کہ جو لوگ کمپنی قائم کرتے ہیں، وہ دوسروں کو شریک کرنے کے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ دار قرار دیتے اور اپنی عمارات مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مال تجارت کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں، مثلاً ان لوگوں نے دس ہزار روپیہ کمپنی قائم کرنے کے لیے عمارات و سامان وغیرہ میں لگایا، تو وہ اپنے کو کمپنی کے سہ حصوں کا حصہ دار ظاہر کریں گے، البتہ اس صورت میں کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے شرکت بالفقہ نہ ہوگی، بلکہ بالعروض ہوگی، سو بعض ائمہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔ ” فیجوز الشركة والمضاربة بالعروض بجعل قيمتها وقت العقد رأس المال عند أحمد في رواية وهو قول مالک وابن أبي ليلى كما ذكره الموفق في المغني “ . (۵/۲۵)

پس ابتلائے عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے قول پر فتویٰ دے کر شرکت مذکورہ کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔“ (۳/۲۹۴، ۲۹۵)

عقد شرکت میں منافع کی تقسیم

مسئلہ (۳۹۲): دو افراد نے بطور شرکت عنان کے کوئی کاروبار شروع کیا، اور بوقت عقد شرکت یہ طے کیا کہ کام دونوں کریں گے، اور حاصل شدہ منافع میں سے ایک تہائی ایک شریک، اور دو تہائی دوسرے شریک کو ملے گا، تو یہ صورت جائز ہے، کیوں کہ اس طرح تقسیم منافع کی شرط لگانے سے انشاء الی النزاع (شریکوں کے مابین جھگڑے) کا اندیشہ نہیں رہتا ہے، البتہ کاروبار میں نقصان کی صورت میں دونوں اپنے مال کے تناسب سے نقصان میں شریک ہوں گے۔^(۱)

عقد شرکت میں تقسیم نفع کے وقت خاموشی

مسئلہ (۳۹۳): عقد شرکت میں شرکاء تقسیم نفع کے متعلق خاموشی اختیار کریں، نفع کے تناسب کا تذکرہ نہ کریں، تو اس صورت میں شرکاء کے مابین منافع راس المال کے مطابق تقسیم ہوں گے، اگر راس المال تمام شرکاء کا برابر ہو، تو نفع بھی برابر ہوگا، ورنہ راس المال کی کمی بیشی کی صورت میں نفع بھی کم و بیش ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”بدائع الصنائع“ : إذا شرط الربح على قدر المالين ؛ متساويا أو متفاضلا ، فلا شك أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط ، سواء شرط العمل عليهما أو على أحدهما ، والوضعية على قدر المالين متساويا ومتفاضلا ؛ لأن الوضعية اسم لجزء هالك من المال فيتقدر بقدر المال . (٤ / ٥١ ، كتاب الشركة ، فصل في شروط جواز هذه الأنواع ، بيروت) (قاموس الفقہ : ١٩١ / ٣)

الحجة على ما قلنا : =

عقد شرکت میں نقصان

مسئلہ (۳۹۴): عقد شرکت میں اگر نقصان واقع ہو، تو ہر شریک اپنے مال کے تناسب سے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔^(۱)

= (۲) ما فی ” الفقه الإسلامی وأدلته “ : توزیع الربح : وأما الربح فیکون علی قدر رأس المال متساویاً أو متفاضلاً ، فإن کان رأس المال متساویاً بینهما (أي مناصفة) یرجع الربح بینهما متساویاً ، سواء شرط العمل علیهما أو علی أحدهما ، لأن استحقاق الربح عند الحنفیة إما بالمال أو بالعمل أو بالتزام الضمان ، وقد وجد التساوی فی رأس المال ، فینبغي التساوی فی الربح . (۳۹۰ / ۵) ، المطلب الثالث ؛ أحكام شركة العقود

ما فی ” رد المحتار “ : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : فما كان من ربح فهو بینهما علی قدر رؤوس أموالهما . (۴۷۵ / ۶) ، کتاب الشركة ، بیروت

ما فی ” البحر الرائق “ : (وإن شرطاً مناصفة المشتري أو مثالثته فالربح كذلك وبطل شرط الفضل) بیان لما فارقت فیہ وجوه العنان ، وهي أن الربح فیها علی قدر الملك فی المشتري بفتح الراء ، بخلاف العنان فإن التفاضل فی الربح فیها مع التساوی فی المال صحیح ، وهذا لأن الربح لا يستحق إلا بالمال أو بالعمل أو بالضمان . (۳۰۵ / ۵) (فتاویٰ حقانیہ : ۳۲۵ / ۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” كنز العمال “ : عن علي في المضاربة ، والشريكين : الوضیعة علی المال والربح علی ما اصطلاحوا علیه . (۷۴ / ۱۵) ، الرقم : ۴۰۴۷۵ ، بیروت

ما فی ” بدائع الصنائع “ : والوضیعة علی قدر المالین متساویاً ومتفاضلاً ، لأن الوضیعة اسم لجزء هالك من المال فیتقدر بقدر المال . (۸۳ / ۵) ، کتاب الشركة

ما فی ” المذهب للشیرازی “ : ویقسم الربح والخسران علی قدر المالین .

(۱۵۸ / ۲) ، کتاب الشركة

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں : ص / ۲۱۶)

شریک کو نفع سے محروم کرنا

مسئلہ (۳۹۵): اگر کوئی ادارہ یا شرکاء اپنے کسی شریک سے یہ کہے کہ: اگر نفع دس لاکھ ہوا تو ساٹھ فیصد ہمارا چالیس فیصد تمہارا، اور اگر دس لاکھ سے زیادہ نفع ملے تو تم کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا، شرعاً یہ معاملہ جائز نہیں، کیوں کہ اس میں اگرچہ مکمل طور پر ایک فریق نفع سے محروم نہیں ہوتا، لیکن نفع کی ایک حد کے بعد اسے محروم کر دیا جاتا ہے، گویا نفع کی ایک حد کے بعد نفع میں شرکت کی حقیقت ختم ہو جاتی ہے، لہذا جزوی طور پر شرکت کی حقیقت اٹھ جانے کی وجہ سے عدم جواز کا حکم لگایا جائے گا۔^(۱)

قرض یا غائب مال میں شرکت

مسئلہ (۳۹۶): اگر کچھ افراد مل کر شرکت کا معاملہ اس طرح کریں کہ ہر شخص اتنا اتنا سرمایہ لگائے گا، مگر کچھ لوگوں کا سرمایہ بطور قرض ہے، یا بطور مال غائب کے ہے، تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ بوقت شرکت، شرکت کے معاملہ کا سرمایہ متعین و موجود ہونا ضروری ہے، قرض اور غیر موجود مال میں شرکت درست نہیں۔ البتہ اگر معاملہ کے وقت سرمایہ موجود نہ ہو، لیکن معاملہ طے ہو جانے کے بعد تجارت شروع کرنے سے پہلے سرمایہ حاضر کر دیا جائے، تو یہ بھی شرکت کے جواز کے لیے کافی ہے۔^(۲)

(۱) ما فی ”الدر المختار مع الشامیة“ : شرعاً : عبارة عن عقد بین المتشاریین فی الأصل والربح . ۳۶۳/۶ ، کتاب الشركة ، مجمع الأنهر: ۵۴۲/۲ ، کتاب الشركة ، الجوهرۃ النيرة: ۶۱۶/۱ ، کتاب الشركة (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۰۰) =

شریک کو اپنا حصہ ہبہ کر دینا

مسئلہ (۳۹۷): اگر مالِ مشترک اُن اشیاء میں سے ہو، جن کا تقسیم کیا جانا ممکن نہیں ہے، اور ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کو ہبہ کرنا چاہے، تو کر سکتا ہے، جائز ہے، کیوں کہ اس طرح کے مالِ مشترک میں ہبہ مشاع جائز ہے، لیکن اگر مالِ مشترک اُن اشیاء میں سے ہو، جن کا تقسیم کیا جانا ممکن ہو، تو قبل از تقسیم اس کا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : أن يكون رأس مال الشركة عيناً حاضرة إما عند العقد أو عند الشراء ، وهو رأي جمهور الفقهاء ، فلا يجوز أن يكون رأس المال ديناً ولا مالاً غائباً ، لأن المقصود من الشركة الربح ، وهو يتم بواسطة التصرف ، والتصرف لا يمكن في الدين ولا في المال الغائب . (۳۸۹۰ / ۵) ، ثانياً ؛ الشروط الخاصة بعقود شركات الأموال ، بدائع الصنائع : ۵ / ۷ ، كتاب الشركة)

ما في ” فتاوى قاضي خان “ : أما شركة المال عنان ومفاوضة وشروط جوازهما أن يكون رأس مالهما من الأثمان من الدراهم والدنانير وأن يكون رأس المال حاضراً في المجلس أو غائباً يحضره عند الشراء لا يصلح أن يكون رأس المال ديناً . (۴ / ۳۹۰ ، كتاب الشركة) (قاموس الفقه : ۳ / ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، شرکت و مضاربت عصر حاضر میں : ص / ۱۹۹ ، مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص / ۱۸۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الخانية على هامش الهندية “ : أحد الشريكين إذا قال لشريكه : وهبت لك حقي من الربح ، قالوا : إن كان المال قائماً لا تصح لأنها هبة المشاع فيما يقسم وإن كان الشريك استهلك المال صحت الهبة لأنها صارت ديناً بالاستهلاك ، والدين لا يقسم ، فيكون هذا هبة المشاع فيما لا يقسم فتصح رجل وهب نصيبه مما يقسم كالدار والأرض والمكيل والموزون من غير شريكه لا يجوز عند الكل ، وإن وهب من شريكه لا يجوز عندنا وفيما لا يقسم كالعبد والدابة والثوب والحمام يجوز هبة المشاع من الشريك وغيره في قولهم . (۳ / ۲۶۶ ، ۲۶۷ ، كتاب الهبة ، فصل فيما =

مخلوط مال شرکت ہلاک ہو جائے

مسئلہ (۳۹۸): دو شریکوں نے اپنا اپنا مال اس طرح مخلوط کر دیا کہ اب وہ قابل امتیاز نہ رہا، اور پھر اس مال کے عوض خریداری سے پہلے کچھ مال ہلاک ہو جائے، تو نقصان دونوں کے مال کی طرف لوٹے گا، نہ کہ کسی ایک کے مال کی طرف۔^(۱)

= یكون هبة من الألفاظ وما لا يكون وفصل في هبة المشاع

ما في ”تبیین الحقائق“ : وقوله في محوز مقسوم ومشاع لا يقسم ، لا فيما يقسم أي تجوز الهبة في محوز مقسوم وفي مشاع لا يقسم ، ولا تجوز في مشاع يقسم وقال شيخ الإسلام علاء الدین الأسیجانی فی شرح الکافی : وكذا إن وهب له نصيباً ففي بيت كبير لم يجز لأن البيت يقسم ، وكل شيء يقسم لا يجوز ، وهذا عندنا خلافاً للشافعي .

(۵۲/۶) ، کتاب الهبة

ما في ”بدائع الصنائع“ : ومنها : أن يكون محوزاً ، فلا تجوز هبة المشاع فيما يقسم ، وتجوز فيما لا يقسم كالعبد والحمام والدين ونحوها ، وهذا عندنا ، وعند الشافعي ليس بشرط ، وتجوز هبة المشاع فيما يقسم وفيما لا يقسم عنده . (۹۶/۸ ، ۹۷ ، کتاب الهبة ، فصل في شرائطها) (فتاوى حنانية: ۳۷۴/۶ ، ۳۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : (وتبطل) الشركة (بهلاك المالكين أو أحدهما قبل الشراء) والهلاك على مالكة قبل الخلط وعليهما بعده . (وإن اشترى أحدهما بماله وهلك) بعده (مال الآخر) قبل أن يشتري به شيئاً . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (وإن اشترى أحدهما) بيان لمفهوم تقييد الهلاك بما قبل الشراء .

(۳۸۰/۶) ، کتاب الشركة ، مطلب فيما يبطل الشركة

ما في ”البحر الرائق“ : وأيهما هلك هلك من مال صاحبه ، إن هلك في يده فظاهر ، وكذا إذا كان في يد الآخر لأنه أمانة في يده بخلاف ما بعد الخلط حيث يهلك على الشركة لأنه لا يتميز فيجعل الهلاك من المالكين . (۲۹۵/۵) ، کتاب الشركة ، الفقه الإسلامي =

شرکت کو ختم کر دینا

مسئلہ (۳۹۹): شرکاء میں سے ہر کسی کو، ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسرے شرکاء کی اجازت اور مشورہ کے بغیر جب چاہے اپنی شرکت کو ختم کر دے۔^(۱)

= وأدلتہ: ۳۹۱/۵، الفصل الخامس؛ الشركات، وأما المبطلات التي تخص بعض الشركات دون بعض. الخ)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۱/۶، قدیم، اسلام کا قانون تجارت قرآن، حدیث و فقہ کی روشنی میں: ص/۲۰۷) الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : وفي ”البحر“ عن ”البرازية“ : اشتركا واشتريا أمتعة ثم قال أحدهما : لا أعمل معك بالشركة وغاب فباع الحاضر الأمتعة فالحاصل للبائع وعليه قيمة المتاع ، لأن قوله : لا أعمل معك فسخ للشركة معه ، وأحدهما يملك فسخها ، وإن كان المال عروضاً ، بخلاف المضاربة هو المختار . (۳۹۵/۲ ، كتاب الشركة ، فصل في الشركة الفاسدة ، الفتاوى الهندية: ۳۳۶/۲ ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة) ما في ”الفقه الإسلامي وأدلتہ“ : يرى جمهور الفقهاء أن عقد الشركة عقد جائز غير لازم ، فيجوز لكل شريك أن يفسخ العقد ، إلا أن من شروط جواز الفسخ ، أن يكون بعلم الشريك الآخر ، لأن الفسخ من غير علم الشريك إضرار به . (۳۹۱/۵ ، الفصل الخامس؛ الشركات ، المطلب الرابع؛ صفة عقد الشركة وبد الشريك ، بدائع الصنائع : ۵۴۵/۷ ، كتاب الشركة ، فصل في صفة عقد الشركة ، البحر الرائق: ۳۰۹/۵ ، كتاب الشركة ، فتح القدير: ۱۸۱/۶ ، كتاب الشركة ، فصل في الشركة الفاسدة) (حسن الفتاوى: ۳۹۹/۶، فتاوى حقايم: ۳۳۵/۶)

مشترکہ تجارت میں منافع کا مالک کون؟

مسئلہ (۴۰۰): بیٹا باپ کے کاروبار میں شریک رہے، تو اس کاروبار سے حاصل ہونے والا پورا نفع باپ کی ملکیت شمار ہوگا، کیوں بیٹے کی حیثیت معین و مددگار کی ہے، لہذا باپ اپنی زندگی میں اس مال میں جیسا چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ تاہم راس المال دونوں کا مشترک ہو، اور تقسیم منافع پر معاہدہ بھی ہوا ہو، تو پھر منافع حسب معاہدہ تقسیم ہوں گے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله لكونه معيناً له ، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب . (۳۹۲/۶ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معيناً ألا ترى أنه لو غرس شجرة تكون للأب ، وكذا الحكم في الزوجين إذا لم يكن لهما شيء ثم اجتمع بسعيهما أموال كثيرة فهي للزوج ، وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها . (۳۲۹/۲)

(فتاوى حقانية : ۳۳۶/۶)

شیرز میں ڈیفرنس برابر کرنا

مسئلہ (۴۰۱): شیرز کی ایسی بیع و شراء کہ جس میں صرف فرق (Difference) برابر کرنا مقصود ہو، شیرز لینا دینا مقصود نہ ہو، جیسا کہ آج کل اسٹاک ایکسچینج کمپنی میں ایک بہت بڑا کاروبار اسی قسم کا ہوتا ہے، اس میں شیرز لینا دینا مقصود نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی شیرز پر قبضہ ہوتا ہے، اور نہ قبضہ پیش نظر ہوتا ہے، بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (Difference) برابر کر لیا جاتا ہے، مثلاً یکم جنوری کو، ۳۰ مارچ کی تاریخ کے لیے غائب سودا کیا گیا، اور فی شیرز دس روپے قیمت مقرر ہوئی، لیکن جب ۳۰ مارچ کی تاریخ آئی، تو شیرز کی قیمت بڑھ کر بارہ روپے ہو گئی، اب بائع خریدار کو شیرز دینے کے بجائے دو روپے فی شیرز ادا کرتا ہے، یا اگر قیمت گھٹ کر آٹھ روپے رہ گئی، تو خریدار بجائے اس کے کہ بائع کو دس روپے دے کر اس سے شیرز وصول کرے، اسے فی شیرز دو روپے دیتا ہے، اس طرح سے بائع اور خریدار آپس کے فرق کو برابر کر لیتے ہیں، یہ قماروسٹہ ہے، جو حرام ہے، شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)
ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وقال قوم من أهل العلم : ” القمار كله من الميسر “ .
وأصله من تيسير أمر الجزور بالاجتماع على القمار فيه ، وهو السهام التي يُجِيلُونَهَا ، فمن خرج سهمه استحق منه ما توجهه علامة السهم ، وربما أخفق بعضهم حتى لا يحظى بشيء وينجح البعض فيحظى بالسهم الوافر ، وحقيقته تمليك المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار . (۵۸۲/۲ ، باب تحريم الخمر) =

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

=ما في "سنن أبي داود" : عن عبد الله بن عمرو : " أن نبي الله ﷺ نهى عن الخمر والميسر والكوبة والغبيراء " . (ص/ ٥١٩ ، كتاب الأشرية ، باب ما جاء في السكر)

ما في "مسند أحمد بن حنبل" : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله حرم على أمتي الخمر والميسر " . (١١٨/٦ ، رقم الحديث : ٦٥٣٤)

ما في "رد المحتار" : القمار من القمر الذي يزداد تارة وينقص أخرى ، وسمي القمار قماراً لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه ، وهو حرام بالنص . (٣٩٢/٩ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في "الموسوعة الفقهية" : قال ابن حجر المكي : الميسر : القمار بأي نوع كان ، وقال المحلي : صورة القمار المحرم التردد بين أن يغنم وأن يفهم . (٣٩٢/٣٩ ، ميسر)

ما في "الاختيار لتعليل المختار" : القمار لا يجوز ، لأنه تعليق المال بالخطر ، قال : وإن شرط من الجانبين فهو قمار ، وإنه حرام . (٢١١/٣ ، كتاب الكراهية ، أحكام السباق)

(اسلام اور جدید معیشت و تجارت : ص/ ٤٣-٩١)



کتاب المضاربة

☆..... مضاربت کے مسائل.....☆

مضاربت اور اس کا شرعی حکم

مسئلہ (۴۰۲): شریعت کی اصطلاح میں مضاربت دو فریقوں کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کو کہتے ہیں کہ جس میں ایک فریق سرمایہ کی فراہمی اپنے ذمہ لیتا ہے، اور دوسرا فریق اپنی محنت پیش کرتا ہے، اور نفع میں دونوں طے شدہ نسبت کے مطابق شریک ہوتے ہیں، جو فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اسے رب المال کہتے ہیں، اور کام کرنے والے فریق کو عامل / مضارب کہا جاتا ہے^(۱)، اور وہ مال جو سرمایہ کاری میں لگایا جاتا ہے اسے رأس المال اور سرمایہ کہا جاتا ہے^(۲)، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مضاربت کا عقد جائز نہ ہو، کیوں کہ یہ مجہول بلکہ معدوم اجرت پر مجہول عمل کا اجارہ ہے، لیکن کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا گیا^(۳)، لہذا عقد مضاربت، کتاب و سنت اور اجماع کے موافق ہونے کی وجہ سے جائز اور بابرکت معاملہ ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : تعريف المضاربة : هي أن يدفع المالك إلى العامل مالا ليتجر فيه ، ويكون الربح مشتركاً بينهما بحسب ما شرطاً ، وأما الخسارة فهي على رب المال وحده ، ولا يتحمل العامل المضارب من الخسران شيئاً ، وإنما هو يخسر عمله =

و جهده ، وعرفها صاحب الكنز بقوله : هي شركة بمال من جانب ، وعمل من جانب ، والسبب في اشتراك العاقلين في الربح هو أن رب المال يستحق الربح بسبب ماله لأنه نماء ماله ، والمضارب يستحقه باعتبار عمله الذي هو سبب وجود الربح .

(۳۹۲/۵ ، المطلب الأول ، تعريف المضاربة)

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : رأس المال في اللغة : أصل المال بلا ربح ولا زيادة ، وهو جملة المال التي تستثمر في عمل ما . وفي الاصطلاح : لا يخرج عن المعنى اللغوي .

(۶/۲۲ ، رأس المال)

(۳) ما في ” بدائع الصنائع “ : فالقياس أنه لا يجوز لأنه استيجار بأجر مجهول بل بأجر محروم ولعمل مجهول لكننا تركنا القياس بالكتاب العزيز والسنة والإجماع .

(۱۰۸/۵ ، كتاب المضاربة)

(۴) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وآخرون يضربون في الأرض يبتغون من فضل الله﴾ .

(سورة المزمل : ۲۰)

ما في ” السنن الكبرى للبيهقي “ : عن ابن عباس قال : ” كان العباس بن عبد المطلب إذا دفع مالاً مضاربة اشترط على صاحبه أن لا يسلك به بحراً ولا ينزل به وادياً ولا يشتري به ذات كبر رطبة ، فإن فعل فهو ضامن فرفع شرطه إلى رسول الله ﷺ فأجازه “ .

(۱۸۴/۲ ، كتاب القراض)

ما في ” بدائع الصنائع “ : فإنه روي عن جماعة من الصحابة رضي الله تعالى عنهم أنهم دفعوا مال اليتيم مضاربة ، منهم سيدنا عمر وسيدنا عثمان وسيدنا علي وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وعبيد الله بن عمرو وسيدتنا عائشة رضي الله تعالى عنهم ، ولم ينقل أنه أنكر عليهم من أقرانهم أحد ، ومثله يكون إجماعاً . (۱۰۹/۵ ، كتاب المضاربة)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۰۷-۲۰۹)

صورت مضاربت

مسئلہ (۴۰۳): ایک شخص کسی دوسرے کو ۵۰ ہزار روپے دے کر یہ کہے کہ: تم اس مال سے تجارت کرو، جتنا نفع ملے گا، اس میں سے ۶۰ فیصد میرا ہوگا، اور بقیہ چالیس فیصد تمہارا، تو شرعاً اس عقد پر مضاربت کی تعریف صادق آرہی ہے، لہذا یہ صورت صحیح و درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : المضاربة : هي أن يدفع المالك الى العامل مالا ليتجر فيه ، ويكون الرابع مشتركاً بينهما بحسب ما شرطاً اتفق أئمة المذاهب على جواز المضاربة بأدلة من القرآن والسنة والإجماع والقياس ، إلا أنها مستثناة من الغرر والإجارة المجهولة . (۳۹۲۵ ، ۳۹۲۴/۵)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على مشروعية المضاربة وجوازها وذلك على وجه الرخصة أو الاستحسان فالقياس أنها لا يجوز .

(۳۸/۳۵ - ۳۷ ، بدائع الصنائع : ۱۰۸/۵ ، ۱۰۹)

ما في ” المبسوط للسرخسی “ : الأصل في جواز الشركة ما روى أن السائب بن شريك جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال صلوات الله وسلامه عليه : وكيف لا أعرفك وكنت شريكى وكنت خير شريك لا تدارى ولا تمارى ، والناس يفعلون ذلك فأقرهم عليه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا من غير تكبر منكر . (۱۱/۱۲۲ ، كتاب الشركة)

عقد مضاربت میں نفع کی تعیین

مسئلہ (۴۰۴): عقد مضاربت کرتے وقت اگر مضارب اور رب المال کے مابین مقدارِ نفع کی تعیین نہ ہوئی ہو، تو دونوں حاصل شدہ منافع سے آدھا آدھا وصول کریں گے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : لو قال رب المال المضارب على أن ما رزق الله تعالى من الربح بيننا جاز ويكون الربح بينهما على السواء . كذا في فتاوى قاضي خان . ولو دفع إليه ألف درهم مضاربة على أنهما شريكان في الربح ولم يبين مقدار ذلك فالمضاربة جائزة لأن مطلق الشركة يقتضي المساواة والربح بينهما نصفان . (۲۸۸/۴ ، كتاب المضاربة ،

الباب الثاني فيما يجوز من المضاربة من غير تسمية الربح فيها)

ما في ” بدائع الصنائع “ : ولو قال رب المال : على أن ما رزق الله عز وجل فهو بيننا جاز وكان الربح نصفين ، لأن البين كلمة قسمة ، والقسمة تقتضي المساواة إذا لم يبين فيها مقدار معلوم ، قال الله عز وشانه : ﴿وَبَيْنَهُمْ أَنْ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ﴾ .

(۱۱۱/۵ ، كتاب المضاربة ، دار الكتب العلمية ، بيروت)

ما في ” شرح المجلة “ : لكن إذا عبر بالشركة على الإطلاق كقوله والربح مشترك بيننا صرف إلى المساواة فيقسم الربح مناصفة بين رب المال والمضارب .

(ص / ۴۷ ، ۴۸ ، دار احیاء التراث العربی بیروت)

مضاربت میں سرمایہ نقد ہو

مسئلہ (۴۰۵): کوئی شخص کسی کو گندم دے کر کہے کہ: اس کی روٹی بنا کر بیچو، جو آمدنی ہوگی اس میں سے اتنا اتنا نفع ہم دونوں کے درمیان ہوگا، تو مضاربت کی یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ مضاربت کے صحیح ہونے کے لیے سرمایہ کا نقد کی شکل میں ہونا شرط ہے^(۱)، اور یہ شرط یہاں مفقود ہے۔ لیکن اگر اس طرح کی مضاربت کا معاملہ کیا گیا، تو مضارب کو روٹی بنانے کی اجرت مثل ملے گی، اور پورا نفع رب المال (مالک نقد) کا ہوگا۔^(۲) البتہ اگر کوئی شخص کسی کو رقم دے کر کہے کہ: گندم خرید کر ان کی روٹی بنا کر بیچو، جو نفع ہوگا، وہ ہمارے درمیان اتنا اتنا فیصد ہوگا، تو یہ صورت درست ہے، کیوں کہ یہاں سرمایہ نقد کی شکل میں موجود ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : منها أن يكون رأس المال من الدراهم أو الدينار عند عامة العلماء ، فلا تجوز المضاربة بالعروض لأن المضاربة بالعروض تؤدي إلى جهالة الربح وقت القسمة ، لأن قيمة العروض تعرف بالحرز والظن ، وتختلف باختلاف المقيمين والجهالة تفضي إلى المنازعة ، والمنازعة تفضي إلى الفساد ، وهذا لا يجوز .

(۸/ ۱۰- ۱۲ ، كتاب المضاربة ، فصل في شرائط الركن)

(۲) ما في ” الجوهرة النيرة “ : فإذا فسدت صارت إجارة ؛ لأن الواجب فيها أجر المثل .

(۱/ ۲۲۳ ، كتاب المضاربة ، بيروت) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۱۳-۲۲۰)

ما في ” بدائع الصنائع “ : منها اعلام مقدار الربح ، لأن المعقود عليه هو الربح ، وجهالة المعقود عليه توجب فساد العقد . (۸/ ۲۳ ، كتاب المضاربة ، فصل في شرائط الركن)

قرض وصول کر کے مضارب بت میں لگانا

مسئلہ (۴۰۶): رب المال کا کسی آدمی کے ذمہ قرض ہو، اور وہ مضارب کو اجازت دیدے کہ آپ اس قرض کو وصول کر کے اس کے ذریعہ مضارب بت کرو، تو یہ صورت شرعاً درست ہوگی۔^(۱)

سامان میں عقد مضارب بت

مسئلہ (۴۰۷): عقد مضارب بت میں سرمایہ کا نقد ہونا شرط ہے، سامان کے ذریعہ عقد مضارب بت درست نہ ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وأما المضاربة بدين فإن على المضارب لم يجز وإن على ثالث جاز . (۳۷۶/۸ ، كتاب المضاربة) (فتاوى حقایق : ۶/۳۳۱)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو كان الدين على ثالث فقال له : اقبض مالي على فلان فاعمل به مضاربة جاز . كذا في الكافي . (۲۸۶/۴ ، الباب الأول في تفسيرها وركنها وشرائطها وحكمها)
ما في ” الهداية “ : إذا قال له : اقبض مالي على فلان واعمل به مضاربة جاز بخلاف ما إذا قال : اعمل بالدين الذي في ذمتك حيث لا تصح المضاربة . (۲۵۸/۳ ، كتاب المضاربة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” رد المحتار “ : وشرطها أمور سبعة : كون رأس المال من الأثمان . در مختار . وفي الشامية : قوله : من الأثمان ، أى الدراهم والدنانير . (۳۷۵/۸ ، كتاب المضاربة)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ما يتعلق برأس مال المضاربة من الشروط يشترط لصحة المضاربة شروط يلزم تحققها في رأس المال ، وهي أن يكون نقدًا من الدراهم والدنانير وأن يكون معلومًا وأن يكون عينًا لا دينًا . أولاً : كون رأس المال من الدراهم والدنانير ، اتفق الفقهاء في الجملة على هذا الشرط واستدل بعضهم عليه بالإجماع كما نقله الجوني من =

سرمایہ مضارب کے حوالے کرنا

مسئلہ (۴۰۸): عقد مضاربت طے ہو جانے کے بعد، سرمایہ مضارب کے حوالے کرنا شرط ہے، حوالے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مالک کا اس پر قبضہ بالکل ختم ہو جائے، اور مضارب کو اس پر تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہو، اگر سرمایہ مالک کے قبضے میں ہے، یا عامل ہر وقت سرمایہ میں تصرف نہیں کر سکتا، تو ایسی صورت میں مضاربت صحیح نہ ہوگی۔^(۱)

= الشافعية أو بإجماع الصحابة ، كما قال غيره منهم المضاربة بالعروض : ذهب الحنفية والمالكية والشافعية وهو ظاهر المذهب عند الحنابلة إلى أنه لا تصح المضاربة بالعروض مثلية كانت أو متقومة . (۴۳/۳۸ ، المضاربة بالعروض)
ما في ” المبسوط للسرخسي “ : قال رحمه الله تعالى : ذكر عن إبراهيم والحسن رحمهما الله تعالى قال : لا تكون المضاربة بالعروض إنما تكون بالدرهم والدنانير وبه نأخذ .
(۳۱/۲۱ ، باب المضاربة بالعروض)
ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : وأما شروط رأس المال : أولاً : أن يكون رأس المال من النقود الرائجة أي الدراهم والدنانير ونحوها ، كما هو الشرط في شركة العنان ، فلا تجوز المضاربة بالعروض من عقار أو منقول عند جمهور العلماء . (۳۹۳۲/۵ ، شركة المضاربة ، بدائع الصنائع : ۹/۸ ، كتاب المضاربة ، فصل في شرائط الركن)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : رابعاً : أن يكون رأس المال مسلماً إلى العامل ليتمكن من العمل فيه ، ولأن رأس المال أمانة في يده ، فلا يصح إلا بالتسليم وهو التخليّة كالوديعة ، ولا تصح المضاربة مع بقاء يد رب المال على المال ، لعدم تحقق التسليم مع بقاء يده ، ويترتب عليه أنه لو شرط بقاء يد المالك على المال فسدت المضاربة . (۳۹۳۵/۵ ، بدائع الصنائع : ۱۱۷/۵ ، كتاب المضاربة ، الموسوعة الفقهية : ۵۰/۳۸) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص ۲۱۳، ۲۱۴)

مضارب کو وقتِ معین تک خریداری کا پابند کرنا

مسئلہ (۴۰۹): رب المال مضارب کو ایک لاکھ روپیہ دے، اور یہ شرط لگائے کہ ایک سال کے بعد نئی خریداری مت کرنا، تو اس طرح کی شرط لگانا؛ ائمہ ثلاثہ کے اقوال اور مضاربیت کی حقیقت پر غور کرتے ہوئے جائز ہونا ہی رائج معلوم ہوتا ہے، لہذا یہ صورت جائز ہونی چاہیے، یعنی رب المال وقتِ معین کے بعد مضارب کی نئی خریداری پر پابندی لگا سکتا ہے^(۱)، البتہ مالکیہ کے نزدیک اس طرح کی پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” الإنصاف “ : وإن شرط تاقيت المضاربة فهل تفسد ؟ على الروایتين : إحداهما لا تفسد ، وهو الصحيح من المذهب ، والرواية الثانية تفسد ، وإن قال : لا تبع بعد سنة بطل العقد ، وإن قال : لا تتبع بعدها صح . (۳۱۸/۵ ، كتاب الشركة ، بيروت)
- ما في ” التهذيب في فقه الإمام الشافعي “ : أما إذا قال : على أنك بعد مضي السنة لا تشتري ولك أن تبیع فهذا جائز ، لأن مقتضى القراض أن رب المال يملك منع العامل من الشراء متى شاء ، ولا يملك منعه من البيع لينص المال . (۳۸۳/۴ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات)
- ما في ” المغني “ : قال أبو الخطاب : في صحة شرط التاقيت روايتان : إحداهما : هو صحيح وهو قول أبي حنيفة . (۱۸۵/۵ ، جواز التاقيت في المضاربة)
- (۲) ما في ” عقد الجواهر الثمينة “ : ولو ضيق بالتاقيت إلى السنة مثلاً ومنع عن التصرف بعدها فهو فاسد ، مثل أن يقول : قارضتك سنة .
- (۷۹۵/۲ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص/۲۲۶)

دوران سفر مضارب کے اخراجات

مسئلہ (۴۱۰): مضارب اگر تجارت کے لیے سفر کرے، تو اس کے لیے اپنی خوراک و پوشاک مال مضاربت میں سے لینا جائز و درست ہے، اور اگر اپنے ہی شہر میں تجارت کرے، تو اپنی خوراک و پوشاک کا انتظام، اپنے مال سے کرے، مال مضاربت میں سے نہیں۔^(۱)

عقد مضاربت میں خسارہ

مسئلہ (۴۱۱): عقد مضاربت میں خسارہ اور نقصان نفع کی مقدار سے بڑھ جائے، تو یہ زائد نقصان صرف رب المال پر آئے گا، مضارب پر نہیں، کیوں کہ مضارب عقد مضاربت میں امین ہوتا ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : فإن سافر فطعامه وشرابه وكسوته وركوبه في مال المضاربة ، وإن عمل في المصر فنفقته في ماله والفرق أن النفقة تجب جزاء الاحتباس كنفقة القاضي والمرأة والمضارب في المصر ساكن بالسكنى الأصلي وإذا سافر صار محبوساً بالمضاربة فيستحق النفقة . (٤ / ٢٥٨ ، كتاب المضاربة ، هداية : ٣ / ٢٦٩ ، المضاربة ما في ” بدائع الصنائع “ : ولو خرج من المصر الذي دخله للبيع والشراء بنية العود إلى المصر الذي أخذ المال فيه مضاربة فإن نفقته من مال المضاربة حتى يدخله . (٥ / ٢٨٨ ، كتاب المضاربة) (فتاوى دارالعلوم دیوبند : ١٣ / ١٠٤)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” تبیین الحقائق “ : قال رحمه الله : وكل شرط يوجب جهالة الربح يفسدها وإلا لا ، ويبطل الشرط كشرط الوضعية على المضارب وتكون الوضعية وهو الخسران =

مضارب پر جرمانہ

مسئلہ (۴۱۲): زید (رب المال) نے عمر (مضارب) کو افیون کی تجارت کے لیے پیسہ دیا، عمر (مضارب) نے افیون خریدا، اور اس پر جرمانہ عائد ہو گیا، تو اس نقصان جرم کی اگر مالک نے ذمہ داری قبول کر لی ہے، تو مالک پر ضمان لازم ہے، ورنہ مضارب پر ضمان آئے گا۔^(۱)

= علی رب المال لأن ما فات جزء من المال بالهلاك يلزم صاحب المال دون غيره والمضارب أمين فيه فلا يلزمه بالشرط فصار الأصل فيه أن كل شرط يوجب جهالة في الربح أو قطع الشركة فيه مفسد وما لا فلا . (۵/۵۲۱ ، كتاب المضاربة) ما في ”رد المحتار“ : قوله : (بطل الشرط) كشرط الخسران على المضارب .

(۳۷۶/۸ ، كتاب المضاربة ، مجمع الأنهر: ۳/۴۴۷)

ما في ”درر الحکام شرح مجلة الأحكام“ : (يعود الضرر والخسار في كل حال على رب المال وإذا شرط أن يكون مشتركا بينهما فلا يعتبر ذلك الشرط) . (مجلة) . وفي درر الحکام : يعود الضرر والخسار في كل حال على رب المال إذا تجاوز الربح إذ يكون الضرر والخسار في هذا الحال جزءاً هالكاً من المال فلذلك لا يشترط على غير رب المال ولا يلزم به آخر . (۳/۴۵۹ ، بيان أحكام المضاربة ، المادة : ۴۲۸ ، شرح المجلة لسليم رستم باز: ص/۷۵۷ ، المادة : ۴۲۸ ، الفصل الثالث في بيان أحكام المضاربة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۴/۲۲۶، ۲۲۷، کراچی، فتاویٰ حقانیہ: ۶/۳۳۷، ۳۳۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”البحر الرائق“ : ولا رجوع له فيما أنفق في الخصومة لتقاضى الدين . (۴/۴۵۹) ما في ”الفتاوى الهندية“ : الأصل أن ما يفعله المضارب ثلاثة أنواع : نوع يملكه بمطلق المضاربة ، وهو ما يكون من باب المضاربة وتوابعها ، ومن جملته التوكيل بالبيع والشراء للحاجة والرهن ونوع لا يملكه بمطلق العقد ويملكه إذا قيل له : اعمل برأيك =

مضاربت پر ہسپتال کا قیام

مسئلہ (۴۱۳): ایک ڈاکٹر کے پاس علاج کے ضروری ساز و سامان و آلات نہیں ہیں، اب اگر وہ کسی سرمایہ دار سے سرمایہ لے کر ہسپتال قائم کرے، اور علاج کے لیے درکار ساز و سامان اور آلات خریدے اور نفع دونوں میں مشترک رکھیں، تو مضاربت کی یہ صورت، جس میں ایک شریک سرمایہ لگائے، اور دوسرا شریک کام کرے، اور اس کے ذریعہ جو آمدنی حاصل ہو، اسے باہم نصف نصف تقسیم کریں، امام ابوحنیفہ، اما شافعی، اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے، ان حضرات کے نزدیک یہ عقد فاسد ہے، لیکن امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جیسے مساقات اور مزارعت میں سرمایہ کار کی طرف سے نقد رقم نہیں دی جاتی، البتہ قابل نفع چیز دی جاتی ہے، یعنی درخت یا زمین، عامل اس میں محنت کرتا ہے اور پھر جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اسے باہم تقسیم کیا جاتا ہے، اور ان کا مالک بھی نہیں بدلتا، مزارعت اور مساقات کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ کار ایک ایسی چیز عامل کو دے رہا ہے، جس میں محنت کر کے آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے، لہذا مزارعت اور مساقات پر قیاس کرتے ہوئے مضاربت کی یہ صورت بھی جائز ہونی چاہیے، آج کل مسلمانوں کے

=وذلك مثل دفع المال مضاربة أو شركة إلى غيره و خلط مال المضاربة بماله أو بمال غيره . ونوع لا يملكه لا يطلق العقد ولا بقوله اعمل برأيك إلا أن ينص عليه رب المال وهو الاستئذان وهو أن يشتري بالدرهم والدنانير بعد ما اشترى برأس المال السلعة وما أشبه ذلك وأخذ السفاتج ، وكذا أعطاهما والعق بمال وبغير مال والكتابة والاقرض والهبة والصدقة .

(۲۹۱/۴، کتاب المضاربة، الباب الرابع، خلاصة الفتاوى: ۱۸۹/۴، الفصل الثاني)

(فتاویٰ حقانیہ: ۳۳۹/۶)

بڑے بڑے کاروبار انہیں بنیادوں پر چل رہے ہیں، اگر ائمہ ثلاثہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا جائے، تو حرج عظیم لازم آئے گا، اس لیے تنگی اور پریشانی سے بچانے کے لیے امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق عمل کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔^(۱)

مال مضاربت سے ملازمین کی مزدوری

مسئلہ (۴۱۴): دوران تجارت مضارب کا مال مضاربت سے مزدور اور ملازمین کی اجرتیں اور تنخواہیں ادا کرنا جائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” المغني والشرح الكبير “ : ولنا أنها عين تنمى بالعمل عليها فصح العقد ببعض نمائها كالدرهم والدنانير كالشجرة في المساقاة والأرض في المزارعة قولهم ليس من أقسام الشركة ولا هو مضاربة ، قلنا : نعم لكنه يشبه المساقاة والمزارعة ، فإنه دفع لعين المال إلى من يعمل عليها بعض نمائها مع بقاء عينها وإن دفع ثوبه إلى خياط ليفصله قمصاً ويبيعها وله نصف ربحها بحق عمله جاز نص عليه في رواية حرب ، وكذلك إن دفع غزلاً إلى رجل ينسجه بثلاث ثمنه أو ربعه جاز نص عليه ، وقال مالك وأبو حنيفة والشافعي : لا يجوز شيء من ذلك لأنه عوض مجهول وعمل مجهول وقد ذكرنا وجه جوازه . (۵ / ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، مسألة : وإن آجراهما بأعيانها) (شركة ومضاربة عصر حاضر ص ۳۰۴ ، ۳۰۸)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو استأجر أجيراً يخدمه في سفره وفي مصره الذي أتاها فيخبز له ويطبخ ويغسل ثيابه ويعمل له ما لا بد له منه احتسب بذلك على المضاربة ، وكذلك لو كان معه غلمان له يعملون في المال كانوا بمنزلة نفقتهم في مال المضاربة . (۴ / ۳۱۲ ، كتاب المضاربة ، الباب الثاني عشر في نفقة المضارب)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وكل من كان مع المضارب ممن يعينه على العمل فنفقته =

عقد مضاربة بت فاسد ہو جائے

مسئلہ (۴۱۵): عقد مضاربة بت اگر فاسد ہو جائے، تو مضارب اجرت مثلیہ کا

حق دار ہوتا ہے۔ خواہ کاروبار میں نفع ہو یا نہ ہو۔^(۱)

= من مال المضاربة كأجير يخدمه ، أو يخدم دابته ، لأن نفقهم كنفقة نفسه ، لأنه لا يتهيأ للسفر إلا لهم والمراد من النفقة هنا ؛ الكسوة والطعام والادام والشراب وأجر الأجير وفراش ينام عليه . (۲۸/۷۰ ، ۷۱)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما تفسير النفقة التي في مال المضاربة فالكسوة والطعام والادام والشراب وأجر الأجير ، وفراش ينام عليه وعلف دابته التي يركبها في سفره ، ويتصرف عليها حوائجه . (۲۶/۸) ، المضاربة ، وأما بيان حكم المضاربة ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۹۵۸/۵ ، المطلب الثالث أحكام المضاربة ، أولاً ؛ أما النفقة من مال المضاربة

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وإجارة فاسدة إن فسدت فلا ربح للمضارب حينئذ بل له أجر مثل عمله مطلقاً ربح أو لا . (۳۷۴/۸) ، كتاب المضاربة

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وعند الحنفية : يكون للمضارب أجر مثل عمله مطلقاً ، وهو ظاهر الرواية ، ربح المال أو لا ، بلا زيادة على المشروط خلافاً لمحمد . (۷۸/۳۸)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : المضارب إذا عمل في المضاربة الفاسدة وربح يكون جميع الربح لرب المال وللمضارب أجر مثله فيما عمل لا يزداد على المسمى في قول أبي يوسف رحمه الله تعالى ، وإن لم يربح المضارب كان له أجر مثله . كذا في فتاوى قاضي خان . هذا جواب ظاهر الرواية . كذا في المحيط .

(۲۸۸/۴) ، كتاب المضاربة ، قبيل الباب الثاني فيما يجوز ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۹۴۱/۵ ، المطلب الثالث ؛ أحكام المضاربة ، البحر الرائق : ۴۳۹/۷ ، كتاب المضاربة ، دار الكتاب ديوبند ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۲۸/۵ ، المضاربة ، حكمها

نفع کی ایک خاص مقدار، رب المال کے لیے متعین کرنا

مسئلہ (۴۱۶): ایک آدمی دوسرے کو مضاربیت کے طور پر ایک لاکھ روپے دے کر کہے: مجھے ہر ماہ ہزار روپے نفع دینا ضروری ہے، خواہ تم کو کچھ نفع ملے یا نہ ملے، شرعاً مضاربیت کا یہ معاملہ درست نہیں ہے، کیوں کہ مضارب یا رب المال کا کسی خاص مقدار میں منافع کا اپنے لیے متعین کرنا، خواہ ماہانہ ہو یا سالانہ، مفسد عقد ہے، اس سے مضاربیت فاسد ہو جائے گی۔^(۱)

= سابقة الكلام ونحوه ، وبه أخذ الفقيه أبو الليث . اهـ وعن الإمام تخصيصه بالمعاضات ، ولا يلي العتق والتبرع ، وعليه الفتوى . وكذا لو قال : طلقت امرأتك ووهبت ووقفت أرضك في الأصح لا يجوز . اهـ . وفي ” الذخيرة ” أنه توكيل بالمعاضات لا بالإعتاق والهبات . وبه يفتى . اهـ . وفي ” الخلاصة ” كما في ” البزاية ” : والحاصل أن الوكيل وكالة عامة يملك كل شيء إلا الطلاق والعتاق والوقف والهبة والصدقة على المفتي به . (۲۴۰/۸ ، ۲۴۱ ، كتاب الوكالة ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۵۶۵/۵ ، كتاب الوكالة ، الباب الأول وأما ألفاظها ، فتاوى قاضي خان : ۱۴۷/۳ ، كتاب الوكالة) (مالي معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۲۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع ” : ومنها أن يكون المشروط لكل واحد منهما من المضارب ورب المال من الربح جزءاً شائعاً نصفاً أو ثلثاً أو ربعاً فإن شرطاً عدداً مقدراً بأن شرطاً أن يكون لأحدهما مائة درهم من الربح أو أقل والباقي للآخر لا يجوز والمضاربة فاسدة . =

قرض کے ذریعہ عقد مضاربہ

مسئلہ (۴۱۷): ایک شخص کے کسی دوسرے پر کچھ روپے قرض ہیں، اگر وہ اس مقروض سے کہے: اس قرض کو سرمایہ قرار دے کر اس سے تجارت کرو، اور جو نفع ملے گا اس میں میرا اتنا فیصد (Percent) ہوگا، شرعاً اس طرح کا معاملہ کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ صحت مضاربہ کی چند شرطیں ہیں:

(۱) عاقدین (رب المال اور مضارب) میں اہلیت توکیل و وکیل کا ہونا۔^(۱)

(۲) سرمایہ کار و پیوں کی شکل میں ہونا۔^(۲) (۳) سرمایہ کا معلوم ہونا۔^(۳)

(۴) سرمایہ کا عین ہونا نہ کہ دین (قرض)۔^(۴)

(۵) نفع میں دونوں کا برابر کا شریک ہونا۔^(۵) (۶) نفع کا معلوم ہونا۔^(۶)

عقد مضاربہ کی مذکورہ بالا صورت میں چوتھی شرط مفقود ہے، اس لیے یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہے۔

= (۸۵/۶) ، فصل وأما شرائط الركن فبعضها يرجع إلى العاقدین

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ومنها أن يكون نصب المضارب من الربح معلوماً على وجه لا تنقطع به الشركة في الربح . كذا في المحيط . فإن قال على أن ذلك من الربح مائة درهم أو شرط مع النصف أو الثلث عشرة دراهم لا تصح المضاربة . كذا في محيط السرخسي .

(۲۸۷/۴) ، كتاب المضاربة ، الباب الأول

ما في ” الجوهرة النيرة “ : قوله: (ومن شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعاً لا يستحق أحدهما منه دراهم مسمأة) لأن شرط ذلك يقطع الشركة لجواز أن لا يحصل من الربح إلا تلك الدراهم المسمأة . (۶۲۶/۱) ، كتاب المضاربة (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۲۲)=

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : أما الذي يرجع إلى العاقدین وهما رب المال والمضارب فأهلية التوكیل والوكالة ، لأن المضارب يتصرف بأمر رب المال وهذا معنى التوكیل .
- (۵/۱۱۲ ، كتاب المضاربة ، فصل أما شرائط الركن .. الخ)
- (۲) ما في ” بدائع الصنائع “ : منها أن يكون رأس المال من الدراهم أو الدينار عند عامة العلماء فلا تجوز المضاربة بالعروض . (۵/۱۱۳)
- (۳) ما في ” بدائع الصنائع “ : منها : أن يكون رأس المال معلوماً فإن كان مجهولاً لا تصح المضاربة لأن جهالة رأس المال تؤدي إلى جهالة الربح وكون الربح معلوماً شرط صحة المضاربة . (۵/۱۱۴)
- (۴) ما في ” بدائع الصنائع “ : منها : أن يكون رأس المال عيناً لا ديناً فإن كان ديناً فالمضاربة فاسدة . (۵/۱۱۴)
- (۵) ما في ” بدائع الصنائع “ : أما الربح فالأن المضارب ملك نصف المال بالقرض فكان نصف الربح له والنصف الآخر بضاعة في يده فكان ربحه لرب المال . (۵/۱۱۵)
- (۶) ما في ” بدائع الصنائع “ : كون الربح معلوماً شرط صحة المضاربة . (۵/۱۱۴)
- (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۱۰)



کتاب الاجارة

☆.....اجاره (کرایہ داری) کے مسائل.....☆

عقد اجاره

مسئلہ (۴۱۸): عقد اجاره؛ متعین اجرت کے بدلے متعین منفعت کی بیع کو عقد اجاره کہتے ہیں^(۱)، عقد اجاره شرعاً جائز ہے۔^(۲)

عقد اجاره کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں:

(۱) عاقدین کی رضا مندی، (۲) معقود علیہ کی تعیین، (۳) اجرت اور وصف کی تعیین، (۴) منافع کی تعیین، (۵) مدت اجاره کی تعیین، (۶) مستاجر معقود علیہ کو کس کام کے لیے استعمال کرے گا؛ اس کی تعیین، (۷) معقود علیہ کی تسلیم پر قدرت، (۸) معقود علیہ کی شرعاً اباحت، (۹) معقود علیہ پر اجرت لینے کا معروف ہونا، (۱۰) اجرت کا معقود علیہ کی جنس سے نہ ہونا۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "كنز الدقائق مع البحر الرائق" : هي بيع منفعة معلومة بأجر معلوم . (۵۰۶/۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : هي تملك نفع مقصود من العين بعوض .

(۲/۹) ، الفقه الحنفی فی ثوبہ الجدید : ۳۳۹/۴ ، فتاویٰ النوازل : ص/۳۷۰

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْحَمْنَ أُمَّهَاتَهُنَّ﴾ . (سورة الطلاق : ۲)

ما في " صحيح البخاري " : عن عروة بن الزبير ، عن عائشة رضي الله عنها : واستأجر رسول الله ﷺ وأبو بكر رجلاً من بني الدليل ، ثم من بني عبد بن عدي هادياً خريئاً - الخريئ الماهر بالهداية

- . (۳۰۱/۱) ، في الإجازات ، و ص/ ۳۹۱ ، كتاب الإجارة ، احياء التراث العربي ، بيروت =

اجارۃ المشاع

مسئلہ (۴۱۹): کوئی چیز دو یا زائد شخصوں کے درمیان مشترک ہو، تو اُن کا آپس میں ایک دوسرے کو، یا کسی اجنبی شخص کو اپنا بعض حصہ یا پورا حصہ کرایہ پر دینے کو 'اجارۃ المشاع' کہتے ہیں، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مشترک چیز کا عقد اجارہ صرف شریک کے ساتھ جائز ہے، جب کہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک شریک اور اجنبی دونوں کے ساتھ جائز ہے، اور اکثر مشائخ کے نزدیک فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ کے قول پر ہے، جب کہ بعض نے صاحبین کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے۔^(۱)

=ما فی "بدائع الصنائع": أما الأول: فالإجارة جائزة عند عامة العلماء.

(۱۴/۴، کتاب الإجارة) (فتاویٰ قرآن و سنت کی روشنی میں: ۷۵/۲)

(۳) ما فی "درر الحکام شرح مجلة الأحکام": شرط الصحة أنواع: النوع الأول: رضا العاقدین. النوع الثاني: تعیین المأجور. النوع الثالث: تعیین الأجرة. النوع الرابع: تعیین المنفعة. النوع الخامس: أن یمكن استيفاء المنفعة. النوع السادس: وجود شرط الانعقاد. (۱/۴۹۵، ۴۹۶) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ: ۴۳-۴۶، شرائط الصیغ)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی "الهدایة": لا یجوز إجارة المشاع عند أبي حنيفة إلا من الشریک، وقالوا: إجارة المشاع جائزة. (۲/۲۸۷)

ما فی "الموسوعة الفقهية المقارنة التجريد": قال أبو حنيفة: إجارة المشاع من غیر الشریک لا تجوز، وقال أبو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ: تجوز. (۷/۳۶۵۵)

ما فی "التنویر و شرحہ مع الشامیة": وتفسد أيضاً (بالشیوع) بأن یؤجر نصیباً من داره ونصیبہ من دار مشتركة من غیر شریکہ أو من أحد شریکہ أنفع الوسائل وعمادية من الفصل الثلاثین، واحتراز بالأصلي عن الطارئ فلا یفسد على الظاهر.... (إلا إذا أجر) کل نصیبہ أو بعضہ (من شریکہ) فیجوز، وجوزاه بكل حال. وعليه الفتوى. زیلعی و بحر معزیاً للمغنی =

انٹرنیٹ پر عقد اجارہ

مسئلہ (۴۲۰): جواز بیع کے لیے ایجاب و قبول اور حکماً اتحاد و اتصال کافی ہوتا ہے، اور چونکہ انٹرنیٹ کے ذریعہ عقد اجارہ میں کتابت کے ذریعہ ایجاب و قبول اور اتحاد و اتصال حکمی پایا جاتا ہے، لہذا انٹرنیٹ پر عقد اجارہ درست ہے۔^(۱)

=لکن ردہ العلامة قاسم فی تصحیحه بأن ما فی المغنی شاذ مجهول القائل فلا یعول علیہ . (در مختار) . وفي الشامیة : قوله : (بالشیوع) أي فیما یحتمل القسمة أولاً عنده ، وعلیہ الفتوی . ”خانیة“ قوله : (علی الظاهر) أي ظاهر الروایة عند أبي حنیفة ویفسدها فی رواية جامع الفصولین قوله : (وجوّزاه بكل حال) أي سواء کان من شریکھ أو لا فیما یحتمل القسمة أو لا ، لکن بشرط بیان نصیبه ، وإن لم یبین لا یجوز فی الصحیح . زیلعی . قوله : (فلا یعول علیہ) بال المعول علیہ ما فی الخانیة أن الفتوی علی قول الإمام ، وبه جزم أصحاب المتون والشروح فكان هو المذهب ، أفاده المصنف وعلیہ العمل الیوم . (۶۵/۹ ، باب الإجارة الفاسدة ، بیروت ، بدائع الصنائع ۲/۲۵ ، باب شرائط رکن الإجارة ، تبیین الحقائق : ۶/۱۱۹)

ما فی ”تقریرات الرافعی علی رد المحتار“ : قال الرافعی : قول الشارح (لکن ردہ العلامة قاسم الخ) ما سیأتی فی المتفرقات یدل علی أن قولهما مفتی به ایضاً فانظره ونقل ط فیہا أن قولهما مفتی به عن المضمرات . اهـ . ونقل أبو السعود فی حاشیة الأشباه عند قوله : وجاز استئجار طریق للمرور أن الفتوی علی قولهما عن المضمرات والفتاوی الصغری والنتمة وغیرها من الكتب المعتمدة فالترجیح قد اختلف . وقال فی شرح الأشباه : أكثر المشایخ علی ترجیح قوله . (۷۰۸/۱۴ ، کتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، بیروت ، القول الصواب فی مسائل الكتاب : ص/۳۱۳) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص ۹۷ ، فقہ حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں : ۲/۸۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”الموسوعة الفقهیة“ : واتحاد المجلس فی العقود وغیرها علی قسمین : حقیقی بأن یكون القبول فی مجلس الإیجاب ، وحکمی إذا تفرق مجلس القبول عن مجلس =

اجیر خاص و اجیر مشترک

مسئلہ (۴۲۱): کوئی کمپنی کسی آدمی کو کمپنی میں مشینوں کی درستگی کے لیے مقرر کرے، اور سامان بھی فراہم کرے، نیز اس کے کام کا وقت بھی متعین کرے، تو وہ اجیر خاص ہے^(۱)، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی ایک شخص کام نہ کرے، بلکہ مختلف لوگوں کے کام کرے، یا کسی ایک ہی شخص کا کام کرے، مگر وقت کی تحدید نہ ہو، تو وہ اجیر مشترک ہے^(۲)۔ اجیر خاص مقررہ وقت میں، مقررہ کام کو انجام دے، تو اجرت متعینہ کا حق دار ہوگا، اور اجیر مشترک کسی کام کے کرنے پر اپنی مقررہ اجرت کا حق دار ہوگا۔^(۳)

=الإيجاب ما في الكتابة والمراسلة فيتحدان حكما. (۲۰۲/۱)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : أما مع اتحاد المجلس الحكمي فلا يختلف الأمر عند الحنفية في اشتراط القبول في مجلس العلم ، وهو الصحيح عند الحنابلة . (۲۰۸/۱)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : يصح التعاقد بالكتابة بين حاضرين أو باللفظ من حاضر والكتابة ، وكذلك ينقذ البيع إذا أوجب العاقد البيع بالكتابة إلى غائب بمثل عبارة : بعتك داري بكذا ، أو أرسل بذلك رسولا فقبل المشتري بعد اطلاعه على الإيجاب من الكتابة أو الرسول صح العقد . (۱۳/۹ ، الأحكام الفقهية للتعامل الإلكترونية : ص/ ۱۳۰ - ۱۳۲ ، للشيخ عبد الرحمن بن عبد الله السند) (انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ : ص/ ۳۸۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : والثاني وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير وحد وهو من يعمل لواحد ، عملا مؤقتا بالتخصيص . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (لواحد) أي لمعين واحدا أو أكثر ، قال القهستاني : لو =

اجرت کی تعیین

مسئلہ (۴۲۲): کوئی شخص کسی کو اپنی چیز فروخت کرنے کا وکیل بنائے، اور اس کی اجرت متعین نہ کرے، بلکہ اسے یہ کہے کہ مجھ کو اتنی اتنی قیمت چاہیے، اس سے زائد جتنی بھی رقم ملے گی وہ آپ کی اجرت ہوگی، شرعاً یہ معاملہ درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں اجرت مجہول ہے۔^(۱)

= استأجر رجلان أو ثلاثة رجلا لرعي غنم لهما أو لهما خاصة كان أجير خاصاً قوله :
(عملاً مؤقتاً) خرج من يعمل لواحد من غير توقيت كالخياط . (۸۱/۹)
(۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (الأجراء على ضربين : مشترك وخاص ، فالأول من يعمل لا لواحد) كالخياط ونحوه (أو يعمل له عملاً غير مؤقت) . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (من يعمل لا لواحد) قال الزيلعي : معناه من لا يجب عليه أن يختص بواحد عمل لغيره أو لم يعمل . (۸۱/۹ ، كتاب الإجازات ، مطلب أجير خاص)
(۳) ما في ” رد المحتار “ : قوله : (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة . قال في التاترخانية : وفي فتاوى الفضلي : وإذا استأجر رجلاً يوماً يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة . وقد قال بعض مشايخنا : له أن يؤدي السنة أيضاً ، واتفقوا أنه لا يؤدي نفلاً ، وعليه الفتوى .
(۹۶/۹ ، مطلب ليس للأجير الخاص أن يصلي النافلة ، بيروت)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (ولا يستحق المشترك الأجر حتى يعمل كالقصار ونحوه) كفتال وحمال ودلال وملاح . [در مختار] وفي الشامية : قوله : (حتى يعمل) لأن الإجارة عقد معاوضة فتقتضي المساواة بينهما ، فما لم يسلم المعقود عليه للمستأجر لا يسلم له العوض والمعقود عليه هو العمل أو أثره على ما بينا ، فلا بد من العمل . زيلعي .
(۸۸/۹ ، مبحث للأجير المشترك ، بيروت)
الحجة على ما قلنا : =

دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ

مسئلہ (۴۲۳): کسی شخص نے اپنی زمین کسی کو کرایہ پر دیدی، اور مدت کرایہ داری ختم ہوگئی، یا اصل کرایہ دار کا انتقال ہو گیا، تو شرعاً اسے اپنی زمین خالی کرانے کا حق حاصل ہے^(۱)، کرایہ دار یا اس کے ورثاء کا، کورٹ کے ذریعہ مالک زمین کو مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے، یا زمین بیچنے پر مجبور کرنا شرعاً جائز نہیں ہے^(۲)، ہاں اگر دوسری جگہ منتقل ہونے میں مشکلات درپیش ہوں، تو مالک زمین کو مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے یا زمین کے بیچنے پر راضی کر لیں^(۳)، خواہ کرایہ میں اضافہ کر کے ہو، یا زمین کی قیمت میں زیادتی کر کے، لیکن اس کے باوجود بھی اگر وہ مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے یا زمین کے بیچنے پر راضی نہ ہو، تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا^(۴)، البتہ اگر کرایہ دار نے اس زمین پر عمارت بنائی ہے، تو تعمیر کردہ عمارت کا وہ مالک رہے گا، جس کو توڑ کر اس کے ملے کو وہاں سے اٹھایا جاسکتا ہے، یا پھر وہ عمارت مالک زمین ہی کو بیچ دے، اور اس کی قیمت میں تعمیر شدہ عمارت کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ گری ہوئی

= (۱) ما فی ”مراسیل ابي داود“: عن ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه: ”أن رسول الله ﷺ نهى عن استئجار الأجير حتى يبين له أجره“ . (ص/ ۱۰، باب النجارة)
 ما فی ”الفتاوى الهندية“: ومنها (أى من شروط صحة العقد) أن تكون الأجرة معلومة .
 (۴/ ۴۱۱، كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة)
 ما فی ”الدر المختار مع الشامية“: شرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهمما تفضي إلى المنازعة . (۹/ ۷، كتاب الإجارة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۹۳) =

عمارت کے ملکہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا^(۵)، رہی یہ بات کہ اگر کورٹ میں کیس داخل کیا گیا اور فیصلہ کرایہ دار کے حق میں ہوا، تو بھی کرایہ دار کے لیے اس زمین کا حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ کرنا ہوگا، جو حرام ہے^(۶)، نیز کورٹ کا کرایہ دار کے حق میں فیصلہ کرنے سے اس کے لیے اس زمین پر ملکیت بھی ثابت نہیں ہوگی، کیوں کہ اس صورت میں اسباب ملک میں سے کوئی سبب نہیں پایا گیا۔^(۷)

الحجة على ما قلنا :

- = (۱) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : وإن كان استأجرها كل شهر فلكل واحد منهما أن ينقض الإجارة عند رأس الشهر . (۱۴۶ / ۱۵ ، باب إجارة الدور والبيوت)
ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : وتنفسخ بموت أحد عاقدین عقدها لنفسه .
(۹۸ / ۹ ، باب فسخ الإجارة)
- (۲) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي حرة الرقاشي عن محمد قال : قال رسول الله ﷺ : ” ألا ! لا تظلموا ، ألا ! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه “ .
(ص / ۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، الفصل الأول ، رقم : ۲۹۴۶)
- ما في ” الفتاوى الهندية “ : وأما شرائط الصحة فمنها : رضا المتعاقدين .
(۴ / ۴۱۱ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول)
- ما في ” الكافي في الفقه الحنفي “ : والبيع شرعاً : مبادلة المال بالمال بالتراضي فإذا فقد التراضي بأن المكره عقاره خوفاً على نفسه فالبيع فاسد وموقوف ، فإن قبل البائع وقبض الثمن انقلب نافذاً . (۳ / ۱۰۸۸ ، ۱۰۸۹ ، كتاب البيوع ، مكتبة مؤسسة الرسالة بيروت)
- (۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ . (سورة النساء : ۲۹)
- ما في ” الفتاوى الهندية “ : وأما شرائط الصحة فمنها : رضا المتعاقدين ، ومنها : أن تكون الأجرة معلومة . (۴ / ۴۱۱ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة) =

اوور ٹائم (Overtime) میں صرف حاضری

مسئلہ (۴۴۴): ایک شخص اوور ٹائم (Overtime) تو دیتا ہے، لیکن اس میں کام نہیں کرتا ہے، بلکہ یونہی فضول گزار دیتا ہے، کیوں کہ کوئی نگرانی کرنے والا نہیں ہوتا ہے، اگر اس شخص کی حیثیت اجیر خاص کی ہے، تو اجیر خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مفوضہ امر (سپرد کیے گئے کام) کو پورا کرے، اور اگر وہ مفوضہ امر پورا کرنے سے باز رہے، تو اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ اس صورت میں محض تسلیم نفس سے استحقاق اجرت ثابت نہیں ہوگا، لہذا اس کے لیے اوور ٹائم (Overtime) کی اضافی اجرت لینا شرعاً درست نہیں ہے۔^(۱)

= (۴) ما فی "مسند أحمد بن حنبل": عن عمرو بن یثربی قال: خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال: ألا! ولا یحل لامرئ من مال أخیه شیء إلا بطیب نفس منه.

(۵/۱۱۳، کتاب البیوع، رقم: ۲۱۱۹، ۲۱۲۰، مؤسسة قرطبة القاهرة)

(۵) ما فی "الدر المختار مع الشامیة": وتصح إجارة أرض للبناء والغرس، فإن مضت المدة قلعهما وسلمهما فارغة لعدم نهايتها إلا أن یغرم له الموجر قیمته أى البناء والغرس مقلوعاً، بأن تقوم الأرض بهما وبدونهما فیضمن ما بینهما ویتملكه فأفاد أنه لا یلزمه القلع لو رضی المؤجر بدفع القیمة . (۳۶/۹، ما یجوز من الإجارة وما یكون خلافاً فیها)

(۶) ما فی "صحیح البخاری": عن أبی سلمة بن عبد الرحمن كانت بینہ وبين أناس خصومة فی أرض، فدخل علی عائشة فذكر لها ذلك، فقالت: یا أبا سلمة! اجتنب الأرض، فإن رسول اللہ ﷺ قال: "من ظلم قیداً شبر من الأرض طوّقه من سبع أرضین".

(۱/۴۵۳، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی سبع أرضین، رقم: ۳۱۹۵)

(۷) ما فی "الدر المختار مع الشامیة": اعلم أن أسباب الملك ثلاثة: ناقل کبیع و هبة و خلافة کارث، و اصاله وهو الاستیلاء حقيقة بموضع اليد، أو حکماً بالتهیئة کنصب شبکه الصيد.

(۱۰/۴۶، کتاب الصيد) (فتاویٰ محمودیہ: ۶۳۵/۱۶، ۶۳۶، کراچی) =

ٹی وی کیبل کنکیشن، وی سی آر کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۲۵): موجودہ زمانے میں ٹی وی (T.V.) سی ڈی (C.D.) وی سی آر (V.C.R.) وغیرہ کا استعمال عام ہو چکا ہے، یہاں تک کہ بہت سے لوگ کیبل کنکیشن (Cable Connection) سی ڈیز، وی سی آر، اور فلمی کیسٹس (Filmy Cassette,s) وغیرہ کا بزنس (Business) کرتے ہیں، اور اس کو کرایہ پر بھی دیتے ہیں، جب کہ عموماً ان چیزوں کا غالب استعمال ناجائز امور ہی میں ہوتا ہے، اس لیے ان تمام چیزوں کی خرید و فروخت اور ان کو کرایہ پر دینا شرعاً درست نہیں ہے^(۱)، لہذا اس کی آمدنی بھی ناجائز ہوگی، اور اس رقم سے حج یا عمرہ کرنا، اسی طرح اس سے زکوٰۃ، صدقات اور صدقہ فطر وغیرہ دینا سب ناجائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” شرح المجلة “ : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط أن يتمكن من العمل ، فلو سلم نفسه ولم يتمكن منه لعذر كالمرض والمطر فلا أجر له . (الدر المنتقى) . لكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (ص/ ۲۳۹ ، الباب الأول في الضوابط العمومية)

ما في ” فتاوى النوازل “ : وأجير الواحد لا يعمل في ذمة الإجارة لغيره عملاً ، لأن المدة خصت للمستأجر ولو عمل لآخر عملاً ينقص من أجرته بقدر ما عمل فلو عين له العمل في هذه المدة . (ص/ ۳۸۲ ، مسائل متفرقة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ . (سورة المائدة : ۲) =

ڈرائیور کو گاڑی یا رکشا چلانے کے لیے دینا

مسئلہ (۴۲۶): آج کل شہروں میں گاڑی یا رکشا مالکان اپنی گاڑی یا رکشا، ڈرائیور کو کرایہ پر چلانے کے لیے دیتے ہیں، اور یوں کہتے ہیں کہ تم دن بھر گاڑی یا رکشا چلاؤ، اور حاصل ہونے والے کرایہ میں سے ہمیں، مثلاً: دوسروپے دینا، بقیہ جتنا بھی بچ جائے وہ تمہارا ہوگا، شرعاً یہ عقد جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ عقد نہ مضاربۃً درست ہے، اس لیے کہ اس میں رأس المال بشکل نقد نہیں بلکہ بشکل عروض ہے، جب کہ

ما فی ”روح المعانی“ : (ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان) فیعم النهی کل ما هو من مقولة الظلم والمعاصی ، ویندرج فیہ النهی عن التعاون علی الاعتداء والانتقام .

(۸۵/۴ ، أحكام القرآن للجصاص: ۳۸۱/۲)

ما فی ”التنویر و شرحہ مع الشامیة“ : (ولا تصح الإجارة لعسب التیس) وهو نزوه علی الإناث ، (و) لأجل المعاصی مثل (الغناء والنوح والملاهی) ولو أخذ بلا شرط یباح . تنویر مع الدر . وفي الشامیة : قوله : (والملاهی) كالمزامیر والطلبل ، وإذا كان اللہو لغير اللہو فلا بأس به . (۶۴/۹) ، مطلب فی الاستیجار علی المعاصی ، الموسوعة الفقهیة : ۲۹۰/۱ ، الإجارة علی المعاصی والطاعات (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶۰/۷ ، جدید، محمود الفتاوی: ۲۸/۳ ، کتاب البیوع، احسن الفتاوی: ۵۳۸/۶ ، باب البیج الفاسد والبطل)

(۲) ما فی ”الدر المختار مع الشامیة“ : (ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله) وهذا إذا كان له مال غیر ما استهلكه بالخلط منفصل عنه ویوفی دینہ ، والا فلا زکوة کما لو كان الكل خبیثاً ، کما فی النهر عن الحواشی السعدیة . ”در مختار“ . وفي الشامیة : قوله : (لو كان الكل خبیثاً) فی ”القنیة“ ولو كان الخبیث نصاباً لا یلزمه الزکاة ، لأن الكل واجب التصدق علیہ ، فلا یفید إيجاب التصدق ببعضه ، ومثله فی البرازیة . (۲۰۱/۳) ، الفتاوی التاتاریخانیة : ۵۲/۲ ، الفصل العاشر فی بیان ما یمنع وجوب الزکاة ، خلاصة الفتاوی : ۲۴۵/۱ ، الفصل التاسع فی الحظر والإباحة (فتاوی محمودیہ: ۳۲۴/۹ ، حرام مال پر زکوة، کراچی)

مضارب بت کے صحیح ہونے کے لیے راس المال کا بشکل نقد ہونا ضروری ہے^(۱)، نیز اس

عقد میں ایک فریق - مالک - کے لیے نفع کی ایک خاص مقدار بھی متعین ہے، جب کہ عقد مضارب بت میں نفع کی کسی خاص مقدار کو، کسی ایک فریق کے لیے متعین کرنا شرعاً درست نہیں ہے^(۲)۔ اور نہ ہی اجارۃ صحیح ہے، اس لیے کہ اس معاملے میں شئی مستاجر -

گاڑی یا رکشہ - جس کرایہ (دوسرو پے) کے عوض کرایہ پر لیا گیا، کرایہ دار اس سے زیادہ کرایہ سوار یوں سے وصول کرتا ہے، اور یہ دونوں کرایے ایک ہی جنس (روپیوں) سے ہیں، لہذا یہ زائد وصول کیا جانے والا کرایہ - کرایہ دار کے لیے جائز نہیں ہے، اس لیے یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہونا چاہیے^(۳)۔ البتہ جواز کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ گاڑی یا

رکشہ کا مالک کسی شخص کو اپنی گاڑی یا رکشہ چلانے کے لیے متعین اجرت پر رکھ لے، کہ اس صورت میں گاڑی یا رکشہ سے حاصل ہونے والا پورا کرایہ گاڑی یا رکشہ مالک کا ہوگا، اور ملازم اپنی اجرت متعینہ کا حقدار ہوگا۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الجوهرة النيرة “ : (ولا تصح المضاربة إلا بالمال الذي بينا أن الشركة تصح به) يعني أنها لا تصح إلا بالدرهم والدنانير . (۱ / ۲۲۶ ، كتاب المضاربة)

(۲) ما في ” الجوهرة النيرة “ : (ومن شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعاً لا يستحق أحدهما منه دراهم مسمأة) ؛ لأن شرط ذلك يقطع الشركة لجواز أن لا يحصل من الربح إلا تلك الدراهم المسمأة . قال في شرحه : إذا دفع إلى رجل مالا مضاربة على أن ما رزق الله للمضارب مائة درهم ، فالمضاربة فاسدة . (۱ / ۲۲۶ ، كتاب المضاربة ، المغني لابن قدامة : ۵ / ۱۹۱)

(۴) ما في ” الجوهرة النيرة “ : (الإجارة عقد على المنافع بعوض) (ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة ، والأجرة معلومة) ؛ لأن الجهالة في المعقود عليه وبدله يفضي =

رہنمائی کی اجرت

مسئلہ (۴۲۷): اگر کوئی شخص کسی متعین آدمی سے کہے کہ: تو مجھے فلاں جگہ کی طرف، یا فلاں چیز کی رہنمائی کرے گا، تو میں تجھ کو اتنا انعام دوں گا، شرعاً یہ جائز ہے، اب اگر وہ شخص اس کے ساتھ چل کر اس کی رہنمائی کر دے، تو اس کو اس کے چلنے کی وجہ سے اجرِ مثل ملے گا، کیوں کہ یہ ایسا عمل ہے جو عقدِ اجارہ کی وجہ سے واجب ہے۔^(۱)

= إلى المنازعة كجهالة الثمن والمبيع . (۱ / ۶۷۵ ، كتاب الإجارة)

(۴) ما في ” الجوهرۃ النيرة “ : وأما إذا قوبلت بجنسها كما إذا استأجر داراً بسكنى دار أخرى ، أو ركوب دابة بركوب دابة أخرى ، أو زراعة أرض بزراعة أرض أخرى ، فالإجارة فاسدة ؛ لأن الجنس بانفراده يحرم النساء . كذا في التنايع . (۱ / ۶۷۵ ، كتاب الإجارة)
(مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص / ۲۱۷ ، ۲۱۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه إن دلتنی على كذا فلک كذا ، إن مشى له فدلہ فله أجر المثل للمشى لأجله ، لأن ذلك عمل يستحق بعقد الإجارة . (۹ / ۱۱۱ ، مطلب ضل له شيء فقال : من دلني عليه فله كذا)
(الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۴ / ۴۴۰)
ما في ” قواعد الفقه “ : استحقاق الأجرة بعمل لا بمجرد قول . (ص / ۵۷)
(مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص / ۱۲۰)

تجارت میں قرض کا مال دے کر نفع کی تعیین

مسئلہ (۴۲۸): ایک دوکاندار کے پاس نقد رقم بھی ہے، دوکان میں سامان تجارت بھی رکھا ہوا ہے، اور کچھ ادھار کھاتے بھی ہیں، اس سے کوئی شخص کہتا ہے کہ آپ ایک سال کے لیے مجھ سے ایک لاکھ روپے لے لیں، اس سے تجارت کریں، اور پھر سال بھر کے بعد جو نفع ہو، اس میں سے اتنے فیصد مجھے دیدیں، شرعاً یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ فقہائے کرام نے قرضہ جات اور غائب اموال میں شرکت کو ناجائز فرمایا ہے^(۱)، البتہ شریعت کے ایک اصول پر غور کرنے سے مذکورہ صورت کا جواز معلوم ہوتا ہے، وہ اصول یہ ہے کہ: بعض مرتبہ کوئی چیز قصداً تو ناجائز ہوتی ہے، مگر ضمناً و تبعاً جائز ہوتی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”بدائع الصنائع“ : ومنها : أن يكون رأس مال الشركة عيناً حاضراً لا ديناً ولا مالاً غائباً ، فإن كان لا تجوز عنانا كانت أو مفاوضة ، لأن المقصود من الشركة الربح وذلك بواسطة التصرف ، ولا يمكن في الدين ولا المال الغائب فلا يحصل المقصود .

(۵/۷۹ ، المغنی : ۵/۱۲۷)

(۲) ما في ”الأشباه والنظائر لابن نجيم الحنفي“ : الرابعة : يفتقر في التوابع ما لا يفتقر في غيرها ، وقريب منها يفتقر في الشيء ضمناً ما لا يفتقر قصداً . (۱/۴۵ ، التابع تابع)

ما في ”قواعد الفقه“ : الأصل أنه قد يثبت الشيء تبعاً وحكما وإن كان قد يبطل قصداً . (ص/۱۶)

ما في ”المعايير الشرعية“ : لا تجوز أن تكون الديون وحدها حصة في رأس مال الشركة إلا في الحالات التي تكون فيها الديون تابعة لغيرها مما يصح جعله رأس مال الشركة مثل تقديم مصنع رأس مال الشركة مما له ومما عليه . (ص/۲۰۸ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۹۰)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۸۹)

فیصد کے حساب سے اجرت

مسئلہ (۴۲۹): آج کل بہت سارے ادارے اور افراد اپنے کام کا معاوضہ فیصد (Percentage) کے حساب سے مقرر کر لیتے ہیں، جیسا کہ ”بینک“ اپنے کام کا معاوضہ سروس چارج (Service Charge) کے نام سے وصول کرتا ہے، اور یہ سروس چارج فیصد کے حساب سے ہوتا ہے، اسی طرح مثلاً ”اسٹیٹ ایجنسی“ والے بروکر حضرات اصل رقم پر فیصد کے حساب سے اجرت وصول کرتے ہیں، تو شرعاً اس طرح اجرت وصول کرنے کا حکم یہ ہے کہ یہ اجرت جو فیصد کے حساب سے وصول کی جا رہی ہے، اگر وہ اجرت مثل ہو، یا باہمی رضا مندی سے طے ہو تو جائز ہے۔

اس مسئلے کی نظیر وہ مسئلہ ہے جس میں فقہاء کرام رحمہم اللہ نے دلال کی اجرت کے بارے میں بحث کی ہے، کہ دلال کی اجرت بھی فیصد کے حساب سے ہوتی ہے، اس کے بارے میں متاخرین حنفیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اصول اور قاعدہ کے لحاظ سے تو یہ اجرت جائز نہیں ہونی چاہیے تھی، کیوں کہ اس میں اجرت اور عمل کی مقدار متعین نہیں ہے، لیکن کثرتِ تعامل کی وجہ سے فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ یہ اجرت پہلے سے طے ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”صحيح البخاري“ : باب أجرة السمسرة - ولم ير ابن سيرين وعطاء و ابراهيم والحسن بأجر السمسار بأساً ، وقال ابن عباس : لا بأس أن يقول : بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهو لك ، وقال ابن سيرين : إذا قال : بعه بكذا وكذا فما كان من ربح فهو لك أو بيني وبينك فلا بأس به . (۳۰۳/۱) ، كتاب الإجارة ، باب أجر السمسار
ما في ”رد المحتار“ : قال في ”التاتر خانية“ : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، =

بیرون ملک سے بذریعہ بینک تجارت

مسئلہ (۴۳۰): آج کل لوگ بیرون ممالک سے مال منگوا کر تجارت کرتے ہیں، مال منگوانے کی صورت میں خریدار مال کی قیمت بذریعہ بینک ادا کرتا ہے، مثلاً ہندوستان کا ایک تاجر جاپان کے ایک تاجر سے کچھ مال منگواتا ہے، تو جاپان کا تاجر ہندوستان کے تاجر سے کہتا ہے کہ تم اپنے کسی مقامی بینک کے ذریعہ میرے حق میں ایک لیٹر آف کریڈٹ کھول دو، ہندوستان کا بینک اپنی جاپان کی شاخ کو اس لیٹر آف کریڈٹ کے ذریعہ ہدایت کر دے گا کہ وہ جاپان کے تاجر کا مال جہاز سے روانہ کرنے کے متعلق ضروری کاغذات وصول کر کے، اس کو مال کی قیمت ادا کر دے، تو اس صورت میں بینک چوں کہ خریدار کا وکیل ہے، اس لیے بذریعہ بینک قیمت ادا کرنا درست ہے، اور جب مال جاپانی شاخ کے قبضہ میں آجائے، تو ہندوستانی خریدار کے لیے اس کی بیع جائز ہے۔^(۱)

== وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم . وفي ” الحاوی “ :
سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار ، فقال : أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل
فاسداً لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فيجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام .
(۵/۹ ، كتاب الإجارة ، مطلب في أجرة الدلال)
ما في ” الفتاوى البزازية على هامش الهندية “ : إجارة السمسار والمنادي والحمامي
والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة جاز ويطيب
الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل . (۵/۴۰ ، نوع في المتفرقات)

(انعام الباری: ۶/۴۶۳، امداد الفتاوی: ۳/۳۶۶، جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ: ص/۱۸۸)

الحجة على ما قلنا :==

آب زم زم کی تجارت

مسئلہ (۴۳۱): آب زم زم کی تجارت میں بظاہر کوئی امر، مانع جواز نہیں، کہ وہ مقوم بھی ہے^(۱)، اور احراز سے ملک بھی ثابت ہو جاتی ہے^(۲)، نیز بلا تکثیر ماء زم زم کے بیچنے کا تعامل بھی ہے^(۳)، محض متبرک ہونا بیع کے لیے مانع نہیں بن سکتا، کیوں کہ قرآن کریم سب سے زیادہ متبرک ہونے کے باوجود اس کی بیع و شرا سب جائز ہے^(۴)، اور خریدار کا کافر ہونا بھی بظاہر مانع صحت بیع نہیں^(۵)، ہاں! احتمالاً مخل احترام ہونے کی بنا پر خلافِ اولیٰ یا مکروہ کہا جاسکتا ہے۔^(۶)

= (۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرْقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكى طَعَامًا﴾ . (سورة الکہف : ۱۹)

ما فی ”جامع الترمذی“ : عن حکیم بن حزام ، أن رسول اللہ ﷺ بعث حکیم بن حزام لیشتري له أضحیة بدینار ، فاشتری أضحیة فاربح فیها دیناراً ، فاشتری أخرى مکانها ، فجاء بالأضحیة والدینار إلى رسول اللہ ﷺ ، فقال : ”ضح بالشاة وتصدق بالدینار“ . (۲۳۸/۱ ، أبواب البیوع)

ما فی ”الهدایة“ : قال : کل عقد جاز أن یقعده الإنسان بنفسه ، جاز أن یؤکله به غیره ، لأن الإنسان قد یعجز عن المباشرة بنفسه علی اعتبار بعض الأحوال ، فیحْتَاج إلى أن یؤکل به غیره ، فیکون بسبیل منه دفعاً للحاجة ، وقد صح أن النبی ﷺ وکل بالشراء حکیم بن حزام وبالتزویج عمر بن أم سلمة . (۱۷۷/۳ ، کتاب الوکالة) (حسن الفتاوی: ۵۲۴/۶ ، جدید مسائل کاحل: ص/۲۱۹)

ما فی ”جمهرة القواعد الفقهية“ : ”قبض الوکیل کقبض مؤکله“ . (۸۰۳/۲ ، القاعدة : ۱۳۳۸)

ما فی ”جمهرة القواعد الفقهية“ : ”فعل الوکیل کفعل المؤکل“ . (۸۰۰/۲ ، القاعدة : ۱۳۱۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”البحر الرائق“ : وأما شرائط المعقود علیه فأن یكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً فی نفسه . (۴۳۳/۵ ، کتاب البیوع) =

ما في "رد المحتار": و شرط المعقود عليه ستة: كونه موجوداً ملاً متقوماً مملوكاً في نفسه. (۱/۱، كتاب البيوع، شرائط البيع أنواع أربعة)

(۲) ما في "رد المحتار": وقال الرَّملي: إن صاحب البئر لا يملك الماء كما قدمه في "البحر".... وهذا مادام في البئر، أما إذا أخرجه منها بالاحتيايل كما في السواني، فلا شك في ملكه له لحيازته له في الكيزان، ثم صبه في البرك بعد حيازته. تأمل.

(۱۸۹/۴، كتاب البيوع، صاحب البئر)

(۳) ما في "جمهرة القواعد الفقهية": "العادة محكمة". (۲۴۹/۱، الأشباه: ۳۲۸/۱) ما في "شرح عقود رسم المفتي":

والعرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

قال في المستصفى: العرف والعادة ما استقر في النفوس من جهة العقول، وتلقته الطباع السليمة بالقبول. (ص/۱۵، بحث العرف والعادة)

(۴) ما في "الموسوعة الفقهية": وذهب بعض السلف إلى إجازة بيعها، منهم محمد بن الحنفية، والحسن، وعكرمة، والشعبي، لأن البيع يقع على الورق والجلد وبدل عمل يد الكاتب، وبيع ذلك مباح، قال الشعبي: لا بأس ببيع المصحف، إنما يبيع الورق وعمل يديه. (۱۷/۳۸، بيع المصحف وشرائه)

(۵) ما في "القرآن الكريم": ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾. (سورة البقرة: ۲۷۵)

ما في "التفسير المنير": تضمنت الآيات أمور خمسة: الموضوع الأول، إباحة سائر البيوع التي ليس فيها نهى شرعي عنها. (۱۰۲/۳، تحت قوله: أحل الله الخ)

(۶) ما في "الفتاوى الهندية": وليس يستحسن كتابة القرآن على المحاريب والجدران لا يخاف من سقوط الكتابة وأن توطأ. (۱۰۹/۱، كتاب الصلاة، الباب السابع)

ما في "رد المحتار": "ما كان سبباً لمحذور فهو محذور". (۲۲۳/۵، نعمانيه)

ما في "المقاصد الشرعية": ان الذرائع تعدّ وسائل إلى المقاصد، وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً. (ص/۳۶) (امداد الفتاوى: ۱۱۵، ۱۱۶)

ڈرائیونگ لائسنس

مسئلہ (۴۳۲): موٹر ڈرائیونگ اسکول والوں کا لائسنس بنا کر دینا اور اس پر اجرت کا لینا جائز ہے، یہ اجارہ، اجارہ صحیحہ ہے، اس لیے کہ اس میں ان کو دو قسم کی محنت کرنی پڑتی ہے:

(۱) متعلقہ محکمہ کو درخواست وغیرہ دینا۔ (۲) پھر درخواست کو وصول کرنے کے بعد اُسے درخواست دہندہ کو پہنچانا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿قَالَتِ إِحْدَاهُمَا يَأْبَىٰ اسْتَأْجَرُهُ﴾ . (سورة القصص : ۲۶)
ما في ” البحر المحيط “ : وفي قولها : (استأجره) دليل على مشروعيته الإجارة عندهم ، وكذا كانت في كل ملة ، وهي من ضرورة الناس وهذا مما انعقد عليه الإجماع .
(۱۴۹/۷ ، كذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ۲۷۵/۱۳)
ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : أجمع العلماء على أنه جائز أن يستأجره الراعي شهوراً معلومة بأجرة معلومة . (۱۷۵/۱۳)
ما في ” معارج التفكير ودقائق التدبر “ : (على أن تأجرني) : أي على شرط أن تكون أجييراً لي تعمل بأمرني . (۳۸۳/۹) (جدید مسائل کامل : ص ۳۸۷، احسن الفتاویٰ : ۳۳۲/۷)
ما في ” سنن ابن ماجه “ : عن عتبة بن المنذر قال : كنا عند رسول الله ﷺ ، فقرأ (طَسَمَ) حتى بلغ قصة موسى عليه السلام ، قال : ” إن موسى عليه السلام أجر نفسه ثمان سنين ، أو عشرًا على عفة فرجه وطعام بطنه “ . (ص ۱۷۶ ، باب إجارة الأجير على طعام بطنه ، رقم الحديث : ۲۴۴۴)
ما في ” رد المحتار “ : (هي لغة اسم للأجرة ، وهو ما يستحق على عمل الخير ، ولذا يدعى به ، يقال : أعظم الله أجرک ، وشرعاً : (تمليك نفع ... بعوض) . (۶/۹ ، كتاب الإجارة)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : (أما بيان أنواعها) فنقول : إنها نوعان ؛ نوع يرد على منافع الأعيان كاستيجار الدور والأراضي ونوع يرد على العلم كاستيجار المحترفين للأعمال كالقصار والخياطة والكتابة ، وما أشبه ذلك ، كذا في المحيط . (۴/۱۱۱ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة)

جهاز میں کرایہ پر لی ہوئی جگہ کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۳۳): کسی شخص نے اپنا سامان روانہ کرنے کے لیے، بحری جہاز میں کوئی جگہ کرایہ پر لی ہو، اب وہ اپنی اس جگہ کو نفع کے ساتھ دوسرے کو کرایہ پر دے رہا ہو، تو یہ اجارۃ علی الاجارۃ (اجارہ دراجارہ) کہلائے گا، اور یہ صورت اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ یہ اجارہ اجرتِ اولیٰ یا اس سے کم پر ہو، نفع کے ساتھ نہ ہو، اگر نفع کے ساتھ کرایہ پر دیا، تو اس اضافی رقم کو فقراء پر صدقہ کرنا ہوگا، ہاں! اگر اجارۃ اولیٰ اور اجارۃ ثانیہ دونوں کی اجرت خلافِ جنس ہو، یا مستاجر اول اجرت پر لی ہوئی چیز میں کوئی اضافہ کرے، یا اس کی اصلاح کرے، تو ان صورتوں میں اجارۃ ثانیہ اجارۃ اولیٰ سے زیادہ پر بھی جائز ہوگا۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الفتاویٰ الہندیہ “ : وإذا استأجر داراً وقبضها ثم أجرها فإنه يجوز إن أجرها بمثل ما استأجرها أو أقل وإن أجرها بأكثر مما استأجرها فهي جائزة أيضاً إلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من خلاف جنسها طابت له الزيادة ولو زاد في الدار زيادة كما لو وتد فيها وتداً أو حفر فيها بئراً أو طيناً أو أصلح أبوابها أو شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة .

(۴/۴۲۵ ، کتاب الإجارة ، الباب السابع في إجارة المستأجر)

ما فی ” رد المحتار “ : قوله : (للمستأجر أن يؤجر المؤجر من غير مؤجره ، وأما من مؤجره فلا) يجوز قال العلامة : أي ما استأجره بمثل الأجرة الأولى أو بانقص ، فلو أكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين ، كما مر أول باب ما يجوز من الإجارة عن الخلاصة أن المستأجر الثاني إذا أجرها من المستأجر الأول يصح .

(۹/۱۰۷ ، کتاب الإجارة ، مسائل شتى ، مطلب في إجارة المستأجر)

ما فی ” الموسوعة الفقهية “ : جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعية والأصح عند=

بلا ٹکٹ سفر کرنا

مسئلہ (۴۳۴): اگر کوئی شخص کئی مرتبہ ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک بلا ٹکٹ سفر کرے، جو جائز نہیں ہے، تو اسے چاہیے کہ جتنی دفعہ اس نے بلا ٹکٹ سفر کیا، اتنی دفعہ کے کرایہ کا حساب لگا کر ٹکٹ خرید لے اور ضائع کر دے، اس طرح ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں حق، صاحب حق کو پہنچ جاتا ہے۔^(۱)

= (الحنابلة) على جواز إيجاز المستأجر إلى غير المؤجر الشيء الذي استأجر وقبضه في مدة العقد ، ما دامت العين لا تتأخر باختلاف المستعمل إيجاز المستأجر لغير المؤجر بزيادة، ذهب الحنفية إلى جواز الإجارة الثانية إن لم تكن الأجرة فيها من جنس الأجرة الأولى ، للمعنى السابق ، أما إن اتحد جنس الأجرتين فإن الزيادة لا تطيب للمستأجر وعليه أن يتصدق ، وصحت الإجارة الثانية لأن الفضل فيه شبهة ، أما إن كان أحدث زيادة في العين المستأجرة فتطيب الزيادة لأنها في مقابلة الزيادة المستحدثة . (۲۶۷/۱ ، إجارة ، إيجار المستأجر العين لآخر)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى الحلال فهي حسنة . (۳۹۰/۶ ، كتاب الحيل ، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها) (فتاوى محمودية: ۴۳۱/۱۸)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : الأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلى المستحق بجهة أخرى اعتبروا أصلاً بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه ، وإلا فلا .

(۲۱۵/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب : رد المشتري فاسداً إلى بائعه الخ)

ما في ” رد المحتار “ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (۲۲۳/۷ ، كتاب البيوع)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الواجب في الكسب الخبيث ، وهو تفرغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۴۰۷/۳۹ ، الكسب الناشئ عن الميسر)

(الفتاوى الهندية : ۳۴۹/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب)

ویڈیو فلمیں کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۳۵): ویڈیو فلمیں کرائے پر دینے کا کاروبار جائز نہیں ہے^(۱)، اس کی

آمدنی بھی حرام ہے، لہذا اس کاروبار کو ترک کر کے حلال روزی تلاش کرنا چاہیے^(۲) اور

چونکہ حرام آمدنی کے استعمال سے فرائض و اعمال بھی قبول نہیں ہوتے^(۳)، گرچہ فرض

ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، اس لیے توبہ و استغفار بھی کرنا چاہیے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جواهر الفقه“ : والثالث : بيع أشياء ليس لها مصرف إلا في المعصية ، فيتمحض بيعها وإجارتها وإن لم يصرح بها ، ففي جميع هذه الصور قامت المعصية بعين هذا العقد ، والعاقدان كلاهما آثمان ، بنفس العقد ، سواء استعمل بعد ذلك أم لا .

(۲/۴۸۸ ، تفصيل الكلام في مسألة الإعانة على الحرام ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۱۳۲)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : قلت : وأفاد كلامهم إن قامت المعصية بعينه يكره تحريماً ، وإلا فتزيتها . الدر المختار . قوله : (تحريماً) وظاهر كلامهم أن الكراهية لتعليقهم بالإعانة على المعصية . (۲/۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في ” المقاصد الشرعية للخدامي “ : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ . (البقرة : ۱۷۲)

ما في ” شعب الإيمان للبيهقي “ : عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة “ . (۲/۴۰۲ ، في حقوق الأولاد والأهلين)

(۳) ما في ” كنز العمال “ : عن ابن مسعود رضي الله عنه : ” ... وإن كان لقمة من حرام لم تقبل

له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحاً ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى

به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتبت اللحم “ . (۸/۴ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۹۲۶۲) =

مشترکہ لاؤڈ اسپیکر کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۳۶): اگر کوئی مسلم وغیر مسلم مشترکہ لاؤڈ اسپیکر مع گراموفون خریدیں، تاکہ ہندو و مسلم کی ناجائز تقریبات میں انہیں کرایہ پر دے کر کرایہ وصول کریں، تو یہ شرعاً تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، البتہ اگر یہ دونوں چیزیں جائز و ناجائز تقریبات میں کرایہ پر دی جاتی ہیں اور آمدنی کو مشترک ہی رکھا جاتا ہے، اور جائز آمدنی غالب ہو، تو نصف آمدنی بحصہ رسید لینا درست ہے، ورنہ نہیں۔^(۱)

= (۴) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿إِلا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات﴾ . (سورة الفرقان : ۷۰)
 ما فی ”شعب الإيمان للبيهقي“ : عن ابن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :
 ”التائب من الذنب كمن لا ذنب له“ . (۵/۴۳۹ ، باب في معالجة كل ذنب بالتوبة)
 ما فی ”کنز العمال“ : عن أبي ذر رضي الله عنه قال : ”إذا عملت سيئة فاتبعها حسنة تمحها“ . (۴/۸۷ ، کتاب التوبة ، رقم الحديث : ۱۰۱۷۷)
 ما فی ”کنز العمال“ : عن أنس بن مالك رضي الله عنه : ”إذا تاب العبد أنسى الله الحفظه ذنوبه ، وأنسى ذلك جوارحه ومعالمه من الأرض ، حتى يلقي الله وليس عليه مشاهد من الله بذنب“ . (۴/۸۷ ، کتاب التوبة ، رقم الحديث : ۱۰۱۷۵)
 الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
 ما فی ”التفسير المظهر“ : أي على امتثال أمر الله تعالى . والتقوى أي الانتهاء عما نهى عنه كي يتقي نفسه عن عذاب الله . ﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ يعني لا تعاونوا على ارتكاب المنهيات ، ولا على الظلم تشفي صدوركم بالانتقام . (۳/۴۸)
 ما فی ”الجامع لأحكام القرآن للقرطبي“ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ وهو الحكم اللاحق =

عورتوں کا تجارت کرنا

مسئلہ (۴۳۷): عام حالات میں بے پردہ ہو کر عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت کرنا شرعاً ناجائز ہے^(۱)، البتہ ضرورتاً پورے پردہ کے ساتھ تجارت کر سکتی ہے۔^(۲)

= عن الجرائم . (۴۷/۶)

ما في ” التفسير المنير “ : ﴿تعاونوا على البر﴾ وهو كل خير أمر به الشرع أو نهى عنه من المنكرات ولا تتعاونوا على الإثم ، وهو الذنب والمعصية ، وهي كل ما منعه الشرع والإثم والعدوان يشتمل كل الجرائم التي يَأْتُم فاعلها . (۴۱۸/۳)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (ولا تصح الإجارة لعسب التيس) وهو نزوه على الإناث (و) لا لأجل المعاصي مثل (العناء والنوح والملاهي) .

(۶۴/۹ ، كتاب الإجارة ، مطلب في الاستيجار على المعاصي)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : لا يجوز الاستيجار على العناء والنوح ، وكذا سائر الملاهي ، لأنه استيجار على المعصية ، والمعصية لا تستحق بالعقد . (۳۰۳/۳ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة) (جديد مسائل كاحل: ص/۱۶۸، ۱۶۹، فتاوى محمودية: ۱۳/۲۱۲، كتاب الشركة، كراچی)

ما في ” جمهرة القواعد الفقهية “ : ” الحكم على الغالب دون النادر “ .

(۴۳۲/۲ ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۴۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا ، البزازیة على هامش الهندية : ۶/۳۶۰ ، الرابع في الهدية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى﴾ .

(سورة الأحزاب : ۳۳)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيت منهيات عن الخروج . (۴۷۱/۳ ، سورة الأحزاب ، الآية/۳۳)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وإذا سألتموهن متاعاً فاستلوهن من وراء حجاب﴾ . [الأحزاب : ۵۳] . وقوله تعالى : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأُزْوَاجُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ يَدْنِينَ عَلَيْكُمْ

پرنٹنگ پریس میں ملازمت

مسئلہ (۴۳۸): اگر کوئی شخص پرنٹنگ پریس میں کام کرتا ہو، اور وہ اخباروں میں خبروں کے ساتھ بہت سی جاندار تصویریں بھی چھاپتا ہو، تو اس صورت میں ایسے شخص کے لیے جانداروں کی تصویروں کا چھاپنا، شائع کرنا، اور ایسی پریس میں ملازمت بھی ناجائز ہے، کیوں کہ ناجائز کاموں کی ملازمت بھی ناجائز ہوتی ہے^(۱)، البتہ اگر جاندار کی تصویروں کے ساتھ دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جاتی ہوں، اور جائز چیزیں زیادہ ہوں، تو ایسی آمدنی پر حرام کا حکم نہیں لگایا جائے گا، پھر بھی بہتر یہی ہے کہ اس طرح کی ملازمت نہ کرے۔^(۲)

= من جلابیہن ﴿﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في ”مشکوۃ المصابیح“ : ”لعن الله الناظر والمنظور إليه“ .

(ص/ ۲۷۰ ، باب النظر إلى المخطوبة)

ما في ”جامع الترمذی“ : عن النبي ﷺ قال : ” المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان “ . (۱/ ۲۲۱)

ما في ”مشکوۃ المصابیح“ : عن جابر رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ألا لا يبيت رجل عند امرأة ثيب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم “ .

(ص/ ۲۲۸ ، كتاب النكاح ، باب بيان العورات)

(۲) ما في ”الموسوعة الفقهية“ : كذلك يجوز للمرأة معاملة الرجال ببيع أو شراء أو إجارة أو غير ذلك . (۳۲/ ۲۳۸ ، اختلاط الرجال بالنساء)

(رد المحتار : ۵/ ۲۳۷ ، دار احیاء التراث العربی ، الاختیار لتعلیل المختار : ۴/ ۱۵۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿وقالوا لا تذرنا الهتك ولا تذرنا ودا ولا سواعاً =

=ولا يغوث ويعوق ونسراً﴿ (سورة نوح : ۲۳)

ما في ” بيان القرآن للتهانوي “ : قوله تعالى : ﴿ولا تذرُنَّ وُدًّا .. الخ﴾ لما كان هذا مآل اتخاذ صورهم مع إباحة نفس التصوير ، حينئذ دل على أن الاهتمام بحفظ آثار الصلحاء إذا أخيف منه مفسدة يجب تركه . (۴۳/۲ ، حاشية مسائل السلوك)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : ﴿لا تذرُنَّ الهتكُم﴾ قلت : وبهذا المعنى فسر ما جاء في صحيح مسلم من حديث عائشة : أن أم حبيبة وأم سلمة ذكرتا كنيسة رأيتها بالحيشة تسمى مارية ، فيها تصاوير لرسول الله ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ : ” إن أولئك إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً ، وصوروا فيه تلك الصور ، أولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة “ . (۳۰۸/۱۸ ، سورة نوح)

ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن عائشة رضي الله عنها ، عن النبي ﷺ قال : يا عائشة ! ” أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاھنون بخلق الله تعالى “ الحديث . (۲۰۱/۲ ، قديمي) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : (الذين يضاھنون بخلق الله) المضاهاة : المشابهة ، والمراد الذين يصورون صور ذوي الأرواح ، فإنهم يدعون عملاً أنهم يخلقون صورهم ، والعياذ بالله العظيم . (۱۴۹/۱۰ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، رقم الحديث : ۵۴۹۴)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (لا تصح الإجارة لعسب التيس ولا لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي) . در مختار . (۶۴/۹ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، كذا في الهداية : ۳۰۳/۳ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في ” العناية شرح الهداية “ : (ولا يجوز الاستجارة على الغناء والنوح ، وكذا سائر الملاهي) فإنه لو استحققت به لكان وجوب ما يستحق المرء به عقاباً مضافاً إلى الشرع وهو باطل . (۲۱۹/۵) (جديد مسائل كحل : ص ۱۷۱ ، فتاوى محمودية : ۲۷۸/۱۹)

(۲) ما في ” جمهرة القواعد الفقهية “ : ” الحكم على الغالب دون النادر “ . (۷۲۴/۲)

بیر بار اور میوزک ہاؤس میں ملازمت

مسئلہ (۴۳۹): اگر کسی شخص کی ملازمت ایسی جگہ پر ہو، جہاں گناہ کا کام ہوتا ہے، اور اس ملازم شخص کو بھی اس میں شریک ہونا پڑتا ہے، جیسے رقص، بیر بار اور موسیقی وغیرہ کی جگہیں، تو اسے اس ملازمت کا ترک کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اس طرح کی جگہوں پر ملازمت کرنا شرعاً ناجائز ہے، اور اس سے حاصل آمدنی بھی ناجائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . [المائدة : ۱] ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل الله بغير علم﴾ . (لقمن : ۲) ما في ” البحر المحيط “ : الإثم المعاصي ، والعدوان التعدي في حدود الله ، قاله عطاء ، وقيل : الإثم الكفر والعصيان ، والعدوان البدعة ، وقيل : الإثم الحكم اللاحق للجرائم ، والعدوان ظلم الناس ، وقال الزمخشري : الانتقام والتشفي ، قال : ويجوز أن يراد العموم لكل إثم وعدوان . (۵۹۰/۳)

ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : الآية على ما صح في تفسيره ، عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه ، حيث قال : هو والله الغناء ، وروى الحسن أن لهو الحديث كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى ، وذكره من السمر ، والأضاحيك ، والخرافات ، والغناء ونحوها . (۲۰۳/۳)

ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : ثم هذا كله كلام على الغناء من حيث أنه غناء مع قطع النظر عما ينضم إليه ، من المنكرات والمعاصي عادة باجتماع أهل الهوى ، والسماع عن النساء ، والأجنبيات ، أو من الأمارد ، أو سماع ما يتضمن الحرام من الكلام كالتشبيب بامرأة مسماة معروفة حية ، أو كغيبة إنسان أو الإفتراء عليه والاستهزاء به ، وأمثال ذلك مما يحرم نشرًا ونظمًا وغناءً وبلا غناء ، فإن ذلك بمعزل عما نحن فيه ، فإنه حرام بإطابق النصوص ، وبإجماع المسلمين ، لا يختلف فيه مسلمان . (۲۲۶/۳) =

بینک کی ملازمت

مسئلہ (۴۴۰): بینک کی ملازمت کے سلسلے میں فقیہ عصر، شیخ الاسلام حضرت

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

”در اصل بینک کی ملازمت ناجائز ہونے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ ملازمت میں سود وغیرہ کے ناجائز معاملات میں اعانت ہے، دوسرے یہ کہ تنخواہ حرام مال سے ملنے کا احتمال ہے، ان میں سے پہلی وجہ یعنی حرام کاموں میں مدد کا جہاں تک تعلق ہے، شریعت میں مدد کے مختلف درجے ہیں، ہر درجہ حرام نہیں، بلکہ صرف وہ مدد ناجائز ہے جو براہ راست حرام کام میں ہو، مثلاً سودی معاملہ کرنا، سود کا معاہدہ لکھنا، سود کی رقم وصول کرنا وغیرہ^(۱)، لیکن اگر براہ راست سودی معاملے میں انسان کو ملوث نہ ہونا پڑے، بلکہ اس کے کام کی نوعیت ایسی ہو جیسے ڈرائیور، چیراسی، یا جائز ریسرچ وغیرہ تو اس میں چونکہ براہ راست مدد نہیں ہے، اس لیے اس کی گنجائش ہے، جہاں تک حرام مال سے تنخواہ ملنے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں شریعت کا اصول یہ ہے کہ اگر ایک مال حرام اور حلال سے مخلوط ہو اور حرام مال زیادہ ہو، تو اس سے تنخواہ یا ہدیہ لینا جائز نہیں، لیکن اگر حرام

=ما فی ”مشکوۃ المصابیح“ : قال رسول اللہ ﷺ : ”الغناء ینبئ النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع“ . (ص / ۴۱۱)

ما فی ”نیل الأوطار“ : وقال : ”استماع الملاہی معصیۃ ، والجلوس علیہا فسق ، والتلذذ بہا کفر“ . (۸/ ۱۰۳) (فتاویٰ عثمانی: ۳/ ۳۶۶، کتاب الاجارۃ)

=ما فی ”جمہرۃ القواعد الفقہیۃ“ : ”الإعانة علی محظور محظور“ . (۲/ ۶۴۴، قاعدة : ۲۰۳)

مال کم ہو تو جائز ہے^(۲)، بینک کی صورت حال یہ ہے کہ اس کا مجموعی مال کئی چیزوں سے مرکب ہوتا ہے: (۱) اصل سرمایہ، (۲) ڈپازٹرز کے پیسے، (۳) سود اور حرام کاموں کی آمدنی، (۴) جائز خدمات کی آمدنی، اس سارے مجموعے میں صرف نمبر تین (سود اور حرام کاموں کی آمدنی) حرام ہے، باقی کو حرام نہیں کہا جاسکتا، اور چونکہ ہر بینک میں نمبر ایک (اصل سرمایہ) و نمبر دو (ڈپازٹرز کے پیسے) کی اکثریت ہوتی ہے، اس لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجموعے میں حرام غالب ہے، لہذا کسی جائز کام کی تنخواہ اس سے وصول کی جاسکتی ہے۔ یہ بنیاد ہے جس کی بنا پر علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بینک کی ایسی ملازمت جس میں خود کو کوئی حرام کام کرنا نہ پڑتا ہو، جائز ہے، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ اس سے بھی اجتناب کیا جائے۔“^(۳)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن جابر رضي الله عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء “ . (۲ / ۲) ، كتاب البيوع

(مشکوۃ المصابیح : ص ۲۴۴ ، باب الربوا ، الفصل الأول ، قديمي)

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “ : هذا تصريح بتحريم كتابة المبايعۃ بين المترايين والشهادة عليهما ، وفيه تحريم الإعانة على الباطل . (۲ / ۲)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور ، لأن الغالب في مالهم الحرمة إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به ، لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فالمعتبر الغالب ، وكذا أكل طعامهم ... آكل الربوا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هديته والأكل منها ... الخ . (۳۴۲ / ۵ ، ۳۴۳)

(۳) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : طلب الحلال فرض على كل مسلم ، وقد أمر الله تعالى =

انٹرنیٹ کیفے میں ملازمت

مسئلہ (۴۴۱): ملازم کی ذمہ داری اگر انٹرنیٹ پر غلط اور ناجائز امور کو انجام دینے کی ہے، تو اُس کے لیے اس ملازمت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے^(۱)، اور اگر صحیح اور اُمورِ مباحہ کو انجام دینے کی ذمہ داری ہے، تو جائز ہے۔^(۲)

= بالأكل من الطيبات ، فقال سبحانه وتعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾. (۲۴۴/۳۴)، و ۴۰۷/۳۹، رد المحتار : ۲۲۳/۷، السير الكبير : ۴/۴، الفتاوى الهندية : ۳۴۹/۵، المحيط البرهاني : ۹۷/۶ (فتاوى عثمانی: ۳۹۵/۳، ۳۹۶، کتاب الاجارہ) الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير ، لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۳۷/۱۶، ۳۸)
 ما في ” رد المحتار “ : (لا تصح الإجارة لعسب التيس) ولا لأجل المعاصي مثل الغناء كالمزامير والطبل . (۶۴/۹، الاستيجار على المعاصي ، البحر الرائق: ۳۴/۸)
 (۲) ما في ” رد المحتار “ : وإذا كان الطبل لغير اللهو فلا بأس به . (۶۴/۹)
 ما في ” بدائع الصنائع “ : وتجوز الإجارة للحجامة وأخذ الأجرة عليها لأن الحجامة أمر مباح . (۴۲/۴)

غیر مسلموں کے تہواروں میں منڈپ کرایہ پر دینا
مسئلہ (۴۴۲): کسی بھی مسلمان شخص کا غیر مسلموں کے تہواروں؛ گنیش و سرجن دیوالی یا ہولی وغیرہ میں، منڈپ، یا اپنی گاڑی وغیرہ کا کرایہ پر دینا، یہ جانتے ہوئے کہ اپنا منڈپ وغیرہ کرایہ پر دینے میں اُن کے تہواروں کو پختگی دینا ہے۔ اعانت علی المعصیت اور رضا بالکفر والشک۔ میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے^(۱)، نیز کرایہ داری کا یہ معاملہ اجارۃ فاسدہ ہے^(۲)، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی شرعاً ناجائز ہے، لہذا اس آمدنی کو فقراء و غرباء پر صدقہ کر دے^(۳)، اور اگر کرایہ داری کا یہ معاملہ عدم واقفیت کی وجہ سے کیا ہے، تو توبہ واستغفار کر لے۔^(۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ . (سورة المائدة : ۱)
 ما فی ” روح المعانی “ : (وَلَا تَعَاوَنُوا) فِیَعْمُ النِّهْيُ كُلُّ مَا هُوَ مِنْ مَقُولَةِ الظُّلْمِ وَالْمَعَاصِي وَيَنْدَرُجُ فِيهِ النِّهْيُ عَنِ التَّعَاوُنِ عَلَى الْإِعْتِدَاءِ وَالْإِنْتِقَامِ ، وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَرُ الْإِثْمِ بِتَرْكِ مَا أَمَرَهُمْ بِهِ وَارْتِكَابِ مَا نَهَاَهُمْ عَنْهُ وَالْعُدْوَانُ بِمَجَاوِزَةِ مَا حُدَّ سَبْحَانَهُ لِعِبَادِهِ فِي دِينِهِمْ وَفَرْضِهِ عَلَيْهِمْ . (۸۵/۱) (کتاب الفتاوی: ۲۰۶/۵)
 ما فی ” الفتاوی الہندیۃ “ : ذمی سأل مسلماً علی طریق البیعة لا ینبغی للمسلم أن یدلہ علی ذلک لأنه إعانة علی المعصیۃ . (۲/۲۵۰ ، کتاب السیر ، الباب الثامن فی الجزیۃ)
 ما فی ” الفتاوی الہندیۃ “ : إن رضی بکفر غیرہ ليعذب علی الخلود لا یکفر ، وإن رضی بکفرہ ليقول فی اللہ ما لا یلیق بصفاته یکفر . وعلیہ الفتوی . (۲/۲۵۷ ، کتاب السیر ، موجبات الکفر أنواع)
 (۲) ما فی ” الدر المختار مع الشامیۃ “ : (لاتصح الإجارۃ ...) (و) لا لأجل المعاصی ، مثل (الغناء والنوح والملاهی) . (در مختار) . وفي الشامیۃ : قال العلامة ابن عابدین =

فیکٹری میں ملازمت

مسئلہ (۴۴۳): جس فیکٹری و کمپنی کا کاروبار حلال ہے، اس میں ملازمت کرنا درست ہے^(۱)، لیکن اگر وہ فیکٹری و کمپنی حرام اشیاء کا کاروبار کرتی ہو، یا حرام اشیاء مثلاً: شراب، بیئر وغیرہ کی تشہیر کرتی ہو، تو اس میں ملازمت کرنا شرعاً درست نہیں، کیوں کہ اجارہ علی المعصیت (گناہ کے کام پر اجارہ) یا تعاون علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد) دونوں منع ہیں۔^(۲)

= الشامي رحمه الله : قوله : (الملاهي) كالمزامير والطليل . (۶۴/۹ ، في الاستيجار على المعاصي)
(۳) ما في ” رد المحتار “ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (۲۲۳/۷ ، مطلب فيمن ورث مالا حراما)
(۴) ما في ” شرح الفقه الأكبر “ : اعلم أن من أراد أن يكون مسلماً عند جميع طوائف الإسلام فعليه أن يتوب من جميع الآثام صغيرها وكبيرها سواء ما يتعلق بالأعمال الظاهرة أو بالأخلاق الباطنة ، ثم يجب عليه أن يحفظ نفسه في الأقوال والأفعال والأحوال من الوقوع في الإرتداد ، نعوذ بالله من ذلك فإنه مبطل للأعمال وسوء خاتمة المال . (ص / ۱۶۱ ، بحث التوبة ، مكتبه حقانيه)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ثالثاً : ويشترط أن تكون المنفعة مباحة الاستيفاء ، وليست طاعة مطلوبة ، ولا معصية ممنوعة . (۲۶۰/۱)
(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في ” سنن ابن ماجه “ : عن أنس قال : ” لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة ؛ عاصرها ، ومعتصرها ، والمعصورة له ، وحاملها ، والمحمولة له ، وبائعها ، والمبيوعة له ، وساقها ، والمستقاة له ، حتى عدّ عشرة من هذا الضرب “ .

(ص / ۲۴۲ ، كتاب الأشربة ، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه)

(فتاوى محمودية : ۵۶۰/۱۲ ، ۵۶۱ ، فتاوى رجبية : ۲۲۱/۹)

ٹھیکیداری کا پیشہ

مسئلہ (۴۴۴): حکومت، کسی ادارے، یا کسی فرد نے کسی شخص کو کسی کام کا ٹھیکہ دیا، اور اس کی تمام تفصیلات بھی طے کی گئیں، مثلاً ایک اسکول بنانا ہے، جس کا طول و عرض یہ ہوگا، اور تعمیری کام میں استعمال ہونے والا سامان اس کو الٹی کا ہوگا وغیرہ، اور ٹھیکیدار اس کو منظور کر لے، کہ میں اتنے روپے لے کر یہ کام کر دوں گا، تو یہ عقد اجارہ (ٹھیکیداری کا معاملہ) درست ہے^(۱)، اور ٹھیکیدار پر لازم ہے کہ طے شدہ تفصیلات کے مطابق کام کو مکمل کر کے دیدے، خواہ اس میں روپیہ برابر خرچ ہو، یا کم زیادہ خرچ ہو، سب درست ہے، کوئی مکان تعمیر کرانا ہو یا سڑک بنوانا ہو، سب کا یہی حال ہے^(۲)، البتہ نفع خوری کے جذبے سے طے شدہ تفصیلات کے مطابق کام کر کے نہ دینا، اور ٹھیکے کی رقم کو زیادہ سے زیادہ پس انداز کرنے کی کوشش کرنا شرعاً جائز و درست نہیں ہے، اور نہ ہی اس طرح کی رقم جائز و حلال ہوگی۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "النتف في الفتاوى" : واعلم أن صحة الإجارة متعلقة بشيئين : إعلام الأجر وإعلام العمل .

(ص/ ۳۳۸ ، كتاب الإجارة) (فتاوى محمودية: ۲/ ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷،

گانے کا پیشہ

مسئلہ (۴۴۵): گانے کا پیشہ ہر صورت ممنوع ہے، اگر اشعار کے مضامین خلاف شرع ہوں، اور ساتھ ہی آلاتِ لہو کا بھی استعمال ہو، تو ایسے گانوں کا سننا اور سنانا دونوں ناجائز و حرام ہے، اور اس پر ملنے والی اجرت بھی حرام ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل الله بغير علم﴾ . (لقمّن : ۶)

ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : الآية على ما صح في تفسيره عن عبد الله بن مسعود حيث قال : هو والله الغناء ، وروى الحسن أن لهو الحديث كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى ، وذكره من السمر والأضاحيك والخرافات والغناء ونحوها . (۲۰۴/۳)

وما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : ثم هذا كله كلام على الغناء ، من حيث أنه غناء مع قطع النظر عما ينضم إليه ، من المنكرات والمعاصي عادة باجتماع أهل الهوى والسماع عن النساء والأجنبيات ، أو من الأمارد أو سماع ما يتضمن الحرام من الكلام كالتشبيب بامرأة مسماة معروفة حية أو كغيبية إنسان ، أو الافتراء عليه والاستهزاء به ، وأمثال ذلك مما يحرم نثراً ونظماً وغناء وبلا غناء ، فإن ذلك بمعزل عما نحن فيه ، فإنه حرام باطباق النصوص وبإجماع المسلمين لا يختلف فيه مسلم . (۲۲۶/۳)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : قال رسول الله ﷺ : ” الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع “ . (ص / ۴۱۱)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : من شروط الإجارة ، أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحة شرعاً ، وبناء على ذلك فإن الاستئجار للغناء المحرم والنوح لا يجوز ، لأنه استئجار على معصية ، والمعصية تستحق بالعقد . (۲۹۶/۳۱)

ما في ” حاشية الشلبي على تبیین الحقائق “ : (ولا يجوز على الغناء والنوح والملاهي) قال شيخ الإسلام علاء الدين الإسيبجي في ” شرح الكافي “ : ولا تجوز الإجارة على شيء =

وکالت کا پیشہ

مسئلہ (۴۴۶): دورِ حاضر میں وکالت کا پیشہ چوں کہ جھوٹ، فریب اور چرب لسانی کا ذریعہ ہوتا ہے، اور حق و باطل میں کوئی لحاظ باقی نہیں رہتا، لہذا وکالت کا پیشہ ترک کر کے اور کوئی حلال روزی تلاش کرنا چاہیے^(۱)، ہاں! اگر اس بات کا التزام ہو کہ جو حق پر ہوگا اسی کی وکالت کرے گا، اور خود کو اس پر پورا اطمینان بھی ہو، تو پھر پیشہ وکالت جائز ہے، اور وکیل اس صورت میں متعینہ اجرت کا حق دار ہوگا۔^(۲)

= من الغناء والنوح والمزامير والطلب وشيء من اللّٰهو ولا على الحداء وقراءة الشعر ولا غيره ، ولا أجر في ذلك ، وهذا كله قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى لأنه معصية ولهو ولعب ، والاستئجار على المعاصي واللعب لا يجوز ، لأنه منهي عنه .

(۱۱۸/۲ ، الفتاوى الهندية: ۴/۴۴۹)

(جامع الفتاوى: ۴/۱۲، فتاوى محمودیہ: ۱۷/۱۱۱، قوالی اور اس کی آمدنی، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على عدم جواز التوكيل في المعاصي كالجنایات مثل : القتل والسرقة والغصب والقذف ونحو ذلك ، لأن هذه الأفعال محرمة فلا يصح فعلها من المؤكل ولا من الوكيل .

(۳۱/۴۵ ، الأمور التي لا يصح التوكيل فيها ، ثالثاً : المعاصي ، وكالة)

(۲) ما في ” جمع الجوامع “ : قال رسول الله ﷺ : ” آجرت نفسي من خديجة سفرتين بقلوص “ . (۲۳/۱ ، رقم : ۳ ، الهمزة مع الألف ، السنن الكبرى للبيهقي : ۱۹۵/۶ ، الإجارة ، باب جواز الإجارة ، رقم : ۱۱۶۴۲ ، سنن ابن ماجه : ص/۱۷۶ ، كتاب الرهون ، باب أجر الأجراء ، رقم : ۲۴۴۳ ، أعطوا الأجير أجره . الخ)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” ما بعث الله نبياً إلا رعى الغنم ، فقال أصحابه : وأنت ؟ فقال : نعم ، كنت أركب على قراريط =

= لأهل مكة“ . (ص/ ۳۹۱ ، كتاب الإجارة ، باب رعي الغنم على قراريط ، رقم : ۲۲۶۲) ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (أرعى على قراريط) جمع قيراط ، وهو نصف دانق ، وهو سدس درهم (لأهل مكة) أي استأجرني أهل مكة على رعي الغنم كل يوم بقيراط .

(۱۶۱/۶ ، كتاب البيوع ، باب الإجارة ، رقم الحديث : ۲۹۸۳) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الوكالة بأجر تصح الوكالة بأجر وبغير أجر ، لأن النبي ﷺ كان يبعث عماله لقبض الصدقات ، ويجعل لهم عمولة ، ولهذا قال له ابنه عمه : ” لو بعثنا على هذه الصدقات فنؤدي إليك ما يؤدي الناس ، ونُصيب ما يصيبه الناس “ . أي العمولة ، لأن الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل القيام بها ، فيجوز أخذ الأجرة فيها ، بخلاف الشهادة ، فإنها فرض يجب على الشاهد أدائها وإذا كانت الوكالة بأجر أي (بجعل) فحكمها حكم الإجازات ، فيستحق الوكيل الجُعل بتسليم ما وكل فيه إلى المؤكل فله الأجر . (۵/ ۲۹۱ ، ۲۹۲ ، الفصل التاسع الوكالة ، الوكالة بأجر)

(جدید مسائل کا حل: ص/ ۵۸۶ ، امداد الفتاوى: ۳/ ۳۱۹ ، جدید معاملات کے شرعی احکام: ۱/ ۲۲۸) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : والدليل على جواز التوكيل بالخصومة هو حاجة الناس ، إذ ليس كل أحد يهتدي إلى وجوه الخصومات ، وقد صح أن علياً وكل عقيلاً عند أبي بكر رضي الله عنهم ، وبعدهما أسن وكل عبد الله بن جعفر عند عثمان رضي الله عنهما ، وقال: إن للخصومة قُحماً وإن الشيطان ليحضرها وإنني لأكره أن أحضرها . (۵/ ۴۰۷) وفيه أيضاً: الأصل في الوكالة الإباحة ، وقد تصبح مندوبة إن كانت إعانة على مندوب ، وقد تصير مكروهة إن أعانت على مكروه ، وقد تكون حراماً إن أعانت على حرام ، وقد تكون واجبة إن دفعت ضرراً عن المؤكل . (۵/ ۴۰۶)

تاڑ اور کھجور کے درخت اجارہ پر لینا

مسئلہ (۴۴۷): تاڑ اور کھجور کے درختوں کو کرایہ پر دینا تا کہ کرایہ پر لینے والا شخص اس سے تاڑی نکالے، شرعاً جائز و درست نہیں، کیوں کہ یہ اجارہ استہلاک عین پر ہوا، نہ کہ استہلاک منافع پر، جب کہ اجارہ استہلاک منافع پر ہوتا ہے، نہ کہ استہلاک عین پر، نیز یہ معاملہ بیع بھی نہیں، کیوں کہ صحت بیع کے لیے بیع کا مقدور التسليم ہونا ضروری ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں بیع مقدور التسليم نہیں ہے، بلکہ بعض صورتوں میں موجود بھی نہیں۔ لہذا اس معاملے سے بچنا ضروری ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : وإنما لا يصح استئجار الأشجار أيضاً لما مرّ أنها تمليك منفعة .

(۹/۱۰ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : ولا تجوز إجارة الشجر على أن الثمر للمستأجر .

(۴/۴۴۲ ، كتاب الإجارة ، الباب الخامس عشر في بيان ما يجوز من الإجارة وما لا يجوز)

ما في ”المحيط البرهاني“ : وإذا اشترى ثمرة في نخل ، ثم استأجر النخل مدة لتنقيتها فيها

لم يجز ، لأنها ليست من إجازات الناس .

(۹/۱۸۵ ، كتاب الإجارة ، الفصل الخامس عشر : في بيان ما يجوز من الإجازات وما لا يجوز)

(امداد الفتاوى: ۳/۳۸۷ ، كتاب الاجارہ)

ہارمونیم کی تجارت

مسئلہ (۴۴۸): ہارمونیم گانے بجانے کا آلہ ہے، اس کی تجارت کرنا تعاون علی الاثم کی بنا پر مکروہ ہے۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في ” التفسير لابن كثير “ : يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعونة على فعل الخيرات وهو البر ، وترك المنكرات وهو التقوى ، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم . (۱/ ۴۷۸ ، سورة المائدة)

ما في ” رد المحتار “ : ويكره تحريماً بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم ، لأنه إعانة على المعصية ، وبيع ما يتخذ منه كالحديد ونحوه . ” الدر المختار “ . وفي الشامية : قوله : لأنه إعانة على المعصية ، لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به ، إلا بصنعة تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بها عينها ، ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه . (۲/ ۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة) (فتاوى محمودية: ۱۲/ ۱۲۸)

ما في ” النهر الفائق “ : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة لأنه إعانة على المعصية وعرف بهذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به ، كبيع الجارية المغنية .

(۳/ ۳۶۸ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في ” البحر الرائق “ : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ، لأنه إعانة على المعصية قيد بالسلاح ، لأن بيع ما يتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لا يكره . (۵/ ۲۴۰ ، باب البغاة)

ما في ” الهداية “ : ويكره بيع السلاح من أهل الفتنة وفي عساكرهم ، لأنه إعانة على المعصية وإنما يكره بيع نفس السلاح لا بيع ما لا يقاتل به إلا بصنعة ، ألا ترى أنه يكره بيع المعازف ، ولا يكره بيع الخشب . (۲/ ۶۱۱ ، كتاب السير ، باب البغاة)

جانور ذبح کرنے کی اجرت

مسئلہ (۴۴۹): اگر کسی شہر میں قصاب لوگ از خود کسی جانور کو ذبح نہ کرتے ہوں، بلکہ کسی دیندار مسلم کو بلوا کر ذبح کراتے ہوں، اور پھر اسے ذبح کرنے کی اجرت دیتے ہوں، تو اس شخص کا ذبح کرنے کی اجرت لینا شرعاً جائز ہے۔^(۱)

ٹیکسی اور رکشا کا کرایہ میٹر کے حساب سے لینا

مسئلہ (۴۵۰): مسافر کا بغیر کرایہ متعین کیے ہوئے ٹیکسی یا رکشا وغیرہ کو میٹر کے مطابق کرایہ پر لینا جائز ہے، کیوں کہ یہ بیع تعاطی ہی کی ایک صورت ہے، جو بر بنائے عرف و استحسان جائز ہے، لیکن رکشا مالک کا منزل پر پہنچنے کے بعد میٹر کے حساب سے زائد پیسے مانگنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ويجوز الاستيجار على الذكاة لأن المقصود منها قطع الأوداج دون إفاتة الروح ، وذلك يقدر عليه كذا في السراج الوهاج .

(۴/۴۵۴ ، كتاب الإجارة ، فصل في المتفرقات)

ما في ” الفتاوى الولوجية “ : ولو استأجر لاستيفاء قصاص له في الطرف جاز بالإجماع ، وعند محمد من له القصاص في النفس أو الطرف إذا استأجر انساناً يستوفي القصاص جاز ، هو يقول : الإجارة وقعت على عمل معلوم في وسع الأجير إيفاءه ببدل معلوم فيجوز قياساً على ما لو استأجر للذبح أو لقطع الطرف قصاصاً . (۳/۳۳۸ ، كتاب الإجارة ، الفصل الأول ، بدائع الصنائع : ۳/۳۲) (فتاوى محمودية: ۱۶/۵۶۲، ۵۶۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : التعاطي في البيع أن يأخذ المشتري المبيع =

گائے پالنے کے لیے دینا

مسئلہ (۴۵۱): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ایک گائے اس شرط پر پالنے کے لیے دے کہ تم اس کو ایک سال تک پالو، ایک سال تک اس کا دودھ تمہارا ہوگا، اور گائے اور بچے میرے ہوں گے، اس طرح کا اجارہ، اجارہ فاسدہ کہلاتا ہے، گائے، دودھ اور بچے سب مالک ہی کے ہوں گے، اور شخص آخر کو محض اجرتِ مثل ملے گی، اس لیے کہ اجارہ فاسدہ میں مستأجر کو اجرتِ مثل ملتی ہے۔^(۱)

=ویدفع للبائع الثمن ، أو يدفع البائع المبيع فيدفع له الآخر الثمن ، من غير تكلم ولا إشارة ، ويكون التعاطي في البيع وغيره من المعاولات ، اختلف الفقهاء في انعقاد البيع بالتعاطي ، فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة ، وفي قول للشافعية إلى جواز البيع بالتعاطي ، وقال ابن قدامة في الاستدلال المشروعية ببيع التعاطي : إن الله أحل البيع ، ولم يبين كيفيته ، فوجب الرجوع فيه إلى العرف ، جوزها الحنفية والمالكية والحنابلة ، الإجازة بالتعاطي ، وقالوا : إنما هي كالبيع ، وقد اقتضت على المنافع دون العين ، وقال ابن عابدين : وفي التاتارخانية أن أبا يوسف سئل عن الرجل يدخل السفينة أو يحتجم أو يفتصد أو يدخل الحمام أو يشرب من ماء السقاء ثم يدفع الأجرة وثمان الماء ، فقال : يجوز استحساناً ولا يحتاج إلى العقد قبل ذلك . (۱۲/۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰)

ما في ” جمهرة القواعد الفقهية “ : المسلمون عند شروطهم . (۱/۱۷۲) ، للدكتور علي أحمد الندوي (حسن الفتاوى: ۸/۹۰، جامع الفتاوى: ۶/۴۷۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۱۹۴) (فقہی مقالات: ۳/۲۲۴-۲۶۰، مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن عمر قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ” انطلق ثلاثة رهط ممن كان قبلكم ، حتى آوا المبيت إلى غار فدخلوه ، فانحدرت صخرة من الجبل ، فسدت عليهم الغار ، فقالوا : إنه لا ينجيكم من هذه الصخرة إلا أن تدعو =

=اللہ بصالح أعمالکم وقال الثالث : اللهم اني استأجرت أجراً فأعطيتهم أجرهم ، غير رجل واحد ترك الذي له وذهب، فثمرت أجره حتى كثرت منه الأموال ، فجاءني بعد حين ، فقال : يا عبد الله ! أد إلي أجري ، فقلت له : كل ما ترى من أجرک ، من الإبل والبقر والغنم والرقيق ، فقال : يا عبد الله ! لا تستهزئ بي ، فقلت : لا أستهزئ بك ، فأخذه كله فاستاقه فلم يترك منه شيئاً . الحديث . (ص/ ۳۹۳ ، كتاب الإجارة ، باب من استأجر أجيراً فترك أجره ، فعمل فيه المستأجر فزاد)

ما في ” رد المحتار “ : وعلى هذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين ، فما حدث فهو لصاحب البقرة ، والآخر مثل علفه وأجر مثله . ” تاتارخانية “ .

(۳/ ۳۹۵ ، كتاب الشركة ، مطلب يرجح القياس)

ما في ” فتاوى قاضي خان “ : رجل أخذ من رجل بقرة على أن ما يحصل من لبنها من المصل والسمن والرائب يكون بينهما ، لا يجوز ، وما اتخذ المدفوع إليه من لبنها من المصل والسمن يكون له لانقطاع حق المالك عن ذلك ، وعلى المدفوع إليه مثل ما أخذ من ألبان البقرة ، لأن اللبن مثلي ، وعلى مالك البقرة قيمة علفها .

(۳/ ۲۲ ، كتاب الإجازات ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : وفي ” فتاوى آهو “ : قال القاضي بديع الدين : أعطى بقرة على أن يكون اللبن والسمن بينهما ؟ قال : الشركة فاسدة ، وكذلك لو قال : لبنها وما يحدث من ضرعها لك ، وتعاهدها علفها عليك ، فهي فاسدة وعلى هذا إذا دفع الدجاجة إلى رجل بالعلف ليكون البيض بينهما نصفان .

(۵/ ۲۵۶ ، كتاب الشركة بالأعمال ، كذا في المحيط البرهاني : ۲/ ۴۱۳ ، كتاب الشركة ، الفصل السادس في الشركة بالأعمال ، الفتاوى الهندية : ۲/ ۳۳۵ ، كتاب الشركة ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة) (جديد مسائل كحل : ص/ ۲۳۷ ، فتاوى محمودية : ۱۶/ ۵۹۷ ، ۵۹۸ ، كراچی)

اجرت سے زائد رقم دینا

مسئلہ (۴۵۲): بعض مرتبہ انسان اپنے کسی ملازم، نوکر یا کسی اور کام کے واسطے لیے گئے آدمی کو اس کی اجرت سے زائد رقم دیتا ہے، جسے بخشش یا اوپر کی آمدنی کہا جاتا ہے، شرعاً اس کا دینا لینا جائز، بلکہ مستحب ہے ^(۱)، لیکن لینے والوں کو اپنے مقررہ معاوضہ سے زیادہ کی طمع اور حرص نہیں ہونی چاہیے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” المبسوط “ : اعلم بأن الهبة عقد جائز ثبت جوازه بالكتاب والسنة ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿ فَإِنْ طَبِنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ﴾ . [النساء : ۴] وإباحة الأكل بطريق الهبة دليل جواز الهبة ، والسنة حديث أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : ” الواهب أحق بهبته ما لم يثبت منها ، ولأنه من باب الإحسان واكتساب سبب التودد بين الأخوان وكل ذلك مندوب إليه بعد الإيمان وإليه أشار رسول الله ﷺ بقوله : ” تهادوا تحابوا “ .
(۵۶/۱۲) ، كتاب الهبة

ما في ” مجمع الأنهر “ : (هي لغة تفضل على الغير ، ولو غير مال ويتعدى بنفسه وشرعاً : (تمليك عين) حالاً ولو هازلاً أو مازحاً (بلا) (عوض) وأفاد أنها تصح بالتعاطي فإن سببها الثواب الدنيوي كالعوض والثناء أو الأخروي كالنعيم المخلد كما في النهاية وغيرها . (۴۸۹/۳) ، كتاب الهبة

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (هي لغة : التفضل على الغير ولو غير مال . وشرعاً : (تمليك العين مجاناً) أي بلا عوض ، (وسببها : إرادة الخير للواهب) دنيوي كعوض ومحبة وحسن ثناء . وأخروي ، قال الإمام أبو منصور : يجب على المؤمن أن يعلم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان ، إذ حب الدنيا رأس كل خطيئة . نهاية مندوبة . وقبولها سنة . قال ﷺ : ” تَهَادَوْا تَحَابُّوا “ .

(۴۸۸/۸ ، ۴۸۹ ، كتاب الهبة ، بيروت) (آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۱۹۱/۶ ، قدیم) =

سفارشات پر اجرت

مسئلہ (۴۵۳): کسی کی سفارش پر اجرت لینا جائز نہیں ہے^(۱)، نیز لی ہوئی

اجرت کسی نیک کام میں استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، بلکہ اس مال کو اصل مالک کی طرف لوٹانا ضروری ہے، اگر وہ معلوم ہو، ورنہ صاحب مال کی طرف سے صدقہ کی نیت کر کے، صدقہ کر دے۔^(۲)

== ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : ولو وهب المستأجر من الآجر جاز وكذا في محيط السرخسي . (۳۷۷/۴) ، کتاب الہبۃ ، الباب الثانی فیما يجوز من الہبۃ
الحجۃ علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”تفسیر الکشاف“ : ﴿من یشفع شفعة حسنة یکن له نصب منها﴾ . الشفاعة الحسنۃ ؛ هی التي روعی بها حق مسلم ، ودفع بها شر أو جلب إليه خیر وابتغی بها وجه اللہ ولم توخذ علیها رشوة وكانت فی أمر جائز لا فی حد من حدود اللہ ولا فی حق من الحقوق وعن مسروق أنه شفع شفاعة فأهدى إليه المشفوع جارية فغضب وردھا . (۵۳۲/۱)
ما فی ”بذل المجهود فی حل سنن أبي داود“ : عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” من شفع لأخيه شفاعة فأهدى له هدية عليها فقبلها ، فقد أتى بابا عظيماً من أبواب الربوا “ . وفي حاشيته : وذلك لأن الشفاعة الحسنۃ مندوب إليها ، وقد تكون واجبة فأخذ الهدية عليها یضیع أجرها كما أن الربوا یضیع الحلال .

(۲۶۸/۱۱) ، کتاب البیوع ، باب فی الہدیۃ بقضاء الحاجة

(۲) ما فی ”رد المحتار“ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا یحل له ویصدق به بنية صاحبه . (۳۰۱/۷) (فتاویٰ محمودیہ : ۴۵۹/۱۸ ، کراچی)

ویٹر کو بخشش دینا

مسئلہ (۴۵۴): ایک شخص کسی دوکان، یا ہوٹل وغیرہ میں ملازم ہے، مالک دوکان یا ہوٹل اس کو تنخواہ بھی دیتا ہے، لیکن کچھ گاہک ایسے ہوتے ہیں جو ملازم، ویٹر کی کارکردگی سے خوش ہو کر اسے (ٹپ) یعنی بخشش کے نام سے کچھ رقم دیتے ہیں، تو ملازم کا اس بخشش کا لینا حلال ہے، مگر اس کو حق سمجھنا، اس کا مطالبہ کرنا، اور جو نہ دے اس کو حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الجائزة : العطية إذا كانت على سبيل الإكرام ، يقال : أجازته ، أى أعطاه جائزة والجمع جوائز ، وقريب منها التحفة فهى ما اتحفته غيرك من البر ، أن الجائزة بلا مقابل ولا تعاقد ولا علم بها . (۵ / ۶۷)

ما في ” درر الحکام شرح مجلة الأحکام “ : (العطية التي أعطيت للخدمة من الخارج لا تحسب من الأجرة) مثلاً لو استأجر أحد خادماً على أن يعطيه فى الشهر كذا غرضاً ووهب أحد الناس ذلك الخادم فى أيام عيد أو غيره مقداراً من الدراهم وسلمها له أصبحت تلك الدراهم الموهوبة مالاً للخادم وليس لسيده أن يقول : (إن تلك الهبة لي لكونه في خدمتي ولذلك فلي أن أحسبها من أجرته) . (۱ / ۲۵۳ ، المادة : ۵۶۷ ، إجارة الآدمي)

مجرم کو پکڑنے پر انعام رکھنا

مسئلہ (۴۵۵): آج کل حکومتیں کسی بڑے مجرم کو پکڑنے کے لیے اخباروں میں ان کی تصویروں کے ساتھ اشتہار دیتی ہے؛ کہ جو شخص اس مجرم کو پکڑ کر لائے گا، اسے اتنا انعام ملے گا، شرعاً یہ عقدِ جعالہ کی ایک جدید صورت ہے، جس میں اجرت عامل کے نتیجہ عمل پر ہوتی ہے، لہذا اس طرح کا معاملہ بر بنائے استحسان جائز ہے۔^(۱)

گم شدہ چیز پہنچانے پر انعام کا اعلان

مسئلہ (۴۵۶): کسی شخص نے اعلان کیا کہ جو شخص میرے گمشدہ سامان کو فلاں جگہ پہنچا دے گا میں اسے اتنا انعام دوں گا، اور کسی بھی شخص نے اس کے سامان کو مطلوبہ جگہ پر پہنچا دیا، تو احناف کے نزدیک وہ انعام کا مستحق نہیں ہوگا^(۲)،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الجعالة لغة ؛ هي ما يجعل لإنسان على فعل شيء أو ما يعطاه الإنسان على أمر فعله ، تسمى عند القانونيين الوعد بالجائزة ، وإنما أجازوا أي الحنفية فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق وتجاوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالى في قصة يوسف مع إخوته : ﴿ قالوا نفقد صواع الملك ولمن جاء به حمل بعير وأنا به زعيم ﴾ . (۳۸۶۴ / ۵ - ۳۸۶۶ ، الفصل الرابع الجعالة أو الوعد بالجائزة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص ۱۳۵)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ومن المعقول أن حاجة الناس قد تدعو إليها لرد مال ضائع أو عمل لا يقدر عليه الجاعل ولا يجد ممن يتطوع به . (۲۰۹ / ۱۵) =

اور ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک انعام کا مستحق ہوگا^(۳)، اور ”اسلامی قانون اجارہ“ میں ہے کہ یہ عقد موجودہ زمانہ میں بکثرت ہوتا ہے، اس لیے عمومِ بلوئی کے پیش نظر فقہائے ثلاثہ کے مذہب کو اختیار کرنا اور فتویٰ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ”رد المحتار“ : من ضاع له شيء فقال : من دلي عليه فله كذا فالإجارة باطلة ، لأن المستأجر له غير معلوم والدلالة ليست بعمل يستحق به الأجر فلا يجب الأجر .

(۳۳۹/۶ ، كتاب اللقطة ، ديوبند)

ما في ”المبسوط للسرخسي“ : لو قال : من رده فله كذا ولم يخاطب به قوماً بأعيانهم فردّه أحدهم لا يستحق شيئاً ، ثم هذا تعليق استحقات بالخطر وهو قمار والقمار حرام في شريعتنا .

(۲۰/۱۱ ، كتاب الإباق)

(۳) ما في ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : وتجاوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالى في قصة يوسف مع إخوته : ﴿ قَالُوا نَفَقْدُ صَوَاعَ الْمَلِكِ وَلَمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴾ . [يوسف : ۲۰/۱۲] أي كفيل . وبدليل ما جاء في السنة من أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة (أم القرآن) وهو ما رواه الجماعة إلا النسائي عن أبي سعيد الخدري : ” أن أناساً من أصحاب رسول الله ﷺ أتوا حياً من أحياء العرب ، فلم يقرّوهم (بضيوفهم) ، فبينما هم كذلك إذ لدغ سيد أولئك ، فقالوا : هل فيكم راق ؟ فقالوا : لم تقرونا ، فلا نفعل أو تجعلوا لنا جعلاً ، فجعلوا لهم قطع شاة ، فجعل رجل يقرأ بأم القرآن ويجمع بزاقه ، ويتفل ، فبرأ الرجل ، فأتوهم بالشاة ، فقالوا : لا نأخذها حتى نسأل رسول الله ﷺ ، فسألوا رسول الله ﷺ عن ذلك فضحك ، وقال : وما أدراك ، إنها رقية ؛ خذوها واضربوا لي فيها بسهم“ . (۳۸۶۶/۵ ، مشروعية الجعالة)

(۴) (جديد معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ: ج ۸۲)

انعام کی حیثیت اور مقدار کی تعیین

مسئلہ (۴۵۷): اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے، اور وہ اعلان کرے کہ جو شخص میری فلاں گم شدہ چیز مجھ کو لا کر دے گا، میں اسے ایک قیمتی انعام دوں گا، لیکن اس نے انعام کی حیثیت اور مقدار متعین نہیں کیا، جب کہ ”جُعِلَ“ جس کو انعام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا متعین اور مباح ہونا ضروری ہے^(۱)، اگر متعین نہ ہو تو اس سے جعلت فاسد ہوگی، اور کام کرنے والے کو اجرتِ مثل ملے گی۔^(۲)

نوٹ: فقہائے حنفیہ جَعَالُہ کو صرف مسئلہ اِباق کی حد تک جائز مانتے ہیں، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جَعَالُہ مسئلہ اِباق، گمشدہ اشیاء کے لوٹانے میں اور اس کے علاوہ دیگر امور میں بھی جائز ہے۔^(۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿قَالُوا نَفَقْدُ صُوعَ الْمَلِكِ وَلَمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ﴾ . (سورة يوسف : ۷۲)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : تعريف الجعالة شرعاً : التزام عوض معلوم على عمل معين أو مجهول ، عسر عمله . (۳۸۶۴/۵ ، الفصل الرابع الجعالة)
ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : شروط الجعالة : ثالثاً : أن تكون المنفعة معلومة حقيقة ، مباحاً الانتفاع بها شرعاً . (۳۸۶۹/۵ ، شروط الجعالة)

(۲) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : كون الجعل (أو الأجرة) مالا معلوماً ، فإن كان الجعل مجهولاً فسد العقد لجعالة العوض ، مثل من وجد سيارتي فله ثوب ، أو أرضيه ، ونحوه ويكون للواجد (الراد) أجرة مثله ، كالأجرة الفاسدة . (۳۸۶۹/۵ ، شروط الجعالة)

(۳) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : لا تجوز الجعالة عند الحنفية لما فيها من الغرر أي =

انعام کی تعیین کے ساتھ دن کی تعیین

مسئلہ (۴۵۸): اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی ہو، اور وہ یہ اعلان کرے کہ جو میری فلاں گم شدہ چیز اتنے اتنے دنوں میں لاکر دے گا، اسے اتنا اتنا انعام دوں گا، تو مالکیہ کے نزدیک بجا لہ کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ مدت متعین نہ کرے، اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ مدت و عمل کا متعین کرنا صحیح ہے، لہذا عامل اگر مقررہ مدت میں گمشدہ چیز لے آتا ہے، تو انعام کا مستحق ہوگا، اور اگر مقررہ میں نہ لائے، تو انعام کا مستحق نہ ہوگا۔^(۱)

=جہالة العمل والمدة قياساً على سائر الإجازات التي يشترط لها معلومية العمل والمأجور والأجرة والمدة، وإنما أجازوا فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الأبق..... وتجاوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة.

(۵/۳۸۶۵، ۳۸۶۶، مشروعية الجعالة) (جديد معاشي نظام میں اسلامی قانون اجارہ: ص/۹۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : رابعاً : اشترط المالكية ألا يحدد للجعالة أجل ، وقال غيرهم : يصح الجمع بين تقدير المدة والعمل ، مثل من خاط لي هذا الثوب في يوم فله كذا ، فإن أتى به في المدة استحق الجعل ، ولم يلزمه شيء آخر ، وإن لم يف به فيها فلا يلزمه شيء له ، وذلك بخلاف الإجارة . (۵/۳۸۷۰ ، شروط الجعالة)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : تأقيت العمل : قال المالكية والشافعية يشترط لصحة عقد الجعالة عدم تأقيت العمل بوقت محدد ، فله دينار ولم يصح العقد ، إلا أن المالكية قالوا : إن تأقيت العمل يفسد العقد في حالة ما إذا لم يشترط العامل أن له أن يترك العمل متى شاء ، ويكون له من العوض بحساب ما عمل ، لأن العامل دخل في العقد على أن يتم العقد . (۱۵/۲۱۵)

قرض واپس دلانے پر انعام

مسئلہ (۴۵۹): اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے یہ کہے: اگر تم فلاں شخص سے میرا قرض واپس دلا دو، تو میں تمہیں اتنا انعام دوں گا، یا تمہیں وصول کردہ رقم میں سے اتنا فیصد دوں گا، تو یہ عقد جعالہ کی ایک جدید صورت ہے، جس میں اجرت عامل کے نتیجہ عمل پر ہوتی ہے، لہذا اس طرح کا معاہدہ کرنا بر بنائے عرف جائز ہے۔^(۱)

کاروبار کی ترقی کے لیے ملازمین کو زائد رقم دینا

مسئلہ (۴۶۰): آج کل تاجر حضرات اپنے کاروبار کو ترقی دینے کے لیے کسی شخص کو اپنے کاروبار میں ملازم رکھتے ہیں، اس شرط پر کہ تنخواہ کے علاوہ بھی کچھ اور رقم بطور انعام دی جائے گی، تاکہ ملازم واجیر کاروبار کو ترقی دینے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں، تو شرعاً اس طرح کرنا جائز ہے، اور تنخواہ سے زائد ملنے والی یہ رقم تبرع و احسان شمار ہوگی، اجرت میں شمار نہ ہوگی۔^(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” الفقه الاسلامی وأدلته “ : الجعالة لغة : هي ما يجعل للإنسان علی فعل شيء أو ما يعطاه الإنسان علی أمر فعله ، وتسمى عند القانونین الوعد بالجائزة ، وإنما أجازوا أى الحنفية فقط استحساناً دفع الجعل لمن یرد العبد الآبق ، وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدلیل قوله تعالى فی قصة يوسف مع أخوته : ﴿ قالوا نفقد صواع الملك ولمن جاء به حمل بعير وأنا به زعيم ﴾ . (۳۸۶۲-۳۸۶۳ / ۵) ، الفصل الرابع ، الجعالة أو الوعد بالجائزة

ما فی ” الموسوعة الفقهية “ : ومن المعقول أن حاجة الناس قد تدعو إليها لرد مال ضائع ، أو عمل لا یقدر علیہ الجاعل ولا یجد من یتطوع به . (۲۰۹ / ۱۵) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص / ۱۰۹-۱۳۸)

(۲) ما فی ” درر الحکام شرح مجلة الأحکام “ : العطية التي أعطيت للخدمة من الخارج =

گیسٹ ہاؤس میں اجنبی مرد و عورت کی رہائش

مسئلہ (۴۶۱): گیسٹ ہاؤس بنوانا اور اس میں ٹھہرنے کا کرایہ لینا درست

ہے^(۱)، اور اس کوشش کے باوجود کہ وہاں کوئی برائی ہونے نہ پائے، پھر بھی

آنے والے برائی کریں (مثلاً کوئی شخص کسی اجنبیہ عورت کو ساتھ لاکر اسے اپنی

بیوی بتلاتا ہے، اور پھر اسی گیسٹ ہاؤس میں اس کو لے کر رہتا ہے، اور غلط کام کرتا

اور کرواتا بھی ہے)، تو اب اس کا گناہ گیسٹ ہاؤس والوں پر نہیں ہوگا، اور جو

کرایہ وصول کیا گیا وہ جائز و درست ہوگا، اس کو ناجائز نہیں کہا جائیگا۔^(۲)

= لا تحسب من الأجرة ، أي العطية التي تعطى للخدام من أحد الناس لا تحسب من الأجرة التي

يأخذها من سيده . (۱ / ۵۳ ، إجارة الآدمي) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ : ص / ۲۲۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : قوله : (و جاز إجارة بيت الخ) هذا عنده أيضاً ، لأن الإجارة على

منفعة البيت ، ولهذا يجب الأجر بمجرد التسليم . (۹ / ۵۲۲ ، الحظر ، فصل في البيع)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : وإذا استأجر الذمي من المسلم داراً يسكنها فلا بأس بذلك

وإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير ولم يلحق المسلم في

ذلك بأس لأن المسلم لا يؤاجرها لذلك إنما آجرها للسكنى . كذا في المحيط .

(۴ / ۴۵۰ ، الفصل الرابع في فساد الإجارة)

ما في ” نوازل فقهية معاصرة “ : فقال السرخسي : والمعصية في فعل

المستأجر دون قصد رب الدار ، فلا إثم على رب الدار في ذلك .

(ص / ۴۳۳ ، إجارة المنازل على البنوك)

(فتاویٰ محمودیہ : ۱۶ / ۵۶۹ ، کراچی)

فائننس کمپنی کو کرایہ پر جگہ دینا

مسئلہ (۴۶۲): فائننس کمپنی (Finance Company) یعنی سرمایہ کار کمپنی کو اپنی جگہ کرایہ پر دینا، تاکہ یہ کمپنی اس جگہ میں اپنا دفتر قائم کرے، اور پھر اپنے گاہکوں کو سود پر قرض وغیرہ دے، شرعاً جائز و درست نہیں ہے، کیوں کہ جس طرح سود کا لین دین سخت گناہ اور حرام ہے^(۱)، اسی طرح سودی معاملات میں تعاون کرنا بھی معصیت و گناہ ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)
﴿وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۸)
ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر قال : ” لعن رسول الله ﷺ أكل الربوا وموكله وكتابه وشاهديه ، وقال : هم سواء “ . (۲/۲۷)
(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في ” رد المحتار “ : وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز . (۵۱۸/۹ ، الحظر والإباحة)
ما في ” المقاصد الشرعية “ : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)
ما في ” إعلام الموقعين “ : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۱۷۵/۳)
(كتاب الفتاوى: ۵/۴۰۸، ۴۰۹)

انشورنس ادارہ کو کرایہ پر جگہ دینا

مسئلہ (۴۶۳): انشورنس ادارہ قائم کرنے کے لیے اپنی جگہ کرایہ پر دینا یا فروخت کرنا یہ اعانت علی المعصیت (گناہ کے کام پر اعانت و مدد) ہے، اور اعانت علی المعصیت جائز نہیں^(۱)، لیکن چوں کہ مالک زمین مالک و مختار ہے، لہذا اگر وہ اپنی جگہ کرایہ پر دیدیتا ہے، یا بیچ دیتا ہے، تو اس کرایہ، یا بیچنے سے حاصل ہونے والی رقم اس کے لیے حلال ہوگی۔^(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ . (سورة المائدة : ۳)

ما في ” روح المعاني “ : (ولا تعاونوا على الإثم والعدوان) فيعم النهي كل ما هو مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴)

ما في ” مشکوة المصابيح “ : عن جابر رضي الله تعالى عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال : هم سواء “ . (۲۴۳/۱ ، باب الربوا)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : قال النووي : فيه تصريح بتحريم كتابة المترائين والشهادة عليهما وبتحريم الإعانة على الباطل ، وقال النبي ﷺ : هم سواء ، أي في أصل الإثم .

(۲۴۳/۲ ، باب الربوا ، الفصل الأول)

(۲) ما في ” أصول الشاشي “ : وحرمة الفعل لا تنافي بترتب الأحكام كطلاق الحائض والوضوء بالمياه المغصوبة والاصطياد بقوس مغصوبة والذبح بسكين مغصوبة ، والصلوة في الأرض المغصوبة والبيع في وقت النداء فإنه يترتب الحكم على هذه التصرفات مع اشتغالها على الحرمة . (۴۸/۱ ، الأصل الأول الكتاب ، فصل في النهي)

مسلم معمار کے ہاتھوں سودی بینک یا مندر کی تعمیر

مسئلہ (۴۶۴): فی نفسہ معمار اور مستری کے کام میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے^(۱)، بینک کا سودی کاروبار کرنا، اور مندر میں بت پرستی کرنا، یہ اُن فاعلین کا فعل ہے، جس کا وبال اور گناہ انہی پر ہوگا، لہذا معمار اور مستری کے لیے بینک اور مندر کی تعمیر کی اجرت لینا جائز تو ہے^(۲)، البتہ مزاج شریعت کے خلاف ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فانطلقا حتى إذا أتيا أهل قرية استطعما أهلها فأبوا أن يضيّفوهما فوجدوا فيها جداراً يريد أن ينقض فأقامه قال لو شئت لّخذت عليه أجراً ﴾ .

(سورة الكهف: ۷۷)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو استأجر الذمي مسلماً لبيني له بيعة أو كنيسة جاز ويطيب له الأجر . كذا في المحيط . (۴/۳۵۰)

وفيه أيضاً : مسلم آجر نفسه من مجوسي ليقول له النار لا بأس به . كذا في الخلاصة .

(۴/۳۵۰)

وفيه أيضاً : إذا استأجر الذمي من المسلم بيتاً لبيع فيه الخمر جاز عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى خلافاً لهما . كذا في المضمرات . (۴/۴۲۹)

(۳) ما في ” نوازل فقهية معاصرة “ : فقال السرخسي : لا بأس بأن يؤجر المسلم داراً من الذمي ليسكنها ، فإن شرب فيها الخمر ، أو عبد فيها الصليب ، أو أدخل فيها الخنازير ، لم يلحق للمسلم إثم في شيء من ذلك ، لأنه لم يؤجرها لذلك ، والمعصية في فعل المستأجر دون قصد رب الدار ، فلا إثم على رب الدار في ذلك ، ويعرف جوازه من بعض تصريحات الفقهاء ، ولكن طبيعة الإسلامية تأبى عن قبولها .

(ص/۴۳۳، ۴۳۴ ، إجارة المنازل على البنوك)

(احسن الفتاوى: ۴/۳۳۹، سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں بکلی کی فننگ، کتاب الاجارہ)

کرایہ کی سائیکل گم ہو جائے

مسئلہ (۴۶۵): اگر کسی شخص نے سائیکل دکان سے، کوئی سائیکل کرایہ پر لی، اور اسے محفوظ جگہ پر رکھا، پھر وہ سائیکل وہاں سے گم ہو گئی، تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ اس کی طرف سے تعدی (زیادتی) نہیں پائی گئی، ہاں! اگر وہ اُسے محفوظ جگہ نہ رکھے، اور کوئی اسے لے جائے، تو اس صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگا، کیوں کہ اس کی طرف سے تعدی پائی گئی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : (ولا يضمن ما هلك في يده وإن شرط عليه الضمان) لأن شرط الضمان في الأمانة باطل كالمودع (وبه يفتي) كما في عامة المعبريات ، وبه جزم أصحاب المتون فكان هو المذهب . (۷۶/۹) (فتاوى محمودية: ۵۲۸/۱۶، کراچی)

ما في ” المختصر القدوري “ : والمتاع أمانة في يده إن هلك لم يضمن شيئاً عند أبي حنيفة . (ص/ ۳۷۸ ، الهداية : ۳۰۸/۳ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير ، البحر الرائق : ۴۶/۸ ، باب ضمان الأجير ، تبیین الحقائق : ۱۳۷/۶ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في ” شرح المجلة “ : المأجور أمانة في يد المستأجر إن كان عقد الإجارة صحيحاً أو لم يكن . [المادة : ۲۰۰] المأجور أمانة في يد المستأجر إن كان عقد الإجارة صحيحاً أو فاسداً أو باطلاً بالنسبة إلى الأجر والمستأجر لما بينهما من الاتفاق يلزم الضمان على المستأجر لو تلف المأجور أو طرأ على قيمته نقصان بتعديده ، مثلاً لو ضرب المستأجر دابة الكراء فماتت منه أو ساقها بعنف وشدة فهلكت لزمه ضمان قيمتها . [المادة : ۲۰۲] حركة المستأجر على خلاف المعتاد تعد ويضمن الضرر والخسارة التي تتولد منها مثلاً لو استعمل الثياب التي استكراها على خلاف عادة الناس وبلت يضمن كذلك لو احترقت الدار المأجورة بظهور حريق فيها بسبب اشغال المستأجر النار أزيد من الناس يضمن . [المادة : ۲۰۳] . (۲۹۵/۱ - ۲۹۸ ، ضمان الإجارة وعدمه)

ڈاکیہ کا پیسے وصول کرنا

مسئلہ (۴۶۶): آج کل ڈاکیہ لوگ جب کسی کا منی آرڈر لاتے ہیں، تو اس شخص سے جس کا منی آرڈر آیا ہے کچھ نہ کچھ رقم ضرور لیتے ہیں، جب کہ منی آرڈر بھیجنے والا منی آرڈر کرتے وقت ہی اس کا معاوضہ (فیس) ادا کر چکا ہوتا ہے، اور ڈاکیہ کو حکومت ڈاک رسائی کی خدمت کا معاوضہ ادا کرتی ہے، اس لیے ڈاکیہ کا منی آرڈر پہنچانے پر رقم کا مطالبہ کرنا قطعاً جائز نہیں، کیوں کہ یہ رشوت کے حکم میں ہے، اور شرعاً رشوت لینا جائز نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْلُونَ لِّلْسُحْتِ﴾ . (سورة المائدة : ۴۲)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قال ابن مسعود وغيره : السحت الرشاش .

(۱۸۳/۳ ، المائدة)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنه قال : ” لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي “ . (۲۳۸/۱ ، أبواب الأحكام ، في الراشي والمرتشي)

ما في ” اعلاء السنن “ : والحاصل أن حد الرشوة هو ما يؤخذ عما وجب على الشخص سواء كان واجباً على العين أو على الكفاية ، وسواء كان حقاً للشرع كما في القاضى وأمثاله .

(۶۷/۱۵ ، كتاب القضاء ، باب الرشوة ، تحقيق معنى الرشوة)

(كتاب الفتاوى : ۵/۳۸۹ ، منی آرڈر کی اجرت)

قلی کا زیادہ قیمت لینا

مسئلہ (۴۶۷): آج کل ریلوے اسٹیشنوں پر قلیوں کی بھر مار رہتی ہے، وہ لوگوں کا سامان اٹھاتے ہیں، اس میں کبھی کسی سے زیادہ رقم لیتے ہیں، اور کسی سے کچھ کم، جب کہ سرکار کی طرف سے یہ متعین ہوتا ہے کہ کتنے سامان پر کتنی قیمت لیں گے، تو ریاستی جائز قوانین کی پابندی کرنا شرعاً ضروری ہے^(۱)، اس کی خلاف ورزی کرنا اپنے جان و مال کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے، جس سے شریعت نے منع کیا ہے^(۲)، لیکن اجارہ چونکہ مستاجر اور اجیر (مالک و مزدور) کے درمیان ان کی رضامندی سے طے شدہ عقد کا نام ہے، اس میں کسی ثالث (تیسرے فریق) کی دخل اندازی سے اس کی صحت پر (جب کہ یہ اجارہ صحیح ہو) کوئی اثر نہیں پڑتا^(۳)، لہذا قلی لوگوں کا زیادہ رقم لینا درست ہے، اور لی گئی رقم بھی حلال ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : (أمر السلطان إنما ينفذه) أى يتبع ولا تجوز مخالفته صاحب البحر ذكر ناقلاً عن أئمتنا أن طاعة الإمام في غير معصية واجبة ، فلو أمر بصوم يوم وجب ، وقدمنا أن السلطان لو حكم بين الخصمين ينفذ في الأصح .

(۸/۱۰۶ ، كتاب القضاء ، مطلب طاعة الإمام واجبة)

(۲) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ . (سورة البقرة: ۱۹۵)

(۳) ما في ”الفتاوى الهندية“ : وأما شرائط الصحة فممنها رضا المتعاقدين ومنها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوماً علماً يمنع المنازعة ، فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة يمنع صحة العقد وإلا فلا . (۴/۲۱۱ ، كتاب الإجارة) =

رقم لے کرویز ادلوانا

مسئلہ (۴۶۸): کسی شخص کو ویزا درکار تھا، اس نے اپنے طور پر غیر ملکی سفارت خانہ سے ویزا حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا، اب دوسرا شخص اس سے یہ کہے کہ اگر آپ مجھے اتنی رقم دو، تو میں آپ کو ویزا دلواتا ہوں، تو اگر اس آدمی کو باقاعدہ طور پر ایک یا دو دن کے لیے اجیر (مزدور) بنالیا گیا، تو اس رقم کے لینے دینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر شخص مذکور کے لیے مدت اجارہ متعین نہیں کی گئی، تو یہ اجارہ، اجارۃ فاسدہ ہو جائے گا، اور شخص مذکور اجرت مثل کا حق دار ہوگا، نہ کہ اجرت متعینہ کا۔^(۱)

==ما فی ”درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام“ : شرائط الصحة أنواع ؛ النوع الأول : رضا العاقدین ، النوع الثاني : تعین الأجرة ، النوع الثالث : تعین المأجور . (۹۶/۱) ، کتاب الإجارة ، الفصل الثاني فی شروط إنعقاد . (الخ) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۶۰۸، ۶۰۷، کراچی)

ما فی ”الفقه الإسلامی وأدلته“ : يلزم فی صحة الإجارة أي (عدم فسادها) تعین المأجور لأن الجهل بالمأجور يستلزم الجهل بالمنفعة وهو مما يؤدي إلى التنازع فإن تعین المأجور بعد العقد وحصل رضا الطرفين فالإجارة صحيحة . (۵۰۲/۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”فتاویٰ قاضی خان“ : أهل بلدة ثقلت عليهم المؤنات فاستأجروا رجالاً بأجر معلوم ليذهب إلى السلطان ويرفع القصة ليخفف عنهم السلطان نوع تخفيف وأخذ الأجر من عامة أهل البلدة من الأغنياء والفقراء قالوا : إن كان بحال لو ذهب إلى بلدة السلطان يتهاى له اصلاح الأمر في يوم أو يومين جاز الإجارة ، وإن كان بحال لا يحصل المقصود في يوم أو يومين وإنما يحصل في مدة فإن وقتوا الإجارة وقتاً جازت الإجارة وله كل المسمى وإن لم يوقتوا فسدت الإجارة وكان له أجر المثل على أهل البلدة على قدر مؤنتهم ومنفعتهم . (۱۸/۳) ، باب الإجارة الفاسدة ، الفتاوى الهندية : ۵۲۶/۴ ، الباب الثاني والثلاثون في المتفرقات ، شرح المجلة: ص/۳۰۶ ، المادة : ۵۴۰ (فتاویٰ حقانیہ: ۲۶۸/۶)

بکری کی پیدوار میں برابر کی حصہ داری

مسئلہ (۴۶۹): کوئی شخص اپنی بکری، مرغی وغیرہ دوسرے شخص کو پالنے کے لیے دیدے، کہ اس سے پیدا شدہ بکریوں اور مرغیوں کو آپس میں برابری کے طور پر تقسیم کر لیں گے، تو یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے، اس لیے پیدا شدہ بچے، بکری یا مرغی والے کے ہوں گے، اور جس نے پالا پوسا وہ اجرتِ مثل، اور چارہ پانی کے لیے جو کچھ خرچ کیا اس کا حق دار ہوگا۔^(۱)

ٹیوب ویل کا پانی اجرت پر دینا

مسئلہ (۴۷۰): ٹیوب ویل کے پانی کی اجرت اور مدت اگر متعین ہو، تو اس کو اجرت پر دینا جائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فتاوى الكاملية “ : سئلت عن البقرة دفعها مالکها لرجل على أن يعلفها ويقوم بها وما حدث عنها من النتاج يكون بينهما نصفين فهل لا يصح ؟ فالجواب : لا يصح وما حدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله . (ص/ ۵۵ ، كتاب الشركة ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۶/۱۲، کراچی) (فتاویٰ محمودیہ: ۵۹۶/۱۲، ۵۹۷، کراچی)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما انصافاً فالاجارة فاسدة وعلى صاحب البقرة للرجل أجر قيامه وقيمة علفه إن علفها من علف هو ملكها لا على ما سرحها في المرعى ويرد كل اللبن إن كان قائماً ، وإن أتلّف فالمثل إلى صاحبها وكذا لو دفع الدجاج على أن البيض بينهما لا يجوز والحادث كله لصاحب الدجاج . (۴/ ۴۴۵ ، كتاب الإجازات ، الباب الخامس عشر ، الفصل الثالث)

الحجة على ما قلنا : =

ایام تعطیلات کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۱): ایام تعطیلات چوں کہ ایام عمل کے تابع ہوتے ہیں، اس لیے چھٹیوں کی تنخواہ مدرسین مدرسہ کو لینا جائز ہے، مدرسین اجیر خاص کی حیثیت رکھتے ہیں، اور معروف بھی یہی ہے کہ اساتذہ کی چھٹیوں کی تنخواہ وضع نہیں کی جاتی ہے، لہذا ”الْمَعْرُوفُ كَالْمَشْرُوطِ“ قاعدے کے تحت اس تنخواہ کو لینا جائز ہوگا۔^(۱)

= (۱) ما فی ” خلاصة الفتاوی “ : عقد الإجارة لا يجوز إلا أن يبين البذل من الجانبين جميعاً، أما بيان المنفعة فيأخذ معان ثلاثة : بيان الوقت وهو الأجل وبيان العمل وبيان المكان . (۱۰۳/۳ ، الفتاوی البزازية علی هامش الهندية : ۱۱/۵)
ما فی ” درر الحکام شرح مجلة الأحکام “ : يشترط أن تكون الأجرة معلومة . (۵۰۳/۱)
(الدر المختار مع الشامية : ۱۶۷/۲) (فتاوی تھانیہ : ۲۵۳/۶)
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” درر الحکام شرح مجلة الأحکام “ : إذا استوجر استاذ لتعليم علم كالفقه ، والنحو ، والصرف ، فإن ذكرت مدة كالشهر والسنة ، وذكرت الأجرة أيضاً صحت الإجارة ، وانعقدت علی المدة ، حتى أن الأستاذ يستحق الأجرة لكونه حاضراً ، ومهيئاً للتعليم قرأ التلميذ أو لم يقرأ ، لأن الأستاذ قد أصبح أجيراً خاصاً . (۲۵۳/۱)
ما فی ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ومنها : البطالة فی المدارس كأيام الأعياد ، ويوم عاشوراء ، وشهر رمضان في درس الفقه ، لم أرها صريحة في كلامهم ، والمسألة علی وجهين ، فإن كانت مشروطة لم يسقط من المعلوم شيء ، وإلا فينبغي أن يلحق ببطالة القاضي . (أشباه) وفي شرح الحموي علی الأشباه لابن نجيم : قوله : ومنها : البطالة في المدارس الخ ، في الذخيرة : قال أبو الليث : من يأخذ الأجرة من الطلبة في يوم لا درس عليه أرجو أن يكون جائزاً . انتهى . (۳۳۵/۱) ، الفن الأول في القواعد الكلية – النوع الأول ، القاعدة السادسة : العادة محكمة (حسن الفتاوی : ۲۸۷/۷ ، فتاوی رحيمية : ۳۰۲/۹)

حج میں جانے والے مدرس یا ٹیچر کی تنخواہ

مسئلہ (۲۷۲): اگر مدرس کو رکھتے وقت اس کے ساتھ حج بیت اللہ کے سلسلے میں کسی قسم کا کوئی معاہدہ کیا گیا تھا، تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا، خواہ یہ معاہدہ کل تنخواہ دینے کا ہو، یا نصف کا، یا رخصت بلا تنخواہ، ہر قسم کا معاہدہ شرعاً ہو سکتا ہے^(۱)، اور اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا تھا، تو اگر مدرسہ کا اس کے متعلق کوئی طے شدہ دستور ہے، جس سے مدرس بھی واقف ہے، تو اسی کے مطابق عمل ہوگا^(۲)، ورنہ عرف و رواج کا اعتبار ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾ . (الإسراء : ۳۳)
ما في ” التفسير المنير “ : ﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾ . أى أوفوا بالعهد الذى تعاهدون عليه الناس بالعقود التى تعاملونهم بها ، فإن العهد والعقد كل منهما يسأل صاحبه عنه ونظير الآية : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ﴾ . فالعهد فضيلة وميثاق والعقد التزام وارتباط ، والاخلال بالعهد خيانة ونفاق ، والتخلل من العقد اهدار للثقة وتضييع للحقوق ، فيجب شرعاً الوفاء بالعهد ، وتنفيذ مقتضى العقد فمن أخلف بوعده ولم يوف بعهده ولم ينفذ التزام عقده وقع فى الإنم والمعصية وأخل بمقتضى الإيمان والدين ، والعهد أمر عام يشمل كل ما بين الإنسان وبين الله والنفس والناس والعقد كل التزام يلتزمه الإنسان كعقد اليمين والنذر ، وعقد البيع والشركة والإجارة والصلح والزواج وكل عقد لأجل توثيق الأمر وتوكيده فهو عهد . (۷۸/۸)

ما في ” فيض القدير للمناوي “ : ” المسلمون على شروطهم “ . أى الجائزة شرعاً أى ثابتون عليها واقفون عندها وفى التعبير بعلی إشارة إلى علو مرتبتهم وفى وصفهم بالإسلام ما يقتضى الوفاء بالشرط ويحث عليه . (۲۷۲/۶)

(۲) ما في ” قواعد الفقه “ : المعروف بالعرف كالمشروط شرعاً . (ص/۲۵)

(فتاوى مفتي محمود: ۵۶۳/۳)

امام ومؤذن کے ایام غیر حاضری کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۳): امام ومؤذن کی حیثیت اجیر خاص کی ہے، اور اجیر خاص کا حکم یہ ہے کہ جن ایام میں عمل سے غیبت رہی، وہ ان ایام کی تنخواہ کا حق دار نہیں ہوگا^(۱)، سوائے اس غیبت کے جو معروف ہو (یعنی وہ ایام غیر حاضری جن میں عامۃً تنخواہ وضع نہیں کی جاتی ہے)، اس کی تنخواہ لینا درست ہے^(۲)، البتہ اگر امامت کا معاملہ طے کرتے وقت یہ شرط لگائی گئی ہو کہ امام صاحب مہینہ ڈیڑھ مہینہ غیر حاضر رہے، تب بھی وہ تنخواہ کے حق دار ہوں گے^(۳)، تو اس صورت میں تنخواہ دینا لازم ہوگا، اور امام صاحب کا مطالبہ کرنا بھی جائز ہوگا، اور اگر بوقت تقرری ایسی کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی، تو دونوں باتیں شرعاً درست نہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”تنوير الأبصار مع الدر والرد“ : الأجراء على ضربين : مشترك وخاص والثاني الخاص : وهو من يعمل لواحد مؤقتاً بالتخصيص ، ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : وحكمها أي الأجير الخاص لا يمكنه أن يعمل لغيره لأن منافعه في المدة صارت مستحقة للمستأجر والأجر مقابل بالمنافع ، ولهذا يبقى الأجر مستحقاً وإن نقض العمل . (۹/۷۵، ۷۶ - ۸۱، ۸۲ ، كتاب الإجارة ، مبحث الأجير المشترك)

ما في ”درر الحکام شرح مجلة الأحكام“ : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط عمله بالفعل ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل ، وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (۱/۴۵۸ ، المادة : ۴۲۵)

(۲) ما في ”رد المحتار“ : قال الشامي رحمه الله : وفي القنية من باب الإمامة : إمام =

سرکاری ملازم کا ڈیوٹی ادا کیے بغیر تنخواہ لینا

مسئلہ (۴۷۴): سرکاری ملازم اجیر خاص کے درجے میں ہوتا ہے، لہذا باقاعدگی کے ساتھ ڈیوٹی ادا کرنے پر تنخواہ واجرت کا مستحق ہوگا، اور ڈیوٹی ادا نہ کرنے پر تنخواہ لینا جائز نہیں ہے۔^(۱)

==یترک الإمامۃ لزیارۃ أقربائه فی الرساتیق أسبوعاً أو نحوه لمصیبة أو لاستراحة لا بأس به ، ومثله عفو فی العادة والشرع ، وهذا مبني على القول بأن خروجه أقل من خمسة عشر يوماً بلا عذر شرعی لا یسقط معلومه ، وقد ذکر فی الأشباه والنظائر فی قاعدة : ” العادة محكمة “ . عبارة القنیة هذه ، وحملها علی أنه یسامح أسبوعاً فی کل شهر ، واعترضه بعض محشیه بأن قوله فی کل شهر لیس فی عبارة القنیة ما یدل علیه ، قلت : والأظهر ما فی آخر شرح منیة المصلي للحلی أن الظاهر أن المراد فی کل سنة . ۶/۲۳۰ ، کتاب الوقف ، مطلب فیما إذا قبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة ، الأشباه والنظائر لابن نجیم : ۱/۳۳۷ ما فی ” درر الحکام شرح مجلة الأحکام “ : ” المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً “ .

(۱/۵۱ ، المادة: ۴۳ ، شرح القواعد الفقهية : ص/۲۳۷)

(۳) ما فی ” جامع الترمذی “ : عن عمرو بن عوف المزنی ، عن أبیه ، عن جده أن رسول الله ﷺ قال : ” المسلمون علی شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً “ . (۱/۲۵۱ ، کتاب البیوع ، أبواب الأحکام) (فتاوی دارالعلوم: ۳/۸۷، ۸۸، کتاب الفتاوی: ۲/۳۱۳، ۳۱۴) ما فی ” جمهرة القواعد الفقهية “ : ” المسلمون عند شروطهم “ . (۱/۷۲) الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” رد المحتار “ : والثانی وهو الأجير الخاص ویسمى أجير وحده وهو من یعمل لواحدٍ عملاً مؤقتاً بالتخصیص ویستحق الأجر بتسليم نفسه فی المدة وإن لم یعمل کمن استؤجر شهراً للخدمة أو شهراً لرعي الغنم المسمى بأجر مسمى وليس للخاص أن یعمل لغيره ، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل وإن لم یعمل أي إذا تمكن من العمل فلو سلم نفسه ولم یتمكن منه لعذر کمطر ونحوه لا أجر له . =

غیر حاضری کے باوجود مدرسین کا تنخواہ لینا

مسئلہ (۴۷۵): اگر کسی شہر میں کوئی نیا مدرسہ یا اسکول کا افتتاح عمل میں آیا ہو، اور افتتاح کے ساتھ ہی اساتذہ کا تقرر بھی عمل میں آچکا ہو، جب کہ طلبہ ابھی مدرسہ میں حاضر نہیں ہیں، اور طلبہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اساتذہ بھی اسکول یا مدرسہ میں حاضر نہیں ہوتے ہیں، تو ان حالات میں اساتذہ کرام کا تنخواہ لینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ مدرس کی حیثیت اجیر خاص کی ہے، اور اجیر خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مدتِ اجارہ میں عمل کے لیے حاضر ہو۔^(۱)

= (۸۲/۹، کتاب الاجارة، البحر الرائق: ۵۲/۸، کتاب الاجارة)

ما في ”المبسوط للسرخسي“ : ان أجير الواحد لا يكون ضامناً لما تلف في يده من غير صنعه وهو الذي يستوجب البدل بمقابلة منافعه حتى إذا سلم النفس استوجب الأجر وإن لم يستعمله صاحبه ، ولا يملك أن يؤجر نفسه من آخر في تلك المدة .

(۱۱۵/۱۵، کتاب الاجارة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۵۷۲/۱۶، کراچی، فتاویٰ حقانیہ: ۲۵۰/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : وفي الحموي : سئل المصنف لعدم وجود الطلبة ، فهل يستحق المعلوم ؟ أجاب : إن فرغ نفسه للتدريس بأن حضر المدرسة المعيّنة لتدريسه استحق المعلوم ، لا مكان التدريس لغير الطلبة المشروطين . (۴۴۴/۶)

ما في ”شرح المجلة لسليم رستم باز“ : الأجیر الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضراً للعمل غير أنه يشترط أن يتمكن من العمل ، فلو سلم نفسه ولم يتمكن فيه لعذر كالمطر والمرض ، فلا أجر له ، ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (۲۳۹/۱)

اخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسید بنوانا

مسئلہ (۴۷۶): اگر کسی کمپنی کی طرف سے یہ طے ہو کہ ملازم دوران سفر آنے والے تمام اخراجات خود برداشت کرے، پھر ان کا ثبوت ٹکٹ وغیرہ کی صورت میں جمع کرائے، کمپنی اس کے مطابق اس کو رقم دیدے گی، اس صورت میں اگر کوئی ملازم اخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسید بنواتا ہے، تو یہ دھوکہ دہی ہے، جو شرعاً منع ہے^(۱)، لہذا اخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسیدیں (Invoices) بنوا کر رقم حاصل کرنا ممنوع و حرام ہوگا، اور یہ رقم اس ملازم کے لیے حلال نہ ہوگی، بلکہ متعلقہ کمپنی کو واپس کر دینا ضروری ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : قال النبي ﷺ : ”من غشنا فليس منا“ والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا : الغش حرام . (۲۴۵/۱ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في كراهية الغش)
(۲) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في ”صحيح مسلم“ : ”كل المسلم على المسلم حرام ؛ دمه وماله وعرضه“ .
(۳۱۷/۲ ، كتاب البر ، باب تحريم الظن والتجسس والتنافس)
ما في ”بدائع الصنائع“ : قال النبي ﷺ : ”لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه“ .
فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ . (۵۳۸/۵ ، كتاب الإجارة)
ما في ”رد المحتار“ : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (۲۲۳/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالا حراماً ، الفتاوى البزازية على هامش الهنديّة : ۳۶۰/۶ ، كتاب الكراهية ، الرابع في الهدية) (تجارتی کمپنیوں کا لائسنس : ص/۱۰۰)

ایام احتیاج کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۷): سرکاری و نجی مدارس کے اساتذہ اجیر خاص کے حکم میں ہیں، اور اجیر خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مفوضہ امر (سپرد کیا گیا کام) کو پورا کرے، اگر وہ مفوضہ امر پورا کرنے سے باز رہے، تو اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ اس صورت میں محض تسلیم نفس سے استحقاق اجرت ثابت نہیں ہوگا، اس لیے اگر اساتذہ مفوضہ کام کو پورا نہ کریں، احتیاج و ہڑتال کریں، اور طلبہ کو پڑھانے سے باز رہیں، تو ان کے لیے ان ایام کی تنخواہ لینا شرعاً جائز نہیں ہے، گرچہ مدرسہ کے وقت میں حاضر رہے ہوں۔^(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”شرح المجلة“ : الأجیر الخاص یتستحق الأجرة إذا کان فی مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا یشترط أن یتمكن من العمل فلو سلم نفسه ولم یتمكن منه لعذر کالمطر والمرض فلا أجر له . ” الدر المنتقى “ . لكن لیس له أن یمتنع عن العمل وإذا امتنع لا یتستحق الأجرة . (ص/ ۲۳۹ ، الباب الأول فی الضوابط العمومیة)

معاهدہ کی خلاف ورزی پر زِ ضمانت ضبط کرنا

مسئلہ (۴۷۸): اگر کرایہ دار نے کرایہ داری کا معاملہ کرتے وقت، مالک مکان یا دکان سے یہ معاہدہ کیا کہ میں مکان یا دکان اپنے ذاتی کاروبار کے لیے لے رہا ہوں، جب تک میں آباد رہوں گا صرف اپنا کاروبار کروں گا، اور کسی بھی شخص کو اس میں نہیں رکھوں گا، یا کسی اور سے اس مکان یا دکان میں کاروبار نہیں کراؤں گا، اور نہ اس دکان کو کسی ناجائز ذریعہ سے کسی دوسرے شخص کو ٹھیکہ یا پکڑی پردوں گا، تو اُس پر اس معاہدہ کی پابندی ضروری ہوگی، اگر وہ اس کے خلاف کرے، تو اُسے اس معاہدہ پر عمل کے لیے مجبور کیا جائے گا^(۱)، البتہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں مالک مکان یا دکان کو اس کے زِ ضمانت کو ضبط کرنے کا شرعاً حق نہیں ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فتح القدير للشوكاني “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ . قال الزجاج : المعنى أوفوا بعقد الله عليكم وبعقدكم بعضكم على بعض ، والعقد الذي يجب الوفاء به ما وافق كتاب الله وسنة رسول الله . (۴۴۴/۱ ، سورة المائدة : ۱)

(۲) ما في ” فتح القدير للشوكاني “ : قوله تعالى ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ . والحاصل أن ما لم يبح الشرع أخذه من مالكم فهو مأكول بالباطل وإن طابت به نفس مالكم . (۱۵۳/۱ ، سورة البقرة : ۱۸۸)

ما في ” بدائع الصنائع “ : قال النبي ﷺ : ” لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب من نفسه “ . (۵۳۷/۵)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۳۵/۶ ، کتب خانہ نعیمیہ)

کتاب الکفالة

☆..... کفاله کے مسائل☆

عقد کفاله

مسئلہ (۴۷۹): کفاله؛ لغت میں ”ضم“ یعنی ملانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کفاله کی اصطلاحی تعریف: ”کسی مطالبے کے معاملے میں ایک شخص کی ذمہ داری کے ساتھ کسی دوسرے کی ذمہ داری کو ملا دینا“۔ ”کفاله“ کہلاتا ہے^(۱)، کفاله کی مشروعیت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : قال الشيخ الإمام السرخسي : الكفالة مشتقة من الكفل ، وهو الضم (أحدهما) الضم في المطالبة (والطريق الآخر) أن تنضم ذمة الكفيل إلى ذمة الأصيل في ثبوت أصل الدين . (۱۹ / ۱۹۴ ، كتاب الكفالة)
ما في ” تنوير الأبصار مع الدر والرد “ : (هي) لغة الضم وشرعاً: (ضم ذمة الكفيل إلى ذمة الأصيل (في المطالبة مطلقاً) بنفس أو بدين أو عين . (۴۳۰ / ۷ ، كتاب الكفالة)
ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الكفالة لغة : هي الضم واصطلاحاً في الأصح عند الحنفية : هي ضم ذمة إلى ذمة في المطالبة مطلقاً أي ضم ذمة الكفيل إلى ذمة المدين في المطالبة بنفس أو بدين أو عين . (۴۱۴۳ / ۶ ، كتاب الكفالة ، تعريفها)
(۲) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الكفالة في الجملة مشروعة بالكتاب والسنة والإجماع . (۴۱۴۲ / ۶ ، الكفالة ، مشروعية الكفالة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۹۴)

عقد کفاله میں مکفول عنہ کی جہالت

مسئلہ (۴۸۰): کوئی آدمی اپنے مخاطب سے یہ کہے کہ: اس شہر والوں میں سے جس کے ذمہ بھی تمہارا قرض واجب ہے، میں اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں، اور مخاطب اسی مجلس میں مقروض کا نام بھی بتلا دے تو یہ درست ہے، اگرچہ کفیل کے کلام میں مکفول عنہ مجہول ہے، مگر مکفول لہ کے اپنے مدیون کا نام بتلا دینے کی وجہ سے جہالت ختم ہوگئی، لہذا عقد کفاله کی یہ صورت شرعاً درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (ولا) تصح أيضاً (بجهالة المكفول عنه) في تعليق وإضافة . (۴۶۰/۷)

ما في ” ترتيب الآلي في سلك الأمالي “ : جهالة المكفول له تبطل الكفالة وكذا جهالة المكفول عنه . (۶۱۹/۱)

ما في ” تبیین الحقائق “ : وجهالة المكفول له أو المكفول عنه تمنع حتى لو قال : من غصبك من الناس أو بايعك أو قتلک فأنا کفیل عنه ، أو قال : من غصبته أنت أو قتلته فأنا کفیل له عنک لا يجوز . (۳۶/۵) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۹)

مال مجهول کی ضمانت لینا

مسئلہ (۴۸۱): اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے مجهول و غیر متعین مال کی ضمانت لے، مثلاً: یہ کہے کہ تمہارا جتنا بھی قرضہ فلاں شخص کے ذمہ ہے، میں ان سب کا ضامن ہوں، یا یہ کہے کہ تم فلاں کو جتنا بھی قرض دو گے میں اس کا ضامن ہوں، تو اس طرح کا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے، کیوں کہ ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک کفالہ میں مالِ مجهول کی ضمانت لینا جائز ہے۔^(۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : قوله : (ولو المال مجهولاً لا بتائها على التوسع ، وقد أجمعوا على صحتها بالدرك مع أنه لا يعلم كما يستحق من المبيع .
(۴/۵۳۳ ، كتاب الكفالة ، مطلب كفالة المال قسمان)
ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : ضمان المجهول لا يشترط في الكفالة بالمال عند الجمهور الفقهاء أن يكون الدين معلوم القدر والصفة والعين ، فتصح الكفالة بالمعلوم كقوله : تكفلت عنه بألف ، أو بالمجهول كقوله : تكفلت عنه بمالك عليه ، أو بما يدريك في هذا البيع من الضمان ، لأن الكفالة عقد تبرع مبينة على التوسع ، فيحتمل فيها الجهالة بعكس البيع . (۶/۲۱۶ ، كتاب الكفالة ، المبحث الثاني)
(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۲، ۳۰۳)

کفالتہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

مسئلہ (۴۸۲): حنفیہ کے نزدیک عقد کفالتہ کو کسی شرط سے معلق کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت: ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے جو اس عقد کے ملائم اور مناسب ہو۔ ایسی شرط کے ساتھ عقد کو معلق کرنا جائز ہے، اس کی مزید تین صورتیں ہیں:

۱- ایسی شرط لگائی جائے جس کے پائے جانے سے حق ادا کرنا لازم ہو جاتا ہو، جیسے یوں کہا جائے کہ: اگر کوئی شخص اس بیع کا مالک نکل آیا، تو میں اس کی قیمت کی ادائیگی کی ضمانت لیتا ہوں۔

۲- ایسی شرط لگائی جائے جس کی وجہ سے کفیل کے لیے اپنا حق وصول کرنا آسان ہو، مثلاً زید بکر کی طرف سے کفیل بنتے ہوئے یوں کہے کہ: اگر بکر آگیا تو میں اس کی طرف سے ضامن ہوں۔

۳- ایسی شرط لگائی جائے جس کے پائے جانے کی صورت میں مکفول لہ یعنی صاحب حق کے لیے اپنا حق وصول کرنا بہت مشکل ہو جائے، مثلاً زید بکر کی طرف سے ضامن بنتے ہوئے یوں کہے کہ: اگر بکر ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا، تو میں اس کی طرف سے ادائیگی حق کا ضامن ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر بکر واقعہً ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا، تو صاحب حق کے لیے اس سے اپنا حق وصول کرنا مشکل ہو جائے گا۔

ان تین صورتوں میں عقد کفالتہ کی تعلیق جائز ہے۔^(۱)

(۲) دوسری صورت: ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے جو عقد کفاله کے ملائم اور مناسب نہ ہو، جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ: اگر بارش ہوگئی تو میں زید کی طرف سے ضامن ہوں ورنہ نہیں۔ اس قسم کی شرط کے ساتھ عقد کو معلق کرنا جائز نہیں۔

تعلیق کے بارے میں حنفیہ کے اصل اصول کی روشنی میں عقد کفاله کی تعلیق مطلقاً جائز ہونی چاہیے تھی، کیوں کہ کفاله عقود معاوضہ میں سے نہیں، لیکن دوسری صورت میں تعلیق کو اس لیے ناجائز قرار دیا گیا ہے کہ اس صورت میں غرر اور خطر بہت واضح ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : وتصح لو علقت بشرط صحيح ملائم أي موافق للكفالة بأحد أمور الثلاثة بكونه شرطاً للزوم الحق كان استحق المبيع أو شرطاً لإمكان الاستيفاء نحو إن قدم زيد فعلي ما عليه من الدين وهو مكفول عنه ، أو شرطاً لتعذر أي الاستيفاء نحو إن غاب زيد عن المصر فعلي وأمثله كثيرة فهو جملة الشروط التي يجوز تعليق الكفالة بها . (۲ / ۳۵۷ ، كتاب الكفالة ، قبيل مطلب في تعليق الكفالة)

(البحر الرائق : ۲ / ۳۷۹ ، كتاب الكفالة)

(۲) ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (ولا تصح) إن علقت بغير ملائم (نحو إن هبت الريح أو جاء المطر) لأنه تعليق بالخطر ولا يلزم المال . (۷ / ۴۵۹)

ما في ” البحر الرائق “ : ويصح تعليق الكفالة بشرط ملائم كشرط وجوب الحق ولا يصح بنحو إن هبت الريح . (۲ / ۳۷۰ ، كتاب الكفالة ، تبين الحقائق : ۵ / ۳۶)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص ۲۹۷، ۲۹۸)

کفالت کی اضافت مدت غیر متعینہ کی طرف

مسئلہ (۴۸۳): اگر کوئی شخص عقد کفالت کی اضافت مستقبل کی ایسی مدت کی طرف کرے، جس کا پایا جانا غیر یقینی ہو، جیسے بارش کا برسنا، تو یہ اضافت باطل ہو جائے گی، اور حق کی ادائیگی فوراً لازم ہو جائے گی، اور اگر وہ مدت یقینی ہو تو ایسی صورت میں کفالت کا معاملہ بھی صحیح ہے، اور اس مدت کے آنے پر ادائیگی بھی لازم ہو جائے گی۔^(۱)

مکفول لہ کی جہالت

مسئلہ (۴۸۴): مکفول لہ کی جہالت فاحشہ عقد کفالت کو فاسد قرار دیتی ہے، جیسے کہ اگر کوئی شخص کسی سے عقد کفالت اس طرح کرے کہ جس شخص کا بھی تجھ پر قرض ہے، میں تمہاری طرف سے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں، تو یہ عقد کفالت جہالت فاحشہ کی بنا پر شرعاً صحیح نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : تصح لو علقتم بشرط صريح ملائم أى موافق للكفالة بأحد أمور الثلاثة ، بكونه شرط للزوم الحق أو شرطاً لإمكان الاستيفاء نحو ان قدم زيد فعلى ما عليه من الدين وهو مكفول عنه أو شرطاً لتعذر أى الاستيفاء نحو ان غاب زيد عن المصر فعلى وأمثلته كثيرة ، فهذه جملة الشروط التى يجوز تعليق الكفالة بها ولا تصح إن علقتم بغير ملائم نحو إن هبت الريح أو جاء المطر لأنه تعليق بالخطر . (۴۵۷/۸ ، مطلب فى تعليق الكفالة بشرط غير ملائم ، البحر الرائق : ۳۷۰/۶ ، كتاب الكفالة)
(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۹۷)

(۲) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿وَلَمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ﴾ . (يوسف: ۷۲)

ما في ”صحيح البخاري“ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : ”فَمَنْ تَوَفَّى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ“

مکفول لہ کے آنے تک دوسرے کا کفیل بننا

مسئلہ (۴۸۵): اگر کوئی شخص کس کی طرف سے کفیل بنے، اور یوں کہے کہ اگر مکفول لہ ایک مہینے تک آگیا، تو پھر وہ خود ہی اپنے ذمہ کو پورا کرے گا، اور اگر ایک مہینہ تک نہیں آیا، تو میں اس کی طرف سے کفیل ہوں، عقد کفالہ کی یہ صورت فقہاء کے مابین مختلف فیہ ہے، حنفیہ میں سے امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور مالکیہ و حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جب کہ امام محمد اور امام شافعی رحمہما اللہ اس صورت کو ناجائز کہتے ہیں، اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ایسی شرط لگانا مقتضائے عقد میں شامل ہے یا نہیں؟ جن حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایسی شرط بھی عقد کفالہ کے لیے ملائم اور مناسب ہے، اور عقد کفالہ کے

=فتوک دینا فعلی قضاؤہ“ . (۱/۳۰۸، رقم الحدیث: ۲۲۴۳)

ما في ”اعلاء السنن“ : أن المانع هو الجهالة الفاحشة كما إذا ضمن ما على أحد من الناس وهم غير معلومين أو كل لأحد من الناس وهم غير محدودين وأما إذا ضمن ما على أحد من جماعة معلومة أو كفل لأحد من الناس وهم محدودين فيجوز بدليل احتجاجهم بقوله تعالى : ﴿وَلَمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلٌ بِعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ﴾ . [سورة يوسف: ۷۲] وهو كفالة للمجهول ولكن الجهالة غير فاحشة لأن المراد من جاء به منهم وهم محدودون فكذا ههنا لأن المراد بمن توفي من المؤمنين من توفي من أهل المدينة الذين كان رسول الله ﷺ يصلي على جنائزهم ويتنكب عن الصلوة على من مات منهم مديوناً من غير وفاء وكانوا معلومين محدودين .

(۴۸۵/۱۲ ، کتاب الکفالة)

ما في ”رد المحتار“ : قوله : (ولا بجهالة بالمكفول له) قلت : الظاهر أن المانع هنا جهالة متفاحشة لما علمت آنفاً من قول ”الكافي“ . لو قال : أنا كفيل بفلان أو فلان جاز . تأمل .

(۴۸۵/۷ ، کتاب الکفالة ، مطلب في تعليق الکفالة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۶)

مقتضی میں داخل ہے، جب کہ ناجائز کہنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں غیر یقینی کیفیت اور خطر کی خرابی پائی جاتی ہے، اس لیے یہ صورت جائز نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فتح القدير لابن الهمام “ : وإذا تكفل برجل إلى أجل إن جاء به فيه وإلا لزمه ما عليه صح وبه قال أبو حنيفة وأبو يوسف ، وقال محمد بن الحسن والشافعي : لا تصح الكفالة ولا يلزمه ما عليه لأن هذا تعليق الضمان بخطر فلم يصح كما علقه بقدم ، ولنا أن هذا موجب الكفالة ومقتضاه فصح اشتراطه ، ومبنى الخلاف ههنا على الخلاف في أن هذا مقتضى الكفالة وقد دللنا عليه . (۳۰۳/۶ ، بحواله مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص/۳۰۲)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وللفقهاء في حكم الكفالة المعلقة خلاف يمكن ذهب الحنفية إلى صحة الكفالة المعلقة على شرط ملائم ، وهو شرط الذي يكون سبباً لوجوب كقول الكفيل للمشتري ، إذا استحق المبيع فأنا ضامن الثمن ، أو الشرط الذي يكون سبباً لإمكان الاستيفاء ، كقول الكفيل للدائن : إذا قدم فلان أى المكفول عنه ، فأنا كفيل بدينك عليه وذهبوا كذلك إلى صحة الكفالة المعلقة بشرط جرى به العرف ، كما لو قال الكفيل : إن لم يؤد فلان مالک عليه من دين إلى ستة أشهر فأنا له ضامن ، لأنه علق الكفالة بالمال بشرط متعارف فصح . (۲۹۱/۳۴ ، كفالة)

قرض کی ادائیگی کا ذمہ لینا

مسئلہ (۴۸۶): کوئی شخص دوسرے شخص سے یوں کہے کہ: ان پندرہ آدمیوں

میں سے جس کا قرض تم پر واجب ہے، میں اس کی ادائیگی کا ضامن ہوں، تو ایسی صورت میں مکفول لہ کے لیے تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) مکفول لہ معلوم ہو۔ (۲) مکفول لہ مجلس عقد میں حاضر ہو۔ (۳) مکفول لہ

عاقلاً ہو^(۱)، لہذا مذکورہ صورت شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں مکفول لہ

معلوم و متعین نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : شروط المكفول له : يشترط في المكفول له وهو الدائن شروط وهي : أولاً : أن يكون معلوماً ، فلو كفّل إنسان لأحد من الناس فلا تجوز الكفالة ، لأنه إذا كان المكفول له مجهولاً لا يتحقق المقصود من الكفالة وهو التوثيق ثانياً : أن يكون المكفول له حاضراً في مجلس العقد فلو كفّل إنسان لغائب عن المجلس ، فبلغه الخبر فأجاز لا تجوز الكفالة عندهما (أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى) إذا لم يقبل به حاضر في المجلس ثالثاً : أن يكون المكفول له عاقلاً ، فلا يصح قبول المجنون والصبي غير المميز لأنهما ليسا أهلاً لصدور القبول عنهما باعتبارهما ركناً في العقد . (۴۱۵۵/۲ ، ۴۱۵۶ ، شروط المكفول له)

ما في ” بدائع الصنائع “ : منها : أن يكون معلوماً حتى أنه إذا كفّل لأحد من الناس لا تجوز ، لأن المكفول له إذا كان مجهولاً لا يحصل ما شرع له الكفالة وهو التوثيق . ومنها : أن يكون في مجلس العقد . (۲۰۶/۳ ، كتاب الكفالة) (مالي معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۸)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : (ولا تصح بجهالة المكفول له) . (تنوير الأبصار) . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : والحاصل أن جهالة المكفول له تمنع صحة الكفالة مطلقاً .

(۴۲۰/۷ ، ۴۲۱ ، كتاب الكفالة ، مطلب في تعليق الكفالة بشرط)

مکفول عنہ کا مجہول ہونا

مسئلہ (۴۸۷): عقد کفاله میں مکفول عنہ کی جہالت، عقد کفاله کو اس وقت ناجائز قرار دیتی ہے، جب کہ عقد کفاله معلق ہو، یا مستقبل کی طرف مضاف ہو، مثال اول؛ کوئی شخص یوں کہے: اگر کسی نے تجھ سے کوئی چیز غصب کر لی، تو میں اس کا ضامن ہوں۔

مثال ثانی؛ کوئی شخص یوں کہے کہ جو کچھ تمہارا لوگوں پر واجب ہوگا، میں اس کا ضامن ہوں۔^(۱)

مصنوعات کی لائف ٹائم گارنٹی

مسئلہ (۴۸۸): دورِ حاضر میں بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کی خریداری پر گاہک کو سال دو سال، یا لائف ٹائم گارنٹی دیتی ہیں، یہ گارنٹی صورت کے لحاظ سے کفاله بالدرک ہے (درک کے معنی حصول / پانے کے ہیں)، یعنی اگر مشتری بیع میں کوئی عیب پائے تو بائع اس کا کفیل ہوگا، جب کہ کفاله بالدرک بالاجماع صحیح ہے،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فتح القدير لابن الهمام “ : والحاصل جهالة المكفول له تمنع صحة الكفالة مطلقاً ، وجهالة المكفول به لا تمنع مطلقاً ، وجهالة المكفول عنه في التعليق والإضافة تمنع صحة الكفالة وفي التنجيز لا تمنع . (۱۷۲/۷ ، العناية شرح الهداية : ۸۹/۴ ، الجوهر النيرة : ۲۶۰/۱ ، رد المحتار : ۵۸۵/۷ ، الدراية على هامش الهداية : ۱۱۶/۲)
(مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص/۳۰۸)

اسی طرح خود کفاله میں بھی فقہاء کے ہاں توسع پایا جاتا ہے، اس کے علاوہ کفاله بلکہ اکثر معاملات کا تعلق عرف کے ساتھ ہے، آج کل کوئی چیز فروخت کرتے وقت گارنٹی دینا کاروبار کا ایک اہم جز بن گیا ہے، چونکہ آج کل دو نمبر (نقلی) چیزیں عام طور پر تیار ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے گارنٹی دینا اور لینا ناگزیر ہو گیا ہے، اور ویسے بھی عام طور پر عالمی اور ملکی منڈیوں میں ایک رواج سا بن گیا ہے کہ لوگ گارنٹی والی چیز بلا کسی حجت کے خرید لیتے ہیں، لہذا گارنٹی پر خرید و فروخت کرنا عرف اور عموم بلوئی کی وجہ سے جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”بدائع الصنائع“ : ولأن الكفالة جوازها بالعرف . (۲۰۶/۴ ، كتاب الكفالة)
 ما في ”العناية على هامش فتح القدير“ : تكفلت عنه بمالك عليه أو بما يدر كك في هذا البيع ، يعني من الضمان بعد ان كان ديناً صحيحاً ، لأن مبني الكفالة على التوسع فإنها تبرع وعلى الكفالة بدرک ، بفتح الراء وسكونها ، وهو التبعة ، دليل على جوازها بالمجهول لا يصح ، لأنه التزام ، فلا يصح مجهولاً كالثمن في البيع ، وقلنا : إن الضمان بدرک صحيح بالإجماع ، وهو ضمان المجهول . (۱۷۲/۷ ، كتاب الكفالة)
 ما في ”الهداية“ : وأما الكفالة بالمال فجازة معلوماً ما كان المكفول به أو مجهولاً إذا كان ديناً صحيحاً أو بما يدر كك في هذا البيع ، لأن مبني الكفالة على التوسع فيحتمل فيها الجهالة ، وعلى الكفالة بالدرك إجماع . (۹۸/۳ . ۱۰۰ ، كتاب الكفالة)
 ما في ”فتاوى قاضي خان على هامش الهندية“ : رجل باع داراً وكفل رجل المشتري بما أدركه فيها من درك ، فأخذ المشتري بذلك عنه رهناً ، ذكر في الأصل أن الرهن باطل ، ولا ضمان على المرتهن ، والكفالة جائزة . (۶۴/۳) (فتاوى خانيه : ۳۶۴/۶)
 ما في ”قواعد الفقه“ : ”استعمال الناس حجة يجب العمل بها“ . (ص / ۵۷)

کتاب الحوالہ

☆.....حوالہ کے مسائل.....☆

عقد حوالہ

مسئلہ (۴۸۹): حوالہ کا لفظ ”تحويل“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ شرعی اصطلاح میں؛ کسی قرض کا ایک ذمہ سے کسی دوسرے با اعتماد ذمہ کی طرف منتقل ہونے کا نام حوالہ ہے^(۱)، فقہائے کرام کی اصطلاح میں؛ قرض کا اصل یعنی مقرض کے ذمہ سے محتال علیہ یعنی ادائیگی کی ذمہ داری لینے والے کی طرف با اعتماد طریقے سے منتقل ہونا، حوالہ کہلاتا ہے^(۲)، حوالہ بالدين شرعاً جائز اور درست ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الحوالۃ في اللغة : من حال الشيء حولاً وحُوْلاً ، تحوُّلاً ، وتحوُّلاً من مكانه انتقل عنه وحَوَّلته تحويلاً نقلته من موضع إلى موضع ، والحوالة في الاصطلاح : نقل الدين من ذمة إلى ذمة . (۱۸ / ۱۶۹ ، حوالہ) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص ۲۷۸ ، ۲۷۹)
- ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (هي) لغة : النقل ، وشرعاً : (نقل الدين من ذمة المحيل إلى ذمة المحتال عليه) . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : وفي ” المغرب “ : تركيب الحوالۃ يدل على الزوال والنقل ومنه التحويل ، وهو نقل الشيء من محل إلى محل . (۵ / ۸ ، كتاب الحوالۃ)
- (۲) ما في ” العناية شرح الهداية “ : وفي اصطلاح الفقهاء : تحويل الدين من ذمة الأصيل إلى ذمة المحتال عليه على سبيل التوثيق به . (۱۳۹ / ۴ ، كتاب الحوالۃ)
- (۳) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الحوالۃ بالدين جائزة بالسنة والإجماع استثناء من منع التصرف في الدين بالدين . (۴ / ۸۸ ، المبحث الأول ، الحوالۃ)

حوالہ مطلقہ اور حوالہ مقیدہ

مسئلہ (۴۹۰): حوالہ مطلقہ: وہ حوالہ ہے جس میں محتال علیہ کے ذمہ محیل کا کوئی قرضہ یا کوئی چیز نہیں ہوتی، بلکہ وہ اپنی طرف سے محیل کا قرضہ ادا کرتا ہے۔
حوالہ مقیدہ: وہ ہے کہ اس میں محتال علیہ کے ذمہ پہلے سے محیل کا کوئی قرض یا کوئی چیز ہوتی ہے، اور اسی قرض یا چیز کی قیمت کے بقدر وہ محیل کے قرضہ کی ادائیگی کی ذمہ داری اٹھاتا ہے^(۱)، حوالہ کی مذکورہ دونوں صورتیں درست ہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدرر الأحكام في شرح غرر الحکام لملا خسرو “ : قال القاضي ملا خسرو الحنفي : اعلم أن الحواله إما مطلقة أو مقيدة ، أما المطلقة فهي أن يرسلها إرسالاً لا يقيد بها بدين له على المحال عليه ولا بعين له في يده أو يحيله على رجل ليس له عليه دين ولا في يده عين له . وأما المقيدة فهي أن يكون للمحيل مال عند المحتال عليه من ودیعة أو غصب أو عليه دين فقال : احلت الطالب عليك بالألف الذي له عليّ على أن تؤديها من المال الذي لي عليك وقبل المحتال عليه .

(۲) ۳۰۹/۲ ، میر محمد کتب خانہ کراچی ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۷۹، ۲۸۰

(۲) ما في ” الجوهره النيرة “ : الحواله على ضربين : (۱) مطلقة (۲) مقيدة ، فالمطلقة : أن يقول لرجل : احتل لهذا عني بألف درهم فيقول : احتلت ، والمقيدة : أن يقول : احتل بالألف التي لي عليك فيقول : احتلت وكلاهما جائزان . (۲/۲۶۶ ، كتاب الحواله)

ما في ” بدائع الصنائع “ : والجملة أن الحواله نوعان : مطلقة ومقيدة ، فالمطلقة أن يحيل بالدين على فلان ولا يقيده بالدين الذي عليه ، والمقيدة بأن يقيده بذلك والحواله بكل واحدة من النوعين جائزة ، لقوله عليه السلام : ” من أحيل على مليّ فليتبع من غير فصل “ .

(۴/۲۱۸ ، كتاب الحواله ، فصل في شروط الركن)

ٹریولر چیک کے ذریعے حوالہ

مسئلہ (۴۹۱): عصر حاضر میں حوالہ کی ایک صورت یہ رائج ہے کہ مثلاً ایک شخص ہندوستان سے سعودی عرب جا رہا ہے، اس کے پاس کچھ رقم ہے، بینک اسی کے حساب سے ریالوں میں اسے چیک جاری کر دیتا ہے، مثلاً وہ پندرہ ہزار روپے ہندوستانی جمع کراتا ہے، تو ایک ہزار سعودی ریال کا چیک مل جاتا ہے، اسے عربی میں ”الشیک السياحیة“ اور انگریزی میں ”ٹریولر چیک“ (Traveller Check) کہتے ہیں، اس چیک کی بنیاد پر وہ سعودی عرب میں متعلقہ بینک سے مطلوبہ رقم حاصل کر سکتا ہے، لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس چیک کے ذریعے رقم نکلوانے کے بجائے اتنی رقم کی کسی دکان وغیرہ سے خریداری کر لیتا ہے، اور اس چیک کی پشت پر دستخط کر کے دکاندار کے حوالے کر دیتا ہے، اس طرح دستخط کرنے کو ”تظہیر“ (Endorsement) کہتے ہیں، دکاندار وہ چیک متعلقہ بینک کے پاس لے جا کر مطلوبہ رقم حاصل کر لیتا ہے۔ گویا اس معاملے میں ٹریولر چیک ہولڈر جو کہ دکاندار کا مقروض بن جاتا ہے، اس قرض کی ادائیگی اپنے مقروض (بینک) کی طرف منتقل کر دیتا ہے، اس طرح یہاں ایک حوالہ مقیدہ کا عقد وجود میں آتا ہے، جس میں یہ شخص محیل (Transferor)، دکاندار محال (Transferee) اور بینک محال علیہ (Payer) ہوتا ہے^(۱)۔ تو اس طرح کا حوالہ شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ حوالہ، حوالہ مقیدہ ہے، جو جائز ہے۔^(۲)

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : ثم ان معظم الأوراق المالية التي يتعامل الناس اليوم حكم التعامل بها حكم الحوالة كالشيك المصرفي (Bank Chaque) وإذا صحت الحوالة بهذه الأوراق المالية فإنها سندات ديون والقبض على هذه الأوراق ليس قبضاً للثمن وإنما هو احتيال للدين . (۱ / ۵۱۵)

(۲) ما في ” الجوهرة النيرة “ : الحوالة على ضربين : (۱) مطلقة (۲) مقيدة ، فالمطلقة : أن يقول لرجل : احتل لهذا عني بألف درهم فيقول : احتلت ، والمقيدة : أن يقول : احتل بالألف التي لي عليك فيقول : احتلت وكلاهما جائزان . (۲ / ۲۶۲ ، كتاب الحوالة)

ما في ” بدائع الصنائع “ : والجملة أن الحوالة نوعان : مطلقة ومقيدة ، فالمطلقة أن يحيل بالدين على فلان ولا يقيده بالدين الذي عليه ، والمقيدة بأن يقيده بذلك والحوالة بكل واحدة من النوعين جائزة ، لقوله عليه السلام : ” من أحيل على ملي فليتبع من غير فصل “ .

(۷ / ۴۱۸ ، كتاب الحوالة ، فصل في شروط الركن)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص / ۲۸۷)

قرض کی جگہ چیک جاری کرنا

مسئلہ (۴۹۲): چیک کی شرعی حیثیت سند و حوالہ کی ہے، اور یہ حوالہ اس وقت صحیح ہوگا جب محال علیہ (بینک) اس کو قبول کرے، اور حامل چیک کو چیک میں مکتوب رقم نقد ادا کر دے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فقه و فتاوى البيوع “ : لا يجوز التعامل بالشيك في بيع الذهب أو الفضة ، وذلك لأن الشيكات ليست قبضاً وإنما هي وثيقة حوالة فقط ، بدليل أن الذي أخذ الشيك لو ضاع منه لرجع على الذي أعطاه إياه ولو كان قبضاً لم يرجع عليه ، وبيان ذلك أن الرجل لو اشترى ذهباً بدراهم واستلم البائع الدراهم فضاعت منه لم يرجع على المشتري، ولو أنه أخذ من المشتري شيكاً ثم ذهب به ليقبضه من البنك ثم ضاع منه فإنه يرجع على المشتري بالثمن ، وهذا دليل على أن الشيك ليس بقبض ، وإذا لم يكن قبضاً لم يصح البيع إلا إذا كان الشيك مصدقاً من قبل البنك واتصل البائع بالبنك وقال : أبق الدراهم عندك وديعة لي ، فهذا قد يرخص فيه . (ص/ ۳۹۹ ، مكتبة دار ابن رجب) ما في ” بدائع الصنائع “ : أما ركن الحوالة : فهو الإيجاب والقبول ، الإيجاب من المحيل والقبول من المحال عليه والمحال جميعاً فالإيجاب أن يقول المحيل للطالب : احلتك على فلان ، هكذا ، والقبول من المحال عليه والمحال أن يقول كل واحد منهما قبلت أو رضيت أو نحو ذلك مما يدل على القبول والرضا وهذا عند أصحابنا . (ص/ ۴۱۵)



کتاب الوكالة

☆.....وکالت کے مسائل.....☆

عقد وکالہ

مسئلہ (۴۹۳): کسی کام میں تصرف کرنے کے لیے اپنے بجائے، کسی دوسرے کو مقرر کرنا عقد وکالہ کہلاتا ہے ^(۱)، اور وہ جائز ہے۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : وهو إقامة الغير مقام نفسه في التصرف . (۲۳۵/۷ ، الوكالة)
ما في ” بدائع الصنائع “ : وهو تفويض التصرف والحفظ إلى الوكيل . (۱۵/۵ ، الوكالة)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وهو إقامة الغير مقام نفسه في تصرف جائز معلوم .

(۲۱۳/۸ ، کتاب الوكالة)

(۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : التوكيل صحيح بالكتاب والسنة ، قال تعالى : ﴿ فابعثوا احدكم بورككم ﴾ . و وكل عليه الصلاة والسلام حكيم بن حزام بشراء أضحية ، وعليه الإجماع . (۲۱۰/۸ ، کتاب الوكالة)

ما في ” البحر الرائق “ : وكان البعث فيهم بطريق الوكالة وشرع من قبلنا شرع لنا إذا قصه الله تعالى ورسوله من غير انكار ولم يظهر نسخه ، و وكل عليه السلام حكيم بن حزام بشراء أضحية و انعقد الإجماع . (۲۳۹/۷ ، کتاب الوكالة)

ما في ” الهداية “ : وقد صح أن النبي ﷺ وكل بالشراء حكيم بن حزام وبالتزويج عمر بن أم سلمة . (۱۶۱/۳ ، کتاب الوكالة)

وکالت میں جہالتِ فاحشہ

مسئلہ (۴۹۴): ایک شخص کسی سے تجارت کا مال منگوائے، اور وکیل سے صرف یہ کہے کہ؛ میرے لیے کپڑے خرید کر لانا، اور کپڑے کی نوعیت بیان نہ کرے، تو اس میں جہالتِ فاحشہ پائی جا رہی ہے، اس لیے یہ صورت شرعاً درست نہیں ہے۔^(۱)

کسی چیز کے خریدنے کا مطلق وکیل بنانا

مسئلہ (۴۹۵): اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے لیے گھوڑا خریدنے کا وکیل بنائے، اور مطلق کہے کہ؛ تم میرے لیے گھوڑا خرید لاؤ، تو شرعاً یہ وکالت درست ہے، کیوں کہ اس میں معمولی جہالت پائی جا رہی ہے، جو منافی وکالت نہیں ہے، نیز وکیل اپنے موکل کے لیے اس کی مالی حیثیت کا اندازہ لگا کر گھوڑا خریدیگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ”التنوير مع الدر والرد“ : لو وكله بشراء ثوب أو دابة لا يصح وإن سمي ثمناً للجهالة الفاحشة . (۲۲۰ / ۸ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء)
- ما في ”بدائع الصنائع“ : لا يجوز التوكيل به إلا بعد بيان النوع وذلك نحو أن يقول : اشتر لي ثوباً لأن الثوب يقع على أنواع مختلفة من ثوب الإبريسم والقطن والكتان وغيرهما فكانت الجهالة كثيرة فمنعت صحة التوكيل فلا يصح وإن سمي الثمن لأن الجهالة بعد بيان الثمن متفاحشة . (۲۱ / ۵ ، كتاب الوكالة ، التوكيل بحقوق العباد)
- ما في ”مجمع الأنهر“ : لا يصح التوكيل بشراء شيء يشمل أجناساً كالرقيق والثوب والدابة للجهالة الفاحشة . (۳۱۳ / ۳ ، باب الوكالة بالبيع والشراء) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات)
- (۲) ما في ”مجمع الأنهر مع الدر المنتقى“ : الأصل أنها إن عمت أو علمت أو جهلت =

کسی کو اپنے معاملات میں وکیل بنانا

مسئلہ (۴۹۶): حنفیہ کے نزدیک وکالت کی ابتداء دو قسمیں ہیں:

(۱) وکالت عامہ! (۲) وکالت خاصہ!

وکالت عامہ: کوئی شخص کسی دوسرے کو تمام کاموں میں وکیل بنادے، مثلاً یوں کہے کہ: ”أنت وکیل فی کل شیء“۔ تم ہر چیز میں میرے وکیل ہو۔ وکالت کی یہ صورت عند الحنفیہ جائز ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس عمومی وکالت کی وجہ سے وکیل کو، کون کون سے تصرفات کا حق حاصل ہوگا، اس بارے میں تین اقوال ہیں:

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ اس وکالت کی وجہ سے وکیل ہر قسم کے تصرف کا مالک بن جائے گا، یہاں تک کہ اسے یہ اختیار بھی حاصل ہوگا کہ اس عمومی وکالت کی بنیاد پر مؤکل کی بیوی کو طلاق دے دے، البتہ اگر کسی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ اس عمومی وکالت میں بیوی کو طلاق دینے (یا غلام کو آزاد کرنے) کی اجازت شامل نہیں، تو پھر اس کی اجازت نہ ہوگی۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ طلاق، عتاق (غلام کو آزاد کرنے) اور مؤکل کی طرف

=جہالة یسيرة وهي جهالة النوع المحض كفرس صحت (وکذا إن سمي نوع

الدابة كالفرس، والبغل أو بین ثمن الدار فقال: ابتع لي ما رأيت جاز).

(۳/۳۱۳، ۳۱۴، باب الوكالة بالبيع والشراء) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۲۴)

ما في ”رد المحتار“: (وكله بشراء ثوب هروي أو فرس أو بغل صح) بما يتحملة حال

الآمر. ”زيلعي“. در مختار. وفي الشامية: قوله: ”زيلعي“ عبارته لأن الوكيل قادر على

تحصيل مقصود المؤكل بأن ينظر في حاله. (۸/۲۱۹، باب الوكالة بالبيع والشراء)

سے کوئی چیز وقف کرنے کے علاوہ ہر قسم کے تصرف کی اجازت ہوگی، یعنی وکیل ان تین کاموں کے علاوہ ہر کام مؤکل کی طرف سے اس کا وکیل بن کر کر سکے گا، البتہ اگر کسی دلیل سے یہ معلوم ہو جائے کہ مؤکل کی طرف سے ان تین کاموں کی اجازت دی گئی ہے، تو پھر وکیل ان تین تصرفات کا بھی مالک ہو جائے گا۔

پہلے اور دوسرے قول میں فرق یہ ہے کہ۔ پہلے قول کے اعتبار سے اصل یہ ہے کہ وکالت تمام تصرفات و افعال کو شامل ہے، البتہ اگر کسی فعل کو مستثنیٰ کر دیا جائے، تو وہ مستثنیٰ ہو جائے گا، اور دوسرے قول کے اعتبار سے اصل یہ ہے کہ مذکورہ افعال عقد وکالت میں شامل نہیں، البتہ بعد میں کسی دلیل کے ذریعے ان کو شامل کیا جائے، تو وہ شامل ہو جائیں گے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس عمومی وکالت کی وجہ سے وکیل کو صرف عقود معاوضہ کرنے کی اجازت ہوگی، باقی معاملات جیسے طلاق، عتاق، ہبہ، وقف اور تبرعات وغیرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہی قول رائج ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وهو خاص وعام كانت وكيلى في كل شيء ، عم الكل حتى الطلاق . قال الشهيد : وبه يفتى . وخصه أبو الليث بغير طلاق وعتاق ووقف ، واعتمده في ” الأشباه “ ، وخصه قاضي خان بالمعاضات ، فلا يلي العتق والتبرعات وهو المذهب كما في ” تنوير البصائر “ و ” زواهر الجواهر “ . وسيجيء أن به يفتى ، واعتمده في ” الملتقط “ فقال : وأما الهبات والعتاق فلا يكون وكيله عند أبي حنيفة خلافاً لمحمد . [در مختار] . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله : واختلفوا في طلاق وعتاق ووقف ، فقليل يملك ذلك لإطلاق تعميم اللفظ ، وقيل لا يملك ذلك إلا إذا دل دليل =

کتاب المساقاة والمزارعة

☆.....مساقات ومزارعت کے مسائل.....☆

عقد مساقات

مسئلہ (۴۹۷): کچھ پیداوار کے بدلے درخت عامل کے حوالہ کرنے کا نام مساقات ہے، اور صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ) اس کے جواز کے قائل ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” البحر الرائق “ : هي معاقدة دفع الأشجار إلى من يعمل فيها على أن الثمرة بينهما وهي كالمزارعة يعني لا يجوز عند الإمام ويجوز عندهما .
(۲۹۸/۸ ، كتاب المساقات ، تبیین الحقائق : ۴۴۲/۶ ، كتاب المساقات)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : قال الجرجاني : هي دفع الشجر إلى من يصلحه بجزء من ثمره وهي جائزة شرعاً ، وهو قول المالكية والحنابلة والشافعية ومحمد وأبي يوسف من الحنفية وعليه الفتوى عندهم . (۱۱۲/۳۷) (قاموس الفقه : ۸۵/۵)

عقد مزارعت

مسئلہ (۴۹۸): مزارعت پیداوار کے کچھ حصے کے عوض بٹائی کے معاملہ کو کہتے ہیں، اور ظاہر روایت کے مطابق مزارعت کی صرف تین قسمیں جائز ہیں:

(۱) زمین اور بیج ایک جانب سے، اور بیل و عمل (محنت) دوسرے کی جانب سے۔

(۲) زمین ایک کی طرف سے اور بیل، بیج اور عمل و محنت دوسرے کی طرف سے۔

(۳) زمین بیل اور بیج ایک کی طرف سے، اور محنت دوسرے کی طرف سے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزيد والبقر والعمل للآخر ، أو الأرض له والباقي للآخر أو العمل له والباقي لآخر فهذه الثلاثة جائزة .

(۳۳۷/۹ ، كتاب المزارعة)

ما في ” الهداية “ : إن كانت الأرض لوحد والبقر والعمل لوحد جازت المزارعة لأن البقر آلة العمل وإن كان الأرض لوحد والعمل والبقر والبذر لوحد جازت لأنه استيجار الأرض ببعض معلوم من الخارج وإن كانت الأرض والبذر والبقر لوحد والعمل من الآخر جازت لأنه استأجره للعمل بآلة المستأجر .

(۴۰۹/۴ ، كتاب المزارعة ، بدائع الصنائع : ۲۶۰/۵ ، كتاب المزارعة)

(فتاویٰ حقانیہ: ۴۳۱/۶)

کسی ایک فریق کے لیے پیداوار کی ایک خاص مقدار متعین کرنا

مسئلہ (۴۹۹): اگر کوئی شخص اپنی زمین کسی دوسرے کو مزارعت کے طور پر دے، اس شرط پر کہ فلاں حصہ کی پیداوار میں لوں گا، اس طرح کی تعین کے ساتھ مزارعت کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ ہو سکتا ہے جس حصہ کی پیداوار کی شرط لگائی گئی ہے، اس حصہ میں کچھ بھی پیداوار نہ ہو، جب کہ اس صورت میں مالک زمین کا نقصان ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس حصہ کی پیداوار مالک زمین کے لیے متعین کی گئی اس میں زیادہ پیداوار ہو، جب کہ اس میں کاشتکار کا نقصان ہے، اور یہ مزاج شریعت کے خلاف ہے، اس لیے یہ صورت ناجائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الهداية “ : فإن شرط لأحدهما قفزاناً مسماة ، فهي باطلة ، لأن به تنقطع الشركة لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هذا القدر ، وصار كاشتراط دراهم معدودة لأحدهما في المضاربة . (۴ / ۱۰۴)

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة أو ما يخرج من موضع معين . (۳۳۲ / ۹)

ما في ” البحر الرائق “ : یعنی لو شرطاً لأحدهما قفزاناً معلومة تفسد لأنه يؤدي إلى قطع الشركة في المسمى . (۲۹۳ / ۸) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷۰/۱۷۱، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰

عقد مزارعت میں پیداوار سے ایک تہائی یا چوتھائی وصول کرنا

مسئلہ (۵۰۰): اگر کوئی شخص اپنی زمین مزارعت کے طور پر دے، اس شرط پر کہ کل پیداوار سے ایک تہائی یا چوتھائی حصہ میں لے لوں گا، یہ عقد شرعاً درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : وقال صاحب أبي حنيفة (أبو يوسف ومحمد) ، ومالك وأحمد وداود الظاهري ، وهو رأي جمهور الفقهاء : المزارعة جائزة ، بدليل أن النبي ﷺ عامل أهل خيبر بشطر ما يخرج من ثمر أو زرع والعمل والفتوى عند الحنفية على قول الصاحبين ، لحاجة الناس إليهم ولتعاملهم ، وهذا هو الراجح . وهي تشبه الشركة والإجارة ، فهي مشاركة في الناتج بين صاحب الأرض والمزارع بنسبة متفق عليها كالنصف أو الثلث للمزارع . (۲/۲۸۵ ، الفصل الخامس ، المزارعة والمساقاة ، المبحث الأول)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ومنها أن يكون ذلك البعض من الخارج معلوم القدر من النصف أو الثلث أو الربح أو نحوه . (۵/۲۳۵ ، كتاب المزارعة ، الباب الأول)

ما في ” كتاب الفقه على المذاهب الأربعة “ : حكم المزارعة وركنها وشروطها : الحنفية قالوا : ركن المزارعة الذي يتم العقد به هو الإيجاب والقبول بين المالك والعامل ، فإذا قال صاحب الأرض للعامل دفعت إليك هذه الأرض لتعمل فيها مزارعة بالنصف أو الثلث وقال العامل قبلت فقد تم التعاقد بينهما . (۸/۳ ، حكم المزارعة وركنها وشروطها وما يتعلق بها)



کتاب الرهن

☆.....گروی کے مسائل.....☆

عقد رهن

مسئلہ (۵۰۱): کسی حق کی وجہ سے کسی چیز کو روکے رکھنا، جس کے ذریعہ اس حق کو وصول کرنا ممکن ہو؛ رهن (گروی) کہلاتا ہے^(۱)، رهن کا ثبوت قرآن کریم و حدیث شریف دونوں سے ثابت ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : وشرعاً : جعل عين مَالِيَّةٍ وثيقةً بدين يُستوفى منها أو من ثمنها إذا تعذر الوفاء . (۱۷۵/۲۳)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : حبس شيء بحق يمكن استيفاءه منه .

(۲) ۴۲۵۷/۵ ، الفصل الثاني عشر المبحث الأول ، تعريف الرهن

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهَنَ مقبوضه﴾ .

(البقرة: ۲۸۳) . وفيه أيضاً : ﴿كل نفس بما كسبت رهينة﴾ . (المدثر: ۳۸)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها : ” أن النبي ﷺ اشترى من

يهودي طعاماً إلى أجل ورهنه درعه “ . (۳۴۱ / ۱ ، باب من رهن درعه) (قاموس الفقه : ۵۰۱/۳)

عقد رهن کی شرطیں

مسئلہ (۵۰۲): عقد رهن کی تین شرطیں ہیں: (۱) شئی مرہون معلوم ہو۔^(۱) (۲) شئی مرہون راہن کی ملکیت میں ہو۔^(۲) (۳) شئی مرہون بوقت عقد رهن موجود ہو۔^(۳)

بلا اجازت کسی کی چیز رهن رکھنا

مسئلہ (۵۰۳): ایک آدمی نے کسی دوسرے سے قرض لیا، اور کسی تیسرے شخص کی چیز اس کی اجازت کے بغیر بطور رهن رکھ دیا، شرعاً اس طرح کا معاملہ کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ شئی مرہون کا راہن کی ملکیت میں ہونا شرط ہے، اور وہ یہاں مفقود ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : أن يكون معلوماً كما يشترط في المبيع أن يكون معلوماً . (۴۲۳۳/۶)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وهو أن يكون معلوماً مقدور التسليم . (۱۹۵/۵ ، الرهن)

(۲) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : وأن يكون مملوكاً للراهن . (۴۲۳۳/۶)

ما في ” بدائع الصنائع “ : وهو أن يكون مملوكاً معلوماً مقدور التسليم .

(۵/۱۹۵ ، كتاب الرهن)

(۳) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مقدور التسليم فلا

يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم . (۴۲۳۱/۶ ،

بدائع الصنائع : ۵/۱۹۵ ، كتاب الرهن) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: جس/۲۳۶-۲۳۸)=

شیء مرہون پر مرہن کا قبضہ

مسئلہ (۵۰۴): شیء مرہون پر مرہن کا قبضہ ہونا ضروری ہے، لہذا مرہن اگر شیء مرہون راہن کے پاس امانت رکھ دے، یا اجرت پر دیدے، تو عقد رهن باقی نہیں رہے گا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۴) ما في ”بدائع الصنائع“ : وأما الذي يرجع إلى المرهون فأشياء : منها أن يكون محلاً قابلاً للبيع وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مالا مطلقاً متقوماً مملوكاً معلوماً مقدور التسليم . (۵/ ۱۹۵ ، كتاب الرهن ، الفتاوى الهندية : ۵/ ۴۳۲ ، كتاب الرهن ، الباب الأول) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿فَرِهْنِ مَقْبُوضَةً﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۳)
ما في ”الفتاوى الهندية“ : لا يجوز الرهن إلا مقبوضاً فقد أشار إلى أن القبض شرط جواز الرهن . (۵/ ۴۳۳)
ما في ”بدائع الصنائع“ : ومنها : أن يكون مقبوض المرتهن أو من يقوم مقامه وقال ابن أبي ليلى : لا يصح الرهن إلا بقبض المرتهن . (۵/ ۱۹۸ / ۱۹۹)
ما في ”الذخيرة للقرافي“ : إذا قبض الرهن ثم أودعه الراهن أو آجره إياه أو رده إليه بأي وجه كان ، خرج من الرهن . (ص / ۲۳۴ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص / ۲۵۵)

اڑتے ہوئے پرندے یا بھگوڑے غلام کو رہن میں رکھنا

مسئلہ (۵۰۵): صحت عقد رہن کی شرط یہ ہے کہ جس چیز کو رہن رکھا جا رہا ہے، راہن اُسے مرتہن کے حوالہ کرنے پر قادر بھی ہو، اگر حوالہ کرنے پر قادر نہ ہو، تو عقد رہن جائز و درست نہیں ہوگا، جیسے اڑتے ہوئے پرندے اور بھگوڑے غلام کا رہن پر رکھنا، کیوں کہ اس میں راہن شئی مرہون کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے۔^(۱)

غاصب یا متلف سے رہن کا مطالبہ

مسئلہ (۵۰۶): کسی شخص نے دوسرے کی کوئی چیز تلف کر دی، یا غصب کر کے ہلاک کر دیا، تو اس پر اس ضماناً اس شئی کی قیمت لازم ہوگی، اب اگر وہ ضمان کی ادائیگی کے لیے روپیہ پیسہ نہ پائے، تو اس سے کسی چیز کے رہن رکھنے کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فَرِهْن مَقْبُوضَةً ﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۳)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : لا يجوز الرهن إلا مقبوضاً فقد أشار إلى أن القبض شرط جواز الرهن .

(۵/۳۳۳) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۴۸)

ما في ” بدائع الصنائع “ : ومنها: أن يكون مقبوض المرتهن أو من يقوم مقامه وقال ابن أبي ليلى

: لا يصح الرهن إلا بقبض المرتهن . (۵/۱۹۸، ۱۹۹)

(۲) ما في ” بدائع الصنائع “ : والمضمون نوعان : دين وعين ، أما الدين فيجوز الرهن به بأي سبب

من الإتلاف والغصب والبيع ونحوها لأن الديون كلها واجبة على اختلاف أسباب وجوبها فكان

الرهن بها رهناً بمضمون فيصح . (۵/۲۰۶)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ويجوز الرهن بالأعيان المضمونة بعينها كالمغصوبة ، وبدل الخلع

والصداق وبدل الصلح . (۲۳/۱۷۹) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۷۱)

خریدار کا بیوپاری سے رهن کا مطالبہ

مسئلہ (۵۰۷): کسی شخص نے کسی سے کوئی چیز خریدی، مگر اسے اندیشہ یہ ہے کہ جو چیز میرے ہاتھ پہنچی گئی، ہو سکتا ہے وہ چوری کی ہو، اس لیے وہ بیوپاری سے اس کی کسی چیز کو اپنے پاس رهن رکھنے کا مطالبہ کرے، اسے فقہی اصطلاح میں ”رهن بالدرك“ کہا جاتا ہے^(۱)، حضرات فقہاء کرام کے نزدیک رهن کی یہ صورت باطل ہے، اور علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” العناية “ : إن الدرك هو رجوع المشتري بالثمن على البائع عند استحقاق المبيع . (۲۴۰/۶)

(۲) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : والمعاضات والتمليكات لا يصح أن تضاف إلى المستقبل لما في الإضافة من الخطر والغرر ، والرهن بالدرك من هذا القبيل .

(۴۲۲/۶) رهن بالدرك

ما في ” الهداية “ : والرهن بالدرك باطل والكفالة بالدرك جائزة ، والفرق أن الرهن للاستيفاء قبل الوجوب وإضافة التمليك إلى زمان في المستقبل لا تجوز . (۵۲۷/۲)

ما في ” كتاب الفقه على المذاهب الأربعة “ : وإذا اشترى شخص من آخر داراً ولكنه خشي أن تكون مملوكة لغيره ، أو لغيره فيها حق فأخذ منه رهناً على هذا الخوف ، فإن الرهن يقع باطلاً ويسمى رهن الدرك ، لأن الخوف ليس مالاً حتى يصح أن يكون سبباً للرهن .

(۲۷۶/۲) ، شروط الرهن ، الجوهرة النيرة : ۱/۵۱۷

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۷۳)

مشترک چیز رہن رکھنا

مسئلہ (۵۰۸): حنفیہ کے نزدیک شئی مشاع یعنی مشترک چیز کو رہن رکھنا جائز نہیں ہے^(۱)، جب کہ جمہور علماء (سوائے حنفیہ) رہن مشاع کو جائز قرار دیتے ہیں^(۲)، ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صدیقی اپنی کتاب ”مالی معاملات پر غرر کے اثرات“ میں رقم طراز ہیں کہ اگرچہ فقہائے احناف نے مشاع چیز کے رہن کو ناجائز قرار دیا ہے، لیکن ائمہ ثلاثہ کے دلائل بھی بہت قوی معلوم ہوتے ہیں، خصوصاً اس لیے کہ مشاع چیز کو رہن رکھنے سے قرضے کی وصولی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے، اور حنفی مسلک کے مطابق مشاع (مشترک) چیز کی بیع جائز ہے (اس لیے رہن مشاع بوقت ضرورت جائز ہونا چاہیے [مرتب])، نیز آگے تحریر فرماتے ہیں: البتہ عام حالات میں جہاں رہن مشاع کی واقعی ضرورت نہ ہو، اس سے بچنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : أما مذهب الحنفية فهو أن لا يجوز رهن المشاع .

(۲/۲۵۵، رهن المشاع)

(۲) ما في ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : وأما مذهب الجمهور غير الحنفية : فهو أنه يصح رهن المشاع أو هبته أو التصديق به أو وقفه ، كرهن كله ، من الشريك وغيره ، محتملاً للقسمة أم لا ، لأن كل ما يصح بيعه يصح رهنه ، ولأن الغرض من الرهن استيفاء الدين من ثمن المرهون ببيعه عند تعذر الاستيفاء من غيره ، والمشاع قابل للبيع ، فأمكن الاستيفاء من ثمنه والقاعدة عندهم كل ما جاز بيعه جاز رهنه من مشاع وغيره . (۲/۲۵۶، رهن المشاع)

(۳) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۶۰-۲۶۴)

شیء مرہون راہن کو عاریت پر دینا

مسئلہ (۵۰۹): شیء مرہون پر مرہن کا دائمی قبضہ ضروری ہے، اور دائمی قبضہ سے مراد یہ ہے کہ مرہونہ چیز حسی طور پر بالفعل مرہن کے قبضے میں ہمیشہ رہے، بلکہ مرہن کو مرہونہ چیز کا قبضہ کرنے کا دائمی حق رہے، یعنی وہ جس وقت چاہے مرہونہ چیز پر قبضہ کر کے اپنا قرض وصول کر لے^(۱)، اس لیے عاریت کے معاملے میں حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر مرہن نے راہن کو شیء مرہون عاریت پر دیدی، تو اس سے عقد رهن ختم نہ ہوگا، البتہ وہ چیز جب تک راہن کے پاس رہے گی، مرہن کے ضمان سے نکل جائے گی، پھر جب مرہن دوبارہ اس پر قبضہ کر لے گا، تو مرہن کے ضمان میں داخل ہو جائے گی۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” المبسوط للسرخسي “ : ولسنا نعي وجود يد المرتهن حيناً وإنما نعي استحقاق دوام اليد وبالإعادة من الراهن أو الغصب لا ينعدم الاستحقاق .

(۲۱/۶۷، کتاب الرهن)

(۲) ما في ” الهداية “ : وإذا أعار المرتهن الرهن للراهن لخدمته أو ليعمل له عملاً فقبضه خرج من ضمان المرتهن لمنافاة بين يد العارية ويد الرهن ، فإن هلك في يد الراهن هلك بغير شيء لفوات القبض المضمون ، وللمرتهن أن يسترجعه إلى يده لأن عقد الرهن باق إلا في حكم الضمان في الحال .

(۲/۵۳۰، کتاب الرهن ، باب التصرف في الرهن والجناية عليه وجنابته على غيره)

راہن یا مرہن کا انتقال ہو جائے

مسئلہ (۵۱۰): دو شخصوں نے عقد رہن کیا، اور شئی مرہون پر قبضہ سے پہلے ہی کوئی ایک پاگل ہو گیا، یا مرگیا، یعنی عقد کا اہل نہیں رہا، تو حنفیہ کے نزدیک عقد رہن باطل ہو جائے گا^(۱)، جب کہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عقد رہن باطل نہیں ہوگا، بلکہ راہن کا ولی اس کا قائم مقام ہو جائے گا^(۲)، اور مالکیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر راہن عقد کرنے کا اہل نہ رہے، تو یہ عقد باطل ہو جائے گا، لیکن مرہن اگر عقد کے قابل نہ رہے، تو عقد باطل نہ ہوگا، اس لیے کہ عقد رہن مرہن کے قول سے مکمل ہوا ہے، اور اس کو باقی رکھنے میں مرہن کی منفعت بھی ہے، جب کہ عقد کو باطل قرار دینے میں اس کا نقصان ہے، لہذا مرہن کے ولی کو اس کے قائم مقام قرار دے کر عقد رہن صحیح ہوگا۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في "الفقه الإسلامي وأدلته" : فإن جن أحد العاقدین بعد العقد ، وقبل القبض ، أو عته أو مات ، بطل العقد عند الحنفية لزوال أهلية العاقد قبل تمام العقد . (۴۲۴۱/۶)
- (۲) ما في "الفقه الإسلامي وأدلته" : وقال الشافعية في الأصح والحنابلة : لا يبطل الرهن ، كالبیع الذي فيه الخيار ، ويقوم ولي المجنون أو المعتوه مقامه ، كما يقوم الوارث مقام الميت المورث . (۴۲۴۱/۶) ، شروط القبض
- (۳) ما في "الفقه الإسلامي وأدلته" : وقال المالكية : يبطل الرهن بموت الراهن أو جنونه أو إفلاسه ، أو مرضه المتصل بموته قبل القبض ، ولا يبطل بموت المرتهن ، أو تفليس ، أو الحجر عليه للمجنون ، لأن العقد تم بالقبول ، وفي إضاة منفعة ظاهرة للمرتهن ، فيقوم وارثه مقامه في القبض . (۴۲۴۲/۶) ، شروط القبض (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۵۴)

عقد رهن سے رجوع

مسئلہ (۵۱۱): عقد رهن اسی وقت صحیح ہوگا جب رهن، شئی مرہونہ کو مرتهن کے سپرد کرے، اور مرتهن اس پر قبضہ کر لے^(۱)، لیکن اگر رهن شئی مرہونہ پر قبضہ دینے سے پہلے ہی رهن رکھنے سے انکار کرتا ہے، تو شرعاً یہ جائز و درست ہے، کیوں کہ شئی مرہونہ پر قبضہ دینے سے پہلے، رهن کے لیے عقد رهن کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فرهن مقبوضة﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۳)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : اتفق العلماء في الجملة على أن القبض شرط في الرهن ، ودليلهم قوله تعالى : ﴿فرهن مقبوضة﴾ . [البقرة : ۲۸۳] فلو لم يبدون القبض لم يكن للتقييد به فائدة ، فقد علقه سبحانه بالقبض فلا يتم إلا به ولأن الرهن عقد تبرع أو إرفاق (أي نفع) يحتاج إلى القبول ، فيحتاج إلى القبض ليكون دليلاً على إمضاء العقد .

(۲/۲۳۷ ، المطلب الخامس)

(۲) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : قال الجمهور غير المالكية : القبض ليس شرط صحة وإنما هو شرط لزوم الرهن فلا يلزم الرهن إلا بالقبض فما لم يتم القبض يجوز للراهن أن يرجع عن العقد وإذا سلمه الراهن للمرتهن وقبضه لزم الرهن ولم يجوز للراهن أن يفسخه وحده بعد القبض . (۲/۲۳۷ ، المطلب الخامس ، شرط تمام الرهن ، قبض المرهون)

(مالي معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۳۸، ۲۳۹)

مرہون پر قبضے کے لیے راہن کی اجازت

مسئلہ (۵۱۲): صحت عقد رہن کے لیے شئی مرہون پر قبضہ شرط ہے، اور قبضہ کے لیے راہن کی اجازت ضروری ہے، اس کے بعد ہی رہن کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اگر مرتہن شئی مرہون پر راہن کی اجازت کے بغیر زبردستی قبضہ کر لے، تو اس صورت میں یہ عقد رہن صحیح نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے احکام جاری ہوں گے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : أولاً : أن يكون بإذن الراهن ، اتفق العلماء على أنه لا بد لصحة القبض من إذن الراهن بالقبض ، إذ به يلزم الرهن ، ويسقط حق الراهن في الرجوع عن الرهن ، فإن تعدى المرتهن فقبضه بغير إذنه لم يثبت حكمه وكان بمنزلة من لم يقبض رهنًا . (۲ / ۴۲۴۰ ، المطلب الخامس ، شروط القبض)

ما في ” بدائع الصنائع “ : منها : أن يكون بإذن الراهن ؛ لما ذكرنا في الهبة أن الإذن بالقبض شرط صحته فيما له صحة بدون القبض وهو البيع فلأن يكون شرطاً فيما لا صحة له بدون القبض أولى ، ولأن القبض في هذا الباب يشبه الركن كما في الهبة فيشبهه القبول ، وذا لا يجوز من غير رضا الراهن ، كذا هذا . (۵ / ۱۹۹ ، كتاب الرهن ، الكلام في القبض)

ما في ” المذهب للشيرازي “ : لم يلزم من غير قبض كالهبة فإن كان المرهون في يد الراهن لم يجز للمرتهن قبضه إلا بإذن الراهن ، لأن للراهن أن يفسخه قبل القبض فلا يملك المرتهن إسقاط حقه من غير إذنه . (۱ / ۳۰۵ ، بحواله مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص / ۲۴۹)

رہن رکھتے وقت قرض کی صراحت

مسئلہ (۵۱۳): ایک شخص پر کسی دوسرے شخص کے دوا لگ الگ قرض ہیں، اور وہ رہن رکھتے وقت یہ صراحت نہ کرے کہ یہ رہن قرض اول کے بدلے ہے، یا قرض ثانی کے بدلے، تو یہ عقد رہن شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ صحت عقد رہن کے لیے شرط ہے کہ مرہون بہ معلوم ہو؛ یعنی یہ کس قرض کے بدلے ہے؟^(۱)

اپنے ماتحت کی کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھنا

مسئلہ (۵۱۴): باپ اپنے بچے، اور وصی یتیم کی کسی چیز کو رہن پر رکھے، تو شرعاً یہ جائز و درست ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ”بدائع الصنائع“ : منها أن يكون محلاً قابلاً للبيع وأن يكون معلوماً .
(۸/ ۱۴۱ ، كتاب الرهن ، فصل في تفضيل الشرائط)
ما في ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : الشرط الثالث : أن يكون الحق المرهون به معلوماً ، فلا يصح الرهن بحق مجهول ، فلو أعطاه رهناً بأحد دينين له ، دون أن يعينه ، لم يصح الرهن .
(۵/ ۴۲۸ ، المطلب الثالث ، شروط المرهون به) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۷۰)
(۲) ما في ”بدائع الصنائع“ : فأما كونه مملوكاً للراهن فليس بشرط لجواز الرهن حتى يجوز رهن مال الغير بغير إذنه بولاية شرعية ، كالأب والوصي يرهن مال الصبي بدينه وبدين نفسه . (۵/ ۱۹۶ ، شرائط الرهن)
ما في ”الفقه الحنفي في ثوبه الجديد“ : ولأب أن يرهن بدين عليه متاعاً لطفله ، لأن له إيداعه ، وهذا أولى لهلاكه مضموناً ، ولأن قيام المرتهن بحفظه أبلغ مخافة الغرامة ، بينما الوديعة أمانة وهي غير مضمونة ، والوصي كذلك ، وقال أبو يوسف وزفر : لا يملك ذلك وقولهما قياس ، والأول الظاهر وهو الاستحسان . (۴/ ۴۶۹ ، حكم رهن الأب والوصي مال الصغير) =

شیرز کو بطور رهن رکھنا

مسئلہ (۵۱۵): فقہائے احناف رحمہم اللہ نے مشاع چیز کے رهن رکھنے کو ناجائز قرار دیا ہے^(۱)، لیکن ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ) اس کے جواز کے قائل ہیں، اور ان کے دلائل بھی قوی و مضبوط ہیں، لہذا شیرز کو بطور رهن رکھنا جائز ہونا چاہیے، اور ”المجلس الشرعي البحرين“ نے اسلامی مالیاتی اداروں کو مشاع چیز کے رهن رکھنے کی اجازت دی ہے، البتہ یہ شرط عائد کی ہے کہ مشاع چیز کے اندر حصہ مرہونہ کی تحدید ضروری ہے، یعنی یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اس کا اتنے فیصد حصہ رهن ہے۔^(۲)

== ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : يجوز للإنسان كما بان سابقاً أن يرهن ملك الغير بإذنه كالمستعار والمستأجر ، وليس لأحد رهن ملك غيره إلا بولاية عليه ، فإذا لم يكن له ولاية في الرهن ، وسلم المرهون إلى المرتهن كان بهذا التسليم متعدياً وغاصباً .

(۲۶۵/۶ ، رهن ملك الغير) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۳۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وإنما لم يجز لأن موجب الرهن الحبس الدائم ، وفي المشاع يفوت الدوام لأنه لا بد من المهايأة فيصير كأنه قال : رهنك يوماً دون يوم ، وتماه في الهداية .

(۹/۱۰ ، باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز ، بدائع الصنائع : ۲۰۵/۵ ، الهداية : ۵۰۸/۲)

(۲) ما في ” المغنى لابن قدامة “ : فصل : وكل عين جاز بيعها جاز رهنها لأن مقصود الرهن الاستيثاق بالدين في استيفائه من ثمن الرهن إن تعذر استيفائه من ذمة الراهن ، وهذا يتحقق في كل عين جاز بيعها ، ولأن ما كان محلاً للبيع كان محلاً لحكمة الرهن ومحل الشيء محل الحكمة إلا أن يمنع مانع من ثبوته أو يفوت شرط فينتفي الحكم لإنتفائه فيصح رهن المشاع لذلك ، وبه قال ابن أبي ليلى ومالك والبيهقي والأوزاعي وسواء والعنبري =

شیء مرہون سے متعلق کاغذات مرہن کے حوالہ کرنا

مسئلہ (۵۱۶): عصر حاضر میں رهن کی ایک جدید صورت بہت زیادہ متعارف اور مروج ہے، جسے ”رهن سائل“ (Floating Charge) کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں رهن شیء مرہونہ مرہن کے حوالہ نہیں کرتا، بلکہ اس کے بجائے اس کی ملکیت کے کاغذات قبضہ میں دیدیتا ہے، جیسے گھر رهن رکھا تو مرہن گھر اپنے قبضہ میں نہیں لیتا، بلکہ اس کی ملکیت کے کاغذات اپنے پاس رکھتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رهن متعلقہ کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے مرہونہ چیز آگے فروخت نہیں کر سکتا، اور مرہن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اگر وقت مقررہ پر اس کا دین وصول نہ ہو، تو وہ اس چیز کو فروخت کر کے اپنا حق وصول کر سکتا ہے، گویا یوں سمجھا جائے گا کہ مرہن کا اس پر قبضہ باقی ہے، اور یہ قبضہ حکمی کہلائے گا، ”رهن سائل“ میں فریقین (رهن و مرہن) کو مصلحت اور فائدہ حاصل ہے، مرہن کا فائدہ یہ ہے کہ وہ شیء اس کے ضمان میں نہیں رہتی، اور رهن کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اسے استعمال کرتا رہتا ہے، اور خاص طور پر بین الاقوامی تجارت میں جہاں بائع اور مشتری دونوں مختلف شہروں میں رہتے ہوں، اس

= والشافعي وأبو نؤر . (۴۰۷/۴)

ما في ” المعايير الشرعية “ : ويجوز رهن المشاع مع تحديد النسبة المرهونة منه ، من ذلك رهن الأسهم . (۱۴۲۳ ، ۲۰۰۲ ، الهيئة ، الهيئة المحاسبية والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية ، البحرين : ص / ۶۴ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص / ۲۶۴ ، الفقه علی المذاهب الأربعة : ۲ / ۲۷۳ ، شروط الرهن)

وقت شئی مرہون پر قبضہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اس لیے کہ شئی مرہون کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں بڑے اخراجات ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں دین کی توثیق کی ”رہن سائل“ کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی، لہذا اس کے اندر حصر اور تضییق کی ضرورت نہیں، اور ظاہراً یہ جائز ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الحنفي في ثوبه الجديد “ : الرهن شرعاً : حبس الشيء بحق يمكن أخذه منه كالدين وقوله : (يمكن استيفاؤه منه) أى يمكن استيفاء الحق من الرهن . (۴/۲۴۱ ، الرهن) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : الرهن شرعاً : جعل عين مالية وثيقة بدين يستوفي منها أو من ثمنها إذا تعذر الوفاء . (۲۳/۱۷۵ ، رهن) ما في ” بحوث في قضايا فقهية معاصرة “ : الرهن السائل : وهناك نوع آخر من الرهن يوجد في قوانين كثير من البلاد الإسلامية ، لا يقبض فيه المرتهن على الشيء المرهون ، وإنما يبقى بيد الراهن ، ولكن يحق للدائن إذا قصر الدين في الأداء ، أن يطالب ببيع استيفاء لدينه من حصيلة بيعه ، وهذا النوع من الرهن يسمى أحياناً ” الرهن الساذج “ (Simple Mortgage) وأحياناً ، ” الذمة السائلة “ (Floating Charge) وهذا مثل أن يرهن الدين سيارته لدى الدائن ، ولكن تبقى السيارة بيد الدين الراهن ، يستعملها لصالحه كيف يشاء ، ولكن لا يجوز له نقل ملكيتها إلى شخص ثالث حتى يفتك الرهن السائل بتسديل الدين ، ويثبت للدائن المرتهن حق في بيعها إذا قصر صاحبها في أداء دينه ولكن ههنا ملاحظ أذكرها لتأمل الفقهاء المعاصرين ، وهي : ۱- إن المرتهن في (الرهن السائل) وإن كان لا يقبض الشيء المرهون ولكنه في عموم الأحوال يقبض على مستندات ملكيته ۲- إن علة اشتراط القبض في الرهن ، كما ذكره الفقهاء ، هو تمكن المرتهن من استيفاء دينه ببيع ذلك الشيء عند الحاجة ، وإن هذا المقصود حاصل في (الرهن السائل) على أساس مشروط الاتفاقية المعترف بها قانوناً ، فيحتمل يكون القبض الحسي غير لازم في الصورة المذكورة ، لحصول المقصود بهذه المشروط المقررة . ۳- المقصود =

شیء معدوم کو رهن رکھنا

مسئلہ (۵۱۷): رهن کی شرائط میں سے ہے کہ شیء مرہونہ بوقت عقد موجود اور مقدور التسليم ہو، معدوم نہ ہو، جیسے یوں کہنا: میری بکری جو بچہ جنے گی میں اسے رهن رکھتا ہوں، یا یوں کہنا: میرے درخت پر اس سال جو پھل آئے گا وہ رهن رکھتا ہوں، ان صورتوں میں رهن کی شرائط مفقود ہیں، اس لیے رهن کا یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہے۔^(۱)

==من الرهن هو توثيق الدين ، وقد أجازت الشريعة لحصول هذا المقصود أن يحبس الدائن ملك المديون ويمنعه عن التصرف فيه إلى أن يتم تسديد الدين ، فإن رضي الدائن بحصول مقصوده بأقل من ذلك وهو أن يبقى العين المرهونة بيد الراهن ، ويبقى للمرتهن حق الاستيفاء فقط ، فلا يرى في ذلك أي محذور شرعي .

(ص/۱۴-۱۶ ، الرهن السائل ، أحكام البيع بالتقسيط ، مكتبة وحيدية دہلی)
(انعام الباری: ۸۲۰/۷ ، اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۱۰۰/۳ ، مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۶۵)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : وأما الذي يرجع إلى المرهون فأنواع : منها أن يكون محلاً قابلاً للبيع ، وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مائلاً ، مطلقاً ، متقوماً ، مملوكاً ، معلوماً ، مقدور التسليم ؛ ونحو ذلك ، فلا يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ، ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم ، كما إذا رهن ما يثمر نخيله العام ، أو ما تلد أغنامه السنة أو ما في بطن هذه الجارية ونحو ذلك . (۸/۱۴۱ ، كتاب الرهن ، بيروت)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : فلا يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم ، كما لو رهن ما يثمر شجرة هذا العام ، أو تلد أغنامه هذه السنة ، أو رهن الطير الطائر والحيوان الشارد ، ونحوه مما لا يتأتى في استيفاء الدين منه ولا يمكن بيعه . (۶/۲۳۱ ، الفصل الثاني عشر ، الرهن ، المطلب الرابع ، شروط المال المرهون ، الفتاوى الهندية : ۴۳۲/۵ ، الرهن)

مرتهن کارہن سے نفع حاصل کرنا

مسئلہ (۵۱۸): مرتهن کا شئی مرہونہ سے فائدہ اٹھانا، نفع حاصل کرنا بالکل

جائز نہیں ہے، گرچہ راہن نے صراحۃً اجازت دی ہو، یا عرفاً اس کار واج ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى : لا يجوز للمرتهن الانتفاع بشيء من الرهن ولا للراهن أيضاً . (۱ / ۶۴۴)

ما في ” البحر الرائق “ : ولا ينتفع المرتهن بالرهن استخداماً وسكنياً ولبساً وإجارة ، لأن الرهن يقتضي الحبس إلى أن يستوفي دينه دون الإنتفاع فلا يجوز الإنتفاع إلا بتسليط منه .

(۸ / ۴۳۸ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في ” رد المحتار “ : لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن ، لأنه أذن له في الربا ، لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون رباً ، وهذا أمر

عظيم . (۱۰ / ۷۰)

(فتاویٰ محمودیہ : ۲۰ / ۱۲۵ ، جامع الفتاویٰ : ۴ / ۶۳۳ ، احسن الفتاویٰ : ۸ / ۴۹۸ ، دارالاشاعت کراچی)



کتاب الغصب

☆.....غصب کے مسائل.....☆

میو نیسپٹی کی زمین پر قبضہ و تصرف

مسئلہ (۵۱۹): سرکاری زمینیں جو پینچائیت یا میو نیسپٹی وغیرہ کی زمینیں کہلاتی ہیں، یا شارع عام، جس کے ساتھ عوام کا حق استفادہ متعلق ہوتا ہے، انہیں متعلقہ محکمہ کی اجازت کے بغیر اپنے قبضہ و تصرف میں لانا اور عوام کو تکلیف و مشقت میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۸)
ما في ” روح المعاني “ : والمراد من الأكل ما يعم الأخذ والاستيلاء ، وعبر به لأنه أهم الحوائج ، وبه يحصل اتلاف المال غالباً . (۲/۲۳۲)
وما في ” روح المعاني “ : (الباطل) الحرام كالسرقة والغصب ، وكل ما لم يأذن بأخذه الشرع . (۲/۱۰۵)
ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : اتفق العلماء من أهل السنة على أن من أخذ ما وقع عليه اسم مال قلّ أو كثر انه يفسق بذلك وانه محرم عليه أخذه . (۲/۳۳۰)
ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغِيرٍ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بِهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۸)
ما في ” فتح القدير للشوكاني “ : (والذين يؤذون) بوجه من وجوه الأذى ، من قول أو فعل ومعنى (بغير ما اكتسبوا) أنه لم يكن ذلك لسبب فعلوه يوجب عليهم الأذية ويستحقونها به . (۲/۳۲۶)=

==ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة لأن أذاه في الجملة حرام . (۲۴۰ / ۱۴)

ما في ” الصحيح لمسلم “ : قال رسول الله ﷺ : ” إن دماءكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا “ . (۱۰۰ / ۵ ، بيروت)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن سعيد بن زيد قال : قال رسول الله ﷺ : ” من أخذ شبراً من الأرض ظلماً ، فإنه يطوّقه يوم القيامة من سبع أرضين “ .

(ص / ۵۷۱ ، كتاب بدء الخلق ، باب ما جاء في سبع أرضين ، بيروت)

ما في ” فتح الباري شرح البخاري “ : قال الخطابي : قوله : (طوفه) له وجهان : أحدهما : أن معناه أنه يكلف نقل ما ظلم منها في القيامة إلى المحشر الثاني : معناه أنه يعاقب بالخسف إلى سبعين أرضين ، أي فتكون كل أرض في تلك الحالة طوقاً في عنقه . انتهى وفي الحديث تحريم الظلم والغصب ، وتغليظ عقوبته ، وإمكان غصب الأرض ، وأنه من الكبائر ، قاله القرطبي . (۱۳۰ / ۵)

ما في ” رد المحتار “ : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ، ولا ولايته .

(۲۴۰ / ۹ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في ” الهداية “ : وعلى الغاصب ردّ العين المغصوبة ، معناه : ما دام قائماً ، لقوله عليه السلام : ” لا يحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لاعباً ولا جاداً ، فإن أخذه فليردّ عليه “ .

(۳۷۳ / ۳ ، كتاب الغصب ، كذا في مجمع الأنهر : ۸ / ۷ ، كتاب الغصب ، تبين الحقائق :

۳۱۵ / ۶ ، كتاب الغصب)

(فتاوى محمودية : ۱۷ / ۱۴۲ ، ۱۴۳ ، كراچی ، كفايت المفتی : ۸ / ۱۷۵ ، جدید مسائل کامل : ص / ۳۰۰)

کمیونسٹ ملک میں رہائش پذیر مسلموں کے اموال

مسئلہ (۵۲۰): اگر کسی ملک پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہو جائے، اور اکثر مسلمان وہاں سے ہجرت کر جائیں، اور بعض مسلمان باقی رہ جائیں، تو جن لوگوں نے کمیونسٹوں کے قبضے کے بعد ہجرت نہیں کی اور انہیں کے ساتھ رہ رہے ہیں، اور مجاہدین کے خلاف ان کی اعانت نہیں کرتے ہیں، تو اگرچہ یہ لوگ ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں، لیکن شریعت مقدسہ ان کو قصداً و ارادۃً قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے، البتہ ان کے اموال کو ضبط کرنا جب کہ اس سے کفار کو فائدہ پہنچ رہا ہو، درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمُشْرِكِينَ ظَالِمِينَ أَنفُسِهِمْ ، قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ، قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ، قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ، فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ . (النساء : ۹۷)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : ﴿أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً﴾ ويفيد هذا السؤال والجواب أنهم ماتوا مسلمين ظالمين لأنفسهم في تركهم الهجرة . (۳۴۶/۵)

ما في ” كتاب شرح السير الكبير “ : لو رمى رجل من المسلمين رجلاً واقفاً في صف المشركين وهو مسلم قد جاء به المشركون مكرهاً ، والرامي لا يعلم أنه مسلم ، أو يعلم إلا أنه لم يتعمده بالرمية ، أو تعمد به وهو لا يدري أنه مسلم ، فهذا كله سواء ، وليس على الرامي فيه دية ولا كفارة ، لأنه قد حل له الرمي إلى صف المشركين مطلقاً إلا أن يعلم مسلماً بعينه قد جاء به العدو مكرهاً ، فتعمد بالرمي وهو يعلم حاله فحينئذ يلزمه القود في القياس ، لأنه عمد محض ، والعمد موجب للقعود ، وهذا قياس يؤيده بالنص ، وهو قوله عليه السلام : ” العمد قود “ . وفي الاستحسان لا قود عليه ، لأنه في صف المشركين ، والرمي إلى =

بزور و بردستی کسی کی زمین لے لینا

مسئلہ (۵۲۱): کسی شخص کا اپنے گھر کی توسیع کے لیے کسی دوسرے شخص کی زمین کو اس کی رضامندی کے بغیر لے لینا، جب کہ اس شخص کا نام بھی دستاویزات میں لکھا ہو، شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ کسی کی زمین غصب کرنا گناہ کبیرہ ہے، بروز قیامت غاصب کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا^(۱)، لہذا اگر کسی شخص نے کسی کی کوئی زمین غصب کر لی ہو، تو اس کو چاہیے کہ شخص آخر کی زمین خالی کر کے واپس دیدے^(۲)، یا بلبے وغیرہ کی قیمت

=صفہم مباح، ولكن عليه الدية في ماله .

(۲۲۴/۳، باب قلع الماء عن أهل الحرب وتحريق حصونهم ونصب المجانيق عليها) ما في ”رد المحتار“ : نحاربهم (أهل الحرب) بنصب المجانيق وحرقتهم وغرقهم، وقطع أشجارهم ورميهم، لكن جواز التحريق والتغريق مقيد كما في شرح السير، بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظيمة، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز، لأن فيه إهلاك أطفالهم ونسائهم ومن عندهم من المسلمين .

(۱۶۰/۲، كتاب الجهاد، مطلب في أن الكفار مخاطبون ندباً)

ما في ”بدائع الصنائع“ : لو أسلم حربي في دار الحرب ولم يهاجر إلينا فقتله مسلم عمداً أو خطأ فلا شيء عليه إلا الكفارة، وعند أبي يوسف عليه الدية في الخطايا .

(۶۹/۲، كتاب السير، لو أسلم أحد الأيوين)

ما في ”الفتاوى الكاملية“ : من يدخل تحت جوارهم وأمانهم من غير إعانة لهم بنفسه وبماله ولا يكون عيناً لهم علينا ولا رداً دونهم لا يباح قتله، وإنما هو عاص معصية لا تبيح ما عصمه الإسلام من دمه وماله، وإنما أبيع أخذ أموالهم أيضاً لكونهم يعينون به العدو على مقاتل الإسلام ومقاومته ومناواته ومناهفته، فأبيع أخذه لذلك . (بحوال فتاوى حقانية: ۳۰۶/۵)=

لے لے اور وہ مکان اس شخص کو دیدے، یا زمین کی قیمت شخص آخر کو دیدے، اس طرح یہ زمین اس کی ہو جائے گی، غرض کہ آپسی سمجھوتہ سے معاملہ حل کر لیا جائے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا يأخذ أحد شبراً من الأرض بغير حقه إلا طوقه الله إلى سبع أرضين يوم القيامة “ .

(۳۳/۲ ، كتاب المساقات ، باب تحريم الظلم والغصب)

ما في ” التنوير مع الدر والرد “ : (ومن بنى أو غرس في أرض غيره بغير إذنه أمر بالقلع والرد) وللمالك أن يضمن له قيمة بناء أو شجر أمر بقلعه إن نقصت الأرض به .

(۲۳۴/۹ ، كتاب الغصب ، قبيل مطلب زرع في أرض . الخ)

(۲) ما في ” شرح المجلة “ : إن كان المغصوب أرضاً فبنى الغاصب فيها بناءً أو غرس فيها أشجاراً فإنه يؤمر بقلعها ورد الأرض ، وإن كانت قيمة البناء والغراس أكثر من قيمة الأرض . (ص/ ۵۰۲ ، رقم المادة : ۹۰۶)

(۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ . (سورة النساء : ۱۲۸)

ما في ” حاشية الشلبي على تبیین الحقائق “ : ﴿الصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ . [النساء : ۱۲۸] عرف بالألف واللام فيقتضي أن يكون كل الصلح خيراً وكل خير مشروع .

(۴۶۷/۵ ، كتاب الصلح ، بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ : ۱۳۴/۱۷ ، کراچی)



کتاب اللقطہ

☆.....لقطہ کے مسائل.....☆

سیلاب میں بہہ کر آئی چیزوں کا استعمال

مسئلہ (۵۲۲): سیلاب وغیرہ میں بہت سی چیزیں بہہ کر آتی ہیں، ان کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں، کیوں کہ یہ لقطہ کی طرح ہیں، اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ مالک کو تلاش کر کے اس کے حوالہ کیا جائے، ہاں! اگر خود غریب مصرف صدقہ ہے، تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے، لیکن اگر مالک آئے اور مطالبہ کرے، تو اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کر دے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : اللقطة أمانة إذا أشهد الملتقط أن يأخذها ليحفظها فيردّها على صاحبها . (۲۹۱/۲)

ما في ” البحر الرائق “ : قوله : وينتفع بها لو فقيراً ولا تصدّق على أجنبي ، ولأبويه وزوجته ، وولده لو فقيراً ، أن ينتفع الملتقط باللقطة بأن يملكها ، بشرط كونه فقيراً نظراً من الجانبين كما جاز الدفع إلى فقير آخر . (۲۶۴/۵)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : إن كان الملتقط محتاجاً فله أن يصرف اللقطة إلى نفسه بعد التعريف ، وإن كان الملتقط غنياً لا يصرفها إلى نفسه ، بل يتصدق على أجنبي أو أبويه ، أو ولده ، أو زوجته إذا كانوا فقراء . (۲۹۱/۲)

ما في ” رد المحتار “ : وفي القنية : لو رجا وجود المالك وجب الإيصال ، فإن جاء مالکها بعد التصديق خير بين إجازة فعله ، ولو بعد هلاكها . (در مختار) . وفي الشامية : (وفي القنية) وما يتصدق به الملتقط بعد التعريف وغلبه ظنه أنه لا يوجد صاحبه لا يجب إيصاله ، وإن كان يرجو وجود المالك وجب الإيصال ، والمراد الإيصال بضمانها إذا ظهر صاحبها ، ولم يجز تصديق الملتقط لا الإيصال بعينها قبل التصديق بها ، لكنه مفهوم بالأولى ، فلذا عمم الشارح . (۳۳۸/۲) ، مجمع الأنهر : (۵۲۶/۲)

کتاب الہبۃ والوصیۃ

☆.....ہبہ اور وصیت کے مسائل.....☆

عقد ہبہ

مسئلہ (۵۲۳): بلا عوض اپنی زندگی میں کسی شخص کو اپنے مال کا مالک بنانے کا نام ہبہ ہے^(۱)، اور ہبہ امر مشروع ہے^(۲)، ہبہ کے مکمل ہونے کے لیے قبضہ کا ہونا ضروری ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التعريفات للجرجاني “ : الهبة في اللغة : التبرع . وفي الشرع : تملك العين بلا عوض . (ص / ۲۵۱)

ما في ” مجمع الأنهر “ : هي تملك عين بلا عوض . (۳ / ۸۹)

(۲) ما في ” مجمع الزوائد “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : ” تهادوا تحابوا “ . (۱۸۵ / ۲ ، كتاب البيوع ، باب الهدية)

ما في ” الهداية “ : الهبة عقد مشروع لقوله عليه السلام : ” تهادوا تحابوا “ . وعلى ذلك انعقد الإجماع . (۳ / ۲۸۳)

ما في ” مجمع الأنهر “ : وهي أمر مندوب وصنع محمود محبوب ، قال ﷺ : ” تهادوا تحابوا “ . (۳ / ۹۰ ، كتاب الهبة ، تبیین الحقائق : ۴ / ۸۸) (قاموس الفقہ : ۵ / ۳۲۶)

(۳) ما في ” الهداية “ : وتصح بالإيجاب والقبول والقبض والقبض لا بد منه لثبوت الملك . (۳ / ۲۸۳ ، كتاب الهبة) (كتاب التناوی : ۶ / ۳۱۷ ، ۳۱۸ ، نعيمہ)

ما في ” تبیین الحقائق “ : وأما القبض فلا بد منه لثبوت الملك لقوله عليه السلام : ” لا تجوز الهبة إلا مقبوضة “ . (۴ / ۹ ، كتاب الهبة ، مجمع الأنهر : ۳ / ۹۱ ، كتاب الهبة)

ہبہ واپس لینا

مسئلہ (۵۲۴): کسی نے اجنبی شخص کو ہبہ کیا، پھر واپس لے لیا، تو ہبہ کا واپس

لینا درست تو ہے ^(۱)، مگر مکروہ تحریمی ہے۔ ^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”مجمع الأنهر“ : يصح الرجوع فيها كلاً أو بعضاً ويكره ويمنع . (۳/۹۹۹)

ما في ”تبيين الحقائق“ : قال رحمه الله تعالى : صح الرجوع فيها .

(۲/۶۱، باب الرجوع في الهبة)

ما في ”بدائع الصنائع“ : هي ثبوت ملك غير لازم في الأصل وللواهب أن يرجع في هبته .

(۵/۱۸۲)

(۲) ما في ”الهداية“ : وإذا وهب هبة لأجنبي فله الرجوع فيها وقوله في الكتاب فله

الرجوع لبيان الحكم أما الكراهة فلازمة لقوله عليه السلام : ”العائد في هبته كالعائد في

قيئه“ . وهذا الاستقبح . (۳/۲۸۹، باب ما يصح الرجوع وما لا يصح)

اعضائے انسانی کا ہبہ یا وصیت

مسئلہ (۵۲۵): بہت سے لوگ یہ وصیت کر جاتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد میرے ہاتھ، پیر، کان، ناک، آنکھ وغیرہ عطیہ ہیں، تا کہ میرے ان خوبصورت اعضا سے دوسرا شخص استفادہ کر سکے، شرعاً ایسی وصیت کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ کسی بھی چیز کے ہبہ یا عطیہ کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ شئی مال ہو، اور دینے والے کی ملک ہو، اسی طرح وصیت کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ جس شئی کی وصیت کی جا رہی ہو، وہ شئی مال ہو، اور قابل تملیک ہو^(۱)، جب کہ انسانی اعضا نہ تو مال ہیں اور نہ ہی انسان اپنے کسی عضو کا مالک ہے، اس لیے انسان اپنے اعضا میں سے کسی عضو کا نہ ہبہ کر سکتا ہے، اور نہ ہی عطیہ دینے کی وصیت کر سکتا ہے، نیز انسانی اعضا کا استعمال کسی بھی حال میں درست نہیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ومنها أن يكون مالاً متقوماً فلا تجوز هبة ما ليس بمال أصلاً ومنها أن يكون مملوكاً للواهب فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه . (۳/۴۷۲)
- ما في ” بدائع الصنائع “ : ومنها أن يكون مالاً أو متعلقاً بالمال لأن الوصية إيجاب الملك أو إيجاب ما يتعلق بالملك من البيع والهبة والصدقة والاعتاق ومحل الملك هو المال فلا تصح الوصية بالميتة والدم لأنهما ليسا بمال في حق أحد . (۶/۲۵۷ ، كتاب الوصايا)
- (۲) ما في ” شرح كتاب السير الكبير “ : الآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلك لا يجوز التداوي بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : ” كسر عظم الميت ككسر عظم الحي “ .
- (۱/۹۲ ، باب دواء الجراحة) (فتاویٰ بینات: ۳۵۱/۳-۳۵۴)

کتاب العاریۃ

☆..... عاریت کے مسائل.....☆

اعارہ/ عاریت

مسئلہ (۵۲۶): اعارہ لغتاً: عاریت پر کسی کو کوئی چیز دینا، اصطلاحاً: بغیر عوض کے کسی کو کسی چیز کی منفعت کا مالک بنانا^(۱)، شرعاً اعارہ مندوب ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : الإعارة : مأخوذة من عار إذا ذهب وجاء ... واصطلاحاً : تمليك المنفعة بغير عوض . (۴۰۳۵/۶) ، الفصل الثامن : الإعارة ، المعجم الوسيط : ۷۵۶ ، التعريفات الفقهية : ص / ۱۳۱ ، حرف العين

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ويمنعون الماعون﴾ . (سورة الماعون : ۷)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : والإعارة قرينة مندوبة إليها لقوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ . [المائدة : ۲/۵] وفسر جمهور المفسرين قوله تعالى : ﴿ويمنعون الماعون﴾ . [الماعون : ۷/۱۰۷] بما يستعيره الجيران بعضهم من بعض كالدلو والفأس والإبرة ونحوها .

(۵/۳۶۲) ، الفصل الثامن : الإعارة ، المبحث الأول : تعريف الإعارة ومشروعيتها



کتاب الحظر والإباحة

☆.....مباح اور ممنوع چیزوں کے مسائل.....☆

کراٹے کے استاذ کو جھک کر سلام

مسئلہ (۵۲۷): بہت سارے اسکولوں میں کراٹے سکھائے جاتے ہیں، طلبہ جب اپنے اساتذہ کے سامنے آتے ہیں، تو ہاتھ کھلا چھوڑ کر ان کے سامنے اس طرح جھکتے ہیں جس میں رکوع کی ہیئت پائی جاتی ہے، فقہاء کرام نے اس طرح کی تعظیم کو مکروہ کہا ہے، کیوں کہ ماسوی اللہ کسی کی بھی ایسی تعظیم کرنا جس میں رکوع کی طرح جھکنایا جائے، غیر اللہ کو سجدہ کرنے کے مترادف ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”جامع الترمذي“ : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : ”قال رجل : يا رسول الله ! الرجل منا يلقي أخاه أو صديقه أينحنى له ؟ قال : لا“ .. الحديث . (۲ / ۱۰۲ ، قديمي)
ما في ”مرقاة المفاتيح“ : قوله : (أينحنى له) من الإنحناء ، وهو إمالة الرأس و الظهر تواضعاً وخدمة (قال : لا) أي فإنه في معنى الركوع ، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه .
(۸ / ۴۹۸ ، كتاب الآداب ، باب المصافحة والمعانقة)
ما في ”الفتاوى الهندية“ : الإنحناء للسلطان أو لغيره مكروه ، لأنه يشبه فعل المجوس ، ويكره الإنحناء عند التحية ، وبه ورد النهي . (۵ / ۳۶۹ ، كتاب الكراهية)
ما في ”مجمع الأنهر“ : وفي العمادية : ويكره الإنحناء ، لأنه يشبه فعل المجوس .
(۴ / ۲۰۶ ، كتاب الكراهية ، قبيل فصل في بيان أحكام الاستبراء)
ما في ”رد المحتار“ : وفي الزاهدي : الإيماء في الإسلام إلى قريب الركوع كالسجود ، وفي المحيط : انه يكره الإنحناء للسلطان وغيره . (۹ / ۴۶۸ ، كتاب الحظر والإباحة)

بلا ضرورت تصویر

مسئلہ (۵۲۸): بلا ضرورت تصویر کھینچنا، کھنچوانا اور رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں^(۱)، جو شخص پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کی ضرورت کے بغیر تصویر کھینچتا، کھنچواتا یا رکھتا ہے، وہ فاسق ہے، اور فاسق کی شہادت مردود ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”صحيح البخاري“ : عن عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : ”إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون“ . (۸۸۰/۲) ، كتاب اللباس ، باب التصاوير

عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : ”إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم“ عن أبي طلحة قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا تدخل الملكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير“ . (۸۸۰/۲) ، باب عذاب المصورين يوم القيامة

(۲) ما في ”الفتاوى الهندية“ : اتفقوا على أن الإعلان بكبيرة يمنع الشهادة ، وفي الصغائر إن كان معلناً بنوع فسق مستثنى يسميه الناس بذلك فاسقاً مطلقاً لا تقبل شهادته .

(۴۶۶/۳) ، كتاب الشهادات ، الفصل الثاني فيمن لا تقبل شهادته لفسقه

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : لا خلاف بين الفقهاء في اشتراط عدالة الشهود ، لقوله تعالى : ﴿وَأَشْهَدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِنْكُمْ﴾ ولذا لا تقبل شهادة الفاسق . (۲۲۳/۲۶)

ما في ”رد المحتار“ : العدل من يجتنب الكبائر كلها ، حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته وفي الصغائر العبرة للغلبة ، أو الإصرار على الصغيرة فتصير كبيرة ، ولذا قال : وغلب صوابه . قال في الهامش : لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وإن لم يشرب ، هكذا في ”المحيط“ . ”فتاوى هندية“ . وفيها : والفاسق إذا تاب لا تقبل شهادته ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه أثر التوبة ، والصحيح أن ذلك مفوض إلى رأي القاضي .

(۱۶۸/۸) ، كتاب الشهادات ، باب القبول وعدمه

مکان میں فوٹو اور تصاویر

مسئلہ (۵۲۹): جاندار کی فوٹو اور تصویریں قصداً مکان میں رکھنا حرام ہے^(۱)، اور بلا قصد کسی اخبار یا کتاب میں رہ جائے تو یہ حرام نہیں، مگر مکروہ یہ بھی ہے، اور رحمت کے فرشتے روکنے کے لیے کافی ہے۔^(۲)

تخم ریزی کے لیے غلہ کی ذخیرہ اندوزی

مسئلہ (۵۳۰): بعض کسان لوگ بیج کے لیے غلہ روکے رکھتے ہیں، اور یہ نیت کرتے ہیں کہ تخم ریزی کے وقت فروخت کروں گا، تو ان کا یہ عمل شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ احتکار نہیں ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” رد المحتار “ : و ظاهر كلام النووي في شرح المسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتن أو لغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو إناء وحائط وغيرها .
- (۲) ۴۱۶/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، كذا في البحر الرائق : ۴۸/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها (كفايت المفتي: ۲۳۸/۹)
- ما في ” عمدة القاري “ : إن عائشة رضي الله عنها حدثته : ” أن النبي ﷺ لم يكن يترك في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه “ . (۱۱/۲۲ ، باب نقض الصور ، مكتبة رشيدية كوئٹہ)
- (۲) ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي طلحة ، عن النبي ﷺ قال : ” لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة “ . (۲۰۰/۲ ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان) (جامع التناوي: ۴۰/۴)
- (۳) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وكره احتكار قوت البشر والبهائم في بلد يضر بأهله فإن لم يضر لم يكره . (در مختار) . وفي الشامية : الاحتكار لغة احتباس =

مسجد کے قریب آلات لہو و لعب کا استعمال

مسئلہ (۵۳۱): آلات لہو و لعب کا استعمال اگر مسجد کے قریب استخفاف و اذلال دین، یا اہل دین کو غصہ دلانے یا مشغول کرنے کے لیے ہو، تو موجب کفر ہے ^(۱)، اور اگر اس نیت سے نہ ہو تب بھی کراہت سے خالی نہیں۔ ^(۲)

= الشيء انتظاراً لغلائه . ۴۸۶/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع
ما في ” تبیین الحقائق “ : احتكار قوت الآدمي والبهيمة في بلد يضر بأهله أي يكره الاحتكار
في القوت إذا كان يضر بأهل البلد بخلاف ما إذا لم يضر بأن كان المضر كبيراً ،
لأنه حابس ملكه من غير إضرار بغيره . ۶۰/۷ ، کتاب الكراهية ، فصل في البيع
ما في ” مجمع الأنهر “ : (ويكره الاحتكار) هو لغة : احتباس الشيء انتظاراً لغلائه ،
وشرعاً : اشتراء طعام ونحوه وحبسه إلى الغلاء أربعين يوماً . ۲۱۳/۲ ، کتاب الكراهية
ما في ” بدائع الصنائع “ : الاحتكار فهو أن يشتري طعاماً في مصر ، ويمتنع عن بيعه وذلك
يضر بالناس ، وكذلك لو اشتراه من مكان قريب يحمل طعامه إلى مصر ، وذلك المضر
صغير ، وهذا يضر به يكون محكراً ، وإن كان مصرّاً كبيراً لا يضر به لا يكون محكراً .
(۳۰۸/۲) ، کتاب الكراهية ، حكم الاحتكار
ما في ” الاختيار لتعليل المختار “ : ويكره في أقوات الآدميين والبهائم في موضع يضر بأهله
وشرطه أن يكون مصرّاً يضر به الاحتكار ، لأنه تعلق به حق العامة ، وشرط بعضهم الشراء في
وقت الغلاء وينتظر زيادة الغلاء ، والكل مكروه . ۴۱۴/۲ ، کتاب الكراهية
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وما كان صلوتهم عند البيت إلا مكاءً وتصديّة ، فذوقوا
العذاب بما كنتم تكفرون﴾ . (سورة الأنفال : ۳۵)
ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : فيه ردّ على الجهال من الصوفية الذين يرقصون
ويصفقون ، وذلك كله منكر ينزه عن مثله العقلاء ، ويتشبه فاعله بالمشرّكين فيما كان
يفعلونه عند البيت ، وقال : ويتشبه أن يشغلوا بذلك محمداً ﷺ عن الصلوة . =

ربڑ کی مصنوعی عورت

مسئلہ (۵۳۲): بیوی اور باندی کے علاوہ کسی اور طریقے سے جنسی خواہش کو پورا کرنا جائز نہیں ہے^(۱)، یہی حکم ربڑ کی مصنوعی عورت سے جماع کرنے کا ہے، لیکن اگر کسی نیم پاگل شخص کے متعلق مسلمان حاذق ڈاکٹر نے یہ کہا ہو کہ کسی عورت کے ساتھ جماع کرنے سے ہی اُس کا علاج ہو سکتا ہے، لیکن کوئی اس سے شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، اور اس کے علاوہ کوئی دوا بھی نہ ہو، اور نہ دوا ملنے کی توقع ہو، نیز اس سے شفا کا یقین ہو، تو ایسی صورت میں تدوی بالحرکات کے قاعدے سے علاجاً، اس نیم پاگل کے لیے ربڑ کی عورت سے جماع کرنے کی اجازت ہوگی۔^(۲)

= (۷/۴۰۰، ۴۰۱، سورة التوبة)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ومن أظلم ممن منع مسجدا لله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها ، أولئك ما كان لهم أن يدخلوها إلا خائفين﴾ . (سورة البقرة : ۱۱۴)
(۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وكره كل لهو لقوله عليه السلام : ” كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة : ملاعبته أهله ، وتاديبه لفرسه ، ومناصلته بقوسه “ . (۴۸۱/۹)
وما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وفي السراج : ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام .
(۴۲۴/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿والذين هم لفروجهم حفظون O إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين O فمن ابتغى وراء ذلك فألئك هم العدون﴾ .
(سورة المؤمنون : ۵ ، ۶ ، ۷)

==ما في "رد المحتار": لو أدخل ذكره في حائط أو نحو، حتى أمني أو استمني بكفه بحائل يمنع الحرارة يآثم أيضًا، ويدل أيضًا على ما قلنا في الزيلى، حيث استدل على عدم حله بالكف، بقوله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ... إلى.. هم العدون﴾، وقال: فلم يباح الاستمتاع إلا بهما أي بالزوجة والأمة، فأفاد عدم حل الاستمتاع، أي قضاء الشهوة بغيرهما. (٣٣٢/٣، كتاب الصوم، مطلب في حكم الاستمنا باليد)

(٢) ما في "رد المحتار": (واختلف في التداوي بالمحرم) ففي النهاية عن الذخيرة: يجوز إن علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر لكن قد علمت أن قول الأطباء لا يحصل به العلم والظاهر أن التجربة يحصل به العلم.

(٣٢٥/١)، كتاب الطهارة، مطلب في التداوي بالمحرم)

ما في "بدائع الصنائع": أما الحديث فقد ذكر قتادة: "أن النبي ﷺ أمر بشرب ألبانها دون أبوالها". فلا يصح التعلق به على يحتمل أن النبي ﷺ عرف بطريق الوحي شفاء هم فيه، والاستشفاء بالحرام جائز عند التيقن لحصول الشفاء فيه، كتناول الميتة عند المخمصة، والخمر عند العطش، وإساعة اللقمة، وإنما لا يباح بما لا يستيقن حصول الشفاء به. (١٩٤/١، كتاب الطهارة، حكم الأرواث)

ما في "جامع الترمذي": عن أنس: أن ناساً من عرينة قدموا المدينة فاجتووها فبعثهم رسول الله ﷺ في إبل الصدقة، وقال: "اشربوا من ألبانها وأبوالها". الحديث.

(٢١/١)، كتاب الطهارة، باب ما جاء في بول ما يؤكل لحمه)

ما في "العرف الشدي": وفي كلام ابن حزم: أن التداوي بالمحرم جائز حالة الاضطرار قطعاً، فإن القرآن يجوز أكل الميتة والخنزير حالة الاضطرار. (١٠٩/١)

(منتخبات نظام الفتاوى: ١/٣٠٤-٣٠٩ جديد مسائل كحل: ص/٣١٨، ٣١٨)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی

مسئلہ (۵۳۳): اگر کسی شخص کو اولاد نہ ہوتی ہو، لیکن کوئی ڈاکٹر شوہر سے یہ کہے کہ تم اپنے ہاتھ سے مادہ منویہ نکال کر دو، تمہاری اہلیہ کی بچہ دانی میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کریں گے، اور اس عمل سے امید ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے گا، تو مشیت زنی کی اجازت تو نہیں ہے^(۱)، البتہ بوقت صحبت عزل کا طریقہ اختیار کر کے منی محفوظ کی جاسکتی ہے، اولاد حاصل کرنے کا یہ طریقہ ضرورہً جائز ہے، جب کہ شوہر خود یہ عمل کرے^(۲)، مگر یہ طریقہ غیر فطری اور مکروہ ہے، اور ڈاکٹر سے ایسا عمل کرانا قطعی حرام ہے، کیوں ستر عورت فرض ہے، اور عورت کی شرمگاہ یہ ستر غلیظ ہے۔^(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” كنز العمال “ : عن أنس رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ : ” سبعة لا ينظر الله إليهم يوم القيامة ، ولا يزكّهم ، ولا يجمعهم مع العالمين ، يدخلهم النار أول الداخلين إلا أن يتوبوا ، فمن تاب تاب الله عليه ؛ الناكح يده ، والفاعل والمفعول به “ .

(۲۹/۱۶ ، رقم الحديث : ۴۴۰۳۳)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن الله غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الضرورات تبيح المحظورات “ . (۳۰/۱) ما في ” فقه النوازل “ : إن الأسلوب الأول الذي توخذ فيه النطفة الذكرية من رجل متزوج ، ثم تحقن في رحم زوجته نفسها في طريقة التلقيح الداخلي ، هو أسلوب جائز شرعاً . (۸۰/۲) ، حكم التلقيح الاصطناعي

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : إن طرق التلقيح الصناعي المعروفة في هذه الأيام هي =

افزائش نسل کے لیے جانوروں کو انجکشن لگانا

مسئلہ (۵۳۴): حیوانات میں چونکہ نسب کا لحاظ رکھنا شرعی اعتبار سے ضروری نہیں، اور جانوروں میں اصل ماں ہوتی ہے، اور بچہ حلت و حرمت میں ماں کے تابع ہوتا ہے، اس لیے جانوروں کی افزائش نسل کے لیے انجکشن لگانا فتیج عمل نہیں ہے۔^(۱)

== سبع : السابعة : أن توخذ بذرة الزوج وتحقن في الموضع المنسب من مهبل زوجته أو رحمها تلقيحاً داخلياً أما الطريقتان ، السادس والسابع فقد رأى مجلس المجمع أنه لا حرج من اللجوء إليها عند الحاجة مع التأكيد على ضرورة أخذ كل الاحتياطات اللازمة .

(قرار رقم : ۴ ، بشأن أطفال الأنابيب)

(۳) ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي سعيد الخدري ، عن أبيه ، أن رسول الله ﷺ قال : ” لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة “ . الحديث . (۱ / ۵۴ ، قديمي)

ما في ” المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج “ : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذا نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع ، وهذا التحريم في حق غير الأزواج . (۳ / ۱۴۵ ، باب تحريم النظر إلى العورات)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : قال النووي رحمه الله : نظر الرجل إلى المرأة الأجنبية حرام من كل شيء من بدنها ، وكذلك نظر المرأة إلى الرجل ، سواء كان يشهوتها أو غيرها .

(۲ / ۲۵۲ ، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات) (فتاوى رجمية : ۱۰ / ۱۷۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : ومن جهة أخرى اتفاق الجميع على أن لحم البغل لا يؤكل وهو من الفرس ، فلو كانت أمه حلاله لكان حكمه حكم أمه ، لأن حكم الولد حكم الأم ، إذ هو كبعضها ، ألا ترى أن حمارة أهلية لو ولدت من حمار وحشي لم يؤكل ولدها ، ولو ولدت حمارة وحشية من حمار أهلي أكل ولده ، فكان الولد تابعاً لأمه دون أبيه . (۳ / ۲۳۹)

ما في ” المبسوط للسرخسي “ : وإذا كان الولد بين وحشي وأهلي ، فإن كانت الأم أهلية =

دھات سے جاندار کا مجسمہ بنانا

مسئلہ (۵۳۵): کسی بھی جاندار کا مجسمہ اور شکل بنانا، خواہ کسی بھی دھات سے ہو، سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے^(۱)، اگر مشرکین کی عبادت کی اشیاء مثلاً مورتی وغیرہ بنائی جاتی ہو، تو براہ راست تعاون علی الشریک کی بنا پر مزید حرام اور عذاب الہی کا باعث ہوگا۔^(۲)

= جازت التضحية بالولد ، وإن كانت وحشية لا تجوز ، لأن الولد جزء من الأم . (۲۲/۱۲)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا يجوز في الأضاحي شيء من الوحشي ، فإن كان متولداً من الوحشي والإنسي فالعبرة للأم . (۲۹۷/۵) (فتاوى حقانیہ: ۳۹۹/۲)
ما في ” الهداية “ : والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم ، لأنها هي الأصل في التبعية ، حتى إذا نزل الذئب على الشاة يضحى بالولد . (۳۳۳/۱) ، بدائع الصنائع : ۲۰۵/۴
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : ” إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون “ . (۸۸۰/۲) ، باب عذاب المصورين يوم القيامة
وفيه أيضاً : عن عبد الله بن عمر ، أن رسول الله ﷺ قال : ” إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة ، يقال لهم : أحيوا ما خلقتم “ . (۸۸۰/۲) ، عذاب المصورين يوم القيامة
وفيه أيضاً : عن أبي طلحة قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير “ . (۸۸۰/۲) ، كتاب اللباس

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : قال في التوضيح : التمثال إذا كان لغير حيوان كالشجر جائز ، وإن كان لحيوان فما له ظلٌ ويقيم فهو حرام بإجماع ، وكذا يحرم وإن لم يقيم كالعجين فالحاصل أن المنع من اتخاذ الصور مجمع عليه فيما بين الأئمة الأربعة إذا كانت مجسدة ، أما غير المجسدة منها فاتفق الأئمة الثلاثة على حرمتها أيضاً قولاً واحداً .

(۱۰/۱۳۸ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)=

مقدس اوراق بیت الخلا میں لے جانا

مسئلہ (۵۳۶): شریعت اسلامی میں ہر معظم شی کی تعظیم واحترام کا حکم دیا گیا ہے، چونکہ آیات قرآنی اور احادیث وغیرہ کے اوراق انتہائی معظم اور مکرم ہیں، اور بیت الخلا میں ساتھ لے جانے سے ان کی تحقیر ہوتی ہے، اس لیے قصداً ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے، رسول اللہ ﷺ بذات خود بیت الخلا جاتے وقت اپنی انگلی اتار لیتے تھے، جس میں ”محمد رسول اللہ“ لکھا ہوا تھا، البتہ اگر ایسے اوراق کے رکھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہ ہو، اور ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو پھر اس صورت میں ساتھ لے جانے سے گناہ نہ ہوگا۔^(۱)

ما فی ”التفسیر لابن کثیر“ : یامر اللہ تعالیٰ عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات ، وهو البر ، وترك المنکرات وهو التقوی ، وینہام عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم . (۴/۱) (جدید مسائل کامل: ص/۵۸۸، ۵۸۹)
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿لَا یَمْسَ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)
ما فی ”سنن أبی داود“ : عن أنس قال : ”کان النبی ﷺ إذا دخل الخلاء وضع خاتمه“ .
(۴/۱) ، کتاب الطهارة ، باب الخاتم یكون فیہ ذکر اللہ تعالیٰ یدخل بہ الخلاء)
ما فی ”الفقه الإسلامی وأدلته“ : الا یحمل مکتوباً ذکر اسم اللہ علیہ ، أو کل اسم معظم کالملائكة ، والعزیز ، والکریم ، ومحمد ، وأحمد ، لما روی أنس : ”أن النبی ﷺ کان إذا دخل الخلاء وضع خاتمه ، وکان فیہ محمد رسول اللہ ، فإن احتفظ به ، واحترز علیہ من السقوط فلا بأس . (۲۵۵/۱) ، باب آداب قضاء الحاجة)
ما فی ”رد المحتار“ : رقية فی غلاف متجاف لم یکره دخول الخلاء به ، والاحتراز أفضل ، الظاهر أن المراد بها ما یسمونه الآن بالهیکل ، والحمائل المشتمل علی الآیات القرآنیة ، =

چوہوں کو زہر دے کر مارنا

مسئلہ (۵۳۷): بسا اوقات گھروں میں چوہے بہت زیادہ ہو جاتے ہیں، اور گھروں میں رکھے ہوئے غلہ جات اور دیگر اسباب کو کافی نقصان پہنچاتے ہیں، تو ایسی صورت میں اُن کو زہر دے کر مارنا، یا ویسے ہی مارنا دونوں صورتیں درست ہیں۔^(۱)

=فیذا كان غلافه منفصلاً عنه كالمشتمع ونحوه دخول الخلاء .

(۲۸۸/۱ ، کتاب الطہارۃ ، قبیل باب المیاء ، دار الکتاب دیوبند)

ما في ” حلي كبير “ : ويكره دخول المخرج أي الخلاء وفي اصبعه خاتم فيه شيء من القرآن ، أو من أسمائه تعالى لما فيه من ترك التعظيم ، وقيل لا يكره إن جعل فسه إلى باطن الكف ، ولو كان ما فيه شيء من القرآن ، أو من أسمائه تعالى في جيبه لا بأس به ، والتحرز أولى . (ص/ ۶۰ ، مطلب في أصح القولين)

ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الضرورات تبيح المحظورات “ . (۳۰۷/۱)
(فتاویٰ حقانیہ: ۶۰۱/۲، فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۶/۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وجاز قتل ما يضر منها ككلب عقور وهرة تضر .

(۴۰۰/۱۰ ، کتاب الخنثی ، مسائل شتی ، دار الکتاب دیوبند)

ما في ” البزازیة علی هامش الهندیة “ : المختار أن النملة إذا ابتدأت بالأذى لا بأس بقتلها وإلا يكره قتل القملة لا يكره الهرة إذا كانت مؤذية لا تضرب ولا تعرك أذنها بل تذبح بسكين حاد . (۳۷۰/۶ ، کتاب الکراهیة ، الفصل الثامن في القتل)

ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الضرر يزال “ . (۳۰۵/۱ ، القاعدة الخامسة)
(فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۹/۱۸، کراچی)

ٹی وی (TV) ام النجائت

مسئلہ (۵۳۸): ٹی وی (TV) ام النجائت ہے، معاشرہ میں عریانی، فحاشی زنا کاری، بدکاری، ڈاکہ زنی، اولاد کا بے مہار ہو کر اپنے والدین کے لیے وبال جان بننے، نوجوانوں کے دین سے برگشتہ ہونے اور پورے معاشرے کے لیے ناسور بننے کا ذریعہ اور اصل سبب ہے، جو وعیدیں تصویر کے مسئلہ میں لکھی گئی ہیں، وہ تمام وعیدیں ٹی وی پر بطریق اولیٰ منطبق ہوتی ہیں، جو شخص اس گناہ کبیرہ اور بے حیائی کا مرتکب ہو، وہ بہت بڑا فاسق ہے، اور اس کی شہادت مردود ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى في باب قبول الشهادة وعدمه : تقبل من أهل الهواء أي أصحاب بدع (إلى أن قال) ومن يرتكب صغيرة بلا اصرار إن اجتنب الكبائر ، وغلب صوابه على صغائره ” درر “ وغيرها ، وقال : وهو معنى العدالة ، وفي الخلاصة : كل فعل يرفض المروءة والكرم كبيرة ، وأقره ابن كمال وقال : ومتى ارتكب كبيرة سقطت عدالته . (۹۳/۲ ، الشهادات ، باب القبول وعدمه)

ما في ” رد المحتار “ : وقال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى معزياً إلى الفتاوى الصغرى : العدل من يجتنب الكبائر كلها ، حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته ، وفي الصغائر العبرة للغلبة ، أو الإصرار على الصغيرة ، فتصير كبيرة ، ولذا قال : وغلب صوابه ، قال في الهامش : لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وإن لم يشرب هكذا في المحيط والفتاوى الهندية ، وفيها : والفاسق إذا تاب لا تقبل شهادته ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه أثر التوبة ، والصحيح أن ذلك مفوض إلى رأي القاضي . قوله : (كبيرة) الأصح أنها كل ما كان شيعاً بين المسلمين ، وفيه هتك حرمة الدين كما بسطه القهستاني وغيره ، كذا في شرح الملتقى ، وقال في الفتح : وما في الفتاوى الصغرى : =

بے پردگی کی حالت میں ہسپتال میں ولادت

مسئلہ (۵۳۹): اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ کے لیے پہلی زچگی کے وقت گھر پر انتظام کیا، لیکن بچہ کسی طرح بھی نہ ہوا، مجبوراً ہسپتال لے جانا پڑا، اور بذریعہ آپریشن بچہ کی ولادت ہوئی، ہسپتال میں کوئی پردے کا انتظام نہیں تھا، اب جب دوسری مرتبہ ولادت کا وقت قریب آیا، تو گھر پر انتظام میں جان کو خطرہ ہے، اور ہسپتال میں علیحدہ کمرہ لے کر بے پردگی میں کچھ حد تک کمی بھی ہو سکتی ہے، لیکن اس شخص کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے، تو ولادت کے لیے ہسپتال لے جاسکتا ہے، کیوں کہ یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے، نہ اختیاری ہے نہ خوشی سے ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کی مجبوریوں کو خوب جانتے ہیں۔^(۱)

=العدل من یجتنب الكبائر کلھا ، حتی لو ارتکب کبیرة تسقط عدالته ، وفي الصغائر العبرة للغلبة لتصیر کبیرة حسن . (۱۶۸/۸ ، الشهادات ، القبول وعدمه) (احسن الفتاوی : ۲۲۳/۷)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : لا خلاف بين الفقهاء في اشتراط عدالة الشهود ، لقوله تعالى : ﴿ وَأَشْهَدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِنْكُمْ ﴾ ولهذا لا تقبل شهادة الفاسق . (۲۲۳/۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوی الهندية “ : في المحيط : ويجوز النظر إلى الفرج للخاتن والقابلة وللطبيب عند المعالجة ، ويغض بصره ما استطاع . كذا في السراجية امرأة أصابها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه ، لا يحل أن ينظر إليها ، لكن تعلم امرأة تدأويها ، فإن لم يجدوا امرأة تدأويها ، ولا امرأة تتعلم ذلك إذا علمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاك فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلك القرحة ، ثم يدأويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع . (۳۲۹/۵) ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن فيما يحل للرجل ، وكذا في فتاوی قاضي خان علی هامش الهندية : ۴۰۹/۳ ، كتاب =

شاپ ایکٹ کا شرعی حکم

مسئلہ (۵۴۰): آج کل ملکوں میں ایک قانون جاری ہے، جسے شاپ ایکٹ کہتے ہیں، اس قانون کے تحت رات ۱۲ بجے کے بعد دکان کھولنا، یا زیادہ محنت کرنا جرم ہوتا ہے، اور دکان کھلی رکھنے والے سے جرمانہ بھی وصول کیا جاتا ہے، جب کہ شریعت اسلامیہ نے اگرچہ بیوعات اور کسبِ معاش میں عموماً اوقات کی پابندی نہیں لگائی ہے، البتہ حکومتِ وقت کو اس بات کا اختیار ہے کہ مقاصدِ عامہ کے پیش نظر وہ مباحات پر پابندی لگائے، شاپ ایکٹ کے تحت ۱۲ بجے کے بعد دکانوں کے بند کروانے میں عیاشوں اور بدنیتوں کے چلنے پھرنے، اور بہت سی بدعنوانیوں اور بے حیائیوں کا سدّ باب ہوتا ہے، اس لیے رعایا کے ہر فرد کو حکومت کے اس قانون کا اتباع لازم ہے۔^(۱)

=الحظر والإباحة، باب فيما يكره من النظر والمسّ، رد المحتار: ۴۵۲/۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمسّ، دار الكتاب ديوبند

ما في ”العناية“: (ويجوز للطبيب أن ينظر إلى موضع المرض منها) للضرورة (وينبغي أن يعلم امرأة مداواتها) لأن نظر الجنس إلى الجنس أسهل (فإن لم يقدر واستر كل عضو سوى موضع المرض) ثم ينظر ويغضّ ما استطاع، لأن ما ثبت بالضرورة يتقدر، وصار كنظر الخافضة والختان. (۱۱۶/۲، كتاب الكراهية، فصل في الوطء)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۴۰/۱۹، جدید مسائل کامل: ص/۴۷۶)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ”القرآن الكريم“: ﴿وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾. (سورة النساء: ۵۹)

ما في ”صحيح مسلم“: عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله ﷺ: =

ملکہ و مدینہ میں غیر قانونی طور پر رہائش

مسئلہ (۵۴۱): ملکہ اور مدینہ میں غیر قانونی طور پر رہنا درست نہیں ہے۔^(۱)

=”علیک السمع والطاعة فی عسرک و یسرک و منشطک و مکرهک و اثرۃ علیک“.

(۱۲۳/۲)

ما فی ”صحیح البخاری“ : عن عبد اللہ بن عمر ، عن النبی ﷺ قال : ”السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب و کره ما لم یؤمر بمعصیة ، فإذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة“ . (۱۰۵۷/۲ ، رقم : ۷۱۴۴)

ما فی ”رد المحتار“ : قال فی المعراج : لأن طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة واجبة .

(۷۵۰/۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)

ما فی ”روح المعانی“ : واختار البلخی أنها اقتحام الحرب من غیر مبالاة وإيقاع النفس فی الخطر والهلاك . (۱۱۷/۲)

وما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما فی ”مشکوۃ المصابیح“ : عن عبد اللہ بن عمرو : أربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً وإذا عاهد غدر ، وإذا خاصم فجر . متفق علیہ .

(ص/۱۷ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)

ما فی ”مرقاۃ المفاتیح“ : وإذا عاهد غدر أى نقض العهد ابتداءً ، وقال ابن حجر : إذا خالف ترک الوفاء . (۲۱۴/۱ ، کتاب الإيمان ، باب الكبائر وعلامات النفاق)

ما فی ”درر الحکام“ : الضرر یزال ، لأن الضرر هو ظلم وغدر والواجب عدم إيقاعه .

(۳۷۱)

(معارف القرآن مفتی شفیع: ۱۲/۳)

سی این این (C.N.N.) نشریاتی بین الاقوامی ادارہ

مسئلہ (۵۴۲): سی، این، این، (C.N.N.) ایک نشریاتی بین الاقوامی ادارہ ہے، جو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف زہر افشانی کرتا ہے، اور پروپیگنڈہ کے ذریعہ مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرتا ہے، جب کہ اس نشریاتی بین الاقوامی ادارہ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے سے کچھ بھی ہونے والا نہیں ہے، کیوں کہ عزت و ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے^(۱)، ہاں! اسلام کے نام لیواؤں کے لیے ضروری ہے کہ جو کوئی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف الزام تراشی کرے، اس کے خلاف جمہوری طریقہ سے احتجاج کریں^(۲)، اور اس کی نشریات کا بائیکاٹ کریں، اور جس طرح بھی ممکن ہو، اُس کے اس غلط پروپیگنڈہ کا جواب مثبت و مسکٹ (خاموش) انداز میں دیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ قل اللهم ملك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير إنك على كل شيء قدير ﴾ . (سورة آل عمران : ۲۶)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ إن الدين عند الله الإسلام ﴾ . (سورة آل عمران : ۱۹)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخسرين ﴾ . (سورة آل عمران : ۸۵)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ﴾ . (سورة الأنفال : ۶۰)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : قوله تعالى : ﴿ وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ﴾ . أمر الله تعالى المؤمنين في هذه الآية بإعداد السلاح والكراع قبل وقت القتال =

مدرسہ کے تحت سیاہ پر عبارتوں کی ترکیب وغیرہ لکھنا

مسئلہ (۵۴۳): متولی اور مہتمم مدرسہ، مدرسہ کے لیے رقم دینے والوں کی طرف سے وکیل ہے، اور وکیل کو مؤکل کی تصریح کے خلاف خرچ کرنے کا حق نہیں ہے، اس لیے اگر کسی طالب علم کو مدرسہ کی کسی چیز مثلاً؛ چوک وغیرہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئے، تو مہتمم مدرسہ سے اجازت لے لے، اگر وہ اجازت دیدیں تو استعمال کرے، ورنہ بلا اجازت مہتمم، مدرسہ کی اشیاء کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

=إرهاباً للعدو والتقدم في إرتباط الخيل استعداداً لقتال المشركين ، وقد روي في القوة أنها الرمي - (۸۸/۳ ، سورة الأنفال)
ما في ” سنن أبي داود “ : عن عقبه بن عامر الجهني يقول : سمعت رسول الله ﷺ وهو على المنبر يقول : ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ . ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي “ . (ص / ۳۴۰ ، كتاب الجهاد)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : وهنا : الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره . (۱۷۷/۳ ، الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً)
ما في ” الفتاوى التاتارخانية “ : وفي الجامع الصغير : سئل الشيخ الإمام أبو حفص عمن دفع زكاة ماله إلى رجل وأمر أن يتصدق بها ، فأعطى ولد نفسه الكبير والصغير أو امرأته وهم محاييج ، وفي الخانية : ولا يمسك لنفسه شيئاً جاز ، وفي الظهيرية : ولو أن صاحب المال قال له : ضع حيث شئت ، له أن يمسك لنفسه ، هذا إذا كان المأمور فقيراً .
(۴۸/۲ ، كتاب الزكاة ، الفصل التاسع) (فتاوى محمودية: ۱۵/۲۷۷)
ما في ” شرح المجلة لسليم رستم باز “ : المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء وإيفاء =

مخلوط تعلیم

مسئلہ (۵۴۴): جب لڑکی بالغ یا بلوغ کے قریب ہو جائے تو اس پر پردہ لازم ہے^(۱)، مخلوط تعلیم میں فتنہ کا قوی اندیشہ ہے^(۲)، اس لیے لڑکیوں کو مخلوط تعلیم دلانا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط کو منع فرمایا ہے۔^(۳)

=الدين واستيفائه ، والمال الذي قبضه الوكيل بقبض العين بحسب وكالته هو في حكم الوديعة بيد الوكيل فإذا تلف بلا تعد ولا تقصير لا يلزم الضمان والمال ، لأن يد الوكيل والرسول يد نيابة عن المؤكل . (ص/ ۸۴، المادة : ۱۴۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأُزْوَاجُكُمْ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن ابن شهاب عن نيهان مولى أم سلمة أنه حدثه أن أم سلمة حدثته أنها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة ، قالت : فبينما نحن عنده ، أقبل ابن أم مكتوم ، فدخل عليه ، وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب فقال رسول الله ﷺ : ” احتجبا منه “ ، فقلت : يا رسول الله ! أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال رسول الله ﷺ : ” أفعميا وان أنتما ؟ ألستما تبصرانه ؟ “ . (۱۰۶/۲ ، أبواب الاستيذان)

(۲) ما في ” حجة الله البالغة “ : قال الإمام الشاه ولي الله : اعلم أنه لما كان الرجال يهيجهم النظر إلى النساء على عشقهن ، والتوجه بهن ، ويفعل بالنساء مثل ذلك ، وكان كثيراً ما يكون ذلك سبباً ، لأن يبتغى قضاء الشهوة منهن على غير السنة الراشدة ، كإتباع من هي في عصمة غيره ، أو بلا نكاح ، أو غير اعتبار كفاءة ، والذي شوهد من هذا الباب يغني عما سطر في الدفاتر ، اقتضت الحكمة أن يسد هذا الباب . (۲۱۹/۲ ، سد باب الفساد الجنسي)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة كمسه ، وإن أمن الشهوة لأنه أغلظ . (۷۲/۲ ، باب شروط الصلاة) =

صابون اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

مسئلہ (۵۴۵): آج کل بہت سی صابون اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ بنانے والی کمپنیاں خنزیر کے بعض مادے، مثلاً؛ چربی وغیرہ کا استعمال کرتی ہیں، اور ان اشیاء کو عوام استعمال بھی کرتی ہے، اس سلسلے میں شرعی نقطہ نظر یہ ہے کہ جب صابون یا ٹوتھ پیسٹ بنالیا جاتا ہے، تو یہ ناپاک مادے کیمیائی ترکیب کے ذریعے اپنی اصل ماہیت سے تبدیل کر لیے جاتے ہیں، اور ان کا اصل مادہ ختم ہو جاتا ہے، لہذا اس کا استعمال کرنا اور بیچنا درست ہے۔^(۱)

= (۳) ما فی "جامع الترمذی": "لا یخلون رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطان".

(۱/۲۲۰، باب کراهیة الدخول علی المغیبات)

ما فی "جامع الترمذی": "عن عبد اللہ، عن النبی ﷺ: "المرأة عورة، فإذا خرجت استشرفها الشیطان". (۱/۲۲۲، کتاب الطلاق) (فتاویٰ محمودیہ: ۳/۳۷۹، ۳۸۰، کراچی)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی "فقه القضايا الطبية المعاصرة": "بعض أنواع الصابون الذي يصنع من شحم الخنزير بعد تغيير تركيبها الكيميائي وصفاتها حيث تتحقق عملية الاستحالة وبذلك يصبح الصابون المنتج من الخنزير أو الميتة طاهراً حلالاً وهذا ما صدرت به فتوى من الندوة الفقهية الطبية الثامنة (السابقة) حيث نصت على أن الصابون الذي ينتج من استحالة شحم الخنزير أو الميتة يصير طاهراً بتلك الاستحالة ويجوز استعماله. (ص/ ۲۵۱)

ما فی "الدر المختار مع الشامیة": "ویطهر زيت تنجس بجعله صابوناً به فتی للبلوی. (در مختار). وفي الشامیة: قوله: (ویطهر زيت) ثم هذه المسئلة قد فرعوها علی قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي علیه الفتوى، واختاره أكثر المشائخ خلافاً لأبي يوسف كما فی شرح المنیة والفتح وغيرهما، وعبارة المجتبی: جعل الدهن النجس فی صابون یفتی =

نل کنٹکشن میں موٹر گا کر پانی نکالنا

مسئلہ (۵۴۶): آج کل گھروں میں حکومت سے منظور شدہ پانی کے نل لگوائے جاتے ہیں، مگر اس میں پانی کم آتا ہے، تو لوگ اپنی ذاتی بجلی کی موٹر گا کر زیادہ پانی کھینچتے ہیں، اس صورت میں جن لوگوں کے پاس اپنی ذاتی موٹریں نہیں ہوتیں اُن کو پریشانی ہوتی ہے، اس طرح کا کام کرنے میں اگر حکومت کی طرف سے اجازت نہ ہو، تو یہ قانوناً و شرعاً ناجائز و حرام ہے، قانوناً اس لیے کہ حکومت نے آب نوشی کے لیے جو نل مہیا کیے ہیں، وہ سب لوگوں کو برابر برابر پانی فراہم کرنے کے لیے لگا کر دیئے ہیں، اور لوگوں نے حکومت کے اس پروگرام اور شرائط کو قبول کرتے ہوئے پانی کی لائن حاصل کی ہیں، اس لیے اب اگر کوئی شخص گورنمنٹ کی جانب سے موٹر پر پابندی کے باوجود موٹر گا کر زیادہ پانی حاصل کرتا ہے، تو وہ اس زائد پانی لینے اور موٹر لگانے میں حکومت کے ساتھ کیے گئے معاہدہ (Treaty) کی خلاف ورزی کرنے والا ہے، جس کی بنا پر وہ قانوناً مجرم ہے^(۱)، اور شرعاً اس لیے کہ اس طرح کرنے سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہے، اور ایذائے مسلم حرام ہے^(۲)، نیز اس طرح پانی لینا چوری ہے، جو شرعاً و قانوناً جرم ہے^(۳)، اس میں اپنی جان و مال، عزت و عظمت کو خطرے میں ڈالنا بھی ہے^(۴)، یہ فعل فتنج اور شنیع بھی ہے، کیوں کہ اس میں بہت سارے لوگوں (صارفین جو

= بطہارتہ لآئہ تغیر والتغیر یطہر عند محمد . ویفتی بہ للبلوی .

(۱) ۴۵۰/۱، باب الأنجاس، البحر الرائق: ۳۹۵/۱، کتاب الطہارۃ، باب الأنجاس الفتاوی

الہندیۃ: ۴۵۱/۱، الباب السابع فی النجاسة (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۶/۱۸، کراچی) =

پورے پیسے ادا کر کے پانی خریدتے ہیں، مگر لائن میں بجلی کی موٹر لگا کر پانی کھینچنے والے کے عمل سے وہ پانی سے محروم رہتے ہیں) کے حق میں در اندازی^(۵) اور چوری کرنا لازم آتا ہے، لہذا اس سے احتراز لازمی و ضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ . (سورة المائدة : ۱) ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عبد الله بن عمرو : ” أربع من كنّ فيه كان منافقاً خالصاً وإذا عاهد غدر . متفق عليه . (ص / ۱ ، باب الكبائر وعلامات النفاق) ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وإذا عاهد غدر . أي نقض العهد ابتداء ، وقال ابن حجر : إذا خالف ترك الوفاء . (۱ / ۲۱۴ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)

(۲) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : ” المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه “ . هذا لفظ البخاري ، ولمسلم قال : إن رجلاً سأل النبي ﷺ : أي المسلمين خير ؟ قال : ” من سلم المسلمون من لسانه ويده “ . (ص / ۱۲ ، كتاب الإيمان)

(۳) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن فإياكم إياكم “ . متفق عليه . (ص / ۱۷ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)

(۴) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵) ما في ” روح المعاني “ : واختار البلخي أنها افتتاح الحرب من غير مبالاة وإيقاع النفس في الحظر والهلاك . (۲ / ۱۱۷)

(۵) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : وكل من شركاء الملك أجنبي في الامتناع عن تصرف مضر في مال صاحبه لعدم تضمنها الوكالة . (ص / ۳۷۰ ، كتاب الشركة) (فتاوى بينات: ۴/ ۴۴۷)

دوسرے کے پاسپورٹ پر اپنا فوٹو چسپاں کرنا

مسئلہ (۵۴۷): کسی خاص شخص کے ویزے یا پاسپورٹ پر اپنا یا کسی دوسرے کا فوٹو چسپاں کر کے از خود بیرون ملک جانا، یا کسی دوسرے کو بھیجنا، اور اس پر خطیر رقم لینا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ معاملہ جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مشتمل ہے، اور اسلام نے ہمیں ایسی چیزوں سے منع کیا ہے، لہذا اس طرح کا کاروبار کرنا حرام ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ﴿۲۹﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في ” صحيح مسلم “ : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : ” إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً “ . (۲/ ۳۲۵ ، باب قبح الكذب)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مرَّ على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : ” أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ؟ “ ، ثم قال : ” من غش فليس منا “ . (۱/ ۲۴۵)

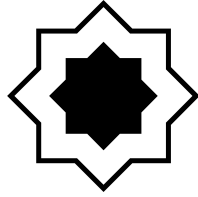
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على أن الغش حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۳۱/ ۲۱۹)

ہوٹل کا صابون گھر لے جانا

مسئلہ (۵۴۸): ہوٹلوں میں استعمال کے لیے جو صابون وغیرہ دیئے جاتے ہیں، ان کا اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ چیزیں استعمال کے لیے اباحت دی جاتی ہیں، نہ کہ تملیکاً، اور جو چیزیں اباحت دی جاتی ہیں، اُن اشیاء کا اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : إباحة العباد كذلك على نوعين : نوع يكون التسليط فيه على العين لاستهلاكها . ونوع يكون التسليط فيه على العين للانتفاع بها فقط . إباحة الاستهلاك : لهذه الإباحة جزئيات كثيرة نكتفي منها بما يأتي : الولايم بمناسباتها المتعددة والمباح فيها الأكل والشرب دون الأخذ . (۱ / ۱۳۲ ، إباحة)



کتاب اللباس والزينة

☆.....لباس اور زیب و زینت کے مسائل.....☆

کفار و فساق کا لباس

مسئلہ (۵۴۹): جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو، ان کا پہننا منع ہے، اور جو لباس ان کا شعار نہ ہو، اس کا پہننا جائز ہے، جیسے قمیص، علی گڑھی پا جامہ۔ اور پیٹ (پتلون) پہننے کا رواج مسلمانوں میں بھی عام ہو چکا ہے، مگر آج بھی اُسے غیر اسلامی لباس سمجھا جاتا ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے، ہاں! اگر پتلون اتنی چست ہو کہ اس سے اعضا کی بناوٹ اور ساخت نظر آئے، تو اس کا پہننا ممنوع ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”سنن أبي داود“ : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ”من تشبه بقوم فهو منهم“ . (ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۸۸/۱۹، کراچی، احسن الفتاویٰ: ۶۴/۸)

ما في ”مرقاۃ المفاتیح“ : أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق أو بالفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ، فهو منهم ، أي في الإثم والخير . (۲۲۲/۸)

ما في ”تكملة فتح الملهم“ : فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة ، لا تفره الشريعة الإسلامية ، مهما كان جميلاً ، أو موافقاً لدور الأزياء ، وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصاة من الجسم الذي يجب ستره ، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز . (۸۸/۴ ، كتاب اللباس والزينة ، المكتبة الأشرافية)

ما في ”رد المحتار“ : أقول : مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ، ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه . (۵۲۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

موجودہ برقع

مسئلہ (۵۵۰): آج کل عورتیں برقع یا چادر اس طرح اوڑھتی ہیں کہ ماتھے تک بال وغیرہ ڈھک جاتے ہیں، اور نیچے سے چہرہ ناک تک ڈھکا رہتا ہے، صرف آنکھیں کھلی رہتی ہیں، اس طرح کا برقع پہننا اگرچہ درست ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ آنکھ کے حصہ پر ایسی جالی ہو جس سے آنکھیں نظر نہ آئیں، کیوں کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں بھی بہت سی باتیں ہوتی اور کیجاتی ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : واختلف الناس في صورة ارحائه ، فقال ابن عباس وعبيدة السلماني : ذلك أن تلويه المرأة حتى لا يظهر منها إلا عين واحدة تبصر بها ، وقال ابن عباس أيضا وقتادة : ذلك أن تلويه فوق الجبين وتشده ، ثم تعطفه على الأنف وإن ظهرت عيناها ، لكنه يستر الصدر ومعظم الوجه ، وقال الحسن : تغطي نصف وجهها .

(۲۴۳/۱۴)

ما في ” روح المعاني “ : واختلف في كيفية هذا التستر ، فأخرج ابن جرير ، وابن المنذر وغيرهما ، عن محمد بن سيرين قال : سألت عبيدة السلماني عن هذه الآية ” يدنين عليهن من جلابيبهن “ فرفع ملحفة كانت عليه فتقنع بها وغطى رأسه كله حتى بلغ الحاجبين وغطى وجهه ، وأخرج عينه اليسرى من شق وجهه الأيسر ، وقال السدي : تغطي إحدى عينيها وجبهتها والشق الآخر إلا العين وفي رواية أخرى عن الحبر ، رواها ابن جرير ، وابن أبي حاتم ، وابن مردويه تغطي وجهها من فوق رأسها بالجلباب ، وتبدي عينا واحدة وأنت تعلم أن وجه الحرّة عندنا ليس بعورة ، فلا يجب ستره ، ويجوز النظر من الأجنبي إليه إن أمن الشهوة مطلقاً ، وإلا فيحرم ، وقال القهستاني : منع النظر من الشابة في زماننا ، ولو =

عورت با پردہ گھر سے نکلے

مسئلہ (۵۵۱): اگر کسی عورت کو گھر سے باہر کسی کام سے جانا ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ بھرپور لباس اور پردہ کے ساتھ نکلے، نگاہیں نیچی رکھے، اجنبی مردوں کے ساتھ تنہائی اور اختلاط سے گریز کرے^(۱)، اور ضرورت پوری ہوتے ہی فوراً اپنے گھر لوٹ جائے، کیوں کہ سخت ضرورت کے موقع پر ہی عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔^(۲)

= بلا شہوة . (۱۲۸، ۱۲۷/۱۲)

ما في ”أحكام القرآن للحصاص“ : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجانب، وإظهار الستر والعفاف، لنلا يطمع أهل الرب فيهن . (۳۸۶/۳)

ما في ”التنوير وشرحه مع الشامية“ : وستر عورتہ ووجوبہ عام ، ولو في الخلوة على الصحيح للحرمة جميع بدنہا خلا الوجه والكفين ، وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال ، لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة .

(۲۹/۲، ۷۲، کتاب الصلاة، مطلب في ستر العورة) (کتاب الفتاوی: ۸۳/۶، ۸۴، نعيمہ)

ما في ”نصب الراية“ : وبدن الحرمة كلها عورة إلا وجهها وكفيها ، لقوله عليه الصلاة والسلام : ”المرأة عورة مستورة“ . واستثناء العضوين للابتلاء بابدائهما . (۳۸۳/۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”القرآن الكريم“ : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجَكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في ”أحكام القرآن للحصاص“ : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها على الأجانب، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لنلا يطمع أهل الرب فيهن .

= (۳۸۶/۳)

گھر کے ملازموں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۲): عام طور پر گھر کے اجنبی ملازموں سے گھر کی عورتیں پردہ نہیں کرتیں، جب کہ ان سے پردہ کرنا بھی فرض ہے، اس فرض سے بے توجہی کے بڑے سنگین نتائج معاشرے پر مرتب ہو رہے ہیں، کہ آئے دن ملازموں کی طرف سے گھر کی عورتوں کی عصمت دری کے واقعات، اخباروں کی سرخیاں بنتے جا رہے ہیں، اس لیے گھر کے اجنبی ملازموں سے پردے کا اہتمام کیا جائے۔^(۱)

=ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ . (سورة النور : ۳۱)
 ما في ” التفسير المظهری “ : لا يجوز للمرأة إبداء وجهها لرجل ذي اربة غير الزوج والمحرم ، فإن عامة محاسنها في وجهها ، فخوف الفتنة في النظر إلى وجهها أكثر منه في النظر إلى سائر أعضائها ، وإن كان المراد بها مواضع الزينة فمعنى الاستثناء إلا ما ظهر منها عند الضرورات ، ضرورة الخروج لقضاء الحوائج ، أو ضرورة الاستشهاد ، ونحو ذلك يدل على عدم جواز إبداء المرأة وجهها . (۳۷۷/۶)
 ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : أمر الله سبحانه وتعالى المؤمنين والمؤمنات بغض الأبصار عما لا يحل ، فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ، ولا المرأة إلى الرجل ، فإن علاقتها به كعلاقته بها ، وقصدها منه كقصده منها . (۲۷۷/۱۲)
 ما في ” جامع الترمذي “ : قال رسول الله ﷺ : ” المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان “ . (۲۲۱/۱)
 (۲) ما في ” كنز العمال “ : قال عليه الصلاة والسلام : ” ليس للنساء نصيب في الخروج إلا مضطرة “ . (۱۶۳/۱۶)
 ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الضرورات تبيح المحظورات “ . ” الضرورة تقتدر بقدر الضرورة “ . (۳۰۸ ، ۳۰۷/۱)

الحجة على ما قلنا : =

ملازمہ کے ساتھ خلوت

مسئلہ (۵۵۳): موجودہ دور میں عورتوں میں ملازمتوں کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، پرائیویٹ آفسوں میں عورتوں کو اپنے سیکریٹری کے طور پر رکھا جاتا ہے، اور آفس مالکان ان سے تنہائی میں خوش گپیوں میں مصروف دکھائی دیتے ہیں، جب کہ شریعتِ مطہرہ نے اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، تو ان کے ساتھ دل بہلانے اور خوش گپیوں کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے، جو شرعاً ناجائز و حرام ہے۔^(۱)

= (۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما فی ”احکام القرآن للجصاص“ : فی هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجانب، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج، لنلا يطمع أهل الریب فیہن . (۴/۳۸۶)

ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾ . (سورة الأحزاب : ۳۳)

ما فی ”مشکوٰۃ المصابیح“ : ”لَعَنَ اللَّهُ النَّازِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ“ . (ص/۲۷۰)

وفیه أيضًا : عن عقبۃ بن عامر رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ”إياكم والدخول على النساء“ ، فقال رجل : يا رسول الله ! أرايت الحمى؟ قال : الحمى الموت“ . (ص/۲۷۰ ، باب النظر إلى المخطوبة)

ما فی ”تبیین الحقائق“ : لا يجوز النظر إلى المرأة لما فيه من خوف الفتنة ، ولهذا قال عليه الصلاة والسلام : ”المرأة عورة مستورة“ . ”زيلعي“ . (۳۹/۷) (فتاوى محمودية: ۲۰۶/۱۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ . ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضَيْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ . (سورة النور : ۳۰ ، ۳۱)=

لیڈی ڈاکٹر کا نامحرموں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۴): لیڈی ڈاکٹر کا خواہ اپنے مطب میں ہو یا کسی اسپتال میں، نامحرموں کے سامنے اپنے چہرے کو کھولنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے اوپر کوئی ایسا نقاب ڈالے رہے، جس سے بے پردگی نہ ہو۔^(۱)

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أمر الله سبحانه وتعالى المؤمنين والمؤمنات بغضّ الأبصار عما لا يحل ، فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ، ولا المرأة إلى الرجل ، فإن علاقتها به كعلاقته بها ، وقصدها منه كقصده منها . (۲۲۷/۱۲)

ما في " جامع الترمذي " : أن النبي ﷺ قال : " لا يخلون رجل بامرأة إلا كانا بينهما الشيطان " . (۲۲۱/۱ ، رقم الحديث : ۱۱۷۱)

ما في " الهداية " : ولا يجوز أن ينظر الرجل إلى الأجنبية إلا إلى وجهها وكفيها فإن كان لا يأمن الشهوة لا ينظر إلى وجهها إلا لحاجة ، لقوله عليه السلام : " من نظر إلى محاسن امرأة أجنبية عن شهوة صبّ في عينه الآتك يوم القيامة " . فإن خاف الشهوة لم ينظر من حاجة تحرزا عن المحرم . (۴۴۲/۲ ، كتاب الكراهية)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما النظر إلى الأجنبية فنقول : يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهنّ ، وذلك الوجه والكف في ظاهر الرواية ، وإن غلب على ظنه أنه يشتبه في حرام ، النظر إلى وجه الأجنبية إذا لم يكن عن شهوة ليس بحرام ، لكنه مكروه . (۳۲۹/۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (فإن خاف الشهوة) أو شك (امتنع نظره إلى وجهها) فحل النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام ، وهذا في زمانهم ، وأما في زماننا فممنوع من الشابة ، (فإن خاف الشهوة) مقيد بعد الشهوة النظر إلى وجه الأجنبية الحرة ليس بحرام ، ولكنه يكره لغير حاجة ، وظاهره الكراهة ولو بلا شهوة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وإلا فحرام) أي إن كان عن شهوة حرم (وأما في زماننا فممنوع من الشابة) لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة . (۴۵۱/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأُزْوَاجُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ =

== یدنین علیہن من جلابیہن ﴿﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنيين ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الرب فيهن .

(۴۸۶/۳ ، باب حجاب النساء)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدین زینتهن﴾ . (سورة النور : ۳۱)

ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : وقد قال ابن خويزمننداد من علمائنا : إن المرأة إذا كانت جميلة وخيف من وجهها وكفيها الفتنة فعليها ستر ذلك . (۲۲۹/۱۲ ، النور)

ما في ” التفسير المظهر “ : لا يجوز للمرأة إبداء وجهها لرجل ذي اربة غير الزوج والمحرم ، فإن عامة محاسنها في وجهها ، فخوف الفتنة في النظر إلى وجهها أكثر منه في النظر إلى سائر أعضائها . (۳۷۷/۶ ، سورة النور)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن أم سلمة قالت : ” كنت عند رسول الله ﷺ وعنده ميمونة ، أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه ، وذلك بعد أمرنا بالحجاب ، فقال رسول الله ﷺ : احتجبا منه ، فقلنا : يا رسول الله ﷺ ! أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال النبي ﷺ : ” أفعميا وان أنتما ؟ ألستما تبصرانه ؟ “ . (ص / ۵۶۸ ، باب في قوله تعالى : وقل للمؤمنات الخ)

ما في ” رد المحتار “ : وفي شرح الكرخي : النظر إلى وجه الأجنبية الحرة ليس بحرام ، ولكنه يكره لغير حاجة ، وظاهره الكراهة ولو بلا شهوة ، قوله : (وإلا فحرام) أي إن كان عن شهوة ، قوله : (وأما في زماننا فممنوع من الشابة) لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة .

(۴۵۱/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

گھر کی خادماؤں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۵): بہت سے گھروں میں اجنبیہ عورتوں کو ملازمہ اور خادمہ کی حیثیت سے رکھا جاتا ہے، وہ عام طور پر پردہ کرنے میں بے احتیاطی برتی ہیں کہ کبھی سر کھلا ہوتا ہے، تو کبھی آستین چڑھی ہوتی ہے، اور گھر کے مردان سے پردہ نہیں کرتے، جب کہ ان سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے^(۱)، اسی طرح ان خادماؤں پر بھی لازم ہے کہ کام کرتے وقت اوڑھنی کو نہ اتاریں، آستین کو نہ چڑھائیں، تاکہ وہ گناہ سے بچ جائیں۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ ﴾ . (سورة النور : ۳۰)
- ما في ” روح المعاني “ : ثم إن غَضَّ البصر عما يحرم النظر إليه واجب ، ونظرة الفجاءة التي لا تعمد فيها معفو عنها . (۲۰۴ / ۱۰)
- ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قال ابن عطية : ويظهر لي بحكم ألفاظ الآية أن المرأة مأمورة بأن لا تبدي ، وإن تجتهد في الإخفاء لكل ما هو زينة ، ووقع الاستثناء فيها يظهر بحكم ضرورة حركة فيما لا بد منه ، أو إصلاح شأن ونحو ذلك . (ما ظهر) على هذا الوجه مما تؤدي إليه الضرورة في النساء ، فهو المعفو عنه قال ابن عباس : ظاهر الزينة هو الكحل والسوار والخضاب إلى نصف الذراع والقرطة والفتخ ، ونحو هذا فمباح أن تبديه المرأة لكل من دخل عليها من الناس . (۲۲۹ / ۱۲)
- (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ . (سورة النور : ۳۱)
- ما في ” الدر المنثور للسيوطي “ : ﴿ وَلَا يَبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبَعُولَتِهِنَّ ﴾ والزينة التي تبديها لهؤلاء قرطاهن ، وقلاذيتها ، وسوارها ، فأما خلخالها ونحوها وشعرها فإنها لا تبديه إلا لزوجها . (۷۶ / ۵) =

ما في ” مراسيل أبي داود “ : عن قتادة أن النبي ﷺ قال : ” إن الجارية إذا حاضت لم يصلح أن يرى منها إلا وجهها ويداها إلى المفصل “ . (ص / ١٨ ، كتاب اللباس)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : أن لا تخرج لعملها متبرجة متزينة بما يشير الفتنة ، قال ابن عابدين : وحيث أبحنا لها الخروج ، فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما يكون داعية لنظر الرجال والاستمالة . [٨٢ / ٤ ، انوثة] ومع ذلك فالإسلام لا يمنع المرأة من العمل ، فلها أن تبيع وتشترى وليس لأحد منعها من ذلك ما دامت مراعية أحكام الشرع وآدابه ، ولذلك أبيح لها كشف وجهها وكفيها ، قال الفقهاء : لأن الحاجة تدعو إلى إبراز الوجه للبيع والشراء ، وإلى إبراز الكف للأخذ والإعطاء . (٨٢ / ٤)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن ابن بريدة ، عن أبيه رفعه قال : ” يا علي ! لا تتبع النظرة النظرة ، فإن لك الأولى ، وليس لك الآخرة “ .

(٥٢٤ / ٣ ، رقم الحديث : ٢٤٤٤ ، في نظر الفجاءة)

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : ومعنى نظر الفجاءة أن يقع بصره على الأجنبية من غير قصد ، فلا إثم عليه في أول ذلك ، ويجب أن يصرف بصره في الحال ، فإن صرف في الحال فلا إثم عليه ، وإن استدأ النظر أتم لهذا الحديث ، فإنه ﷺ أمره بأن يصرف بصره مع قوله تعالى : ﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ ﴾ . (٢٠٨ / ١٠ ، كتاب الآداب ، باب نظر الفجاءة)

ما في ” الهداية “ : عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يباح النظر إلى ذراعيها أيضاً ، لأنه قد يبدو منها عادة . (٢٢٢ / ٢ ، كتاب الكراهية)

(جديد مسائل كاحل : ٢١٣ ، امداد الفتاوى : ٢٠٠ / ٢ ، اصلاح خواتين : ٣٥٣ / ٣)

محارم کے سامنے آدھی آستین کا قمیص

مسئلہ (۵۵۶): گھر میں عورت کے لیے اپنے محارم کے سامنے آدھی آستین کی قمیص پہننے میں کوئی حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ ایسی قمیص نہ پہنے، کیوں کہ اس میں بے پردگی کا احتمال ہے^(۱)، گھر کے باہر آدھی آستین والی قمیص پہن کر نکلنا، یا گھر میں غیر محارم کے سامنے آدھی آستین والی قمیص پہن کر آنا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا يبدین زینتھن إلا لبعولتھن﴾ الآية . (سورة النور : ۳۱)
ما في ” التفسير المظهری “ : وأباح لهم أن ينظروا منهن ما يبدو عند المحنة والخدمة ، وهو الوجه والرأس والصدر والساقان والعضدان . (۳۸۹/۶)
ما في ” الهداية “ : وينظر الرجل من ذوات محارمه إلى الوجه والرأس والساقين (والذراع والكف والقدم) ولا ينظر إلى ظهرها وبطنها وفخذها ، والأصل فيه قوله تعالى : ﴿ولا يبدین زینتھن﴾ . (۴۶۱/۴ ، كتاب الكراهية)
ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : وقد قال ابن خويزمناد من علمائنا : أن المرأة إذا كانت جميلة ، وخيف من وجهها وكفيها الفتنة ، فعليها ستر ذلك . (۲۲۹/۱۲)
(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)
ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : في هذه الآية تدل على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجانب ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الرب فيهن .
(۴۸۶/۳ ، باب حجاب النساء)

عورت کا مرد ڈاکٹر سے علاج کروانا

مسئلہ (۵۵۷): اگر کسی ہسپتال میں بآسانی لیڈی ڈاکٹر مل جائے، یا سخت ضرورت نہ ہو، تو عورت کے لیے مرد ڈاکٹر سے مستور اعضاء کا علاج کروانا جائز نہیں، لیکن اگر لیڈی ڈاکٹر نہ ہو اور ضرورت، ضرورتِ شدیدہ ہو، تو پھر عورت کے لیے مرد ڈاکٹر سے مستور اعضاء کا علاج کرانے کی گنجائش ہے، اور اس صورت میں بھی بقدر ضرورت ہی ستر کھولنے کی اجازت ہے، نیز مرد ڈاکٹر کو بھی چاہیے کہ وہ حتی الامکان غیر ضروری مقام پر نگاہ نہ پڑنے دیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : امرأة أصابها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه ، لا يحل أن ينظر إليهما ، لكن تعلم امرأة تدوايها ، فإن لم يجدوا امرأة تدوايها ولا امرأة تتعلم ذلك إذا علمت ، وخيف عليها البلاء والوجع أو الهلاك ، فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلك القرحة ، ثم يدويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع ، ولا فرق في هذا بين ذوات المحارم وغيرهنّ ، لأن النظر إلى العورة لا يحل بسبب المحرمية . (۳۳۰/۵) ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر الخ

ما في ” رد المحتار “ : إذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر إليه عند الدواء لأنه موضع ضرورة ، وإن كان في موضع الفرج ، فينبغي أن يعلم امرأة تدوايها ، فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجع لا تحتمله يستروا منها كل شيء إلا موضع العلة ، ثم يدويها الرجل ، ويغض بصره ما استطاع إلا عن موضع العلة ، ثم يدويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن موضع الجرح . (۳۵۳/۹) ، الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ

ما في ” ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر “ : ويحرم النظر إلى العورة إلا عند الضرورة كالطبيب أي له النظر إلى موضع النظر ضرورة ، فيرخص له أحياء لحقوق الناس ودفعاً =

سوںے، چاندی یاریشمی کام والی ٹوپی یا جوتی

مسئلہ (۵۵۸): ایسی ٹوپی، جوتی یا کپڑا جس میں خالص سونے (زری)، چاندی یاریشم سے کام کیا گیا ہو، مردوں کے لیے اُن کا استعمال جائز نہیں ہے، ہاں! اگر عرض میں چار انگل سے کم ہو، تو پھر اس کا استعمال درست ہے۔^(۱)

=لحاجتہم. (۱۹۹/۴، کتاب الکراہیۃ، فصل فی النظر ونحوہ)

ما فی ”تبیین الحقائق“ : وفی النظر الطیب الی موضع المرض ضرورة فیرخص لهم احياء لحقوق الناس ودفعاً لحاجتہم ، فصار كنظر الختان والخافضة وينبغي للطبيب أن يعلم امرأة إن أمكن ، لأن نظر الجنس أخف ، وإن لم يمكن ستر كل عضو منها سوى موضع المرض ثم ينظر ويغض بصره عن غير ذلك الموضوع ما استطاع ، لأن ما ثبت للضرورة يتقدر بقدرها . (۴۰/۷، کتاب الکراہیۃ، فصل فی النظر واللمس)

(كذا فی الدر المنقی فی شرح الملتقى مع المجمع : ۱۹۹/۴، فصل فی النظر ونحوہ)
ما فی ”الأشباه والنظائر لابن نجيم“ : ”الضرورات تبیح المحظورات“ . ”ما أبیح للضرورة يتقدر بقدرها“ . (۳۰۷/۱ . ۳۰۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿وَلَنُكَفِّرَنَّ عَنْكَ سَيِّئَاتِكَ وَلَنَجْزِيَنَّكَ أَجْرَكَ وَلَنُكَفِّرَنَّ عَنْكَ سَيِّئَاتِكَ وَلَنَجْزِيَنَّكَ أَجْرَكَ﴾ (سورة الکہف : ۳۱)
من أساور من ذهب ويلبسون ثياباً خضراً من سندس واستبرق ﴿﴾ . (سورة الکہف : ۳۱)
ما فی ”الدر المنثور“ : وأخرج النسائي والحاكم عن عقبة بن عامر ، أن رسول الله ﷺ كان يمنع أهل الحلبة والحريير ، ويقول : ”إن كنتم تحبون حلبة الجنة وحريرها فلا تلبسوها في الدنيا“ . (۴۰۱/۴)

ما فی ”جامع الترمذي“ : عن أبي موسى الأشعري رضي الله عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : ”حرم لباس الحريير والذهب على ذكور أمتي وأهل لإناثهم“ . (۵۷۵/۲)

ما فی ”العرف الشذي شرح الترمذي“ : قال الحنفية : ويجوز الحريير للرجال قدر أربع أصابع ، والعبرة لأصابع اللابس ، ولبس الثوب الذي لحمته وسداه حريير حرام ، والذي =

لحمته غير حرير جائز ، والعكس غير جائز ، ولو كان الحرير مطروراً فكذلك التفصيل ، الطراز السنجاف والمنسوج (كشيده) إن كان مفروقاً وقدرأ زائداً على أربعة أصابع فلا يجوز والنعل المزركش إن كان مفروقاً فلا يجوز ، وإلا فيجوز .

(۲۴۸/۳ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في الحرير والذهب ، رقم الحديث : ۱۷۲۰)

(كذا في عارضة الأخوذي : ۱۶۳/۷ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في الحرير والذهب)

ما في ”رد المحتار“ : وفي الفتاوى الهندية : يكره أن يلبس الذكور قلنسوة من الحرير أو الذهب أو الفضة أو الكرباس الذي خيط عليه إبريسم كثير أو شيء من الذهب أو الفضة أكثر من قدر أربع أصابع اهـ . وبه يعلم حكم العرقية المسماة بالطاقيّة ، فإذا كانت منقشة بالحرير وكان أحد نقوشها أكثر من أربع أصابع لا تحل ، وإن كان أقل تحلّ ، وإن زاد مجموع نقوشها على أربع أصابع بناء على ما مر من أن ظاهر المذهب عدم جمع المتفرق .

(۴۳۱/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(الفتاوى الهندية : ۳۳۲/۵ ، الباب التاسع في اللبس وما يكره من ذلك وما لا يكره)

ما في ”مجمع الأنهر“ : ويحل للنساء لبس الحرير ، ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم قوله : (كالعلم) أي في عرض الثوب ، فلو في طوله كره .

(۱۹۲/۳ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : وفيه المرخص العلم في عرض الثوب ، قلت : ومفاده أن القليل في طوله يكره . انتهى . قال المصنف : وبه جزم ملا خسرو ، وصدر الشريعة ، لكن اطلاق الهداية وغيرها يخالفه . (۲۳۸/۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(جديد مسائل كاحل : ص/۳۹۳ ، فتاوى محمودية : ۳۰۴/۱۹ ، كراچی)

کشتی نما ٹوپی

مسئلہ (۵۵۹): کشتی نما گاندھی ٹوپی ہندوستان میں زمانہ دراز سے مستعمل ہے، تحریک آزادی کے زمانہ میں اس کا نام گاندھی ٹوپی رکھ لیا گیا، اس ٹوپی کا پہننا جائز ہے، محض اس کا نام ”گاندھی ٹوپی“ ہو جانے سے اس کا پہننا ناجائز نہیں ہوگا^(۱)، حدیث پاک میں غیروں کی مشابہت سے جو منع کیا گیا، اس سے مراد ایسی مشابہت ہے، جو اس غیر قوم کے ساتھ مخصوص ہو، یا وہ اس قوم کا شعار ہو، اور اس نیت سے اُسے اختیار کیا جائے کہ وہ ان کے مشابہ ہو جائے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾ . (البقرة : ۲۹)
 ما في ” جامع الترمذي “ : عن سلمان (رضي الله عنه) قال : سئل رسول الله ﷺ عن السمن والجبن والفراء ، فقال : ” الحلال ما أحل الله في كتابه ، والحرام ما حرم الله في كتابه ، وما سكت عنه فهو مما عفا عنه “ . (۳۰۳/۱ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في لبس الفراء ، قديمي)
 ما في ” تحفة الأحمدي شرح الترمذي “ : قال القاضي الشوكاني في ” إرشاد السائل إلى أدلة المسائل “ بعد ما أثبت ان كل ما في الأرض حلال إلا بدليل . (۳۹۷/۵ ، في لبس الفراء)
 ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يدل الدليل على عدم الإباحة “ . (۲۵۳/۱)

(۲) ما في ” سنن أبي داود “ : قال رسول الله ﷺ : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ . (ص/ ۵۵۹)
 ما في ” مرقاة المفاتيح “ : أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار قال الطيبي : هذا عام في الخلق والخلق والشعار . (۲۲۲/۸ ، كتاب اللباس)

موجودہ لباس شریعت کی روشنی میں

مسئلہ (۵۶۰): لباس کے بارے میں شریعت کی تعلیمات بڑی معتدل

ہیں، شریعت نے کسی مخصوص لباس کو متعین نہیں کیا، البتہ لباس کی حدود مقرر کی ہیں، جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ لباس شرعی کہلائے گا، وہ حدود یہ ہیں:

(۱) لباس اتنا چھوٹا اور باریک اور چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔^(۱)

(۲) لباس ایسا نہ ہو جس میں کفار و فساق کے ساتھ مشابہت ہو۔^(۲)

(۳) لباس سے تکبر و تفاخر، اسراف و تنعم مترشح نہ ہوتا ہو، ہاں اسراف و تنعم اور نمائش سے بچتے ہوئے اپنا دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا جائز ہے۔^(۳)

(۴) مرد کی شلوار، تہبند اور پاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو۔^(۴)

(۵) مرد کا لباس اصلی ریشم کا نہ ہو، کیوں کہ وہ حرام ہے۔^(۵)

(۶) مرد ”زنانہ“ اور عورتیں ”مردانہ“ لباس نہ پہنیں۔^(۶)

(۷) خالص سرخ رنگ کا لباس پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے، البتہ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو، یا سرخ دھاری دار ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔^(۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : قوله تعالى : ﴿يَبْنِي آدَمُ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُوَارِي=

= سواتکم وریشاً ولباس التقویٰ ذلک خیر ﴿﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

(۲) ما في ” سنن أبي داود “ : قوله عليه السلام : (عن ابن عمر) ” من تشبه بقوم فهو منهم “ .

(ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

(۳) ما في ” كنز العمال “ : قوله عليه السلام : (عن عمرو بن شعيب عن جده) ” كلوا

وتصدقوا ولبسوا من غير مخيلة ولا تسرفوا فإن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده “ .

(۲/ ۲۷۴ ، رقم الحديث : ۱۷۱۹۳ ، كتاب الزينة والتجمل ، الباب الأول في الترغيب فيه ،

سنن النسائي : ۲/ ۴۱ ، رقم الحديث : ۲۳۴۰ ، كتاب الزكاة ، الاختيال في الصدقة)

ما في ” مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر “ : وعن النبي ﷺ : ” أنه نهى عن الشهرتين ؛ وهو

ما كان في نهاية النفاسة ، وما كان في نهاية الخساسة ، وخير الأمور أوساطها “ .

(۴/ ۱۹۱ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(۴) ما في سنن أبي داود “ : عن سالم بن عبد الله عن أبيه قال : قال رسول الله ﷺ : ” من جر ثوبه

خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيمة “ . وقال أيضاً : ” وإياك وإسبال الإزار فإنها من المخيلة وإن الله

لا يحب المخيلة “ . (ص/ ۵۶۴ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في إسبال الإزار)

(المسائل المهمة فيما اتلت به العلامة : ۱/ ۱۴۳ ، طبع چهارم)

(۵) ما في ” سنن أبي داود “ : عن عبد الله بن زريق أنه سمع علي بن أبي طالب يقول : ” إن

نبي الله ﷺ أخذ حريراً فجعله في يمينه وأخذ ذهباً فجعله في شماله ثم قال : إن هذين حرام

على ذكور أمتي “ . (ص/ ۵۶۱ ، كتاب اللباس ، باب في الحرير للنساء)

ما في ” مجمع الأنهر “ : ويحل للنساء لبس الحرير ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع

كالعلم . (۴/ ۱۹۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(۶) ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : ” لعن الله المتشبهين

من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال “ . رواه البخاري .

(ص/ ۳۸۰ ، كتاب اللباس ، باب الترجل ، الفصل الأول)

(۷) ما في ” مجمع الأنهر والدر المنتقى “ : (ويكره) الثوب (الأحمر والمعصر) للرجال ، لأنه عليه

السلام نهى عن لبس الأحمر والمعصر . مجمع الأنهر . قوله : (ويكره) تحريماً للرجال (الأحمر

والمعصر) . الدر المنتقى . (۴/ ۱۹۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللباس)

نیکر پہن کر فوجی مشق

مسئلہ (۵۶۱): پی، اے، ایف (P.A.F) میں ملازمین نیکر پہن کر پی ٹی (فوجی مشقیں) کرتے ہیں، جس میں ران وغیرہ برہنہ ہوتی ہیں، جب کہ قرآن وحدیث اور فقہاء کرام کی عبارتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمانوں کے لیے ستر عورت فرض ہے، مردوں کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک، اور عورت کے لیے پورا بدن ستر ہے، سوائے چہرہ، ہتھیلی اور قدم کے، لہذا فوجی مشق کرتے وقت ستر کا خیال رکھنا ضروری ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَبْنِي اِدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سواكم وريشاً﴾ .
(سورة الأعراف : ۲۶)
ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قال كثير من العلماء : هذه الآية دليل على وجوب ستر العورة ولا خلاف بين العلماء في وجوب الستر العورة عن أعين الناس وقال أبو حنيفة : الركبة عورة ، وهو قول عطاء . (۱۸۲/۷)
ما في ” أحكام القرآن لمفتي عبد الشكور الترمذي “ : وقد اتفقت الأمة على معنى ما دلت عليه الآية ، من لزوم فرض ستر العورة ، ووردت به الآثار عن النبي ﷺ ، منها حديث بهز بن حكيم عن أبيه ، عن جده قال : قلت : يا رسول الله ! عورتنا ما تأتي منها وما نذر ؟ قال : ” أحفظ عورتك إلا من زوجتك أو ما ملكت يمينك “ . قلت : يا رسول الله ﷺ ! فإذا كان أحدنا خالياً ؟ قال : ” فإن الله أحق أن يستحي منه “ . وروى أبو سعيد الخدري عنه عليه السلام أنه قال : ” لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة “ . وقد روي عنه ﷺ أنه قال : ” ملعون من نظر إلى سواة أخيه “ . قال تعالى : ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ، وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن﴾ ، يعني عن العورات ، إذ لا خلاف في =

شرٹ و نیکر پہن کر کھیلنا

مسئلہ (۵۶۲): بہت سے کھیل ایسے ہوتے ہیں جنہیں کھلاڑی صرف شرٹ و نیکر پہن کر کھیلتے ہیں، جیسے ہاکی، ٹینس، بیڈمنٹن، باسکٹ بال وغیرہ، اور کچھ کھیل ایسے ہیں جنہیں صرف نیکر پہن کر کھیلا جاتا ہے، اور باقی پورا جسم برہنہ ہوتا ہے، اس طرح کے کھیل شرعاً ممنوع ہیں، کیوں کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک، اور عورت کا ستر، سوائے چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور قدم کے، پورا بدن ہے، جن کا چھپانا ہر حال میں فرض ہے، اسی طرح ایسا پتلا اور تنگ لباس پہننا جس میں اعضاء مستورہ صاف نظر آتے ہوں، اور اعضاء کی ساخت نمایاں ہوتی ہو، شرعاً درست نہیں ہے۔^(۱)

= جواز النظر إلى غير العورة وأما المرأة الحرة فعورة كلها ، إلا الوجه والكفين ، على هذا أكثر أهل العلم . (۳۲۴/۳)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : وقوله تعالى : ﴿وطفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة﴾ . [الأعراف] يدل على فرض ستر العورة ، لإخباره أنه أنزل علينا لباساً لنواري سواتنا به . (۳۹/۳)
ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن عبد الرحمن بن أبي سعيد الخدري ، عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال : ” لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة “ .

(۱/۱۵۴ ، باب تحريم النظر إلى العورات)

ما في ” شرح مسلم للنووي “ : وأما ضبط العورة في حق الأجانب ، فعورة الرجل مع الرجل ما بين السرة والركبة ، وكذلك المرأة مع المرأة . (۱/۱۵۴ ، تحريم النظر إلى العورات)
ما في ” رد المحتار “ : فالركبة عورة لرواية الدار قطني : ” ما تحت السرة إلى الركبة عورة “ . (۹/۴۴۶ ، كتاب المحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس) =

ما في ” جامع الترمذي “ : عن ابن جرهد ، عن أبيه ، عن النبي ﷺ ، مر به وهو كاشف عن فخذه ، فقال النبي ﷺ : ” غطّ فخذك ، فإنها من العورة “ . هذا حديث حسن .

(۲/۱۰۷ ، أبواب الآداب ، باب ما جاء أن الفخذ عورة) (فتاوى حقانية: ۴/۴۲۵، ۴۲۶) =

.....

.....

.....

.....

.....

.....

.....

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يُنَبِّئُ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتَكَم وَرِيشًا ، وَلِبَاسَ التَّقْوَى ذَٰلِكَ خَيْرٌ﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : يدل على فرض ستر العورة ، لإخباره أنه أنزل علينا لباساً لنواري سواتنا به . (۳/ ۳۹ ، مكتبة شيخ الهند بديوبند)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يُنَبِّئُ آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ . (سورة الأعراف : ۳۱)

ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن أبي سعيد الخدري عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال : ” لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة ، ولا يفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد ، ولا تفضي المرأة إلى المرأة في الثوب الواحد “ .

(۳/ ۱۴۴ ، كتاب الحيض ، تحريم النظر إلى العورات ، بيروت)

ما في ” شرح مسلم للنووي “ : ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۳/ ۱۴۵ ، كتاب الحيض ، تحريم النظر إلى العورات)

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة ، لا تقره الشريعة الإسلامية ، مهما كان جميلاً ، أو موافقاً لدور الأزياء ، وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصاة من الجسم الذي يجب ستره ، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز . (۴/ ۸۸ ، كتاب اللباس والزينة ، المكتبة الأشرفية)

(جدید مسائل کامل: ص/۴۰۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۳۳۵، ۳۳۶، قدیم)

خواتین کی ملازمت

مسئلہ (۵۶۳): یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام خاندانی نظام کے استحکام کو بڑی اہمیت دیتا ہے، چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر اس نے مردوں و عورتوں کی ذمہ داریوں میں تقسیم کار سے کام لیا ہے کہ گھر سے باہر کی ذمہ داریاں جن میں کسبِ معاش کی تگ و دو بھی داخل ہے۔ مردوں سے متعلق ہوں گی، اور گھر کے اندر امور عورتوں سے متعلق ہوں گے، یہ وہ بہترین تقسیم کار ہے، جو مسلم معاشرہ میں آج بھی بڑی حد تک خاندانی استحکام کو باقی رکھے ہوئے ہے؛ اس لیے کسبِ معاش بنیادی طور پر مردوں کی ذمہ داری ہے نہ کہ عورتوں کی، عورتوں کو بلا ضرورت آزادی و ترقی کے نام پر کسبِ معاش پر مجبور کر دینا ایک سماجی ظلم ہے، کہ عورتیں بچوں کی پرورش و نگہداشت اور امور خانہ داری وغیرہ اپنے منصبی فرائض بھی انجام دیں، اور اس دوڑ دھوپ میں بھی مردوں کی شریک ہوں۔

عام حالات میں شریعت نے خواتین پر کسبِ معاش کی ذمہ داری تو نہیں رکھی ہے؛ لیکن بحالتِ مجبوری (کسی ایسے شخص کا موجود نہ ہونا جو اس کی اور اس کے بچوں کی نفقہ برداری کر سکے) ^(۲)، شرعی حدود میں رہتے ہوئے عورت کے لیے کسبِ معاش مباح ہے۔ شرعی حدود یہ ہیں:

(۱) شرعی پردہ کی مکمل رعایت ہو۔ ^(۳) (۲) خوشبو کے استعمال سے پرہیز ہو۔ ^(۴) (۳) لباس مردوں کے لیے باعثِ کشش نہ ہو۔ ^(۵) (۴) مردوں کے

ساتھ اختلاط نہ ہو۔^(۶) (۵) اجنبی مردوں کے ساتھ تنہائی کی نوبت نہ آئے۔^(۷)

(۶) شوہر اور بچوں کے حقوق سے بے اعتنائی نہ ہو۔^(۸)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
- ما في ” تفسير ابن كثير “ : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم . (۴۸/۱ ، سورة المائدة)
- (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم﴾ . (المائدة : ۳)
- ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الضرورات تبيح المحظورات “ . (۳۰۷/۱)
- (۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)
- ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهن .
- (۴۸۶/۳) ، باب حجاب النساء
- (۴) ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن زينب امرأة عبد الله قالت : قال لنا رسول الله ﷺ : ” إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمسّ طيباً “ .
- (۱۸۳/۱) ، كتاب الصلاة ، باب خروج النساء إلى المساجد الخ
- (۵) ما في ” فتح الملهم مع التكملة “ : قوله : (فلا تطيب تلك الليلة) الخ : أي : لا تمسّ طيباً ، يلتحق بالطيب ما في معناه ، لأن سبب المنع فيه من تحريك داعية الشهوة ، كحسن الملبس والحلي الذي يظهر ، والزينة الفاخرة ، وكذا الاختلاط بالرجال .
- (۳۹۳/۳) ، كتاب الصلاة ، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة وإنها لا تخرج مطيبة ، تحت الرقم : ۹۹۶ ، دار احياء التراث العربي بيروت
- (۶ - ۷) ما في ” صحيح البخاري “ : عن ابن عباس رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : ” لا يخلون رجل بامرأة إلا مع ذي رحم محرم “ . (۷۸۷/۲) ، باب لا يخلون رجل بامرأة =

تبلیغ دین کے لیے عورتوں کا ٹی وی پر آنا

مسئلہ (۵۶۴): عورتوں کا تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کی خاطر ٹی وی پر آنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن و حدیث میں عورتوں کو لزومِ بیت اور پردہ کی تاکید فرمائی گئی ہے^(۱)، حتیٰ کہ عورت کی آواز کو بھی پردہ بتایا گیا ہے۔^(۲)

=ما في "نصب الراية": قوله عليه السلام: "لا يخلون رجل بامرأة ليس منها بسبيل، فإن الشيطان ثالثهما". (كتاب الكراهية) ۵۵۲/۴،

ما في "صحيح البخاري": عن عافية بن عامر أن رسول الله ﷺ قال: "إياكم والدخول على النساء". فقال رجل من الأنصار: يا رسول الله! أفرأيت الحمى؟ قال: "الحمى الموت". (۸۷/۲، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما شيطان، جامع الترمذي: ۲۲۱/۱، أبواب الطلاق)

(۸) ما في "صحيح البخاري": عن عبد الله بن عمر يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "ألا كلكم راع، وكلكم مسؤول عن رعيته..... والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسؤلة عن رعيته". (۱۲۲/۱، الصحيح لمسلم: ۱۳۲/۲)

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۶۸، ۱۶۹، خواتین کی ملازمت، اٹھارہواں فقہی سمینار مدورائی، چنئی) الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "القرآن الكريم": ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى﴾. (الأحزاب: ۳۳)

ما في "الدر المنثور للسيوطي": وأخرج البزار عن أنس رضي الله عنه: جئن النساء إلى رسول الله ﷺ فقلن: يا رسول الله ﷺ! ذهب الرجال بالفضل والجهاد في سبيل الله، فما لنا عمل ندرك فضل المجاهدين في سبيل الله؟ فقال: "من قعدت منك في بيتها فإنها تدرك عمل المجاهدين في سبيل الله". (۳۷۴/۵)

ما في "القرآن الكريم": ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأُزْوَاجُكُمْ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْكُمْ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾. (سورة الأحزاب: ۵۹) =

==ما في " الدر المنثور " : وأخرج ابن جرير ، وابن حاتم وابن مردويه ، عن ابن عباس في هذه الآية قال : " أمر الله نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن في حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤوسهن بالجلابيب ، ويبدن عينا واحدة " . (٢١٥ / ٥)

ما في " روح المعاني " : ومن للتبعيض ، ويحتمل ذلك على ما في الكشاف وجهين : أحدهما أن يكون المراد بالبعض واحداً من الجلابيب ، وإدناء ذلك عليهن أن يلبسنه على البدن كله ، وثانيهما أن يكون المراد بالبعض جزء منه وإدناء ذلك عليهن أن يتقنعن فيسترن الرأس والوجه بجزء من الجلابيب مع إرخاء الباقي على بقية البدن . (١٣٨ / ١٢)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿ فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض ﴾ قيل : فيه أن لا تلين القول للرجال على وجه ، يوجب الطمع فيهن من أهل الريبة ، وفيه الدلالة على أن ذلك حكم سائر النساء في نهيهن عن إلانة القول للرجال على وجه يوجب الطمع فيهن ، ويستدل به على رغبتهن فيهم ، والدلالة على أن الأحسن للمرأة أن لا ترفع صوتها بحيث يسمعها الرجال ، وفيه الدلالة على أن المرأة منهية عن الأذان ، وكذلك قال أصحابنا : وقال الله تعالى في آية أخرى : ﴿ ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن ﴾ [سورة النور : ٣١] فإذا كانت منهية عن اسماع خلخالها ، فكلامهما إذا كانت شابة تخشى من قبلها الفتنة أولى بالنهي عنه . (٣٤١ / ٣)

ما في " المصنف لابن أبي شيبه " : قال عبد الله : " احبسوا النساء في البيوت ، فإن النساء عورة ، وأن المرأة إذا خرجت من بيتها استشرفها الشيطان ، وقال لها : إنك لا تمرين بأحد إلا أعجب بك " . (٥٠١ / ٩) ، كتاب النكاح ، رقم الحديث : ١٨٠٠٦

ما في " مرقاة المفاتيح " : وقيل : إنها ذات عورة ، والمعنى أن المرأة يستقبح بروزها وظهورها ، فإذا خرجت أمعن النظر إليها ليغويها ويغوي غيرها بها فيوقعها ، أو أحدهما في الفتنة ، أو يريد بالشيطان شيطان الأنس من أهل الفسق ، أي إذا رآها بارزة استشرفوها بمثابة الشيطان في نفوسهم من الشر ، ويحتمل أنه رآها الشيطان فصارت من الخبيثات بعد أن كانت من الطيبات . (٢٥٤ / ٦) ، النظر إلى المخطوبة وبيان العورات ، رقم : ٣١٠٩

ما في " رد المحتار " : (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة =

آڑی مانگ نکالنا

مسئلہ (۵۶۵): مسلمانوں میں آڑی مانگ نکالنے کا رواج گمراہ قوموں کی تقلید سے ہوا ہے، لہذا اس کو ترک کرنا واجب ہے، مانگ سیدھی نکالنی چاہیے، کیوں کہ حدیث شریف سے حضور ﷺ کا سیدھی مانگ نکالنا ثابت ہے، اور جن امور میں رسول کریم ﷺ نے مرد اور عورت کے احکام میں فرق نہیں فرمایا، ان میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔^(۱)

= بل (لخوف الفتنة) كمسه . الدر المختار . قوله : (بل لخوف الفتنة) أي الفجور بها . "قاموس" . أو الشهوة ، والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة ، لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة . (۲/۷۳ ، الصلوة ، مطلب في النظر الى وجه الأمر) ما في "النهر الفائق" : وأطبق المتأخرون على أن الفتوى على منع الكل في الكل ، وإذا منعت عن حضور الجماعة فمنها من حضور الوعظ والاستسقاء أولى . (۱/۳۵۱) (۲) ما في "المبسوط للسرخسي" : ويرفع صوته بالأذان ، والمرأة ممنوعة من ذلك لخوف الفتنة . (۱/۲۷۷ ، باب الأذان) (جديد مسائل كحل: ص/۴۰۹) ما في "حاشية الطحطاوي على مراقبي الفلاح" : (و) أذان (امرأة) لأنها إن خفضت صوتها أخلت بالإعلام ، وإن رفعته ارتكبت معصية ، لأنه عورة . (ص/۱۹۹ ، ۲۰۰ ، باب الأذان) الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "القرآن الكريم" : ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ . (سورة هود : ۱۱۳) ما في "روح المعاني" : أي لا تميلوا إليهم أدنى الميل ويشمل النهي حينئذ مداهنتهم ، وترك التغير عليهم مع القدر والتزيي بزيهم . (۴/۲۳۱) ما في "سنن أبي داود" : عن عائشة قالت : "كنت إذا أردت أن أفرق رأس رسول الله ﷺ صدعتُ الفرق من يافوخه وأرسلُ ناصيته بين عينيه" . (ص/۵۷۶ ، كتاب الترجل) ما في "بذل المجهود" : صدعت الفرق أي شققت الفرق ، من يافوخه ، أي وسط رأسه . =

انگریزی بالوں کو سنت کے مطابق کرنا

مسئلہ (۵۶۶): انگریزی بالوں کو سنت کے مطابق تبدیل کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ یہ مستحسن اور باعثِ اجر ہے^(۱)، لیکن پہلے سب بال برابر کر لیے جائیں، اس کے بعد سنت کے مطابق بال رکھے جائیں، کیوں کہ آپ ﷺ نے چھوٹے بڑے بال رکھنے سے منع فرمایا ہے۔^(۲)

= (۲۱۵/۱۰)

ما فی ” أشعة اللمعات “ : (صدعت) می شکافتم و شق می کردم۔ (فرقہ) فرق اورا۔ (عن) یا فوخہ از میانہ سروے بجانب ناصیہ، و آن موضع ست کہ می جند از سر طفل یعنی یک طرف خط فرق ازیں موضع می بود، و طرف دیگر نزد جہرہ مخاڑی مابین دو چشم چنانکہ گفت، (و ارسلت ناصیہ بین عینیہ) در ہا می کردم و میگزاشتم موئے سر مبارک را کہ ناصیہ نام اوست میان دو چشم یعنی می گروانیدم طرف فرق کہ بجانب ناصیہ است مخاڑی مابین دو چشم کشیدہ کہ می بود نصف شعر ناصیہ از جانب عین آن فرق، و نصف دیگر از جانب یسار آن، ایں چنین تفسیر کرد ایں حدیث را طیبی، پس فرق مثل راہ راست شد از میانہ سر تا مخاڑی مابین دو چشم، و لہذا تفسیر کرد آن را در قاموس براہے کہ میان موئے سر بود۔ (۵۷۶/۳، کتب خانہ مجیدیہ ملتان) (فتاویٰ محمودیہ: ۴۳۳/۱۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۳۳/۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ” مشکوٰۃ المصابیح “ : عن أبي هريرة (رضي الله عنه) قال : قال رسول الله ﷺ : ” من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد “ . رواه البيهقي في كتاب الزهد . (ص/ ۳۰ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، قديمي)
ما فی ” مرقاة المفاتيح “ : قوله : (من تمسك) أي عمل (بسنتي عند فساد أمتي) أي عند غلبة البدعة والجهل والفسق فيهم (فله أجر مائة شهيد) لما يلحقه من المشقة بالعمل بها وباحيائها وتركهم لها كالشهيد المقاتل مع الكفار لاحياء الدين بل أكثر .

(۳۸۴/۱ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

(۲) ما فی ” الصحيح لمسلم “ : عن ابن عمر (رضي الله عنه) : ” أن رسول الله ﷺ =

زائد بال صاف کرنا

مسئلہ (۵۶۷): اگر کسی عورت کے چہرے اور بازوؤں پر کافی گھنے بال ہوں، تو ان کو صاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ ان بالوں کو صاف کرنا مستحب ہے۔^(۱)

= نہی عن القزع ، قال : قلت لنافع : وما القزع ؟ قال : يُحْلَقُ بعضُ رأسِ الصبي ويتركُ بعضُ . (۲۰۳/۲) ، كتاب اللباس ، باب كراهة القزع ، قديمي
ما في ” شرح مسلم للنووي “ : قال العلماء : والحكمة في كراهته أنه تشويه للخلق ، وقيل : لأنه زيّ الشر والشطارة ، وقيل : لأنه زيّ اليهود . (۲۲۷/۷) ، كتاب اللباس ، باب كراهة القزع
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مرقاة المفاتيح “ : إذا نبت للمرأة لحية فيستحب لها حلقها ، ذكره الطيبي .
(۲۷۴/۸) ، كتاب اللباس ، باب الترجل
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : يرى جمهور العلماء أنه لو نبت للمرأة لحية وشارب أو عنققة كان لها إزالتها بالحلق . (۱۰۰/۱۸) ، حلق
ما في ” رد المحتار “ : إزالة الشعر من الوجه حرام ، إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب فلا تحرم إزالته بل تستحب . (۴۵۵/۹) ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس
ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (المتنّمّصات) هي التي تطلب إزالة الشعر من الوجه بالمنماص أي المنقاش ، والتي تفعله نامصة ، قال النووي : وهو حرام إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب . (۲۸۰/۸) ، كتاب اللباس والترجل

بچوں کے بال

مسئلہ (۵۶۸): بچوں کے بال انگریزی اور فیشن ایبل طریقہ پر بنانا

نا جائز اور ممنوع ہے۔^(۱)

(۱) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ .

(سورة هود : ۱۱۳)

ما فی ” التفسیر المظہری “ : قال ابن عباس : أي لا تمیلوا ، والركون المحبة والمیل بالقلب ، وقال أبو العالیة : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال السدی : لا تدهنوا الظلمة ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ، وقيل : لا تسكنوا إلى الذين ظلموا ، قال البيضاوي : لا تمیلوا إلیهم أدنی المیل ، فإن الركون هو المیل البسیر کالتزیی بزئیم . (۴/۲۳۰)

ما فی ” سنن أبي داود “ : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ . (ص/۵۵۹ ، کتاب اللباس)

ما فی ” مرقاة المفاتیح “ : أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره ، أو بالفاسق ، أو بالفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم ، أي فی الإثم والخیر . (۸/۲۲۲)

ما فی ” الصحيح لمسلم “ : عن عبید الله قال : أخبرني عمر بن نافع ، عن أبيه ، عن ابن عمر : ” أن رسول الله ﷺ نهى عن القزع ، قال : قلت لنافع : وما القزع ؟ قال : يحلق بعض رأس الصبي ويترك بعض “ . (۲/۲۰۳)

ما فی ” سنن أبي داود “ : عن ابن عمر : أن النبي ﷺ رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه فنهاهم عن ذلك ، فقال : ” احلقوا كله أو اتركوه كله “ . (ص/۵۷۷ ، کتاب الترجل)

ما فی ” رد المحتار “ : ويكره القزع ، وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع . (۹/۴۹۸ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۵۷)

(امداد الفتاوى: ۳/۲۲۳، فتاوى رحيمية: ۱۰/۱۱۴)

مونچھوں کا بڑھانا

مسئلہ (۵۶۹): مونچھوں کو اس حد تک تراشنا کہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائے، سنت ہے^(۱)، اور مونچھوں کو نہ کاٹتے ہوئے لبوں کے نیچے تک لٹکائے رکھنا خلاف سنت ہے، جس پر حدیث پاک میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ فَأَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفاً ، فطرت اللہ التي فطر الناس عليها ﴾ . (الروم : ۳۰)

ما في ” التفسير المظهری “ : أن رسول اللہ ﷺ قال للناس يوماً : ” ألا أحدثكم بما حدثني اللہ في كتابه : إن اللہ خلق آدم وبنیه حنفاء مسلمين “..... الحديث ، بقوله ﷺ : ” خمس من الفطرة ؛ فذكر منها قصّ الشارب “ . (۲۵ / ۱۳)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة رضي اللہ عنه قال : قال رسول اللہ ﷺ : ” الفطرة خمس : الختان ، والاستحداد ، وقصّ الشارب ، وتقليم الأظفار ، ونتف الإبط “ .

(ص / ۱۰۶۶ ، كتاب اللباس ، باب تقليم الأظفار ، رقم الحديث : ۵۸۹۱)

ما في ” عمدة القاري “ : باب قصّ الشارب : أي هذا باب في بيان سنية قصّ الشارب ، بل وجوبه ، وكان ابن عمر رضي اللہ عنهما يحفي شاربہ ، حتى ينظر إلى بياض الجلد .

(۲۲ / ۶۷ ، ۶۸ ، كتاب اللباس ، باب قصّ الشارب)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن ابن عمر رضي اللہ عنهما : ” انهكوا الشوارب واعفوا اللحى “ . (ص / ۱۰۶۷ ، رقم الحديث : ۵۸۹۳)

ما في ” عمدة القاري “ : قوله : (انهكوا) أي بالغوا في القصّ والهك المبالغة . (۲۲ / ۷۳)

ما في ” فتح الباري “ : واغرب القاضي أبوبكر بن العربي فقال : عندي أن الخصال الخمس المذكورة في هذا الحديث كلها واجبة ، فإن المرأ لو تركهم لم تبق صورته على صورة =

=الآدميين ، فكيف من جملة المسلمين والمراد بالفطرة في حديث الباب أن هذه الأشياء إذا فعلت اتصف فاعلها بالفطرة التي فطر الله العباد عليها ، وحثهم عليها واستحبها بهم ، ليكونوا على أكمل الصفات وأشرفها صورة . (١٠ / ٣٩٥ ، قصّ الشوارب)

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : قال صاحب المفهم : في هذه الخصال محافظة على حسن الهيئة والنظافة ، وكلاهما يحصل به البقاء على أصل الكمال الخلقة التي خلق الناس عليها ، وبقاء هذه الأمور ، وترك إزالتها يشوه الإنسان ويقبحه بحيث يستقذر ويحتجب ، فيخرج مما تقتضيه الفطرة الأولى لهذا المعنى ، كذا في شرح الاحياء . (١٠ / ٣٩٩ ، خصال الفطرة)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وقال القرطبي : قصّ الشارب أن يأخذ ما طال على الشفة بحيث لا يؤذي الأكل ، ولا يجتمع فيه الوسخ . (٨ / ٢٤٢ ، كتاب اللباس ، باب الترجل)

ما في ” رد المحتار “ : (وفيه حلق الشارب بدعة وقيل سنة) . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله : وفي ” أبي السعود “ : عن ” شرح المشارق “ لابن ملك : روى مسلم عن أنس بن مالك : وقت لنا في تقليم الأظفار وقصّ الشارب ونتف الإبط أن لا نترك أكثر من أربعين ليلة قوله : (سنة) والقصّ منه حتى يوازي الحرف الأعلى من الشفعة العليا سنة بالإجماع . (٩ / ٣٩٤ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في ” جامع الترمذي “ : وعن زيد بن أرقم ، أن رسول الله ﷺ قال : ” من لم يأخذ من شاربہ فليس منا “ . (٣ / ٥١٩ ، كتاب الأدب ، في قصّ الشارب ، رقم الحديث : ٢٤٦١)

ما في ” أشعة اللمعات “ : (من لم يأخذ من شاربہ) كے گئیر داز بروت خود و پست گرداند آنرا (فليس منا) لیس نیست آن کس از ما یعنی نیست بر سنت و طریقتہ ما . (٣ / ٥٤٣ ، کتاب اللباس ، باب الترجل)

(٢) ما في ” جامع الترمذي “ : عن زيد بن أرقم – أن رسول الله ﷺ قال : ” من لم يأخذ من شاربہ فليس منا “ . (٥ / ٩٣ ، كتاب الأدب ، قصّ الشارب ، الرقم : ٢٤٦١ ، احیاء التراث العربی بیروت) (جدید مسائل کا حل : ج ٢ / ٣٢٢)

بیوٹی سپاٹ (Beauty Spat)

مسئلہ (۵۷۰): اگر بیوٹی سپاٹ (Beauty Spat) جسم کو گدا کر کیا جائے، مثلاً پہلے سوئی وغیرہ سے جسم کو گود کر رنگ بھرا جائے تو یہ ناجائز اور سخت حرام ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ لعنت کرے گودنے والی اور گدوانے والی پر“^(۱)، اگر یہی عمل نظر بد سے بچنے کے لیے کیا جائے، تب بھی ناجائز ہے، لیکن اگر جسم کو گودے بغیر، سیاہ نقطہ وغیرہ چہرے پر لگایا جائے، تو اس کی گنجائش ہو سکتی ہے^(۲)، اس لیے کہ یہ تغیر فی خلق اللہ میں داخل نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن مسعود قال : ” لعن الله الواشمات والمستوشمات ، والمتنمصات ، والمتفلجات للحسن ، المغيرات خلق الله تعالى “ .
(ص/ ۱۰۷۲ ، رقم الحديث : ۵۹۳۸ ، كتاب اللباس)

ما في ” عمدة القاري شرح البخاري “ : الواشمات جمع واشمة من الوشم وهو غرز إبرة أو مسلة ونحوهما ، في ظهر الكف أو المعصم أو الشفة ، وغير ذلك من بدن المرأة ، حتى يسيل منه الدم ، ثم يحشى ذلك الموضع بكحل أو نورة أو نيلة ، ففاعل هذا واشم وواشمة والمفعول بها موشومة ، فإن طلبت فعل ذلك فهي مستوشمة ، وهو حرام على الفاعل والمفعول بها باختيارها سواء في هذا كله الرجل والمرأة ، المغيرات خلق الله ، لأن ذلك كله تغيير لخلق الله تعالى . (۳۲۵ / ۱۹ ، تفسير القرآن ، سورة الحشر)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : واشمة : إسم فاعل من الوشم ، وهو غرز الإبرة أو نحوها في الجلد حتى يسيل الدم ، ثم حشوه بالكحل أو النبل أو النورة فيخضر ، (والمستوشمة) أي من أمر بذلك . قال النووي : وهو حرام على الفاعلة والمفعول بها . (۲۸۰ / ۸ ، كتاب اللباس)

ما في ” رد المحتار “ : والواشمة التي تشم في الوجه والذراع ، وهو أن تغرز الجلد بإبرة =

پلیکس بنوانا

مسئلہ (۵۷۱): آج کل عورتیں بیوٹی پارلر میں جا کر پلیکس بنواتی ہیں، ان کا یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ جو عورتیں پلیکس بنواتی ہیں وہ لعنت رسول اللہ ﷺ میں داخل ہیں۔^(۱)

= ثم يحشى بكحل أو نيل فيزرق ، والمستوشمة التي يفعل بها ذلك بطلبها . (۴۵۴/۹)
(۲) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” العين حق ، ونهى عن الوشم “ . (ص/ ۱۰۷۲ ، رقم الحديث : ۵۹۴۴ ، باب الواشمة)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” سنن أبي داود “ : عن أبي ربحان رضي الله عنه قال : ” نهى رسول الله ﷺ عن عشر : عن الوشر ، والوشم ، والنتف ، ومكامة الرجل الرجل بغير شعار ، وعن مكامة المرأة المرأة بغير شعار “ الحديث . (ص/ ۵۶۱ ، كتاب اللباس ، باب من كرهه)
ما في ” عون المعبود “ : قوله : (والنتف) أي وعن نتف النساء الشعور من وجوههن ، أو نتف اللحية أو الحاجب ، بأن ينتف البياض منهما ، أو نتف الشعر عند المصيبة . (۶۱/۱۱)
ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن عبد الله قال : ” لعن الله الواشمات والمستوشمات ، والنامصات والمتنمصات ، والمتفلجات للحسن ، المغيرات خلق الله “ .

(۲۰۴/۲) ، كتاب اللباس والزينة
ما في ” فتح الملهم “ : قوله : (والنامصات) النمص نتف الشعر ، والنامصة : هي التي تنتف شعر الوجه ، كما في القاموس وتاج العروس ، والمتنمصة من تأمر امرأة أخرى نتف الشعر عن نفسها ، وأكثر ما تفعله النساء في الحواجب وأطراف الوجه ابتغاء للحسن والزينة ، وهو حرام بنص هذا الحديث . (۱۹۵/۴) ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم فعل الواصلة
ما في ” فتح الباري “ : لا يجوز للمرأة تغيير شيء من خلقها التي خلقها الله عليها بزيادة أو نقص التماس الحسن . (۴۳۸/۱۰) ، كتاب اللباس ، باب المتنمصات ، كذا في مرقاة المفاتيح : ۲۲۷/۸ ، مكتبة شيخ الهند ديوبند

کان چھدوانا

مسئلہ (۵۷۲): بالی وغیرہ پہننے کے لیے لڑکیوں کے کان چھدوانا جائز

و درست ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : تنبيه : لا بأس بكَيِّ البهائم للعلامة ، وثقب أذن الطفل من البنات ، لأنهم كانوا يفعلونه في زمن رسول الله ﷺ من غير إنكار .

(۵۵۸/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا بأس بثقب آذان الأطفال من البنات ، لأنهم كانوا يفعلون ذلك في زمان رسول الله ﷺ من غير انكار . (۳۵۷/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع

عشر في الختان والخصاء ، البحر الرائق : ۳۷۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في ” نفع المفتي “ : الاستفسار : هل يجوز ثقب أنف النساء ؟ الاستبشار : إن كان للتزین يجوز ، كما في ثقب الأذن يجوز قياساً على ثقب الأذن .

(۱۹۶/۴ ، المتفرقات ، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ : ۳۷۱/۱۹ ، کراچی)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن ابن عباس : ” أن النبي ﷺ صلى يوم العيد ركعتين ، لم يصل قبلها ولا بعدها ، ثم أتى النساء ومعه بلال ، فأمرهن بالصدقة ، فجعلت المرأة تلقي قرطها “ . (۸۷۴/۲ ، كتاب اللباس ، باب القرط للنساء)

ما في ” فتح الباري “ : (فجعلت المرأة تلقي قرطها) واستدل به على جواز ثقب أذن المرأة ، لتجعل فيها القرط وغيره ، مما يجوز لهنّ التزین به . (۴۰۸/۱۰)

(فتاویٰ محمودیہ : ۳۷۱/۱۹)

لڑکوں کے لیے کریم (Cream) کا استعمال

مسئلہ (۵۷۳): اگر لڑکے محض زینت کے لیے چہرے کے کریم (Cream) استعمال کرتے ہیں، تو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے، اور اگر دانوں، دھبوں یا چہرے کے زائد بال جو آنکھ یا ناک کے بالمقابل اُگ آئے ہیں، ان سے نجات پانا مقصود ہے، تو اس کی گنجائش ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن قتادة ، عن عكرمة ، عن ابن عباس قال : ” لعن رسول الله ﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء ، والمتشبهات من النساء بالرجال “ . (۸۷۴/۲)

ما في ” فتح الباري “ : قال الطبري : المعنى لا يجوز للرجال التشبه بالنساء في اللباس والزينة التي تختص بالنساء ولا العكس وقال ابن التين : المراد باللعن في هذا الحديث : من تشبه من الرجال بالنساء في الزي ، ومن تشبه من النساء بالرجال كذلك وقال الشيخ أبو محمد بن أبي جمرة : نفع الله به ما ملخصه : ظاهر اللفظ الزجر عن التشبه في كل شيء ، لكن عرف من الأدلة الأخرى أن المراد التشبه في الزي ، وبعض الصفات والحركات ونحوها ، لا التشبه في أمور الخير . (۴۰۹/۱۰ ، رقم : ۵۸۸۵)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم تشبه النساء بالرجال والرجال بالنساء والتشبه يكون في اللباس والحركات والسكنات ، والتصنع بالأعضاء والأصوات . (۱۲ ، ۱۱/۱۲)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنث .

(۳۵۸/۵)

(فتاویٰ محمودیہ : ۳۳۱/۱۹ ، کراچی)

محض زینت کے لیے مضر دوا کا استعمال

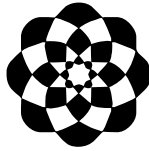
مسئلہ (۵۷۴): عورتوں کا محض زینت کے لیے کسی ایسی دوا کا استعمال کرنا مکروہ ہے، جو جلد اور چمڑی کو نقصان پہنچاتی ہو، اور چہرے پر سختی کے ساتھ ملی جاتی ہو، کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چہرہ چھیل کر رنگ نکھارنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے^(۱)، اور یہ فعل چہرہ گدوانے کے مشابہ ہے، اس لیے یہ ناجائز ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مجمع الزوائد “ : عن عائشة قالت : ” كان رسول الله ﷺ يلعن القاشرة والمقشورة “ . (۲۲۱/۵)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : وتحرم أيضاً عمليات التجميل النسائية التي يراد بها تصغير المرأة الكبيرة (عمليات الشد) . روى أحمد عن عائشة قالت : ” كان النبي ﷺ يلعن القاشرة والمقشورة “ . والقاشرة : التي تعالج وجهها أو وجه غيرها بالغمر (طلاء يتخذ من الورس) ليصفر لونها ، والمقشورة : التي يفعل بها ذلك كأنها تقشر أعلى الجلد ، ويبدو ما تحته من البشرة ، وهو شبيه بفعل النامصة ، والوشم والنمص والتفليج حرام على الرجال والنساء ، الفاعل والمفعول به ، لورود اللعن عليه مما يدل على تحريمه . (۲۶۸۲/۳)

(۳) ما في ” صحيح البخاري “ : عن عبد الله بن مسعود قال : ” لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات ، والمتفلجات للحسن ، المغيرات خلق الله ، ما لي لا ألعن من لعنه رسول الله ﷺ ، وهو ملعون في كتاب الله “ . (۸۷۹/۲)



کتاب الاکل والشرب

☆.....کھانے پینے کے مسائل.....☆

کوکا کولا (Coca Cola) اور فنٹا (Fanta) کا استعمال

مسئلہ (۵۷۵): ہمارے ملک میں کوکا کولا (Coca Cola)، فنٹا (Fanta) اور ان کے مانند دیگر مشروبات بکثرت مستعمل ہیں، اور بالتحقیق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان مشروبات میں الکحل ملا ہوا ہوتا ہے، تو اب اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ اگر عصیر العنب اور عصیر الرطب سے بنایا گیا الکحل مشروبات کی ان بوتلوں میں ڈالا جاتا ہے، تو ان کا پینا درست نہیں ہوگا، اور اگر ان کے علاوہ کسی اور پاک چیز کی شراب، مثلاً مکئی، جوار، بیر، آلو، چاول یا پیٹرول وغیرہ سے بنا ہوا الکحل ڈالا جاتا ہے، تو ان کا استعمال جائز ہے۔

فقہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”احسن الفتاویٰ“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”تحقیق سے ثابت ہوا کہ اشربہ وادویہ میں عصیر العنب یا عصیر الرطب نہیں ڈالا جاتا ہے۔“

اسی طرح فقہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم کی تحقیق بھی یہی ہے کہ ”آج کل الکحل کے لیے انگور اور کھجور استعمال نہیں کی جاتی، لہذا شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دیتے ہوئے مذکورہ مشروبات کا استعمال جائز ہوگا۔“^(۱)

البتہ اس طرح کے مشروبات سے متعلق مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے، بہت سی منفی باتیں علم میں آ چکی ہیں، اس لیے انہیں استعمال نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في ”تكملة فتح الملهم“ : حكم الكحول المسكرة ، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله ، ولا يحرم استعمالها للتداوي ، أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار وإن معظم الكحول التي تستعمل في الأدوية والعمور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو الفشور أو البترول وغيره ، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى .

(٣/٦٠٨ ، كتاب الأشربة ، حكم الكحول المسكرة)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : وأما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتد ، وهو مطبوخ أو غير مطبوخ ، فإنه يجوز شربه بما دون السكر عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى ، وعند محمد رحمه الله تعالى حرام شربه ، قال الفقيه : وبه نأخذ . كذا في الخلاصة . (٥/٢١٣ ، كتاب الأشربة ، الباب الثاني في المتفرقات)

ما في ”تكملة فتح الملهم“ : إن معظم الكحول لا تصنع من العنب ، بل تصنع من غيرها ، وراجعت له دائرة المعارف البريطانية المطبوعة : { ١٩٥٠ ، ٥٢٢ } فوجدت فيها جدولاً للمواد التي تصنع منها هذه الكحول ، فذكر في جملتها العسل والدبس ، والحب ، والشعير والجوار ، وعصر أناناس ، التفاح الصوبري ، والسلفات ، والكبريتات ، ولم يذكر فيها العنب والتمر . (١/٥٥٢ ، كتاب المساقاة والمزاعة ، حكم الكحول المسكرة)

(حسن الفتاوى: ٨/٢٨٦ ، ٢٨٧)

بیر (Bear) کا حکم

مسئلہ (۵۷۶): بیر (Bear) چونکہ شراب ہی کی ایک قسم ہے، جو ”جَو“ سے بنائی جاتی ہے^(۱)، اس لیے بیر بھی مسکرات میں شامل ہے، لہذا اس کا پینا بھی ناجائز و حرام ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) (فیروز اللغات: ص/۲۵۴)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في ” التفسير المنير “ : ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ وهذا رأي عمر ، قال : إن الخمر حرمت، وهي من خمسة أشياء : من العنب ، والتمر ، والعسل ، والشعير ، والحنطة .

(۳/۳۹ ، سورة المائدة)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” ما أسكر كثيره فقليله حرام “ عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : ” كل مسكر خمر ، وكل مسكر حرام ، ومن مات وهو يشرب الخمر يدمنها لم يشربها في الآخرة “ عن عائشة رضي الله عنها قال : ” سئل رسول الله ﷺ عن البتع فقال : كل شراب أسكر فهو حرام “ .

(ص/ ۵۱۸ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر ، قديمي)

وما في ” سنن أبي داود “ : وعن أبي مالك الأشعري رضي الله عنه ، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول : ” ليشربن ناس من أمتي الخمر ، ليسمونها بغير إسمها “ .

(ص/ ۵۱۹ ، كتاب الأشربة ، باب في الداذي) (كتاب الفتاوى: ۱۹۲/۶، ۱۹۳، نعيم)

ما في ” بذل المجهود “ : فيه دلالة على الترجمة ، حيث حرم عليهم المسكر وإن تبدل اسمه ، والداذي (شراب الفاسقين) داخل فيه أيضًا . (۱۱ / ۴۲۳ ، باب في الداذي)

تاڑ اور کھجور کا رس (نیرا) پینا

مسئلہ (۵۷۷): تاڑ اور کھجور کے رس - جسے نیرا کہا جاتا ہے - جب تک اس میں نشہ پیدا نہ ہو اس کا پینا حلال ہے، البتہ نشہ پیدا ہونے کے بعد اس کا پینا جائز و درست نہیں ہے۔^(۱)

بھنگ پینا

مسئلہ (۵۷۸): بھنگ پینا حرام ہے، اس لیے کہ بھنگ زیادہ مقدار میں پینے سے نشہ پیدا ہوتا ہے، اور قاعدہ ہے: ”جس چیز کا کثیر مسکر ہو، اس کا قلیل بھی حرام ہے“۔ یہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون ، لكن دون حرمة الخمر ، ولو سكر بأكلها لا يحذ بل يعزر . انتهى . وفي النهر : التحقيق ما في العناية أن البنج مباح ، لأنه حشيش ، أما السكر منه فحرام . (۵۳/۶) ، كتاب الحدود ، باب حد الشرب ، النهر الفائق : ۱۵۲/۳ ، كتاب الحدود ، باب حد الشرب

ما في ” العناية “ : رواية الجامع الصغير للإمام المحبوبي تدل على أن السكر الحاصل من البنج حرام ، لا على أن البنج حرام ، وكلام المصنف يدل على أن البنج مباح ولا تنافي بينهما . (۱۷۰/۳) ، كتاب الحدود ، باب حد الشرب

ما في ” مجمع الأنهر “ : والبنج فلا تعتبر تصرفاته كلها ، لأنه بمنزلة الإغماء لعدم الجنابة كما في أكثر الكتب ، فعلم من هذا أن البنج مباح ، وسكره حرام .

(۳۶۰/۲) ، كتاب الحدود ، باب حد الشرب

الحجة على ما قلنا : =

چرٹ پینا

مسئلہ (۵۷۹): چرٹ پینا مثل حقہ کے مکروہ ہے ^(۱)، بلکہ چرٹ پینے میں

نصاری کے ساتھ مشابہت کی بنا پر زیادہ کراہت ہے۔ ^(۲)

= (۲) ما فی ” الدر المختار مع الشامیة “ : ونقل فی الأشربة عن ” الجوهرية “ حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون، لكن دون حرمة الخمر، ولو سكر بأكلها لا يحسد بل يعزر. وفي النهر: التحقيق ما في العناية أن البنج مباح، لأنه حشيش، أما السكر منه فحرام. الدر المختار. وفي الشامیة: (أن البنج مباح) قيل هذا عندهما، وعند محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام. وعليه الفتوى. (۵۳/۶)، الحدود، باب حد الشرب، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة ما في ” ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر “: عصير العنب إذا طبخ حتى ذهب ثلثاه وإن اشتد، وفي الحد بالسكر منها روايتان، والصحيح وجوبه.... والكل حرام عند محمد، وبه يفتى. الملتقى. وفي مجمع الأنهر: وذهب العقل بالبنج ولبن الرماك والكل حرام عند محمد وعند مالك والشافعي، وبه أي يقول محمد يفتي لفساد الزمان. (۲۵۰/۴)، كتاب الأشربة

ما في ” البحر الرائق “: وعلى قول محمد لكثرة الفساد فيحد الشارب إذا سكر من هذه الأنبذة المذكورة، والمتخذ من لبن الرماك لا يحل شربه. (۴۰۲/۸)، كتاب الأشربة ما في ” الموسوعة الفقهية “: تقدم أن مذهب جمهور العلماء تحريم كل شراب مسكر قليله وكثيره، وعلى هذا فإن الأشربة المتخذة من الحبوب والعسل واللبن والتين ونحوها يحرم شرب قليلها إذا أسكر كثيرها، وبهذا قال محمد بن الحسن من الحنفية، وهو المفتي به عندهم أن كل شراب مسكر خمر، وكل خمر حرام. (۱۹/۵)، أشربة (كفايت المفتي: ۱۳۴/۹، كتاب الخطر والإباحة)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في ” الصحيح لمسلم “: قال رسول الله ﷺ: ” كل مسكر حرام “.

(۹۱/۷)، كتاب الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر، وأن كل خمر حرام، بيروت)

ما في ” الموسوعة الفقهية “: ذهب إلى القول بکراهة شرب الدخان من الحنفية: ابن عابدين، وأبو السعود، واللكثوي، ومن المالكية: الشيخ يوسف الصفتي، ومن =

بطورِ علاج شراب پلانا

مسئلہ (۵۸۰): کسی قریب المرگ شخص کے بارے میں ڈاکٹر یہ کہے کہ اگر اس کو شراب پلائی جائے، تو شاید وہ شفا یاب ہو جائے، تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ شاید شفا ہو جائے، یعنی شراب پلانے کے باوجود بھی شفا کا بالکل یہ یقین نہیں ہے، تو شراب پلانا درست نہیں ہے۔^(۱)

= الشافعية : الشرواني ، ومن الحنابلة : البهوتي وغيره ، واستدلوا بما يأتي ، كراهة رائحته ، فيكره قياساً على البصل النيء والثوم والكراث ونحوها . (۱۰ / ۱۰۷)

(۲) ما في ” عون المعبود “ : عن ابن عمر رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ . (۲ / ۷۳۰ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

(فتاوى عبدالحی : ص / ۵۰۸ ، جدید مسائل کامل : ص / ۳۸۴)

ما في ” قواعد الفقه “ : ” لا ضرر ولا ضرار “ . (ص / ۱۰۶ ، رقم القاعدة : ۲۵۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : (والحقنة) للتداوي ولو للرجل بطاهر لا بنجس ، وكذا كل تداو لا يجوز إلا بطاهر ، وجوزه في ” النهاية “ بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه ، قلت : وفي ” البزازیة “ : ومعنى قوله عليه الصلاة والسلام : ” إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم “ . (۹ / ۴۷۷ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيوع)

ما في ” المحيط البرهاني “ : فإن الاستسقاء بالمحرم إنما لا يجوز إلا لم يعلم أن فيه شفاء .

(۲ / ۱۱۶ ، كتاب الاستحسان ، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على عدم جواز التداوي بالمحرم والنجس ، من حيث الجملة ، لقول النبي ﷺ : ” إن الله أنزل الداء والدواء ، وجعل لكل داء دواء ، فتداووا ، ولا تتداووا بالحرام “ . وعن عمر رضي الله عنه ، أنه كتب إلى خالد بن الوليد رضي الله عنه : إنه بلغني أنك تدلك بالخمير ، والله قد حرم ظاهر الخمر وباطنها ، =

گرم ما گرم ماکولات و مشروبات کا استعمال

مسئلہ (۵۸۱): اگر ماکولات و مشروبات کچھ گرم ہوں، تو ان کا کھانا پینا مکروہ نہیں، ہاں! اگر زیادہ گرم ہو تو مکروہ ہے، لیکن جو چیز ایسی ہو کہ سرد ہونے سے اس کا مزہ یا ذائقہ ختم ہو جائے، تو اسے گرم استعمال کرنا مکروہ نہیں، جیسے چائے کافی وغیرہ۔^(۱)

= وقد حرّم مسّ الخمر كما حرّم شربها ، فلا تمسّوها أجسادكم فإنها نجس .

(۱۱۸/۱۱ ، ۱۱۹ ، تدای ، التطیب)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وتكره ألبان الأتان للمريض وغيره ، وكذلك لحومها ، وكذلك التداوي بكل حرام . كذا في فتاوى قاضي خان . (۳۵۵/۵) ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات (فتاوى محمودیہ: ۳۵۴/۱۸، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” كشف الخفاء “ : قال رسول الله ﷺ : ” أبردوا بالطعام ، فإن الطعام الحارّ غير ذي بركة “ . (۲۳/۱ ، رقم : ۳۶)

ما في ” البحر الرائق “ : ولا يأكل طعاماً حاراً ، به ورد الأثر ، ولا يشمّ الطعام ، فإن ذلك عمل البهائم ، ولا ينفخ في الطعام والشراب . (۳۳۷/۸)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولا يؤكل طعام حار ، ولا يشم ولا ينفخ في الطعام والشراب ، ومن السنة أن لا يؤكل الطعام من وسطه في ابتداء الأكل . (۳۳۷/۵)

ما في ” التنف في الفتاوى للسعدي “ : وأما الكراهة فأولها النفخ في الطعام ، والثاني الشم كما تشم البهائم ، والثالث أكل الحار . (ص/ ۱۵۹)

ما في ” رد المحتار “ : ولا يأكل الطعام حاراً ، ولا يشمه ، وعن الثاني أنه لا يكره النفخ في الطعام إلا بما له صوت ، نحو أف ، وهو محمل النهي . (۴۱۳/۹)

نشہ آور تمباکو کا استعمال

مسئلہ (۵۸۲): جس تمباکو سے نشہ آتا ہو اس کا استعمال پان میں ہو، یا حقہ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ میں ہو، شرعاً مکروہ ہوگا^(۱)، اگر نشہ نہ بھی آتا ہو تب بھی اس کے استعمال میں مال کو ضائع کرنا^(۲)، دوسروں کو تکلیف پہنچانا^(۳)، خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا، لازم آتا ہے، اس لیے یہ بھی ممنوع و مکروہ ہے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

- (۲) ما في ” سنن أبي داود “ : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : ” ما أسكر كثيره فقليله حرام “ . (ص/ ۵۱۸ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر) وفيه أيضاً : عن أم سلمة قالت : ” نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر “ . (ص/ ۵۱۹ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر)
- ما في ” بذل المجهود “ : قال الخطابي رحمه الله : المفتر كل شراب يورث الفتور والخدر في الأطراف ، وهو مقدمة السكر ، نهى عن شربه لئلا يكون ذريعة إلى السكر . (ص/ ۴۲۱ / ۱۱ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر)
- (۳) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ ، وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۲۷)
- ما في ” صحيح البخاري “ : عن جابر رضي الله عنه : ” نهى رسول الله ﷺ عن إضاعة المال “ . (ص/ ۳۲۵ / ۱ ، كتاب الخصومات ، باب من رد السفية)
- (۴) ما في ” مجمع الزوائد “ : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : ” لا ضرر ولا ضرار في الإسلام “ . (ص/ ۱۳۸ / ۴ ، كتاب البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار)
- ما في ” صحيح البخاري “ : عن ابن عمر رضي الله عنهما ، أن النبي ﷺ قال في غزوة خيبر : ” من أكل من هذه الشجرة يعني الثوم فلا يقربن مسجدنا “ . (ص/ ۱۶۳ ، كتاب الأذان، =

غیر نشہ آور کوکین کا استعمال

مسئلہ (۵۸۳): ایسا کوکین جس میں نشہ نہ ہو فی نفسہ وہ مباح ہے، اس لیے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے^(۱)، لیکن اس کے کھانے سے منہ سُن پڑ جاتا ہے، بالکل سوکھ جاتا ہے، زرد پڑ جاتا ہے، اور اس کے عادی شخص کو اس کو کھائے بغیر ایک لمحہ بھی چین نہیں آتا، لہذا ان مضرتوں کی وجہ سے اس کا کھانا ممنوع قرار پائے گا۔^(۲)

= باب ما جاء في الثوم النَّبِي والبصل والكُرَّاث ، رقم الحديث : ۸۵۳ ، بيروت)

(۵) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ . [سورة البقرة : ۱۹۵]

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ . (البقرة : ۲۹)

ما في ” التفسير المنير “ : شبهت آية ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ﴾ على القدرة الإلهية المهيئة للأرض من أجل نفع الإنسان ، وتحقيق مصلحته ، ورعاية حاجة الخلق فقد استدلل بها علماء الأصول أيضاً على أنه ” الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يأتي دليل الحصر “ . أي أن الأصل إباحة الانتفاع بكل ما خلق الله في الأرض ، حتى يأتي دليل المنع ، فليس لمخلوق حق في تحريم شيء أباحه الله إلا بإذنه . (۱۳۰/۱ ، ۱۳۱)

ما في ” البحر المحيط “ : ﴿خَلَقَ لَكُمْ﴾ من ذهب إلى أن الأشياء قبل ورود الشرع على الإباحة ، فلكل أحد أن ينتفع بها ﴿ما في الأرض جميعاً﴾ جميع ما كانت الأرض مستقراً له من الحيوان والنبات والمعدن والجبال . (۱۹۳/۱)

ما في ” روح المعاني “ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ أي مستلذاته أو من حلاله ، والآية إما أمر للمؤمنين بما يليق بشأنهم من طلب الطيبات و عدم التوسع تناول ما رزقوا من الحلال ﴿كلوا﴾ لعموم جميع وجوه الإنتفاع دلالة وعبرة . (۲۳/۲)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن سلمان رضي الله عنه قال : سئل رسول الله ﷺ عن =

ہندوؤں کے برتنوں میں کھانا

مسئلہ (۵۸۴): ہندوؤں کے برتنوں میں کھانا پینا اس وقت درست ہوگا، جب کہ ان کی پاکی کا علم ہو، لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ برتن ناپاک ہیں، تو ان کو دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا درست نہیں^(۱)، اور اگر علم نہ ہو تو مکروہ ہے۔^(۲)

= السمن والجبن والفراء ، فقال : ” الحلال ما أحل الله في كتابه ، والحرام ما حرم الله في كتابه ، وما سكت عنه فهو مما عفا عنه “ . (۵۸۴ / ۲) ، رقم الحديث : ۱۷۲۶ ، بیروت

ما في ” مرقاة المفاتیح “ : قوله : (الحلال ما أحل الله) أي بين تحليله (في كتابه) يعني إما مبيناً وإما مجملاً بقوله : ﴿ وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا ﴾ أي يشكل بكثير من الأشياء التي صح تحريمهما بالحديث ، وليس بصريح في الكتاب (وما سكت) أي الكتاب (عنه) أي عن بيانه أو ما أعرض الله عن بيان تحريمه وتحليله رحمة من غير نسيان (فهو مما عفا عنه) أي عن استعماله ، وأباح في أكله ، وفيه أن الأصل في الأشياء الإباحة ، ويؤيده قوله تعالى : ﴿ هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً ﴾ . (۱۳۱ / ۸) ، كتاب الأطعمة

(۲) ما في ” رد المحتار “ : وهكذا يقال في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره ، يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع ، لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها . (۳۸ / ۱۰) ، كتاب الأشربة

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” جامع الترمذي “ : عن أبي ثعلبة قال : سئل رسول الله ﷺ عن قدور المجوس قال : ” أنقوها غسلًا وأطبخوا فيها “ . (۲ / ۲) ، أبواب أطعمة رسول الله ﷺ

وفيه أيضًا : عن أبي الحوراء السعيد قال : قلت لحسن بن علي رضي الله تعالى عنه : ما حفظت من رسول الله ﷺ؟ قال : حفظت من رسول الله ﷺ : ” دع ما يريبك إلى ما لا يريبك “ . (۷۸ / ۲) ، قبيل صفة الجنة

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : قال محمد رحمه الله تعالى : ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز ، ولا يكون =

غیر مسلم باورچی کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا

مسئلہ (۵۸۵): اگر کسی غیر مسلم بورڈنگ یا ہاسٹل میں کھانا پکانے والا کوئی غیر مسلم باورچی ہے، وہ حرام و حلال دونوں طرح کا گوشت پکاتا ہے، تو اب اس میں احتیاط دشوار ہے، ہو سکتا ہے ایک گوشت میں چچ چلا کر دوسرے میں بھی وہی چچ چلا دیا، اور ایک کی بوٹی یا مسالا دوسرے میں آجانا بعید از قیاس نہیں ہے، گرچہ وہ غیر مسلم باورچی یہ کہے کہ میں دونوں گوشت کو الگ الگ پکاتا ہوں، تب بھی اس کا یہ قول شرعاً قابل قبول نہیں ہے، ایسی جگہوں پر رہنے والے حضرات کو غیر مسلم باورچی کے ہاتھ کا بنایا ہوا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔^(۱)

=آکلا ولا شارباً حراماً ، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني ، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل ، ولو شرب أو أكل كان شارباً أو آكلاً حراماً .
(۳۴۷/۵) ، کتاب الکراہیۃ ، الباب الرابع عشر فی أحكام أهل الذمة
ما فی ”النتف فی الفتاوی للسعدی“ : ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء : اللحم ، والشحم ، والمرق ، ولا يطبخون فی قدورهم حتی يغسلوها .
(ص/۴۳۵) ، کتاب الجہاد ، ما لا يؤکل من أطعمة الکفار
ما فی ”خلاصة الفتاوی“ : الأكل والشرب فی أواني المشركين مکروه .
(۳۴۶/۴) ، کتاب الکراہیۃ ، الفصل الثالث فیما يتعلق بالمعاصي
ما فی ”البحر الرائق“ : قال محمد رحمه الله : يكره الأكل والشرب فی أواني المشركين قبل الغسل ، ومع هذا لو أكل أو شرب فیها جاز إذا لم يعلم بنجاسة الأواني ، وإذا علم حرم ذلك علیه قبل الغسل . (۳۷۴/۸) ، کتاب الکراہیۃ ، فصل فی البیع (فتاویٰ محمودیہ: ۴۰/۱۸، کراچی)
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”تبیین الحقائق“ : ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ ، قال الزیلعی : هذا =

غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا

مسئلہ (۵۸۶): غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا مکروہ ہے، اگر کسی مجبوری سے کہیں ایک دو دفعہ بتلا ہو جائیں تو گناہ نہیں، یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ ان کا کھانا اور برتن پاک ہوں، یا ان کی ناپاکی کا علم نہ ہو^(۱)، اور اگر یہ علم ہو کہ ان کے برتن ناپاک ہیں، یا کھانا حرام مردار وغیرہ ہے، تو اب ان کے ساتھ کھانا ہرگز درست نہیں۔^(۲)

= سهو لأن الحل والحرمة من الديانات ، ولا يقبل قول الكافر في الديانات .
(۲۷/۷ ، کتاب الکراہیۃ ، فصل فی الأکل والشرب ، بیروت ، البحر الرائق : ۳۳۳/۸ ، کتاب الکراہیۃ ، فصل فی الأکل والشرب)
ما فی ” الدر المختار مع تنویر الأبصار وجامع البحار “ : وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات ، وعليه يحمل قول ” الكنز “ : ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة ؛ يعني الحاصلين في ضمن المعاملات ، لا مطلق الحل والحرمة كما توهمه الزيلعي . (ص / ۲۵۱ ، کتاب الحظر والإباحة ، دار الكتب العلمية بیروت)
ما فی ” جامع الترمذی “ : عن أبي الحوراء السعيد قال : قلت لحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما : ما حفظت من رسول الله ﷺ ؟ قال : حفظت من رسول الله ﷺ : ” دع ما يريبك إلا ما لا يريبك “ . (۷۸/۲ ، قبيل أبواب صفة الجنة)
ما فی ” المقاصد الشرعية للخادمي “ : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص / ۳۶) (فتاوى محمودية: ۵۰/۱۸، ۵۱، کراچی)
ما فی ” قواعد الفقه “ : ” درء المفساد أولى من جلب المنافع “ . (ص / ۸۱ ، قاعدة : ۱۳۲)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ” خلاصة الفتاوى “ : والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه ، ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم ، وفي الأكل معهم ، وعن الحاكم عبد الرحمن : لو ابتلى به المسلم مرة أو مرتين لا بأس به ، أما الدوام عليه فمكروه . =

کتے یا بلی کی شکل میں بسکٹ بنانا

مسئلہ (۵۸۷): اگر کوئی بسکٹ کمپنی کتے اور بلی کی شکل میں بسکٹ بناتی ہے، تو اولاً ذی روح تصاویر کا بنانا ہی جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ وہ کتے اور بلی کی شکل میں بنائے جائیں، اور تصویر خواہ کسی بھی چیز کی بنی ہو، ناجائز و حرام ہے، لہذا ایسی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔^(۱)

= (۳/۳۲۶، کتاب الکراہیۃ، الفصل الثالث فیما يتعلق بالمعاصی، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
(۲) ما فی ”الفتاویٰ الہندیۃ“ : قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ : ویکرہ الأکل والشرب فی أواني المشرکین قبل الغسل ، ومع هذا لو أکل أو شرب فیها قبل الغسل جاز ، ولا یكون آکلاً ولا شارباً حراماً ، وهذا إذا لم یعلم بنجاسة الأواني ، فأما إذا علم فإنه لا یجوز أن یشرب ویأکل منها قبل الغسل ، ولو شرب أو أکل کان شارباً و آکلاً حراماً .
(۵/۳۴۷، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع عشر فی أهل الذمۃ، عارضة الأخوذی : ۴۰/۷، کتاب السیر، باب ما جاء فی الانتفاع بآنیۃ المشرکین، بیروت)
ما فی ”النتف فی الفتاویٰ للسعدی“ : ولا یأکلون من أطعمۃ الکفار ثلاثۃ أشياء : اللحم، والشحم، والمرق، ولا یطبخون فی قدورهم حتی یغسلوها . (ص/۴۳۵، کتاب الجہاد، ما لا یؤکل من أطعمۃ الکفار) (فتاویٰ محمودیہ: ۳۱/۱۸، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/۳۸۹)
الحجۃ علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿وقالوا لا تذرّن الہتکم ولا تذرّن وداً ولا سواعاً ولا یغوث ویعوق ونسراً﴾ . (سورۃ نوح : ۲۳)
ما فی ”الجامع لأحكام القرآن للقرطبی“ : ﴿ولا تذرّن الہتکم﴾ قلت : وبهذا المعنی فسر ما جاء فی ”صحیح مسلم“ من حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا ، أن أم حبیبۃ وأم سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکرتا کنیۃ رأینہا لحبشۃ، تسمى ماریۃ، فیہا تصاویر لرسول اللہ ﷺ، فقال رسول اللہ ﷺ : ”إن أولئک إذا کان فیہم الرجل الصالح فمات، بنوا علی قبرہ“

.....

.....

.....

.....

.....

= مسجداً وصوروا فيه تلك الصور ، اولئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة“ . (۳۰۸/۱۸)

ما في ” صحيح البخاري “ : عن عائشة رضي الله عنها ، عن النبي ﷺ قال : ” أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله “ . (ص/ ۱۰۲۲ ، كتاب اللباس ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، رقم الحديث : ۵۹۵ ، بيروت)

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : المضاهاة : المشابهة ، والمراد الذين يصورون صور ذوي الأرواح ، فإنهم يدعون عملاً أنهم يخلقون صورهم ، والعياذ بالله .

(۱۴۹/۱۰ ، كتاب اللباس ، باب تحريم صورة الحيوان)

ما في ” رد المحتار “ : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتن أو لغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها ، فينبغي أن يكون حراماً لا مكروهاً إن ثبت الإجماع أو قطعية الدليل بتواتره . كلام البحر ملخصاً .

(۳۶۱/۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة)

ما في ” عون المعبود “ : فأما الصورة فهو كل ما تصورت من الحيوان ، سواء في ذلك الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .

(ص/ ۱۷۷ ، كتاب اللباس ، باب في الصورة)

ما في ” منحة الخالق على هامش البحر الرائق “ : وتكره التصوير على الثوب ، ويمكن أن يقال : ليس مراد الخلاصة تصوير التصاوير ، بل استعمالها أي استعمال الثوب التي هي فيه .

(۴/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره ، كذا في البحر الرائق : ۴/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره) (جديد مسائل كحل : ص/ ۳۸۸ ، ۳۸۷)

دعوتِ ولیمہ

مسئلہ (۵۸۸): دعوتِ ولیمہ کے قبول کرنے کو علمائے کرام نے ضروری قرار دیا ہے^(۱)، لیکن آج کل چوں کہ گانے بجانے اور لہو و لعب کا دور دورہ ہے، اس لیے اگر یہ بات یقینی طور پر پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں گانے بجانے اور لہو و لعب کا اہتمام ہوگا، تو ایسی دعوت میں نہیں جانا چاہیے، البتہ اگر وہاں پہنچ کر یہ بات معلوم ہو، تو واپس نہ آنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے، اور خواص کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر وہ لہو و لعب سے روکنے پر قادر ہوں، تو اس سے روک دیں، ورنہ وہاں سے واپس آجائیں، تاکہ داعی پر جب ان کی ناراضگی واضح ہو، تو وہ اپنے عملِ بد سے باز آجائے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : ” حق المسلم على المسلم ست ، قيل ما هن يا رسول الله ؟ قال : إذا لقيته فسلم عليه ، وإذا دعاك فأجبه الحديث “ . (۲ / ۲۱۳ ، كتاب السلام ، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام ، قديمي)

ما في ” الهندية “ : واختلف في إجابة الدعوة ، قال بعضهم واجبة لا يسع تركها ، وقالت العامة هي سنة والأفضل أن يجيب إذا كانت وليمة وإلا فهو مخير ، والإجابة أفضل ، لأن فيها إدخال السرور في قلب المؤمن . (۵ / ۳۴۳ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

(۲) ما في ” الفتاوى الهندية “ : ولو دعي إلى دعوة ، فالواجب أن يجيبه إلى ذلك ، وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناك معصية ولا بدعة ، وإن لم يجبه كان عاصياً ، والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية ... من دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أو غناً فلا بأس أن يقعد ويأكل ، فإن قدر على المنع يمنعهم وإن لم يقدر يصبر ، =

سڑک پر چلتے ہوئے کھانا

مسئلہ (۵۸۹): وہ تمام چیزیں جن کا سڑکوں پر چلتے ہوئے کھانا پینا عرفاً خلاف مروت نہیں سمجھا جاتا، ان کو سڑکوں پر کھانے پینے سے انسان مردود الشہادت نہیں ہوگا، لیکن جن چیزوں کا سڑکوں پر کھانا پینا نخل بالمرّوت ہے، ان کو سڑکوں پر کھانے پینے سے آدمی مردود الشہادت ہو جائے گا۔^(۱)

= وهذا إذا لم يكن مقتدى به ، أما إذا كان ولم يقدر على منهم ، فإنه يخرج ولا يقعد ، ولو كان ذلك على المائدة لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى به ، وهذا كله بعد الحضور وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر ، لأنه لا يلزم حق الدعوة بخلاف إذا هجم عليه ، لأنه قد لزمه . (۳۴۳/۵ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن سفينة أبي عبد الرحمن : ” أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله عنه ، فصنع له طعاماً ، فقالت فاطمة : لو دعونا رسول الله ﷺ فأكل معنا ، فدعوه فجاء ، فوضع يده على عضادتي الباب ، فرأى القرام قد ضرب به في ناحية البيت فرجع ، فقالت لعلي : الحق أنظر ما رجعه ، فتبعته فقلت : يا رسول الله ! ما ردك ؟ فقال : إنه ليس لي أو لبي أن يدخل بيتاً مزوّقاً “ . (ص / ۵۲۷ ، كتاب الأطعمة ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً) ما في ” بدل المجهود “ : قال الخطابي : فيه دليل على أن من ادعى إلى مدعاة يحضرها الملاهي والمنكر ، فإن الواجب عليه أن لا يجيب . (۴۸۴/۱۱ ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً) ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وفيه تصريح بأنه لا يجاب دعوة فيها منكر ، وفيه أنه لو كان منكراً لأنكر عليها ، لكن نبه بالرجوع إلى أنه ترك الأولى ، فإنه من زينة الدنيا ، وهي موجبة لنقصان الآخرة . (۳۴۳/۶ ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، كذا في تبیین الحقائق : ۲۹/۷ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب ، كذا في البحر الرائق : ۳۴۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب ، كذا في الدر المختار مع الشامية : ۴۲۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة) (فتاویٰ محمودیہ : ۱۸/۱۲۹ ، کراچی ، فتاویٰ حقانیہ : ۳۹۲/۲) =

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” رد المحتار “ : قال في النهاية : وأما إذا شرب الماء أو أكل الفواكه على الطريق لا يقدح في عدالته، لأن الناس لا تستقيح ذلك . (۱۸۱ / ۸) ، الشهادات ، باب القبول وعدمه) ما في ” البحر الرائق “ : أو يبول أو يأكل على الطريق ، لأنه تارك للمروءة ، وإذا كان لا يستحيي عن مثل ذلك لا يمنع عن الكذب فيهم والمراد بالأكل على الطريق والبول بأن يكون بمراي من الناس وأشار المؤلف بما ذكره إلى أن ما يخل بالمروءة يمنع قبولها وإن لم يكن محرماً ، ولذا قال في الهداية : ولا تقبل شهادة من يفعل الأفعال المستحقة ، مثل البول والأكل على الطريق . (۱۵۴ / ۷) ، باب من تقبل شهادته ومن .. الخ) ما في ” البناء “ : قوله : ولا من يفعل الأفعال المستحقة كالبول على الطريق ، والأكل على الطريق لأنه تارك للمروءة أي الإنسانية وإذا كان أي الرجل لا يستحيي عن مثل ذلك أي البول على الطريق والأكل عليه لا يمتنع عن الكذب فيهم ، فلا تقبل شهادة منهم ، وكل فعل فيه ترك المروءة يوجب سقوط شهادته بلا خلاف بين الأئمة الأربعة . (۱۷۸ / ۸) ، كتاب الشهادة ، شهادة من يفعل الأفعال المستحقة ، مجمع الأنهر : ۱۷۸ / ۳ ، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ، فتح القدير : ۳۸۷ / ۷ ، الشهادات ، من تقبل شهادته ما في ” جمهرة القواعد الفقهية “ : ” العادة محكمة “ . (۳۴۹ / ۱) ، الأشباه : ۳۲۸ / ۱ ما في ” شرح عقود رسم المفتي “ : والعرف في الشرع له اعتبار ، لذا عليه الحكم قد يدار . (ص / ۱۷۵ ، بحث العرف والعادة) (فتاوى محمودية : ۳۹۴ / ۱۸ ، كراچی)

حلال اشیاء کی ایڈورٹائز (Advertise)

مسئلہ (۵۹۰): اگر کسی کمپنی میں حلال اشیاء کی ایڈورٹائز (Advertise)

ہوتی ہو، لیکن کبھی کبھی شراب وغیرہ کی بھی ایڈورٹائز ہوتی ہو، تو ایسی کمپنی میں ملازمت کرنا جائز ہے^(۱)، کیوں کہ اصل کام تو حلال کا ہے، البتہ شراب وغیرہ کے

ایڈورٹائز سے بچنا ضروری ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” المحيط البرهاني “ : والاستئجار على فعل مباح جائز .

(۹/۱۹۰ ، كتاب الإجازات)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : أما أن يكون الأجير مسلماً والمستأجر ذمياً ، فقد أجازہ جمهور الفقهاء ، غير أنهم وضعوا معياراً خاصاً ، هو أن يكون العمل الذي يؤجر نفسه للقيام به مما يجوز له أن يفعله لنفسه ، كالخياط والبناء والحراث ، أما إذا كان لا يجوز له أن يعملہ لنفسه كعصر الخمر فإنه لا يجوز . (۱/۲۸۸)

ما في ” البحر الرائق “ : ولو استأجر المسلم لبيني له ببيعة أو كنيسة جاز ، ويطيب له الأجر . (۸/۳۶ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، الفتاوى الهندية : ۴/۴۵۰ ، كتاب الإجارة ، مطلب الاستئجار على الأفعال المباحة ، المحيط البرهاني : ۹/۱۸۹ ، كتاب الإجارة ، نوع في الاستئجار على المعاصي)

(۲) ما في ” جامع الترمذي “ : عن أنس بن مالك قال : ” لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة : عاصرها ، ومعتصرها ، وشاربها ، وحاملها ، والمحمولة إليه ، وساقيتها ، وبائعها ، وآكل ثمنها ، والمشتري لها ، والمشتراة له “ .

(۲/۳۱۰ ، كتاب البيوع ، باب النهي أن يتخذ الخمر خلاً ، رقم الحديث : ۱۲۹۵)

پنیر میں ڈالا جانے والا ریٹ

مسئلہ (۵۹۱): چاپانی ریٹ جو پنیر میں ڈالا جاتا ہے، نباتات سے تیار ہوتا ہے، اور یوروپین ریٹ حیوانات سے تیار کیا جاتا ہے، لہذا جس پنیر میں نباتات سے تیار کردہ ریٹ ملائی جائے، اُس کا استعمال درست ہوگا^(۱)، اور جس پنیر میں حیوانات سے تیار کردہ ریٹ ملائی جائے، اُس کا استعمال درست نہیں ہوگا^(۲)، بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ حیوانات سے تیار کردہ ریٹ ایک چمچ کی مقدار سات سیر دودھ میں ملائی جاتی ہے، لہذا ”للاکثر حکم الککل“ کے تحت اس پنیر کے استعمال کی اجازت ہونی چاہیے، نیز اس میں عمومِ بلوی بھی ہے؟..... تو ایسے حضرات سن لیں کہ۔ اگر سات سیر دودھ میں ایک چمچ پیشاب، شراب یا خون کا مخلوط کر دیا جائے، تو کیا ”للاکثر حکم الککل“ کے تحت اس دودھ کو پینے کی اجازت دے دی جائے گی؟ نیز اگر ناجائز پنیر کو استعمال نہ کیا جائے تو کیا زندگی کا کوئی شعبہ یا شریعت کا کوئی حکم معطل ہو گا؟ پھر (عمومِ بلوی) ابتلائے عام کے تحت اس حکم میں تسہیل کی گنجائش بے محل ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”تكملة فتح الملهم“ : وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم ، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمرکبات الأخرى ، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما ، فالأمر فيها سهل ، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها ، لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو الببتول وغيره .

(۳/۶۰۸ ، کتاب الأشربة ، حکم الکحول المسكرة ، دار العلوم کراچی)

(۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/۲۰۰، ۲۰۱، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/۳۷۸، ۳۷۹)

اہل کتاب کا ذبیحہ

مسئلہ (۵۹۲): جو قوم کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھے، اور کسی کتابِ سماوی کے تسلیم کرنے کی مدعی ہو، اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے، جب کہ وہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے، اگر ذبیحہٴ مسلم مُیَسَّر آجائے، تو وہ بہر حال مقدم ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”التفسير المظهری“ : قال في الكفاية : إنما يحل ذبيحة الكتابي فيما إذا لم يذكر وقت الذبح اسم عزيز أو اسم المسيح ، وأما إذا ذكر فلا يحل كما لا يحل ذبيحة المسلم إذا ذكر وقت الذبح اسم غير الله تعالى ﴿وما أهل به لغير الله﴾ فحال الكتابي في ذلك لا يكون أعلى من حال المسلم والصحيح المختار عندنا هو القول الأول ، يعني ذبائح الكتاب تاركاً للتسمية عامداً أو على غير اسم الله تعالى لا يؤكل ، إن علم ذلك يقيناً ، أو كان غالب حالهم ذلك . (۷۰/۳ ، سورة المائدة)

ما في ”الموسوعة الفقهية“ : قال الحنفية : إنما تؤكل ذبيحة الكتابي إذا لم يشهد ذبحه ، ولم يسمع منه شيء ، أو شهد أو سمع منه تسمية الله تعالى وحده ، لأنه إذا لم يسمع منه شيء يحمل على أنه قد سمى الله تعالى ، وجرّد التسمية تحسیناً للظن به كما بالمسلم ، وإن سمع منه ذكر اسم الله تعالى لكنه عنى به . عزّ وجلّ . المسيح عليه السلام تؤكل ، إن أظهر تسمية هي تسمية المسلمين إلا إذا نص فقال مثلاً : بسم الله الذي هو ثالث ثلاث فلا تحل ، وإذا سمع منه إن سمي المسيح وحده أو سمى الله تعالى والمسيح لا تؤكل ذبيحته ، لقوله عزّ وجلّ : ﴿وما أهل لغير الله به﴾ . وهذا أهل لغير الله به فلا يؤكل . (۱۸۷/۲۱)

بگلہ، گُرسِل اور نیل کنٹھ

مسئلہ (۵۹۳): بگلہ حلال ہے، اور گُرسِل (مینا کی قسم کی زرد چونچ والا پرندہ) اور نیل کنٹھ (ایک رنگین پرندہ جس کی گردن اور پر نیلے ہوتے ہیں) کی حلت کا مدار غذا پر ہے، اگر وہ دانا کھانے والے ہوں تو حلال ہیں، اور اگر ان کی غذا غلاظت و مردار ہے، تو وہ ناجائز ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”بذل المجهود في حل سنن أبي داود“ : عن عيسى بن نميلة عن أبيه قال : كنت عند ابن عمر ، فسئل عن أكل القنفذ ، فتلا : ﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا .. الْخَبْثِ﴾ الآية ، قال : قال شيخ عنده : سمعت أبا هريرة يقول : ذكر عند رسول الله ﷺ فقال : ”خبثة من الخبائث“ . فقال ابن عمر : ”إن كان قال رسول الله ﷺ هذا ، فهو كما قال ، ما لم ندر“ وما لا مخلب له من الطير ، فالمستأنس منه كالذجاج والبط ، والمتوحش كالحمائم والفاختة والعصافير والقَبَج والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ، والعقق ونحوها حلال بالإجماع ، وكذلك يكره من الطير ما لا يأكل إلا الجيف ، ولا بأس بالعقق ، لأنه ليس بذي مخلب ، ولا من الطير الذي لا يأكل إلا الحب .

(۵۲۶/۱۱) ، كتاب الأطعمة ، باب في أكل حشرات الأرض

ما في ”بدائع الصنائع“ : وما لا مخلب له من الطير ، فالمستأنس منه ، كالذجاج والبط ، والمتوحش كالحمائم ، والفاختة ، والعصافير ، والقَبَج ، والكركي ، والغراب الذي يأكل الحب والزرع ، والعقق ، ونحوها حلال بالإجماع .

(۳۹/۵) ، كتاب الذبائح ، باب أكل ذي ناب من السباع ، دار الكتاب العربي بيروت

ما في ”رد المحتار“ : قال في العناية : وأما الغراب الأبقع والأسود فهو أنواع ثلاثة : نوع يلتقط الحب ولا يأكل الجيف ، وليس بمكروه ، ونوع لا يأكل إلا الجيف ، وهو الذي سماه المصنف الأبقع ، وأنه مكروه ، ونوع يخلط يأكل الحب مرة والجيف أخرى ، ولم يذكره في الكتاب، =

چچ سے کھانا

مسئلہ (۵۹۴): چچ سے کھانا جائز ہے، لیکن سنت یہ ہے کہ داسنے ہاتھ سے کھانا کھایا جائے۔^(۱)

= وهو غير مكروه عنده ، مكروه عند أبي يوسف اهـ . (۲۴۳/۹ ، كتاب الذبائح ، بيروت)
 ما في ” التنف في الفتاوى للسغدي “ : وأما الطيور فإنها على نوعين : نوع منها ذوات
 المخلب ، ونوع لا مخالب لها ، فأما التي لا مخالب لها فإنها محللة كلها إلا أن الغربان
 مكروهة ، لأكلها الجيف ، وأما ذوات المخالب فإنها محللة عند مالك ومحرمة في قول
 أبي حنيفة وأصحابه وأبي عبد الله ، لقوله ﷺ : ” إن الله حرم كل ذي ناب من السباع ،
 وذي مخلب من الطيور “ . (ص / ۱۵۰)
 ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : ويباح أيضاً أكل كل ما لا مخلب له من الطير المتوحش
 كالحمام بأنواعه ، والحبارى (طائر أكبر من الدجاج وأطول عنقاً) والعصافير والكركي (وهو
 طائر كبير معروف ، كنيته أبونعيم ، يمشي برجل واحدة على الأرض ، ويعلق الأخرى)
 والغراب الذي يأكل الزرع والحب (وهو المعروف بالزاغ) . (۲۷۹۸/۳)
 ما في ” البحر الرائق “ : (وحل غراب الزرع) لأنه يأكل الحب ، وليس من سباع الطير ولا
 من الخبائث . (۳۱۳/۸ ، كتاب الذبائح ، فصل فيما يحل وما لا يحل ، بيروت)
 (فتاوى محمودية : ۱۸/۲۲۸ ، كراچی ، جدید مسائل کامل : ص / ۳۸۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : أخبرني وهب بن كيسان يقول : انه سمع عمر بن أبي سلمة
 يقول : كنت غلاماً في حجر رسول الله ﷺ ، وكانت يدي تطيش في الصفحة فقال لي
 رسول الله ﷺ : ” يا غلام سم الله وكل بيمينك “ . (۸۱۰/۲ ، كتاب الأطعمة)
 ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا
 أكل أحدكم فليأكل بيمينه وإذا شرب فليشرب بيمينه “ . رواه مسلم .
 (ص / ۳۲۳ ، كتاب الأطعمة ، الفصل الأول) =

جھینگے کا شرعی حکم

مسئلہ (۵۹۵): جھینگے کی کراہت وعدم کراہت میں علماء کے مابین اختلاف ہے، رائج قول کے بموجب وہ جنسِ سمک میں سے ہے، لہذا بلا کراہت جائز ہے، کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے^(۱)، نیز ماہیات کے ماہر علامہ دمیری اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتب میں اس کو جنسِ سمک میں سے لکھا ہے^(۲)، اسی طرح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ”امداد الفتاویٰ“ میں اس کو جائز قرار دیا ہے، لیکن پھر بھی احوط یہ ہے کہ بچا جائے^(۳)، اور اس کی خرید و فروخت میں بسبب اختلاف کوئی کراہت نہیں ہے۔

=ما في "صحيح البخاري" : عن عائشة رضي الله عنها قالت : " كان النبي ﷺ يحب التيمن ما استطاع في طهوره ، وتنعله ، وترجله ، وكان قال بواسط قبل هذا في شأنه كله " . (۸۱۰ / ۲)
 ما في "الفقه الإسلامي وأدلته" : ويستحب الأكل والشرب باليمين ، والأكل مما يليه من موقع واحد ، إلا أن يكون طبقاً فيه ألوان الثمار ، فيأكل من حيث شاء ، لأنه ألوان ، ويستحب الأكل بثلاث أصابع ، لما ثبت عن النبي ﷺ . (۲۶۲۲ / ۳)
 والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "القرآن الكريم" : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾ . (البقرة : ۲۹)
 ما في "التفسير المنير" : شبهت آية ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض﴾ على القدرة الإلهية المهيمنة للأرض من أجل نفع الإنسان ، وتحقيق مصلحته ، ورعاية حاجة الخلق فقد استدلل بها علماء الأصول أيضاً على أنه "الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يأتي دليل الحصر" . أي أن الأصل إباحة الانتفاع بكل ما خلق الله في الأرض ، حتى يأتي دليل المنع ، فليس لمخلوق حق في تحريم شيء أباحه الله إلا بإذنه . (۱۳۰ / ۱ ، ۱۳۱) =

ما في " البحر المحيط " : ﴿خلق لكم﴾ من ذهب إلى أن الأشياء قبل ورود الشرع على الإباحة ، فلكل أحد أن ينتفع بها ﴿ما في الأرض جميعاً﴾ جميع ما كانت الأرض مستقراً له من الحيوان والنبات والمعدن والجبال . (۱ / ۹۳)

ما في " جامع الترمذي " : عن سلمان رضي الله عنه قال : سئل رسول الله ﷺ عن السمّن والجبن والفؤاد ، فقال : " الحلال ما أحلّ الله في كتابه ، والحرام ما حرّم الله في كتابه ، وما سكت عنه فهو مما عفا عنه " . (۲ / ۵۷۸ ، رقم الحديث : ۱۷۲۶)

(۲) ما في " حياة الحيوان للدميري " : الروبيان : هو سمك صغير جداً أحمر .
(حياة الحيوان الكبرى : ۱ / ۳۵۳ ، دار احياء التراث العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ هـ ،
ايد ۲۰۰۰ء ، ۱ / ۴۷۳ ، بحواله فتاوى محمودية : ۱۸ / ۳۱۲ ، باب الانتفاع بالحيوانات)

ما في " المورد الوسيط " : روبيان ، إربيان : جهينگا مجهلي . (ص / ۲۸۷ ، دار الإشاعت كراچی)
ما في " تكملة فتح الملهم " : وأما الروبيان أو الروبيان الذي يسمى في اللغة الأردية " جهينگا " وأما عند الحنفية فيتوقف جوازه على أنه سمك أو لا ؟ فذكر غير واحد من أهل اللغة أنه نوع من السمك ، قال ابن دريد في جمهرة اللغة [۳ / ۴۱۴] . " وأربيان " ضرب من السمك ، وأقره في القاموس وتاج العروس ، [۱ / ۱۴۶] . وكذلك قال الدميري في " حياة الحيوان " [۱ / ۴۷۳] :
" الروبيان " : هو سمك صغير جداً أحمر ، وأفتى غير واحد من الحنفية بجوازه بناء على ذلك ، مثل صاحب الفتاوى الحمادية ، وقال شيخ مشايخنا التهانوي رحمه الله تعالى في امداد الفتاوى [۴ / ۱۰۳] : لم يثبت بدليل أن للسمك خواص لازمة تنتفي السمكية بانتفائها فالمدار على قول العدول المبصرين وإن " حياة الحيوان " للدميري الذي يبحث عن ماهيات الحيوان يصرح بأن الروبيان هو سمك صغير فإني مطمئن إلى الآن بأنه سمك ، ولعل الله يحدث بعد ذلك أمراً . (۹ / ۴۲۶ ، كتاب الصيد والذبائح ، باب إباحة ميتات البحر)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن الحسن بن علي رضي الله عنهما قال : حفظت من رسول الله ﷺ : " دع ما يريبك إلى ما لا يريبك ، فإن الصدقة طمأنينة ، وإن الكذب ريبة " . (۲ / ۸۴۵ ، كتاب البيوع ، بيروت) (امداد الفتاوى : ۳ / ۱۰۴ ، ۱۰۳ ، جديد مسائل كحل : ص / ۵۵۱)
ما في " مرقاة المفاتيح " : والمعنى اترك ما تشكّ فيه ، من الأقوال والأعمال ، انه منهى عنه إلى ما لا تشكّ فيه منهما . (۶ / ۱۹ ، كتاب البيوع ، باب الكسب)

پان میں چونے کا استعمال

مسئلہ (۵۹۶): چونادو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو پتھر سے بنتا ہے، اور دوسرے وہ جو صدف جلا کر بنایا جاتا ہے، دونوں قسم کے چونے کا ایک ہی حکم ہے، یعنی پان میں بقدر ضرورت کھانا جائز ہے۔^(۱)

سودی بینک ملازم کی دعوت

مسئلہ (۵۹۷): اگر کوئی شخص سودی بینک میں سودی حساب کتاب لکھنے کی ملازمت کرتا ہے، اور اس کا حلال کمائی کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، تو ایسے شخص کی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ سودی بینک کی تنخواہ حلال نہیں ہے، اور اگر وہ شخص کچھ ہدیہ وغیرہ دے، تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرے، لیکن اگر کسی مجبوری میں اس کے گھر کھانا کھالیا، یا اس کا ہدیہ قبول کر لیا، تو وہ توبہ واستغفار کرے، کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کسی شخص کے پیٹ میں حرام کمائی کا ایک لقمہ بھی چلا جائے، تو چالیس دن تک اس کی نماز و دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” نفع المفتي “ : يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند ، لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها .

(۲) ۱۴۸/۴ ، کتاب الحظر والإباحة ، قبیل ذکر ما يحل لبسه وما لا يحل

ما في ” الفتاوى الهندية “ : وسئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه ، قال : لا بأس

بذلك ما لم يضر . (۳۴۱ / ۵) ، الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل

والحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن أبي هريرة (رضي الله عنه) ، أن رسول الله ﷺ قال :
” حق المسلم على المسلم ست “ . قيل : ما هن يا رسول الله ؟ قال : ” إذا لقيته فسلم عليه ،
وإذا دعاك فأجبه “ الحديث .

(۲ / ۲۱۳ ، كتاب السلام ، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : أهدى إلى رجل شيئاً وأضافه ، إن كان غالب ماله من الحلال فلا
بأس ، إلا أن يعلم بأنه حرام ، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل
الطعام ، إلا أن يخبره بأنه حلال ، ورثته أو استقرضته من رجل . كذا في الينابيع .

(۵ / ۳۴۲ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في ” مجمع الأنهر “ : غالب مال المهدى إن حالاً لا بأس بقبول هديته ، وأكل ماله ، مالم
يتبين أنه من حرام . (۴ / ۱۸۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : أكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام ،
لا يقبل ولا يأكل ، مالم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ، ورثه أو استقرضه .

(۵ / ۳۴۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، كذا في المحيط
البرهاني : ۶ / ۱۱۰ ، كتاب الاستحسان والكراهية)

ما في ” كنز العمال “ : عن ابن مسعود رضي الله عنه : ” من أكل لقمة من حرام لم تقبل له
صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحاً ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار
أولى به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنتب اللحم “ . (۴ / ۸ ، رقم الحديث : ۹۲۶۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۶ / ۲۵۴ ، کتب خانہ نعیمیہ ، جدید مسائل کا حل : ص / ۲۶۱)

فصل فی الاسامی

☆.....بچوں کے نام.....☆

لڑکی کا نام ”رُبَمَا“ رکھنا

مسئلہ (۵۹۸): قرآن کریم میں وارد لفظ سے نام رکھنا اس وقت درست ہے، جب کہ اس کے معنی اچھے ہوں، مثلاً: علی، کبیر، رشید، بدیع وغیرہ کہ ان سے نام رکھنا درست ہے^(۱)، رہا لفظ ”رُبَمَا“ تو وہ اسم نہیں بلکہ حرف ہے، اس لیے اس سے نام رکھنا درست نہیں۔^(۲)

لڑکی کا نام ”رَبَّنَا“ رکھنا

مسئلہ (۵۹۹): ”رب“ کا استعمال اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لیے درست ہے، مثلاً عربی میں کہتے ہیں: ”رَبُّ الدَّارِ“ [گھر کا مالک]^(۳)، لیکن جب کسی کا نام رکھا جائے گا، تو اس کو پکارنے سے اللہ کے ساتھ اشتباہ لازم آئیگا، اس لیے اس طرح کا نام نہ رکھا جائے۔^(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” رد المحتار “ : التسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالى كالعلي والكبير والرشيد والبدیع جائزة . (۵۱۱ / ۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

(۲) ما في ” التفسير الكبير “ : ربما حرف جر عند سيويوه ويلحقها ما . (۱۱۶ / ۱۹ ، الحجر)

الحجة على ما قلنا : =

= (٣) ما في ” التفسير لابن كثير “ : الرب هو المالك التصرف ، ويطلق في اللغة على السيد وعلى التصرف للإصلاح وكل ذلك صحيح في حق الله تعالى ولا يستعمل الرب لغير الله إلا بالإضافة تقول : رب الدار ، وأما الرب فلا يقال إلا الله عز وجل .

(٢١ / ١) ، سورة الفاتحة

ما في ” لسان العرب “ : الرب هو الله عز وجل هو رب كل شيء أي مالكة ولا يقال الرب في غير الله إلا بالإضافة . (٣٢٩ / ١)

(٤) ما في ” الفتاوى الهندية “ : أحب الأسماء إلى الله تعالى عبد الله وعبد الرحمن ، لكن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا الزمان أولى ، لأن العوام يصغرون هذه الأسماء للنداء وفي الفتاوى : التسمية باسم لم يذكره الله تعالى في عباده ولا ذكره رسول الله ﷺ ولا استعمله المسلمون تكلموا فيه ، والأولى أن لا يفعل . كذا في المحيط .

(٣٦٢ / ٥) ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد وكناهم والعقيقة



کتاب الطب

☆.....طب کے مسائل.....☆

علم طب سیکھنا اور سکھانا

مسئلہ (۶۰۰): علم طب سیکھنا اور سکھانا صرف جائز ہی نہیں، بلکہ فرض کفایہ ہے۔^(۱)

فن طب سیکھے بغیر علاج

مسئلہ (۶۰۱): فن طب سیکھے بغیر مریض کی تشخیص کرنا جائز نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : وفرض كفاية وهو ما زاد عليه لنفع غيره . ”در مختار“ . وفي الشامية : قال في تبیین المحارم : وأما فرض الكفاية من العلم ، فهو كل علم لا يستغنى عنه في قوام أمور الدنيا كالطب والحساب . (۱۲۲/۱ ، مطلب في فرض الكفاية وفرض العين) ما في ”الموسوعة الفقهية“ : وقال رسول الله ﷺ : ”من سئل عن علم فكتمه ألجم بلجام من نار يوم القيامة“ . وقال أيضاً : ”طلب العلم فريضة على كل مسلم“ . والتحقيق حمل العلم في الحديثين السابقين على المعنى العام ، فيشمل علوم الشرع ، علم الكلام ، والفقه ، والتفسير ، والحديث ، وعلوم الدنيا ، ومنها : الزراعة ، والصناعة ، والسياسة ، والحرف ، والطب ، والتكنولوجيا ، والحساب والهندسة ، وغير ذلك من أنواع العلوم ، وما يرتبط به مصالح أمور الدنيا . (۸، ۷/ ۱۳ ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۴۴۸/۵ ، فضل طلب العلم) (كفايت المفتي : ۱۲۳/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”سنن أبي داود“ : حدثنا عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز ، حدثني بعض =

دوا اور علاج

مسئلہ (۶۰۲): دوا اور علاج کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال مختلف ہیں، لیکن جمہور فقہائے سابقین کا مذہب ہے کہ دوا اور علاج مباح ہے، اور مناسب یہی ہے کہ جمہور کے مذہب پر فتویٰ دیا جائے۔^(۱)

=الوفد الذین قدموا علی ابي قال : قال رسول الله ﷺ : ”أیما طیب تطیب علی قوم لا یعرفه له تطیب قبل ذلک فاعنت فهو ضامن“ .

(۲/۲۸۵ ، کتاب الدیات ، باب فیمن تطیب ولا یعلم منه طب)
ما فی ”بدائع الصنائع“ : وما روي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه كان لا يجري الحجر إلى علی ثلاثة : المفتي الماجن ، والطبيب الجاهل ، والمكاري المفلس . (۲/۱۷۷ ، کتاب الحجر والحبس)
ما فی ”فتح القدير لابن الهمام“ : لو كان الحجر دفع ضرر عام كالحجر علی المتطيب الجاهل والمفتي الماجن والمكاري المفلس جاز فيما يروى عنه إذ هو دفع ضرر الأعلى بالأدنى . (۹/۲۶۷ ، کتاب الحجر) (جديد فتوى مباحث: ۵۳/۱۰ ، فتاوى محمودیہ: ۱۸/۳۷۷ ، ۳۷۸ ، کراچی)
ما فی ”أحكام الجراحة الطبية“ : ومن هذا يتبين لنا أنه لا يجوز للطبيب أن يقدم علی فعل الجراحة إلا أن يكون عالماً بها وعنده المعرفة التامة بمراحلها التفصيلية . (ص/۱۱۳)
الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”فقه القضايا الطبية المعاصرة“ : ان الفقهاء الكرام رضی الله عنهم قد اختلفوا فی هذه المسألة علی عدة أقوال نذكر أهمها وهي : القول الأول : ان التداوي مباح ، وهذا رأي جمهور الفقهاء السابقين لكنهم اختلفوا فيما بينهم ، فمنهم من قال : إن التداوي أفضل ، ومنهم من قال : إن تركه أفضل ، قال شيخ الإسلام ابن تيمية : كان كثير من أهل الفضل والمعرفة يفضل تركه تفضلاً واختياراً وهذا هو المنصوص عن أحمد وإن كان من أصحابه من يوجبہ ومنهم من يستحبہ ويرجحه . القول الثاني : إن التداوي مستحب ، وهذا رأي الشافعية وجماعة من علماء السلف والخلف وهو قول الحنفية وجمهور المالكية، =

انسانی عضو قیمتاً یا ہدیہ دینا

مسئلہ (۶۰۳): انسان اپنے بدن کے کسی بھی عضو کا مالک نہیں ہے، کہ وہ اس میں آزاد نہ تصرف کر سکے، اسی بنا پر اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلا قیمت دے، بلکہ انسان اپنے بدن کے اعضا کا صرف نگراں و محافظ ہے^(۱)، ہاں! اگر کسی مریض کی اضطراری صورت ایسی ہو جائے کہ اس کے دونوں گردے خراب ہو جائیں، ان کو نکال کر ان کی جگہ دوسرے لگانا ضروری ہو جائیں، اور ماہر معالجوں کے نزدیک جانبری اور زندگی بچانے کے لیے اس عمل کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے، بلکہ یہی عمل متعین ہو جائے، اور صحت و بقائے زندگی کا غالب گمان حاصل ہو، اور مریض کے رشتہ داروں میں سے کوئی اپنی رضامندی سے گردہ دینے کے لیے تیار ہو جائے، اور اس دینے کی وجہ سے معطلی کی زندگی کو کسی خطرے کا اندیشہ نہ ہو، تو اس کے لیے مریض کو اپنا گردہ دینے کی گنجائش ہوگی۔^(۲)

= القول الثالث : وهو ان التداوي واجب ما دام ذلك ممكناً ، وهذا رأي جماعة من أصحاب الشافعي ، وبعض الحنابلة ، قال العلامة الحموي : اتفق العلماء على جواز التداوي ، واختلفوا هل فعله أفضل أم تركه؟ . (ص/ ۱۸۹)
والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)
ما في ” أحكام القرآن لمفتي جميل أحمد التهانوي “ : الآية دلت على عزّ الإنسان ، مسلماً كان أو كافراً ، وعزّ أجزائه ، فلا يجوز اهانته بتركيبه في جسد غيره أيضاً لا بيعاً ولا هبة ولا صدقة ولا وقفاً . (۱۳۱/۴ ، ۱۳۲)

ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : العضو يعني الجزء المنفصل من الحي كميته ، كأذن =

=المقطوعة ، والسن الساقطة ، إلا في حق صاحبه فظاهر وإن كثر . (٣٤٦/٩ ، كتاب الذبائح)
ما في ” رد المحتار “ : فإن خاف الرفيق الموت جوعاً أو عطشاً ترك له البعض ، وإن قال له آخر : اقطع
يدي وكلها لا يحل ، لأن لحم الإنسان لا يباح في الاضطراب لكرامته . (٢١١/٩ ، الحظر والإباحة)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز ، قيل : للنجاسة ، وقيل : للكرامة ، هو
الصحيح . كذا في جواهر الأخلاطي . (٣٥٣/٥ ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات)
ما في ” البحر الرائق “ : وشعر الإنسان ، والانتفاع به ، أي لم يجز بيعه والانتفاع به ، لأن
الآدمي مكرم غير مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً .
(١٣٣/٦ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد) (جديد فقهي مسائل : ٨١-٩٠ ، هم فقهي فيل : ص/١٣)
ما في ” نوازل فقهية معاصرة “ : ومن نظريات الإسلام أن الإنسان لا يملك شيئاً من الكون
حتى نفسه ، فكما لا يجوز له أن يتصدى لأحد ويقتله أو يضربه ، كذلك لا يباح له أن يهلك
نفسه ، أو يؤدي عضواً من أعضائه بلا حاجة شرعية ، إنما جعله الله تعالى أميناً على نفسه ،
يحتم عليه أن يصونه ، ويستعمله حسب أوامره عز وجل . (ص/٥٢٣ ، الطب والعلاج)
(٢) ما في ” فقه النوازل “ : ولهذا يجب عن كلام أهل العلم القائلين بأن الأصل في أجزاء
الآدمي تحريم أخذها ، وتحريم التمثيل بها ، فيقال : هذا يوم كان ذلك خطراً أو ضرراً ، أو
ربما أدى إلى الهلاك ، وذلك أيضاً في الحالة التي ينتهك فيها بدن الآدمي وتنتهك
حرمته ، فأما في هذا الوقت ، فالأمران مفقودان : الضرر مفقود ، وانتهاك الحرمة مفقود ،
فإن الإنسان قد رضي كل الرضى بذلك ، واختاره مطمئناً مختاراً ، لا ضرر عليه ، ولا
يسقط شيء من حرمة إذا كان رجل مفقود الصحة وأخبر الأطباء الحذاق أنه إذا
أخرجت كلوة من كلوتيه ، فذلك لا يؤثر فيما يبدو في صحته ، وأحد أقاربه مريض بلغ من
المرض إلى أن لو لم تبدل كلوته الفاسدة ليصيبه الهلاك فيما يبدو ، لا محالة ، وليس
هناك بديل آخر ، ففي هذه الصورة يجوز للرجل أن يعطي المريض إحدى كلوتيه بدون أي
ثمن انقاذاً له من الهلاك . (٢٤/٣ - ١٢٥ ، نقل الدم وزراعة الأعضاء ، فقه القضايا الطبية
المعاصرة : ص/٢٩١ ، أحكام الانتفاع بأعضاء الإنسان ، أحكام الجراحة الطبية : ص/٣٨٩)
ما في ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الضرورات تبيح المحظورات “ . (٣٨٦/١)

انسانی آنکھ کا استعمال

مسئلہ (۶۰۴): کسی بھی انسان کی آنکھ کا استعمال دوسرے انسان کے لیے جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی خرید و فروخت جائز ہے، چاہے وہ آنکھ کسی زندے کی ہو یا مردے کی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰) ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : لأن الآية دلت على عزّ الإنسان مسلماً كان أو كافراً وعزّ أجزائه ، فلا يجوز اهانته بتركيبه في جسد غيره أيضاً ، ولا بيعاً ، ولا هبة ، ولا صدقة ، ولا وقفاً ، كما هو رائج في بلاد الكفار وكذا لا يجوز نقل جزئه الى الآخر أو عضو ، كالعين لا في الحياة ولا بعدها ، ولا الوصية بها ، لأنها ليست من أملاكه ، بل هي عارية من الله للعبادة . (۳۱/۴) ، المسئلة الثالثة ، لا يجوز بيع أعضاء الإنسان ولا كسر عظم الخ ما في ” سنن أبي داود “ : عن عائشة (رضي الله عنها) ، أن رسول الله ﷺ قال : ” كسر عظم الميت ككسره حياً “ . (ص/۴۵۷ ، ۴۵۸ ، باب في الحفار يجد العظم هل ينتكب ذلك المكان ، رقم الحديث : ۳۲۰۷)

(سنن ابن ماجه : ص/۱۱۶ ، باب في النهي عن كسر عظام الميت ، قديمي) ما في ” شروح سنن ابن ماجه “ : (ككسره حياً) يعني في الإثم ، قال الطيبي : الإشارة إلى أنه لا يهان الميت كما لا يهان الحي ، قال ابن عبد البر : يستفاد منه أن الميت يتألم بجميع ما يتألم به الحي . (۶۴۲/۱) ، باب في النهي عن كسر عظام الميت ، كذا في عون المعبود : ص/۱۳۷۳ ، رقم الحديث : ۳۲۰۷ ، باب في الحفار يجد العظم هل ينتكب ذلك المكان) ما في ” رد المحتار “ : (كما بطل بيع صبي لا يعقل وشعر الإنسان) لكرامة الآدمي ولو كافراً ، ذكره المصنف وغيره في بحث شعر الخنزير . الدر المختار . قوله : (ذكره المصنف) حيث قال : والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً ، فأيراد العقد عليه وابتداله به والحاقه بالجمادات إذلال له . (۱۷۹/۷) ، كتاب البيوع ، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً =

سرجری کے دوران سوراخ و چھید کرنا

مسئلہ (۶۰۵): بعض مرتبہ سرجری کے دوران چونکہ سوراخ و چھید کرنے کی

بھی ضرورت پڑتی ہے، لہذا یہ ضرورۃً جائز ہے۔^(۱)

=ما في " الفتاوى الهندية ": الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز ، قيل للنجاسة ، وقيل للكرامة ، وهو الصحيح . كذا في جواهر الاخلاطي . (۳۵۴/۵)

ما في " فتح القدير لابن الهمام " : (ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها) لأن الآدمي مكرم لا مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً ، وقد قال عليه الصلاة والسلام : " لعن الله الواصلة والمستوصلة " . أقول : قال الزيلعي : إنما لعنا للانتفاع به لما فيه من إهانة المكرم . انتهى . (۳۹۱/۲) ، كتاب البيوع ، البيع الفاسد

(كذا في فتاوى السراجية : ۳۲/۳ ، باب التداوي والعلاج ، البحر الرائق : ۱۳۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد) (جدید مسائل کا حل : ص ۱۷۵ ، فتاویٰ محمودیہ : ۳۳۸/۱۸ ، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : من المهمات التي تشتمل عليها مرحلة العمل الجراحي مهمة الثقب ، المتمثلة في إحداث الخرق في الموضوع المحتاج إلى خرقه ويلجأ الأطباء إلى مهمة الثقب عند قيامهم بالجراحة التي تجري لإزالة السدد الموجود في الأمعاء والثقب في الأصل مفسدة لما يشتمل عليه من إتلاف لجزء من الجسم ، إلا أنه جائز عند وجود الحاجة الداعية إلى فعله . (ص ۴۰۴ ، المبحث الخامس في الثقب) ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص ۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۰) ما في " ترتيب الآلي في سلك الأمالي " : الشيء إذا ثبت ، ثبت بجميع لوازمه . (۷۷۸/۲)

آپریشن کے بعد زخم پر ٹانگے لگانا

مسئلہ (۶۰۶): آپریشن کے بعد زخم پر ٹانگے لگانا شرعاً جائز ہے، کیوں کہ آپریشن کے بعد زخم کو کھلا چھوڑ دینے میں ضرر شدید کا اندیشہ ہے، لہذا بر بنائے قاعدہ فقہیہ ضرر را شد کے لیے ضرر اخف کو برداشت کر لیا جائے گا۔^(۱)

حاملہ عورت کا پیٹ چیرنا

مسئلہ (۶۰۷): حاملہ عورت کو ولادت کا وقت قریب ہو، اور طبعی ولادت کے امکانات بالکل نہ ہوں، اور آپریشن نہ کرنے کی صورت میں عورت یا بچہ کی جان کو خطرہ ہو، تو ضرورتاً آپریشن کے لیے حاملہ کے پیٹ کو چیرنا درست ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : من المهمات التي تشتمل عليها مرحلة العمل الجراحي مهمة الثقب ، المتمثلة في إحداث الخرق في الموضع المحتاج إلى خرقه ويلجأ الأطباء إلى مهمة الثقب عند قيامهم بالجراحة التي تجري لإزالة السدد الموجود في الأمعاء ، فيقوم الطبيب باستئصال الموضع التآلف المسدود ووضع البديل عنه فيخرج منها البراز ، وبعد انتهاء الحاجة ، ونجاح الجراحة الأولى ، يقوم الطبيب بخياطة ذلك الثقب ، وسده ، حتى يعود جدار البطن إلى حالته الأولى ، والثقب في الأصل مفسدة لما يشتمل عليه من إتلاف لجزء من الجسم ، إلا أنه جائز عند وجود الحاجة الداعية إلى فعله. (ص/ ۴۰۴ ، المبحث الخامس في الثقب)

ما في ” قواعد الفقه “ : إذا تعارض مفسدتان زُوعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما .

(ص/ ۵۶ ، القاعدة : ۱۹)

الحجة على ما قلنا : =

ایکسرے (X-Ray) کے ذریعہ طبی جانچ

مسئلہ (۶۰۸): ایکسرے (X-Ray) کے ذریعہ طبی جانچ کرانا جائز ہے،

اور اس کے لیے ایکسرے کا نکالنا بھی درست ہے۔^(۱)

= (۲) ما فی ”التنوير و شرحه مع الشامية“ : (حامل ماتت وولدها حي) يضطرب (شُقّ بطنها) من الأيسر (ويُخرج ولدها) ولو بالعكس ، وخيف على الأم قُطع وأخرج لو ميتاً ، وإلا لا ، كما في كراهية الاختيار . (۳/۱۳۶ ، كتاب الصلوة ، مطلب في دفن الميت) ما فی ”الفتاوى الهندية“ : في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالى في امرأة حامل ماتت وعلم أن ما في بطنها حي فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر .

(۵/۳۶۰ ، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۱/۱۸۸ ، باب في غسل الميت وما يتعلق به)

ما فی ”قواعد الفقه“ : الضرورات تنقذ بقدرها . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۱) (فتاوى رجبیه: ۱۰/۱۸۵، فتاوى محمودیہ: ۱۸/۲۸۸، ۲۸۹، کفایت المفتی: ۹/۱۵۱، جدید مسائل کاحل: ص/۵۳۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”أحكام الجراحة الطبية“ : تعتبر الأشعة السنية من أخطر الوسائل المستخدمة في مهمة الفحص الطبي ولا شك في أن كثيراً من الأمراض الجراحية التي جرت عادة الأطباء بإحالة المصابين بها إلى التصوير بالأشعة قد توفرت فيها الحاجة الداعية ، فعلى سبيل المثال مرض القرحة المعدية كل هذه الأمراض وأمثالها توفرت فيها الحاجة الداعية إلى تصويرها والتأكد من وجودها ما دام أن الطبيب قد اطلع على بعض الدلائل والإشارات الموجبة للتأكد من وجودها أثناء قيامه بمهمة الفحص المبدئي ، وإذا ثبت القول بجواز التصوير بالأشعة عند الحاجة ، فإنه ينبغي على الطبيب المختص بمهمة التصوير أن يتقيد بقدر الحاجة للقاعدة الشرعية التي تقول : ”ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها“ .

(ص/۲۲۷ - ۲۳۰ ، المطلب الرابع في حكم الفحص بالأشعة السنية)

(جدید فقہی مسائل: ۱/۳۳۲)

انسانی لاش کی چیر پھاڑ

مسئلہ (۶۰۹): انسانی لاش کی چیر پھاڑ اور اس پر تجربات کرنا ناجائز و حرام ہے، اس لیے کہ اس میں آیت صریحہ: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ کی صریح خلاف ورزی لازم آتی ہے^(۱)، نیز انسان جس طرح قبل الموت قابل تعظیم و تکریم ہے، اسی طرح بعد الموت بھی وہ اس کا مستحق ہے^(۲)، جب کہ چیر پھاڑ میں انسان کو برہنہ کرنا اور اس کی توہین لازم آتی ہے، جو حرام ہے^(۳)، بالخصوص جب تجربات کے لیے ایسے جاندار موجود ہوں، جن کے اعضاء، اعضائے انسانی کے مشابہ ہوں، تو انسانی لاش پر ایسے تجربات کی اجازت کیوں کر دی جاسکتی ہے، فقہ کا قاعدہ ہے کہ ہر ایسا عمل جو ارتکاب حرام کا سبب ہو اس کا ترک، واجب ہوتا ہے۔^(۴)

والحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)
- ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : وكذا لا يجوز قطع جزء من الميت قطعة قطعة في التعليم لفن الجراحة أو تفتيش سبب الموت . (۳ / ۱۳۲ ، المسئلة الثالثة)
- (۲) ما في ” سنن أبي داود “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : ” كسر عظم الميت ككسره حياً “ . (۱ / ۴۵۸ ، باب في الحفار يجد العظم ، رقم الحديث : ۳۲۷۰ ، سنن ابن ماجه : ص / ۱۱۶ ، باب في النهي عن كسر عظام الميت)
- ما في ” أوجز المسالك “ : قال الباجي : تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته ، وإن كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته وقال ابن دقيق العيد : إنه على شرط مسلم ... وإنما يتساويان في الإثم ، قال الطيبي : إشارة إلى أنه لا يهان ميتاً كما لا يهان حياً ، قال ابن مالک : وإلى أن الميت يتألم . =

مردہ انسان کے اعضا کا استعمال

مسئلہ (۶۱۰): کسی فوت شدہ انسان کا جگر، آنکھ، دل وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں نہیں لگا سکتے، کیوں کہ انسان کے مکرم ہونے کی وجہ سے اس کے کسی عضو سے انتفاع جائز نہیں^(۱)، اور اگر کوئی شخص اس طرح کی وصیت کر کے مرے تو اس کی وصیت بھی قابل نفاذ نہیں، اس لیے کہ نفاذ وصیت کے لیے کسی چیز کا وصی کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے، جب کہ انسان اپنے ان اعضا کا مالک نہیں ہے۔^(۲)

= (۵۸۷/۴ ، ۵۸۸ ، فی الاختفاء وهو النيش ، مرقاة المفاتیح : ۷۰/۴ ، الجنائز ، باب البكاء علی المیت)

ما فی ”رد المحتار“ : والآدمی مکرم شرعاً وإن کان کافراً ، فإیراد العقد علیہ وابتدالہ بہ ولذا لم یجز کسر عظام میت کافر . (۷۰/۷ ، مطلب الآدمی مکرم شرعاً ولو کافراً ، کذا فی الفتاویٰ الہندیۃ : ۲۵۴/۵ ، الباب الثانی عشر فی التداوی والمعالجات)

(۳) ما فی ”رد المحتار“ : (وتستر عورته الغلیظة فقط علی الظاہر وقیل مطلقاً الغلیظة والخفیفة . (در مختار) . وفي الشامیة : قوله : (الغلیظة) أي القبل والدبر ، وعلوہ بأنه أیسر ، وبطلان الشهوة ، والظاهر أنه بیان للواجب بمعنی أنه لا یأثم بذلك لا لکون المطلوب الاقتصار علی ذلک . تأمل لکن قال فی شرح المنیة : إن الثانی هو المأخوذ بہ لقوله علیہ السلام لعلی : ” لا تنظر إلی فخذ حی ولا میت“ . [أبوداود : ۳۰۱۵] لأن ما کان عورة لا یسقط بالموت ، ولذا لا یجوز مسه وفي الشرنبلالی : وهذا شامل للمرأة والرجال .

(۳/۸۱ ، القراءة عند المیت ، حاشیة الطحطاوی : ص/۵۶۷ ، أحكام الجنائز)

(۴) ما فی ”روح المعانی“ : (ولا تسبوا) واستدل بالآیة علی أن الطاعة إذا ردت إلی معصیة راجحة وجب ترکها ، قال : ما یؤدی إلی الشرّ شرّ .

(۵/۳۶۶ ، رد المحتار : ۲۹۹/۹ ، الحظر والإباحة ، فصل فی اللبس)

(منتخبات نظام الفتاویٰ : ۴۱۲/۱ ، جدید مسائل کا حل : ص/۹۹ ، فتاویٰ محمودیہ : ۳۴۳/۱۸ ، ۳۴۴ ، کراچی)

انسانی اعضا کا استعمال

مسئلہ (۶۱۱): انسان کو مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے مکرم و مشرف پیدا فرمایا ہے، اسی مکرم و شرافت کے پیش نظر کسی انسان کا عضو خرید کر دوسرے انسان کو دینا، یا ہبہ و عطیہ کے طور پر حاصل کر کے جو انٹ کر دانا شرعاً جائز نہیں ہے۔^(۱)

والحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن العظيم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)
ما في ” أحكام القرآن لمفتي جميل أحمد التهانوي “ : الآية دلت على عزّ الإنسان ، مسلماً كان أو كافراً ، وعزّ أجزائه ، فلا يجوز اهانتہ بتركيبه في جسد غيره أيضاً لا بيعاً ولا هبة ولا صدقة ولا وقفاً . (۱۳۱/۴ ، ۱۳۲)

ما في ” البحر الرائق “ : وشعر الإنسان ، والانتفاع به ، أي لم يحز بيعه والانتفاع به ، لأنّ الآدمي مکرم غير مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً . (۱۳۳/۶)
ما في ” الهداية “ : وحرمة الانتفاع بأجزاء الآدمي لكرامته . (۴۱/۱ ، كتاب الطهارة)
(۲) ما في ” أحكام القرآن للتهانوي “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ لا يجوز نقل جزئه إلى الآخر أو عضو كالعين ، لا في الحياة ولا بعدها ولا الوصية بها ، لأنها ليست من أملاكه ، بل هي عارية من الله لعباده . (۱۳۱/۴ ، المسئلة الثالثة : لا يجوز بيع أعضاء الإنسان)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَن لَهُمِ الْجَنَّةَ﴾ . (سورة التوبة : ۱۱۱)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : أطلق الشرى فيه على طريق المجاز ، لأن المشتري في الحقيقة هو الذي يشتري ما لا يملك ، والله تعالى مالك أنفسنا وأموالنا . (۲۰۲/۳ ، باب دفع الصدقات إلى صنف واحد) (جدید مسائل کا حل : ص/۴۸۱ ، فتاویٰ محمودیہ : ۱۸/۳۳۵ ، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْوَرْدِ وَالْبَحْرِ﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۷۰)=

جوازِ سرجری کی شرط

مسئلہ (۶۱۲): سرجری بہت سارے خطرات پر مشتمل ہے، مثلاً؛ موت، ہلاکت اور تلفِ عضو وغیرہ، اسی لیے شریعتِ اسلامیہ میں سرجری کے جواز کا حکم کچھ شرطوں کے ساتھ مقید ہے^(۱)، ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سرجری کی وجہ سے مریض کو ایسا ضرر اور نقصان نہ پہنچے، جو اس کے مرض سے بڑھا ہوا ہو^(۲)، ورنہ سرجری کرنا حرام ہوگا^(۳)، کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ کسی ضرر کو اسی کے مثل ضرر کو اختیار کر کے دور کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے۔^(۴)

== ما فی ”فتح القدیر“ : والانتفاع به لأن الآدمی مکرم غیر مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً وفي بيعه إهانة له ، وكذا في امتحانه بالانتفاع . (۳۹۱ / ۲ ، البيع الفاسد)
ما فی ” بدائع الصنائع “ : والآدمی بجميع أجزائه محترم مکرم ، وليس من الكرامة والاحترام ابتذاله بالبيع والشراء . (۳۳۸ / ۳ ، فصل وأما الذی ما يرجع إلى المعقود عليه ، رد المحتار : ۴۵۳ / ۹) (فتاویٰ حقانیہ : ۵۷ / ۶ ، آپ کے مسائل اور ان کا حل : ۱۶۷ / ۹)
الحجة علی ما قلنا :

- (۱) ما فی ” أحكام الجراحة الطبية “ : تتضمن الجراحة الطبية في غالب صورها كثيراً من المخاطر ، والأضرار التي قد تفضي بالمريض إلى الهلاك والموت المحقق أو تؤدي إلى تلف عضو أو أعضاء من جسده ، لذا فإن الحكم بجوازها في الشريعة الإسلامية مقيد بشروط لا بد من توفرها . (ص / ۱۰۲ ، المبحث الثالث)
- (۲) ما فی ” أحكام الجراحة الطبية “ : الشرط الثامن أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض . (ص / ۱۰۳ ، المبحث الثالث)
- (۳) ما فی ” أحكام الجراحة الطبية “ : فإن كانت المفاصد التي تقرب على الجراحة أكبر من المفاصد الموجودة في المرض حرم عليهم الإقدام على فعل الجراحة ، لأن الشريعة =

بدن سے زائد گوشت نکالنا

مسئلہ (۶۱۳): بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جن میں جسم کا گوشت بڑھ جاتا ہے، تو اس زائد گوشت کو بذریعہ آپریشن نکالنے کے سلسلے میں شرعی نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر تحمل و برداشت کی قوت ہو، اور گوشت کا نکالنا موجودہ تکلیف سے زیادہ تکلیف بڑھ جانے کا سبب نہ ہو، تو زائد گوشت نکال سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔^(۱)

= لا تجیز للإنسان أن یزیل الضرر بمثلہ أو بما هو أشدّ ، ولذلک کان من قواعدہا :
 ”الضرر لا یزال بمثلہ“ . (ص/ ۱۲۴ ، کذا فی الأشباه : ۳۱۱/۱)
 (۴) ما فی ”أحكام الجراحة الطبية“ : ولذلک کان من قواعدہا : ”الضرر لا یزال بمثلہ“ .
 (ص/ ۱۲۴ ، کذا فی الأشباه : ۳۱۱/۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیة“ : وفي الفتاویٰ : إذا أراد أن یقطع اصبعاً زائدة أو شیئاً آخر قال أبو نصر رحمہ اللہ تعالیٰ : إن کان الغالب علی من قطع مثل ذلک الہلاک فإنه لا یفعل لأنه تعریض النفس للہلاک وإن کان الغالب هو النجاة فهو فی سعة من ذلک . (۳/ ۴۱۰ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی الختان ، الفتاویٰ الہندیة : ۳۶۰)
 ما فی ”أحكام الجراحة الطبية“ : ويشترط لجواز فعل القطع فی هذه الأحوال أن لا يؤدي إلى ضرر أعظم من الضرر الموجودة فی الألم ، فإذا کان القطع مفض إلى ذلک فإنه لا یجوز فعله للقاعدة الشرعیة : ”الضرر لا یزال بالضرر“ . (ص/ ۳۱۱ ، هل یجوز قطع العصب؟)

سرجری کے لیے مریض کے ولی کی اجازت

مسئلہ (۶۱۴): اگر کسی مریض میں اہلیتِ اذن نہ ہو، یعنی وہ غلام ہو یا نابالغ ہو وغیرہ، تو ایسے حالات میں اس کی سرجری کے لیے اس کے ولی کی اجازت کافی ہوگی۔^(۱)

انسانی اعضا کی پیوند کاری

مسئلہ (۶۱۵): انسان قابلِ تکریم ہے^(۲)، اس لیے عام حالات میں اس کے اعضا کی پیوند کاری شرعاً حرام ہے^(۳)، لیکن اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے، تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی، اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کی کوپورا نہیں کر سکتا، اور ماہر قابلِ اعتماد اطبا

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”أحكام الجراحة الطبية“ : وأما إذا لم يكن أهلاً فإنه يعتبر إذن وليه كأبيه فعلاً .

(ص/۱۰۹)

ما في ”الفتاوى الهندية“ : البزاع أو الفصاد أو الحجام إذا بزغ أو فصد أو حجم وكان بإذن المولى في العبد أو بإذن الولي في الصبي وسرى إلى النفس ومات فلا ضمان عليهم .

(۶/۳۴ ، كتاب الجنایات ، الباب التاسع)

ما في ”زاد المعاد“ : القسم الخامس : طیب حاذق أعطى الصنعة حقها فقطع سلعة من رجل أو صبي أو مجنون بغير إذنه أو إذن وليه أو ختن صبياً بغير إذن وليه فتلف فقال أصحابنا: يضمن لأنه تولد من فعل غير ماذون فيه ، وإن أذن له البالغ أو ولي الصبي أو المجنون لم يضمن . (۳/۱۰۹ ، ذكر أقسام الطبيب وآدابه) (جدید فقہی مباحث: ۱۰/۱۲۶)=

کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوندکاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے، اور عضو انسانی کی پیوندکاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی، اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لیے فراہم ہے، تو ایسی ضرورت و مجبوری کی حالت میں عضو انسانی کی پیوندکاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لیے مباح ہوگا۔^(۴)

نecش کی خرید و فروخت

مسئلہ (۶۱۶): نعش کی خرید و فروخت کرنا شرعاً جائز و درست نہیں ہے۔^(۵)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۷۰)
 (۳) ما في ” شرح كتاب السير الكبير “ : والآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلك لا يجوز التداوي بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : ” كسر عظم الميت ككسر عظم الحي “ . (۹۲/۱)
 ما في ” البحر الرائق “ : (وشعر الإنسان والانتفاع به) أى لم يجوز بيعه والانتفاع به لأن الآدمي مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً وصرح في فتح القدير بأن الآدمي مكرم وإن كان كافراً . (۱۳۳/۶ ، كتاب البيع ، باب البيع الفاسد)
 (۴) ما في ” قواعد الفقه “ : الضرورات تبيح المحظورات . (ص ۸۹ ، القاعدة : ۱۷۰)
 (نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی [انڈیا] کے فیصلے: ص ۱۹۷، ۱۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۵) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَهُمْ فِي الْوَحْشِ وَالْبَحْرِ﴾ .
 (سورة الإسراء : ۷۰)
 ما في ” الهداية “ : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع به لأن الآدمي مكرم لا مبتذل =

بلڈ بینک (Blood Bank) کا قیام

مسئلہ (۶۱۷): بلڈ بینک کے قیام سے متعلق حضرت مولانا مفتی نظام الدین

صاحب اعظمی رحمہ اللہ، مفتی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:

”جب خون کے استعمال کی گویا بدربہ مجبوری ہی گنجائش ہوگی^(۱)، تو چونکہ ایسی

مجبوریاں اچانک بھی پیدا ہو جاتی ہیں، اور خون کی بہت زیادہ مقدار کی متقاضی ہو جاتی ہیں، جیسے ریل کے ایکسیڈنٹ کے موقع میں، یا جنگ و محاربہ کے اندر بسا اوقات بیک وقت بہت زیادہ افراد زخمی ہو جاتے ہیں، اور ان کی جان بچانے کے لیے ان سب کو خون کا انجکشن دینا ضروری ہو جاتا ہے، اور پھر اس میں بھی مریض کے خون کا نمبر، اور جو خون چڑھایا جاتا ہے، اس خون کا نمبر بالکل یکساں ہونا ضروری ہوتا ہے، ورنہ بجائے نفع کے نقصان کا اندیشہ ہو جاتا ہے، اس لیے ان اچانک پیش آمدہ ضروریات کے لیے ہر نمبر کے خون کا فراہم رکھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے، اور مقدار کی تعیین و تحدید معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کافی مقدار میں محفوظ رکھنا

^۱ فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتدلاً . (۳۹/۳)

ما في ”بدائع الصنائع“ : وأما عظم الآدمي وشعره فلا يجوز بيعه لا لنجاسة لأنه طاهر في الصحيح من الرواية لكن احتراماً له والابتدال بالبيع يشعر بالإهانة . (۳۳۳/۴ ، كتاب البيوع)
ما في ”رد المحتار“ : والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً فإيراد العقد عليه وابتداله به والحاقه بالجمادات إذلال له إلا أن يجاب بأن المراد تكريم صورته وخلقته ، ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر ، وليس ذلك محل الاسترقاق والبيع والشراء .

(۱۷۹/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً) (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۴/۱۸) =

ضروری ہوگا، اور اس کا ایک خزانہ بنانا بھی لازم ہوگا، جس کو آج کل [کی] اصطلاح میں بینک کا نام دیا جاسکتا ہے، لأن الشيء إذا ثبت، ثبت بجميع لوازمه۔ لہذا اس فراہمی کے اور محفوظ رکھنے کے جو مناسب طریقے ہوں گے، اور ان میں جو اخراجات درکار ہوں گے، ان سب کو بھی حدود شرع میں رہتے ہوئے برداشت کرنا ہوگا۔“ (۲)

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ بلڈ بینک قائم کرنا شرعاً جائز و درست ہے۔

الکحل ملی ہوئی ادویات کی تجارت

مسئلہ (۶۱۸): اگر ادویات میں ملایا گیا الکحل انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے کشید کیا گیا ہو، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ان دواؤں کا استعمال ضرورۃً جائز رہے گا، بشرطیکہ حد سکر (نشہ کی حد) تک نہ پہنچا ہو، اور علاج کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے شیخین رحمہما اللہ کے مسلک پر عمل کرنا مریض ہوگا، تاہم اگر انگور اور کھجور سے حاصل کیا گیا ہو، تو ان دواؤں کا استعمال شدید ضرورت اور اضطرار کے علاوہ جائز نہیں، البتہ اگر یہ معلوم ہو کہ دواؤں میں ملانے کے بعد الکحل کی حقیقت اور ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں اس کی حقیقت ختم ہونے کی

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم﴾ . (سورة البقرة : ۱۷۳)

ما في ” قواعد الفقه “ : الضرورات تبيح المحظورات . (ص / ۸۹)

(۲) ما في ” ترتيب اللائح في سلك الأمالي “ : الشيء إذا ثبت ، ثبت بجميع لوازمه .

(۲/ ۷۷۸ ، القاعدة : ۱۰۱) (منتخبات نظام الفتاوى : ۱/ ۳۵۷)

وجہ سے ان ادویات کا استعمال بالاتفاق جائز ہوگا، لیکن یہ مسئلہ ماہرین فن طب کی مدد سے ہی حل ہو سکتا ہے۔^(۱)

بطورِ دوا حرام اشیاء کا استعمال

مسئلہ (۶۱۹): اگر کوئی مسلمان طیبِ حاذق کہے کہ: شفا حرام چیز میں ہی منحصر ہے، اور کوئی متبادل موجود نہیں ہے، تو مجبوراً بطورِ دوا و علاج بقدرِ ضرورت حرام اشیاء کے استعمال کی گنجائش ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”تكملة فتح الملهم“ : وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة (Alcohals) التي عمت بها البلوى اليوم فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار ، لأنها إنما تستعمل مركبة مع المراد الأخرى ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره ، وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوى ؛ والله سبحانه أعلم . (۵۰۶/۹ ، بيروت)

ما في ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : والضابط عندهم أن كل ما فيه منفعة تحل شرعاً ، فإن بيعه يجوز ، لأن الأعيان خلقت لمنفعة الإنسان . (۳۴۳۱ / ۵) (فتاوى تحفاني : ۲/۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”رد المحتار“ : يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه . (۴۷۴/۹ ، فصل في البيع)

ما في ”المحيط البرهاني“ : الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم فيه شفاء أما =

مرہم، کریم اور پاؤڈر کا استعمال

مسئلہ (۶۲۰): مرہم، کریم اور پاؤڈر وغیرہ تجمیل و تحسین کے وہ مادے، جن میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہوتی ہو، لیکن عملِ کیمیائی کے ذریعے اس کی حقیقت کو فنا کر دیا جاتا ہو، تو ان پر پاکی کا حکم لگے گا، اور ان کا استعمال کرنا شرعاً جائز ہوگا۔^(۱)

شوگر کے مریض کے لیے انسولین کا استعمال

مسئلہ (۶۲۱): انسولین یعنی جو ہر گروہ سے بنائی گئی ذیابیطس (شوگر) کی خاص دوا، شوگر کے مریضوں کے لیے تداوی کے طور پر اس کا استعمال ضرورہً جائز ہے۔^(۲)

= إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غير فيجوز الاستشفاء به . (۱۱۶/۶ ، کتاب الاستحسان ، الفصل التاسع عشر في التداوي ، الفتاوى الهندية : ۳۵۵/۵ ، کتاب الکراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي) (فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۶/۱۸، کفایت المفتی: ۱۳۹/۹)

ما في ”قواعد الفقه“ : الضرورات تبیح المحظورات . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۰)

ما في ”قواعد الفقه“ : الضرورات تتقدر بقدرها . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فقه القضايا الطبية المعاصرة “ : المراهم والکريمات ومواد التجميل التي يدخل في تركيبها شحم الخنزير ، وتطبق عليها قواعد الاستحالة ، فإن تحول الشحم الموجود فيها إلى مادة أخرى بسبب التفاعلات الكيميائية فإنها طاهرة جاز استعمالها ، وإلا فلا ، وهذا ما صدرت به فتوى من الندوة الفقهية الطبية الثامنة (السابقة) نصت على : (أن المراهم والکريمات ومواد التجميل التي يدخل في تركيبها شحم الخنزير لا يجوز استعمالها إلا إذا تحققت فيها استحالة الشحم وانقلاب عينها ، أما إذا لم يتحقق ذلك فهي نجسة ، ولا يجوز استعمالها شرعاً) .

(ص/۲۵۲ ، المنتجات الصناعية من الخنزير)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” فقه القضايا الطبية المعاصرة “ : إن الأنسولين الخنزيري المنشأ يباح لمرض =

بواسیری مسوں کو کاٹنا

مسئلہ (۶۲۲): اگر بواسیری مسوں کو کاٹنے کی صورت میں، مریض کے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو بواسیری مسوں کو کاٹنا حرام ہے، اور اگر نہ کاٹنے کی صورت میں ہلاکت کا خوف ہو، تو ان مسوں کا کاٹنا مباح ہے، اور اعتدال کی حالت میں مکروہ تحریمی ہے۔^(۱)

پیر یا بدن کی پھٹن کو جوڑنا

مسئلہ (۶۲۳): انسان کے پیروں یا بدن میں پھٹن اس قدر ہو کہ مزید بڑھنے کا اندیشہ ہو، اور ترک علاج پر ضرر کا خوف ہو، تو اس پھٹن کو جوڑنا درست ہے۔^(۲)

=السكر التداوي به للضرورة وبضوابطها الشرعية، في حين يرى البعض ان هذه المادة لا تبقى على حالتها بعد استخراجها من الخنزير، بل تتم فيها عملية الاستحالة من خلال اجراء تفاعلات كيميائية معقدة ومتعددة على تلك الغدة تجعلها شيئاً آخر، حيث انقلبت حقيقتها وتغيرت صفاتها الأساسية، لذلك إن الانسولين يعتبر طاهراً شرعاً وحلالاً يجوز استعماله مطلقاً. (ص/ ۲۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۰)
ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : **الحالة الأولى** : يحرم فيها فعله ، وذلك عند خوف الهلاك بسبب قطعه . **الحالة الثانية** : يباح فيها فعله ، وذلك عند خوف الهلاك بسبب تركه . **الحالة الثالثة** : الكراهة فيما عدا ذلك . (ص/ ۳۰۲ ، ۳۰۳ ، المسألة الأولى : هل يكره قطع البواسير؟ ، فقه النوازل : ۲۱۴/۴ ، قضايا الطبية المعاصرة : ص/ ۵۳۳)
ما في ” قواعد الفقه “ : أكثر ما يخاف لا يكون . (ص/ ۲۲ ، القاعدة : ۴۷)

(۲) ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : وهذه الفتوى وجدت الحاجة الموجبة لعلاجها بالرتق فهي تشتمل في كثير من الأحيان على آلام ، وقد يترتب على تركها ضرر في موضع الفتق =

تحقیق جرائم کے لیے پوسٹ مارٹم

مسئلہ (۶۲۴): شریعت اسلامیہ نے انسانی تکریم کے تحت مردہ کے لیے بھی اسی طرح کے احترام کو واجب قرار دیا ہے، جیسے زندہ کے لیے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ”مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مانند ہے“۔^(۱) لہذا جہاں پر موت کا سبب بالکل واضح اور معلوم ہو، جیسے ایکسیڈنٹ میں، اور سانپ کے کاٹنے سے ہونے والی موت میں، تو اس صورت میں پوسٹ مارٹم کرنا فضول ہے، اس لیے جائز نہ ہوگا، لیکن اگر پوسٹ مارٹم کسی ضرورت کے پیش نظر ناگزیر ہو جائے تو جائز ہے، مثلاً مقدمہ جرم کی تحقیق کے لیے اور مجرم کی شناخت کرنے کے لیے، تو ایسے موقع پر بقدر ضرورت پوسٹ مارٹم کی گنجائش ہے۔^(۲)

= أو في الجسم عامة ، والرتق يعتبر اصلاح الفساد الناشي عن الفتق ، ونظراً لهذه الحاجة وخوف الضرر فإنه يرخص للمرضى والأطباء في فعله ، للقاعدة ” الحاجة تنزل منزلة الضرورة “ . فالمریض يعتبر محتاجاً إلى جراحة الفتق لمكان الآلام وخوف الضرر المترتب على ترك الفتق بدون العلاج . (ص/ ۴۲۷ ، المبحث التاسع في الرتق)
ما في ” قواعد الفقه “ : الحاجة تنزل منزلة الضرورة . (ص/ ۷۵)
ما في ” قواعد الفقه “ : الثابت بضرورة يتقدر بقدرها . (ص/ ۷۴)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَرْدِ وَالْبَحْرِ﴾ .

(سورة الإسراء : ۷۰)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها ، أن رسول الله ﷺ قال : ” كسر عظم الميت ككسره حياً “ . (ص/ ۴۵۷ ، كتاب الجنائز ، باب في الحفار يجد العظم) =

مریض کی سرجری

مسئلہ (۶۲۵): اگر ماہر سرجن وڈاکٹر کو یہ غالب گمان ہے کہ اگر سرجری کی جائے گی، تو مریض ہلاک ہو جائے گا، تو اس صورت میں سرجری کرنا جائز نہیں ہے۔^(۱)

= (۲) ما فی ”التنویر و شرحہ مع الشامیة“ : (حامل ماتت وولدها حی) یضطرب (شق بطنها) من الأیسر (ویخرج ولدها) . (۳/۱۲۴، باب الجنان)

ما فی ”قواعد الفقہ“ : الضرورات تبیح المحظورات ، وأيضاً : الضرورات یتقدر بقدرها . (ص/۸۹)

ما فی ”نوازل فقہیة معاصرة“ : وإن لم یکن لأحد من شرح النعش لحاجة ما فلا بأس به كمعرفة سبب الموت لتفتیش القضية ، أو لقطع الأعضاء لمن ذهب أحد أعضائه وأفتی بجوازه العلماء نظيره ما أجاز الفقهاء من شق بطنه المرأة الحاملة التي ماتت وفي بطنها جنين حي لكي يخرج منه . (۱/۵۲۲ ، الطب والعلاج ، شرح النعش)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”فقہ النوازل“ : رابعاً : یشتړ لجواز فعل الجراحة الطبية ثمانية شروط : أن تكون مشروعة وأن يكون الطبيب الجراح أهلاً لفعلها ، ویغلب علی ظنه نجاحها ولا یوجد البديل الذي هو أخف ضرراً منها . (۳/۲۱۴)

ما فی ”الفتاوى الهندية“ : إذا أراد الرجل أن یقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصیر رحمہ اللہ تعالیٰ : إن كان الغالب علی من قطع مثل ذلك الهلاك فإنه لا یفعل ، وإن كان الغالب هو النجاة فهو فی سعة من ذلك رجل أو امرأة قطع الأصبع الزائدة من ولده .

(۵/۳۶۰ ، الباب الحادی والعشرون)

ما فی ”فقہ القضايا الطبية المعاصرة“ : شروط جواز الجراحة الطبية : الخامس : أن یغلب علی ظن الطبيب نجاح العملية ، وإلا لا یجوز ، بقوله تعالیٰ : ﴿لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (ص/۵۳۳ ، أحكام الجراحة الطبية : ص/۱۰۳)

عملِ سرجری کے لیے شرطیں

مسئلہ (۶۲۶): سرجن (معالج) تجربہ کار، اور مستند و معتبر ذریعہ سے سند یافتہ ہو، اور مطلوبہ اُمور یعنی عملِ جراحی (سرجری) کو انجام دینے کی پوری صلاحیت و اہلیت اس کے اندر موجود ہو، اور صحیح طریقہ سے تمام اُمور کو انجام دینے میں اُسے مہارتِ تامہ حاصل ہو۔^(۱)

پردہ بکارت کو جوڑنا

مسئلہ (۶۲۷): عورت کے پٹھے ہوئے پردہ بکارت کو جوڑنا درست نہیں ہے^(۲)، کیوں کہ اس سے دھوکہ^(۳) اور جھوٹ^(۴) کا دروازہ کھل جائے گا، جو شرعاً حرام ہے۔^(۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”أحكام الجراحة الطبية“ : يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية أن يكون الطبيب الجراح أهلاً للقيام بها ، وأدائها على الوجه المطلوب ، ويتحقق هذا الشرط بوجود أمرين ؛ الأولى : أن يكون ذا علم ، وبصيرة بالمهمة الجراحية المطلوبة ، الثاني : أن يكون قادراً على تطبيقها ، وأدائها على الوجه المطلوب ، فأما علمه وبصيرته بالعمل الجراحي المطلوب فإنه أمر لا بد منه لأن الجاهل بالجراحة لا يحل له أن يباشر فعلها لما في ذلك من تعريض حياة المريض للهلاك فيعتبر فعله على هذا الوجه محرماً شرعاً . (ص/ ۱۱۲ ، المطلب الرابع ، أن تتوفر الأهلية في الطبيب)
ما في ”سنن أبي داود“ : ان رسول الله ﷺ قال : ” من تطب ولا يعلم منه طب فهو ضامن“ . (ص/ ۶۳۰ ، كتاب الديات)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ”أحكام الجراحة الطبية“ : الترجيح : الذي يترجح في نظري والعلم عند الله =

مردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا

مسئلہ (۶۲۸): اگر کسی حاملہ عورت کا انتقال ہو جائے، اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو، جس کا زندہ ہونا یقینی ہو، تو فقہائے کرام نے مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ نکالنے کی اجازت دی ہے۔^(۱)

= هو القول بعدم جواز رتق غشاء البكارة مطلقاً . (ص/ ۳۳۲ ، مسئلة : هل يجوز رتق غشاء البكارة؟)

(۳) ما في ” جامع الترمذي “ : قال رسول الله ﷺ : ” من غش فليس منا “ . (۱/ ۲۴۵)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق العلماء على أن الغش حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۳۱/ ۲۱۹)

(۴) ما في ” صحيح مسلم “ : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : ” إن الصدق يهدي إلى البر ، وإن البر يهدي إلى الجنة وإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً “ . (۲/ ۳۲۵ ، قبح الكذب)

(۵) ما في ” رد المحتار “ : وما كان سبباً لمحذور فهو محذور . (۹/ ۴۲۶)

ما في ” المقاصد الشرعية “ : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/ ۴۶ ، صلة الذرائع سداً للخ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” التنوير وشرحه مع الشامية “ : حامل ماتت وولدها حي يضطرب شق بطنها ويخرج ولدها . (۳/ ۱۳۶ ، مطلب في دفن الميت)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالى في امرأة حامل ماتت وعلم أن ما في بطنها حي فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر . (۵/ ۳۶۰ ، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات ، الفتاوى الخانية على هامش الهندية : ۱/ ۱۸۸ ، باب في غسل الميت وما يتعلق) (فتاوى قفازية: ۳/ ۴۰۱)

سونایا چاندی نگلنے والے کا پیٹ چاک کرنا

مسئلہ (۶۲۹): اگر کسی شخص نے عمداً کسی کا سونا، چاندی نگل لیا، اور ادائے ضمان کے لیے اس کے پاس مال ہو، تو اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا، اور اگر مال نہ ہو تو چاک کیا جائے گا، کیوں کہ اس نے خود اپنی عصمت و حرمت کو اپنی تعدی و زیادتی سے زائل کر دیا، اور اگر سونا، چاندی غلطی سے کسی کے پیٹ کے اندر چلا گیا، تو بالاتفاق اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا، خواہ ادائے ضمان کے لیے اس کے پاس مال ہو یا نہ ہو۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”رد المحتار“ : ولو بلغ مال غيره مات هل يشق ؟ قولان : والأولى نعم . ”فتح“ . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ولو بلغ مال غيره) أى ولا ماله له ، كما في الفتح وشرح المنية ، ومفهومه أنه لو ترك مالا يضمن ما بلعه لا يشق اتفاقاً . قوله : الأولى نعم ، لأنه وإن كان حرمة الآدمي أعلى من صيانة المال لكنه ازال احترامه بتعديده كما في ”الفتح“ . ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعد لا يشق اتفاقاً كما لا يشق الحي مطلقاً لإفضائه إلى الهلاك لا لمجرد الاحترام . (۳/۱۳۵ ، كتاب الصلوة ، باب صلوة الجنائز)

ما في ”بدائع الصنائع“ : رجل ابتلع درة رجل فمات المبتلع فإن ترك مالا كانت قيمة الدرة في تركته ، وإن لم يترك مالا لا يشق بطنه لأن الشق حرام ، وحرمة النفس أعظم من حرمة المال ، وعليه قيمة الدرة ، لأنه استهلكها وهي ليست من ذوات الأمثال ، فكانت مضمونة القيمة ، فإن ظهر له مال في الدنيا قضى منه ، وإلا فهو مأخوذ في الآخرة .

(۶/۵۱ ، كتاب الاستحسان)

عضو مجروح کو داغنا

مسئلہ (۶۳۰): سرجری اور آپریشن کے بعد عضو مجروح سے خون بہتا رہتا ہے، تو اس کو بند کرنے کے لیے بوقت حاجت و ضرورت داغنا جائز ہے۔^(۱)

پریکٹس کے لیے نعشوں کی چیر پھاڑ

مسئلہ (۶۳۱): آج کل دواخانوں اور بڑے بڑے ہسپتالوں میں، طب کے طلبہ کو آپریشن کی تربیت دینے کے لیے، نعشوں کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے، جب کہ چیر پھاڑ کرنے میں میت کی بے حرمتی اور انسانیت کی توہین ہوتی ہے، اس لیے یہ عمل شرعاً جائز نہیں ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح مسلم “ : عن جابر : ” بعث رسول الله ﷺ إلى أبي بن كعب طبيباً فقطع منه عرقاً ثم كواه عليه “ . (۲۲۵ / ۲ ، باب لكل داء دواء)
ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : والأصل في مشروعية هذا النوع من مهمات العمل الجراحي ما ثبت في الصحيح من حديث جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما ، أن النبي ﷺ بعث إلى أبي بن كعب طبيباً فقطع منه عرقاً ثم كواه عليه ، فقد دلّ هذا الحديث الشريف على مشروعية كي العروق عند الحاجة ، قال بعض أهل العلم رحمهم الله في شرح هذا الحديث : قوله : (بعث إلى أبي ...) يدل على أنه لا يلي عمل الشيء إلا من يعرفه ، وعلى جواز الكي إذا صحت منفعتة ودعت إليه حاجة والنهي عنه إنما هو إذا وجد عنه غنى . (ص / ۳۳۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَرْدِ وَالْبَحْرِ ﴾ .

(سورة الإسراء : ۷۰) =

مصنوعی پردہ بکارت

مسئلہ (۶۳۲): آج کل یورپ میں مصنوعی پردہ بکارت بنائے گئے ہیں، کہ جن عورتوں کے پردہ بکارت زائل ہو چکے ہیں، وہ دوبارہ مصنوعی پردہ لگا کر مصنوعی باکرہ بن سکتی ہیں، اس طرح کا عمل چند وجوہات کی بنا پر ناجائز ہے:

(۱) یہ عمل اختلاط نسب کا سبب بن سکتا ہے، کہ عورت جماع سابق سے حاملہ ہو، پھر مصنوعی پردہ لگا کر شادی کر لے۔^(۱)

(۲) مصنوعی پردہ بکارت کے استعمال کی اجازت دینا، زنا کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہے۔^(۲)

== ما في "المؤطا للإمام مالك" : قال مالك انه بلغه أن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي ﷺ كانت تقول : "كسر عظم المسلم ميتاً ككسره وهو حي" . قال مالك : نعي في الإثم . (ص/ ۸۳ ، كتاب الجنائز ، باب ما جاء في الإختفاء النيش)

ما في "أوجز المسالك إلى مؤطا مالك" : قال الباجي : تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته ، وإن كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته ، وقد أخرج أحمد وأبو داود وابن ماجه عن عائشة رضي الله تعالى عنه ، أن النبي ﷺ قال : "كسر عظم الميت ككسره عظم الحي" ثم قال الباجي : يريد مالك أنهما لا يتساويان في القصاص وغيره ، وإنما يتساويان في الإثم . (ص/ ۵۸۷ ، كتاب الجنائز)

ما في "رد المحتار" : والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً ، فإيراد العقود عليه وابتداله به والحاقه بالجمادات إذلال له إلا أن يجاب بأن المراد تكريم صورته وخلقه ، ولذا لم يعجز كسر عظام ميت كافر . (ص/ ۱۷۹ ، كتاب البيوع ، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً ، الفتاوى الهندية : ۳۵۴/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي)

(فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۰/۱۸، کراچی)

(۳) قاعدہ شرعیہ ہے کہ: ”ضرر کو ضرر کے ذریعہ زائل نہیں کیا جاسکتا“۔ (۳)

(۴) اس میں سراسر دھوکہ ہے، اور دھوکہ دہی حرام ہے۔ (۴)

(۵) اس میں جھوٹ کے دروازے کا کھولنا ہے، جب کہ جھوٹ شرعاً حرام ہے۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : ان رتق غشاء البكارة قد يؤدي إلى اختلاط الأنساب ، فقد تحمل المرأة من الجماع السابق ، ثم تتزوج بعد رتق غشاء بكارتها ، وهذا يؤدي إلى إلحاق ذلك الحمل بالزوج واختلاط الحلال بالحرام . (ص/ ۲۹۹)

(۲) ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : ان رتق غشاء البكارة يسهل للفتيات ارتكاب جريمة الزنا لعلمهنّ بإمكان رتق غشاء البكارة بعد الجماع . (ص/ ۲۹۹)

(۳) ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : ان من قواعد الشريعة الإسلامية أن ؛ الضرر لا يزال بالضرر ، ومن فروع هذه القاعدة : لا يجوز للإنسان أن يدفع الفرق على أرضه بإغراق أرض غيره ، ومثل ذلك لا يجوز الفتاة وأمها أن يزيلا الضرر عنهما برتق الغشاء ويلحقانه بالزوج . (ص/ ۴۳۰ ، الأشباه والنظائر لابن نجيم : ۱ / ۳۱۱)

(۴) ما في ” جمع الجوامع “ : ” من غشنا فليس منا “ . (۴/ ۲۱۳)

ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : ان مبدأ رتق غشاء البكارة مبدأ غير شرعي لأنه نوع من الغشّ ، والغشّ محرم شرعاً . (ص/ ۴۳۰)

(۵) ما في ” صحيح مسلم “ : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : ” إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة وإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً . (۲/ ۳۲۵ ، باب قبح الكذب)

ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : ان رتق غشاء البكارة يفتح أبواب الكذب للفتيات وأهلهنّ لإخفاء حقيقة السبب ، والكذب محرم شرعاً . (ص/ ۴۳۰)

مصنوعی اعضا کے ذریعہ پیوندکاری

مسئلہ (۶۳۳): ضرورت اور حاجت کی بنا پر مصنوعی اعضا کے ذریعہ، اعضا کی پیوندکاری کرنا جائز ہے۔^(۱)

مصنوعی بال لگوانا

مسئلہ (۶۳۴): موجودہ دور فیشن ایبل دور کہا جاتا ہے، عوام کی اکثریت فیشن ایبل اور مغربی تہذیب کی دل دادہ ہو چکی ہے، جہاں پر بہت سارے فیشن ایجاد ہو چکے ہیں، من جملہ ان کے ایک فیشن یہ ہے کہ بہت سارے مرد و عورتیں

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”أحكام الجراحة الطبية“ : يحتاج الأطباء في علاج بعض الأمراض الجراحية إلى زرع أعضاء تم صنعها لكي تقوم بمهمة العضو التالف بسبب المرض ، والحاجة الموجودة إلى زراعة هذه الأعضاء لا تخلو من حالتين ، الحالة الأولى : أن تكون ضرورية ، ومن أشهر أمثلتها ما يقوم به الأطباء من وصل شرايين القلب بطعوم صناعية في حالة استئصال جزء من تلك الشرايين ، وتعذر اتصال طرفي الشريان ببعضهما نظراً لطول المسافة فيقوم الطبيب الجراح بوضع تلك القطعة المصنوعة في موضع الاستئصال لكي تقوم بمهمة الجزء التالف . الحالة الثانية : أن تكون حاجية ، ومن أشهر أمثلتها المفاصل الصناعية التي يقوم الأطباء بوضعها موضع المفصل الخلقي نظراً لإصابته بالآفة الموجبة لاستئصاله ووضع ذلك البديل مكانه كما يجري ذلك في حالة إصابته بالروماتيزم العضوي المزمن ، أو التهاب المفاصل التيبسي كما يسميه الأطباء . (ص/ ۲۵ ، المبحث الثامن في زرع الأعضاء المصنوعة)

ما في ”الأشباه لابن نجيم“ : الضرورات تبيح المحظورات . (۱/ ۳۰۷ ، القاعدة الخامسة) ما في ”الأشباه والنظائر لابن نجيم“ : الحاجة تنزل منزلة الضرورة ، عامة كانت أو خاصة . (۱/ ۳۲۶ ، القاعدة الخامسة)

مصنوعی بال لگواتے ہیں، تاکہ خوب زینت ظاہر ہو، تو اگر مغربی تہذیب کو اپناتے ہوئے مرد و عورت کا مصنوعی بال لگانا، اس غرض سے ہو کہ زینت ظاہر ہو، تو یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ عموماً مصنوعی بال انسانوں کے ہوتے ہیں، اور انسانوں کے بال سے انتفاع گناہ کبیرہ اور موجب لعنت ہے، ہاں! اگر یہ بال غیر انسان کے ہوں تو یہ عمل مکروہ ہے، رہا مرد! تو اس کے لیے اس طرح کی زینت درست ہی نہیں، چہ جائیکہ مغربی تہذیب کو آئیڈیل بنا کر اس طرح کے بالوں کو استعمال کرنا۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : ” لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة “ . (۸۷۸/۲ ، كتاب اللباس ، باب الوصل في الشعر) ما في ” سنن أبي داود “ : قوله عليه السلام : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ .

(ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : قال الطيبي : هذا عام في الخلق والخلق والشعار ، و لما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب ، قلت : بل الشعار هو المراد بالشبه لا غير .

(۲۲۲/۸ ، كتاب اللباس)

ما في ” رد المحتار “ : وفي ” الاختيار “ : وصل الشعر بالشعر بشعر الآدمي حرام ، سواء كان شعرها أو شعر غيرها ، لقوله عليه السلام : ” لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة ، والواشمة والمستوشمة ، والنامصة والمتنمصة “ . (در مختار) . وفي الشامية: قوله : (سواء كان شعرها أو شعر غيرها) لما فيه من التزوير وفي شعر غيرها انتفاع بجزء الآدمي أيضاً ، لكن في ” التاتارخانية “ : وإذا وصلت المرأة شعر غيرها بشعرها فهو مكروه . (۴۵۴/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

(فتاویٰ حقانیہ: ۵۳۶/۲، احسن الفتاویٰ: ۷۵/۸)

زائد انگلی کٹوانا

مسئلہ (۶۳۵): بہت سے لوگوں کے بدن میں زائد انگلی رہتی ہے، جس کو وہ بذریعہ آپریشن کٹواتے ہیں، اگر اس کے کٹوانے میں غالب گمان ہلاکت کا ہو، تو اس کو نہ کٹوائے، اور اگر غالب گمان نجات و عافیت کا ہو، تو اس زائد انگلی کو کٹوا سکتے ہیں۔^(۱)

سرجری و آپریشن میں مریض کا عضو کا ٹنا

مسئلہ (۶۳۶): دواخانوں اور ہسپتالوں میں مریض کے سرجری یا آپریشن میں اس کے کسی عضو کو کاٹ دیتے ہیں، اگر کاٹنے کی وجہ سے مریض کے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو قطع عضو (عضو کا ٹنا) حرام ہے، اور اگر عضو کے نہ کاٹنے کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو پھر عضو کو کاٹنا مباح ہے، اور اعتدال (نارمل ہونے) کی حالت میں مکروہ تحریمی ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفتاوى الهندية “ : إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصير رحمه الله تعالى : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلك الهلاك فإنه لا يفعل وإن كان الغالب هو النجاة ، فهو سعة من ذلك . (۳۶۰ / ۵) ، كتاب الكراهية ، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم (فتاوى محمودية : ۳۳۴ / ۱۸)

ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : ويشترط لجواز فعل القطع في هذه الأحوال أن لا يؤدي إلى ضرر أعظم من الضرر الموجودة في الألم فإذا كان القطع يفضي إلى ذلك فإنه لا يجوز فعله للقاعدة الشرعية : الضرر لا يزال بالضرر . (ص / ۳۱۱) ، هل يجوز قطع العصب ؟

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵) =

خنزیر کی کھال سے جلد کی پیوند کاری

مسئلہ (۶۳۷): عام حالات میں جلد کی پیوند کاری کے لیے خنزیر کی کھال کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ اضطراری و مجبوری کی صورت میں شریعت بقدر ضرورت ناجائز چیزوں کے استعمال کی بھی اجازت دیتی ہے۔^(۱)

=ما في " أحكام الجراحة الطبية " : **الحالة الأولى** : يحرم فيها فعله ، وذلك عند خوف الهلاك بسبب قطعه . **الحالة الثانية** : يباح فيها فعله ، وذلك عند خوف الهلاك بسبب تركه . **الحالة الثالثة** : الكراهة فيما عدا ذلك . (ص/ ۳۰۲ ، ۳۰۳ ، المسألة الأولى : هل يكره قطع البواسير ؟ ، فقه النوازل : ۲۱۴/۴ ، قضايا الطبية المعاصرة : ص/ ۵۳۳) ما في " قواعد الفقه " : أكثر ما يخاف لا يكون . (ص/ ۶۲ ، القاعدة : ۴۷) الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنزِيرِ وَمَا أَهْلَ بِهِ لغير الله ، فمن اضطرَّ غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه إن الله غفور رحيم ﴾ . (البقرة : ۱۷۳) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان نقل الأعضاء لا يخلو إما أن يكون من إنسان أو حيوان إلى إنسان وأما إن كان النقل من حيوان فلا يخلو ذلك الحيوان المنقول منه العضو من حالتين ؛ الأولى : أن يكون طاهراً ، وحكم النقل الجواز ، الثانية : أن يكون نجساً ، وحكم النقل التحريم إلا عند الضرورة والله تعالى أعلم .

(ص/ ۳۰۲ ، ۳۰۳ ، المطلب الثاني حكم النقل العضو من حيوان إلى الإنسان)

سرجری کے ذریعہ عضو جوڑنا

مسئلہ (۶۳۸): اگر کسی حکیم یا ڈاکٹر نے سرجری کے دوران کسی عضو کو جسم سے بالکل الگ کر دیا، پھر اگر دوبارہ اس عضو کو اسی جگہ پر لگانا چاہے، تو لگا سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ انسانی عضو کو جسم سے کاٹ دینے کے بعد بھی وہ پاک رہتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا۔^(۱)

تشخیص کی فیس

مسئلہ (۶۳۹): مریض (Patient) کی تشخیص (Diagnosis) پر ڈاکٹروں کا فیس لینا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ خلافِ مروت نہیں ہونا چاہیے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” دراسات فقهية في قضايا طبية معاصرة “ : الأعضاء المقطوعة من بدن الإنسان طاهرة لا تنجس بالقطع ، ولذلك فلا حرج شرعاً من إعادة وصلها في غير حد أو قصاص . (۳۰۳ / ۱ ، الخاتمه)
ما في ” رد المحتار “ : وفي ” شرح المقدسي “ : قلت : والجواب عن الإشكال أن إعادة الأذن وثباتها إنما يكون غالباً بعود الحياة إليها ، فلا يصدق انها مما أبين من الحي لأنها بعود الحياة إليها صارت كأنها لم تكن ولو فرضنا شخصاً مات ثم أعيدت حياته معجزة أو كرامة لعاد طاهراً . (۳۲۱ / ۱ ، مطلب في أحكام الدباغة)

ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : ولا شك في أن القول بجواز إعادتها هو الراجح .

(ص / ۲۱۳ ، المبحث السابع في إعادة الأعضاء المبتورة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في ” تنقيح الحامدية “ : سئل في رجل به داء في ظهره ، اتفق مع طبيب على =

سرجری کے لیے بے ہوش کرنا

مسئلہ (۶۴۰): مریض کی سرجری کے لیے اسے انجکشن دے کر، یا کسی اور

دوا کے ذریعہ بے ہوش کرنا شرعاً جائز ہے۔^(۱)

= مداواته وجعل له أجره ، ولم يضرب له مدة ، وداواه ويريد الطبيب أجره مثله ، وما أنفقه من ثمن الأدوية ، فهل له ذلك ؟ الجواب : نعم . (۱۵۱ / ۲ ، بحوالہ فتاویٰ حقانیہ: ۶/۲۶۲)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على جواز استئجار الطبيب للعلاج ، لأنه فعل يحتاج إليه وماذون فيه شرعاً ، فجاز الاستئجار عليه ، كسائر الأفعال المباحة . (۱۳۷ / ۱۲)
ما في ” المحلى شرح المجلى “ : مسألة : وجائز أن يستأجر الطبيب لخدمة أيام معلومة ، لأنه عمل محدود . (۱۶ / ۹) (فتاویٰ حقانیہ: ۶/۲۶۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : نص بعض الفقهاء المتقدمين على جواز استعمال المواد المخدرة عند الحاجة إليها للجراحة ، كما في قطع اليد والرجل وغيرها من المهمات الجراحية التي يحتاج المريض فيها إلى التخدير . (ص / ۲۸۶ ، جواز التخدير للجراحة)
ما في ” روضة الطالبين للنووي “ : ولو احتيج في قطع اليد المتأكلة إلى زوال عقله هل يجوز ذلك ؟ يخرج على الخلاف في التداوي بالخمر ، قلت : الأصح الجواز . (۸ / ۳۸۶)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : قال ابن تيمية : كل ما يُغيب العقل فإنه حرام ، وإن لم تحصل به نشوة ولا طرب ، فإن تغييب العقل حرام بإجماع المسلمين ، إلا لغرض معتبر شرعاً .
(۱۱ / ۳۴ ، تخدير)

ما في ” قواعد الفقه “ : الضرورات تبيح المحظورات . (ص / ۸۹)

میڈیکل سرجری

مسئلہ (۶۴۱): میڈیکل سرجری (Medical Surgery) مطلقاً جائز نہیں

ہے، بلکہ اس کے جواز کی چند شرطیں ہیں:

- (۱) سرجری مشروع ہو، (۲) مریض اس کا محتاج ہو، (۳) مریض کی اجازت سے ہو، (۴) سرجری کرنے والا ڈاکٹر اس کا اہل ہو، (۵) سرجری کی کامیابی کا غالب گمان ہو، (۶) اس کا کوئی ایسا بدل موجود نہ ہو جو اس سے کم تکلیف دہ ہو، (۷) اس کے کرنے پر مصلحت مرتب ہو، (۸) اور سرجری پر مرتب ہونے والا ضرر مرض کے ضرر سے زیادہ نہ ہو، یہ تمام شرطیں پائی جائیں، تو میڈیکل سرجری جائز ہے، ورنہ نہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فقه النوازل “ : رابعاً : يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية ثمانية شروط : أن تكون مشروعة ، ويحتاج إليها المريض ، ويأذن بفعلها ، وأن يكون الطبيب الجراح أهلاً لفعلها ، ويغلب على ظنه نجاحها ، ولا يوجد البديل الذي هو أخف ضرراً منها ، وإن تترتب المصلحة على فعلها ، ولا يترتب عليها ضرر أعظم من ضرر المرض الجراحي .

(۲۱۴/۳ ، أحكام الجراحة ، وثيقة رقم : ۲۷۵)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصير رحمه الله : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلك الهلاك فإنه لا يفعل ، وإن كان الغالب هو النجاة فهو في سعة من ذلك ، رجل أو امرأة قطع الأصبع الزائدة من ولده ، قال بعضهم : لا يضمن ولهما ولاية المعالجة ، وهو المختار ، ولو فعل ذلك غير الأب والأم فهلك كان ضامناً ، والأب والأم إنما يملكان ذلك إذا كان لا يخاف التعدي والوهن في اليد . كذا في الظهيرية . (۳۶۰/۵ ، الباب الحادي والعشرون فيما يسهل من جراحات الخ ، أحكام تجميل النساء : ص/۳۹۲ ، أحكام الجراحة الطبية : ص/۱۰۳) (فقه القضايا الطبية المعاصرة : ص/۵۳۳)

سرجری سے ہونے والا ضرر

مسئلہ (۶۳۲): اگر سرجری پر مرتب ہونے والا ضرر موجودہ مرض کے ضرر سے کم ہو، تو اس صورت میں سرجری کروا سکتے ہیں۔^(۱)

سرجن پر ضمان

مسئلہ (۶۳۳): سرجن (Surgen) میں دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو جائے، تو پھر سرجن ضامن (Cuarantor) ہوگا، ورنہ نہیں، اور وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) سرجن اپنے فن میں بصیرت و مہارت (Goodat) رکھتا ہو۔ (۲) اس نے علاج (Treatment) میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو، کیوں کہ بلا بصیرت و مہارت علاج بھی نارواں ہے، اور بصیرت و حذاقت کے باوجود کوتاہی بھی ناقابل قبول اور موجب ضمان ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” فقه القضايا الطبية المعاصرة “ : أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض الموجود . (ص/ ۵۳۳ ، شروط جواز الجراحة)

ما في ” أحكام الجراحة الطبية “ : أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض ، مما يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية ألا تشتمل على ضرر أكبر من ضرر المرض الجراحي ، فإن اشتملت على ذلك حرم على الطبيب الجراح فعلها لما فيه من تعريض الأرواح والأجساد للضرر الأكبر ، ووجب على المريض البقاء على الضرر الأخف ، والامتناع عن فعل الجراحة المشتملة على الإلقاء بالنفس إلى الهلاك والتلف . (ص/ ۱۲۳ ، المطلب الثامن)

ما في ” قواعد الفقه “ : إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما .

(ص/ ۵۶ ، فقه النوازل : ۲/ ۲۱۴ ، أحكام الجراحة) =

ڈاکٹر سے باز پرس

مسئلہ (۶۴۴): ڈاکٹر اور اس کے معاونین یا تو حکومت وقت کے اجیر خاص ہوتے ہیں، یا مریض اور اس کے اہل کے اجیر خاص ہوتے ہیں، بہر دو صورت ان سے، ان کی ذمہ داریوں کی بابت باز پرس ہوگی۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

= (۲) ما في ” زاد المعاد في هدي خير العباد “ : طبيب حاذق أعطى الصنعة حقها ولم تجن يده فتوكد من فعله المأذون فيه من جهة الشارع ومن جهة من يطمه تلف العضو أو النفس ، أو ذهاب صفة فهذا لا ضمان عليه اتفاقا . (۱۰۹/۳ ، أنواع المطيبين)
ما في ” الفتاوى البزازية على هامش الهندية “ : حجب أو ختن أو بزغ وتلف لم يضمن إلا إذا تجاوز المعتاد . (۸۹/۵ ، نوع في الحجام والبزاغ)
ما في ” الشرح الصغير “ : وكذا الختان وقلع الفرس والطب فلا ضمان إلا بالتفريط .
(۴۷/۳ ، بحواله جديد فقهي مباحث : ۵۸/۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مختصر القدوري “ : والأجير الخاص يستحق الأجرة بتسليم نفسه في المدة وإن لم يعمل كمن استأجر رجلاً شهراً للخدمة ، أو لرعي الغنم ، ولا ضمان على الأجير الخاص فيما تلف في يده ولا في ما تلف من عمله إلا أن يتعدى فيضمن .
(ص / ۲۸۰ ، كتاب الإجارة ، الهداية : ۲۹۴/۳ ، باب ضمان الأجير ، البحر الرائق : ۴۶/۸ ، باب ضمان الأجير ، تبیین الحقائق : ۱۳۷/۶ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

مریض کی صحت یابی پر انعام

مسئلہ (۶۴۵): کوئی ڈاکٹر کسی مریض کے علاج پر یہ شرط لگائے کہ اگر مریض میرے علاج سے صحت یاب ہو جائے، تو مجھے اتنا انعام دیا جائے، تو یہ عقدِ جعالہ کی ایک صورت ہے، جو ”مشارطۃ الطیب“ کہلاتی ہے، یہ صورت ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ) کے نزدیک جائز اور درست ہے^(۱)، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عقدِ جعالہ جائز نہیں ہے، مگر اس کی چند صورتیں مستثنیٰ ہیں، یعنی وہ جائز ہیں، جیسے غلامِ آبق (بھگوڑے غلام) کے پکڑنے پر انعام طے کرنا، عقدِ سمسرہ (دلالی کا معاملہ) اور تنفیل (امام المسلمین کا گھڑ سوار یا پیدل مجاہد کو اس کے حصہ سے کچھ زائد دینا) وغیرہ، یہ صورتیں ”حاجاتِ ناس“ کے تحت جائز قرار دی گئی ہیں^(۲)، ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی

(P.H.D) اپنی کتاب ”مالی معاملات پر غرر کے اثرات“ میں رقم طراز ہیں:

”اس مسئلہ سے متعلق دلائل پر غور کرنے کے بعد رائج یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ائمہ ثلاثہ کا قول رائج ہے، یعنی یہ عقد شرعاً جائز ہونا چاہیے“^(۳)، ڈاکٹر صاحب نے اس مسئلہ میں بہت ساری وجوہ ترجیح بھی بیان کی ہے، من جملہ ان ترجیحات کے ایک ”حاجۃ الناس“ بھی ہے، اسی کو بنیاد بناتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ احناف کے نزدیک بھی یہ صورت، دیگر جائز صورتوں کی طرح جائز ہونی چاہیے۔^(۴)

.....

.....

.....

.....

.....

= (۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أبي سعيد قال : انطلق نفر من أصحاب النبي ﷺ في سفرة سافروها حتى نزلوا على حيٍّ من أحياء العرب فاستضافوهم فأبوا أن يضيفوهم فلدغ سيد ذلك الحي فسعوا له بكل شيء لا ينفعه شيء ، فقال بعضهم : لو أتيتهم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعله أن يكون عند بعضهم شيء ، فأتوهم فقالوا : يا أيها الرهط ! إن سيدنا لدغ وسعينا له بكل شيء لا ينفعه ، فهل عند أحد منكم من شيء ؟ فقال بعضهم : نعم ! والله إنني لأرقي ، ولكن والله لقد استضعفناكم فلم تضيفونا فما أنا براق لكم حتى تجعلوا لنا جُعلاً فصالحوهم على قطع من الغنم فقدموا على رسول الله ﷺ فذكروا له ، فقال : وما يدريك أنها رقية ، ثم قال : قد أصبتم ، أقسموا واضربوا لي معكم سهماً ، فضحك النبي ﷺ . (۳۰/۱ ، كتاب الإجارة ، باب ما يعطى في الرقية)

(۲) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : لا تجوز الجعالة عند الحنفية لما فيها من الغرر رأي جعالة العمل والمدة قياساً على سائر الإجازات التي يشترط لها معلومية العمل والماجور ، والأجرة والمدة وإنما أجازوا فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق . (۳۸۶۴/۵)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : مثل قول القائل : من رد عليّ دابتي الشاردة أو متاعي الضائع أو بنى لي هذا الحائط أو حفر لي هذا البئر حتى يصل إلى الماء أو خاط لي قميصاً أو ثوباً فله كذا . (۳۸۶۴/۵ ، الفصل الرابع ، الجعالة)

ما في ” الفتاوى البزازية على هامش الهندية “ : ان عمل إجارة السمسار والمناادي والحمامي والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة جاز .

(۴۰/۵ ، كتاب الإجارة)

(۴ ، ۳) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات : ص/ ۱۲۳-۱۲۵ ، جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ : ص/ ۱۰۶)

کتاب الضمان

☆.....ضمان کے مسائل.....☆

قاتل شخص کی ضمانت

مسئلہ (۶۴۶): کوئی شخص قتل (Murder) کے جرم میں گرفتار ہوا ہو، اور حقیقتاً اسی نے قتل بھی کیا ہو، اور بعض حضرات اس کی ضمانت کروا رہے ہیں، تو اُن کا یہ عمل جائز ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں قاتل (ظالم) اور مقتول (مظلوم) دونوں کے ساتھ ہمدردی کا حکم ہے، قاتل کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے^(۱)، اگر اس کے رہائی کی توقع ہو، تو اس کی ضمانت لے لیں، یہ بھی اس کی ہمدردی میں داخل ہے، لیکن اس کو بے قصور قرار دینے کی کوشش کرنا یہ جائز نہیں ہے، یہ ظلم کی اعانت و مدد ہے جو حرام ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” صحيح البخاري “ : عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : ” انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً “ . قال : يا رسول الله ﷺ ! هذا ننصره مظلوماً ، فكيف ننصره ظالماً ؟ قال : ” تأخذ فوق يديه “ . (۳۳۱ / ۱) ، باب أعن أخاك ظالماً أو مظلوماً ، رقم : ۲۴۴۴)

ما في ” فتح الباري “ : قوله : (فقال : تأخذه فوق يديه) كفى به عن كفه عن الظلم بالفعل إن لم يكف بالقول ، وعبر بالفوقية إشارة إلى الأخذ بالاستعلاء والقوة . (۱۱۷ / ۵)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : يجب إعانة المسلمين بدفع الضرر العام أو الخاص عنهم ، لقول الله تعالى : ﴿ وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان ﴾ . ولقول رسول الله ﷺ : ” المسلم أخو المسلم ؛ لا يظلمه ولا يُسْلِمه ، ومن كان في حاجة =

ورثاء کا دیت استعمال کرنا

مسئلہ (۶۴۷): اگر کوئی شخص گاڑی چلا رہا ہو، اور دوسرا شخص اس کی زد میں آکر ہلاک ہو جائے، اور کوئی گاڑی چلانے والے کی ہو، تو یہ صورت قتلِ خطا کے زمرہ میں آتی ہے، اور اس میں بھی شرعاً دیت یعنی مہلوک کا مالی ہرجانہ واجب ہوتا ہے، شرعاً اس کی دیت سوانٹ مقرر کی گئی ہے، جس کی ایک اچھی خاصی بڑی قیمت ہوتی ہے، لہذا ہلاک ہونے والے کے ورثاء کا اس رقم کا لینا اور اس کا استعمال کرنا شرعاً درست ہے۔^(۱)

= أخيه كان الله في حاجته “ . وكلما كان هناك رابطة قرابة أو حرفة كان التعاون بينهم أوجب . (۵/۹۶، ۹۷، إعانة)

(۲) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في ” روح المعاني “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ فيعم النهي كل ما هو مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .

(۸۵/۴ ، أحكام القرآن للجصاص : ۲/۲۸۱)

ما في ” سنن أبي داود “ : عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ بمعناه قال : ” ومن أعان على خصومة بظلم فقد باء بغضب من الله “ . (۵۰۶/۲ ، باب الرجل يعين)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : تأخذ الإعانة على الحرام حكمه ، مثل الإعانة على شرب الخمر ، وإعانة الظالم على ظلمه . (۵/۹۷) (فتاوى محمودية : ۱۹/۵۹۳، ۵۹۴، کراچی)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا وأصلح فأجره على الله﴾ . (سورة الشورى : ۴۰)

ما في ” حاشية الهداية “ : إنما وجبت الدية في الخطأ بخلاف القياس لأن القتل أعظم العقوبات والخاطي معذور فيتعذر إيجاب المال عليه ، ونفس المقتول محرمة لا يسقط حرمتها بعذر =

ورک شاپ سے سامان گم ہونے پر ضمان

مسئلہ (۶۴۸): اگر کوئی کمپنی یا ادارہ؛ اپنی مشین یا گاڑی میں خرابی پیدا ہونے پر لگنے والا سامان پہلے ہی ورکشاپ والے کو دیدے، تو یہ سامان ورکشاپ والے کے پاس امانت ہے، اگر اس کے ضائع یا گم ہونے میں اس کی طرف سے تعدی و زیادتی پائی جائے، تو وہ ضامن ہوگا، ورنہ نہیں۔^(۱)

= الخطأ فوجب المال صيانة للدم عن الهدر منه . (۲/۵۴۳ ، کتاب الجنایات ، رقم الحاشیة : ۶)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على أن من قتل مؤمناً خطأ فعليه الدية والكفارة ويجري هذا الحكم على الكافر والمعاهد . (۳۲۸/۳۲ - ۲۸۱)
ما في ” الفتاوى الهندية “ : الراكب ضامن لما وطئت الدابة وما أصابت بيدها أو رجلها أو رأسها أو كدمت أو خبطت وكذا إذا صدمت . (۵۰/۶ ، الهداية : ۲/۵۹۳ ، فتاوى النوازل : ص/۴۴۳) (قاموس الفقہ : ۲/۲۰۲ ، کتاب الفتاوی : ۵/۳۹۲ ، ۳۹۳ ، نعیمة)
الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : ضمان العين المستأجرة : تعتبر يد المستأجر على العين المستأجرة في إجارة المنافع يد أمانة فلا يضمن ما يتلف بيده إلا بالتعدي أو التقصير في الحفظ ، ويتقيد في الانتفاع بمقتضى العقد وما شرط فيه وما جرى به العرف .
(۵/۳۸۴ ، کتاب الإجارة ، المحث الخامس ضمان العين المستأجرة)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : تضمين الأجير المشترك - اتفق الفقهاء على أن الأجير المشترك إذا تلف عنده المتاع بتعدي أو تفريط جسيم يضمن . (۱/۲۹۷ ، إجاره)
(مالي معاملات پر غرر کے اثرات : ص/۱۴۳)

دھوبی سے کپڑا گم ہو جائے

مسئلہ (۶۴۹): بہت سے لوگ دھوبی کے پاس کپڑا دھلواتے ہیں، لیکن بسا اوقات دھوبی کے پاس سے کپڑا گم ہو جاتا ہے، اگر دھوبی کی لاپرواہی سے کپڑا گم ہو گیا ہے، تو دھوبی ضامن ہوگا^(۱)، اور اگر دھوبی کی طرف سے کسی تعدی و زیادتى کے بغیر کپڑا گم ہو جائے، تو پھر اس صورت میں دھوبی ضامن نہ ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” الننف في الفتاوى “ : أحدها أن يكون هلاكه من جنابة يده فإنه يضمن متفقاً عليه مثل الصباغ يفسد الثوب في صباغته والقصار يفسد الثوب في قصارته ، والنساج يفسد الثوب في حياكته ونحوها . (ص/ ۳۴۰)
- ما في ” تبیین الحقائق “ : الأجير المشترك من يعمل لغير واحد ، والمتاع في يده غير مضمون بالهلاك وما تلف بعمله كتخريق الثوب من دقه ، وزلق الحمل وانقطاع الحبل الذي يشد به الحمل وغرق السفينة من مدھا مضمون . (۱۳۸/۶ ، كتاب الإجارة)
- (۲) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : الأجير المشترك من يعمل لا لواحد كالخياط ونحوه ولا يستحق المشترك الأجر حتى يعمل كالقصار ولا يضمن ما هلك في يده وإن شرط عليه الضمان . (۷۵/۹) (فتاوى محمودیہ: ۵۲۹/۱۶، کراچی)

دھوبی کی طرف سے کپڑوں کی تبدیلی

مسئلہ (۶۵۰): کبھی کبھی دھوبی دوسرے آدمی کا کپڑا کسی دوسرے کو دیدیتا ہے، یعنی کپڑوں میں تبدیلی ہو جاتی ہے، تو اس دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور کا کپڑا استعمال کرے^(۱)، بلکہ اسے واپس کرنا ضروری ہے، اور چوں کہ اس صورت میں دھوبی کی طرف سے کوتاہی پائی گئی ہے، اس لیے وہ ضامن ہوگا۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” بدائع الصنائع “ : قال النبي ﷺ : ” لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب من نفسه “. فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ . (۵۳۸/۵ ، كتاب الإجارة)

(۲) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : اتفق الفقهاء على أن الأجير المشترك إذا تلف عنده المتاع بتعلد أو تفريط جسيم ، يضمن . (۱/ ۲۹۷ ، تضمنين الأجير المشترك)

ما في ” الفتاوى الهندية “ : ثم إذا وجب الضمان على الأجير المشترك عندهما ، وما هلك في يده بعمله كالقضاء إذا دق الثوب فتحرق أو ألقاه في النار فأحترق أو الحمال إذا تعثر فهو ضامن عند علمائنا الثلاثة . (۴۹۸/۴ ، ۴۹۹ ، كتاب الإجارة ، الباب الثامن والعشرون ، رد المحتار : ۷/۹ ، كتاب الإجارة ، الأجير المشترك)

ما في ” الفقه الإسلامي وأدلته “ : وأما الأجير المشترك وهو الذي يعمل لعامة الناس أو هو الذي يستحق الأجرة بالعمل لا بتسليم النفس كالصانع والصابغ والقصار ونحوهم فقد اختلفوا فيه ، فقال أبو حنيفة وزفر والحسن بن زياد والحنابلة في الصحيح من مذهبهم ، والشافعي في الصحيح من قوله إلا أنه لم يكن يفتي به لفساد الناس : أن يده يد أمانة كالأجير الخاص ، فلا يضمن ما تلف عنده إلا بالتعدي أو التقصير وقال صاحبان وأحمد في رواية أخرى ، يد الأجير المشترك يد ضمان فهو ضامن لما يهلك في يده ، ولو بغير تعد =

تفریحی امور

ٹی وی پر کرکٹ میچ

مسئلہ (۶۵۱): ٹی وی پر کرکٹ میچ دیکھنا بے شمار منکرات و مفسد، مثلاً نیم عریاں عورتوں کا اسکرین پر دکھائی دینا^(۱)، اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت ہونا^(۲)، مساجد جو عبادت کی جگہیں ہیں، ان میں اسی موضوع پر تذکرے و تبصرے کا ہونا^(۳)، وغیرہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس لیے کرکٹ میچ کو ٹی وی پر دیکھنا دکھانا، اور اس پر بحث و مباحثہ کرنا یہ سب معصیت کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون^(۴)، اور زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنے میں داخل ہے، جب کہ یہ دونوں چیزیں (تعاون علی الاثم اور ضیاع وقت) شرعاً ممنوع ہیں۔

= أو تقصير منه إلا إذا حصل الهلاك بحريق غالب عام ، أو غرق غالب ونحوهما ، قال
البغدادی عن بعض كتب الحنفية ، ويقول صاحبین يفتی اليوم لتغير أحوال الناس ، وبه
يحصل صيانة أموالهم . (۵/۳۸۴) ، كتاب الإجارة ، المبحث الخامس ، ضمان العين
المستأجرة ، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة : ۳/۱۲۰)
والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَبْنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُؤَارِي سُوَاتِكَم وَرِيشًا﴾ .
(سورة الأعراف : ۲۶)
ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” صنفان من أهل النار
لم أرهما قوم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ، ونساء كاسيات عاريات مميلات =

==مائلات رؤسهنّ کأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها ، وإن ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا“ . (۲۰۵/۲ ، کتاب اللباس)

ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن عبد الرحمن بن سعيد الخدري ، عن أبيه ، أن رسول الله ﷺ قال : ” لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة ، ولا يفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد ، ولا تفضي المرأة إلى المرأة في ثوب واحد “ .

(۱۵۴/۱ ، باب تحريم النظر إلى عورات)

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “ : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۱۵۴/۱)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : (والجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدي : أرادوا بالتأكيد الوجوب . در مختار . وفي الشامية : وفي النهر عن المفيد : الجماعة واجبة .

(۲۸۷/۲ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، بيروت)

(۳) ما في ” مشكوة المصابيح “ : وعن الحسن مرسلاً قال : قال رسول الله ﷺ : ” يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم ، فلا تجالسوهم فليس لله فيهم حاجة “ . (ص / ۷۱)

ما في ” البحر الرائق “ : الكلام المباح في المسجد مكروه يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب . (۴۷۷/۲)

(۴) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في ” رد المحتار “ : ” ما كان سبباً لمحظور فهو محظور “ . (۲۳۲/۵ ، مكتبة نعمانيه ديوبند)

ٹی وی پردینی پروگرام

مسئلہ (۶۵۲): شرع اسلامی میں جاندار کی تصویر سازی حرام ہے، آپ ﷺ نے اس پر سخت وعید بیان فرمائی ہے، اور چوں کہ ٹیلی ویژن میں جاندار کی تصویریں ہوتی ہیں، اس لیے ٹیلی ویژن دیکھنا شرعاً جائز نہیں ہے^(۱)، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ٹیلی ویژن کو اچھے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، مثلاً: اس پردینی پروگرام وغیرہ دیکھنا، تو ان کا یہ خیال - اثمہما اکبر من نفعہما - کے قبیل سے ہونے کی بنا پر لغو ہے۔ نیز ٹیلی ویژن چوں کہ آلاتِ لہو و معصیت میں سے ہے، اس لیے اس پردینی پروگرام کا دیکھنا بھی شرعاً درست نہیں ہے۔^(۲)

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”الصحيح لمسلم“ : عن النبي ﷺ قال : ” لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة“ . (۲۰۰/۲)

ما فی ”شرح النووي علی هامش مسلم“ : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصویر صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد ، المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتن أو بغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو دراهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۲۱۰/۷ ، بيروت)

ما فی ”تكملة فتح الملهم“ : هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البيوت ممنوع شرعاً ، واتفق عليه جمهور الفقهاء . (۱۳۴/۱۰)

(۲) ما فی ”القرآن الكريم“ : ﴿وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۱)

ما فی ”حاشية القونوي“ : أي لا تصيرون آيات الله مكان هزوا أو الهزاء نفسه مبالغة لفرط انهماكهم بالأعراض عنها وعدم التأمل ، وهذا هو التهاون ، ولذا عطف على الأعراض =

ٹی وی پر ناچ گانا

مسئلہ (۶۵۳): ناچ گانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، لہذا ٹیلی ویژن پر ان کو دیکھنا، دکھانا، سننا، سنانا، اور اس طرح کے پروگراموں میں کام کرنا، معصیت کے کاموں میں تعاون کرنا ہے، جو شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔^(۱)

=التهاون وأشار إلى أنه كناية عن الأعراض عن العمل بمقتضاها . (۲/۵، بیروت)

والحجة على ما قلنا :

- (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ واستفزز من استطعت منهم بصوتك وأجلب عليهم بخيلك ورجلك وشاركهم في الأموال والأولاد ﴾ . (سورة الإسراء : ۶۴)
- ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : ﴿ بصوتك ﴾ روي عن مجاهد أنه الغناء واللَّهُو ، وهما محظوران ، وأنهما من صوت الشيطان . (۲۶۶/۳)
- ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ، ويتخذها هزواً ، أولئك لهم عذاب مهين ﴾ . (سورة لقمن : ۶)
- ما في ” الجامع لأحكام القرآن للقرطبي “ : قلت : هذه إحدى الآيات الثلاث التي استدل بها العلماء على كراهة الغناء والمنع منه . (۵۱/۱۴)
- ما في ” صحيح البخاري “ : قال النبي ﷺ : ” ليكونن من أمتي قوم يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف “ . (ص/۱۰۲۲ ، كتاب الأشربة)
- ما في ” رد المحتار “ : قلت : وفي البرازية : استماع صوت الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر ، أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر . (۴۲۵/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس ، كذا في البحر الرائق : ۳۴۶/۸ ، الكراهية ، قبيل فصل في اللبس ، مجمع الأنهر : ۲۱۸/۳ ، الكراهية)
- ما في ” الفتاوى الهندية “ : قال الحلواني رحمه الله تعالى : السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لا يجوز قصد إليه ، والجلوس عليه ، وهو الغناء والمزامير .
- (۳۵۲/۵ ، كتاب الكراهية ، الغناء في الغناء واللَّهُو وسائر المعاصي)
- ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان ﴾ . (سورة المائدة : ۲) =

کمپیوٹر اور موبائل پر فلم بنی

مسئلہ (۶۵۴): فلم دیکھنا خواہ ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل پر ہو، یا کسی اور جگہ، بہر حال ناجائز و ممنوع ہے، کیوں کہ اس میں مرد و عورت کا اختلاط، عورتوں کے کھلے چہروں اور برہنہ بازوؤں وغیرہ کی نمائش^(۱)، گانا بجانا، گانا سننا، لہو و لعب، غفلت عن ذکر اللہ^(۲)، اضعاف مال و اضعاف وقت^(۳)، جیسے منکرات شرعیہ موجود ہیں۔

=ما فی ”روح المعانی“: فیعم النهی کل ما هو من مقولة الظلم والمعاصی . (۸۵/۴)

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“: ﴿یا ایہا النبی قل لأزواجک وبناتک وبنات المؤمنین یدنین علیہن من جلابیہن﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما فی ”أحكام القرآن للجصاص“ : فی هذه الآية دلالة علی أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجانبین ، وإظهار الستر والعفاف ، لنلا یطمع أهل الریب فیہن . (۴۸۶/۳)

ما فی ”صحیح البخاری“ : عن عقبہ بن عامر ، أن رسول اللہ ﷺ قال : ”یاکم والدخول علی النساء“ . فقال رجل من الأنصار : یا رسول اللہ ! أفرأیت الحموی ؟ قال : ”الحموی الموت“ . (۸۷/۲ ، کتاب النکاح ، باب لا یخلون رجل بامرأة)

ما فی ”الدر المختار مع الشامیة“ : الخلوۃ بالأجنیۃ حرام . (۴۴۸/۹)

(۲) ما فی ”القرآن الکریم“: ﴿ومن الناس من یشتری لہو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغير علم ویتخذہا ہزوا ، اولئک لہم عذاب مہین﴾ . (سورة لقمن : ۶)

ما فی ”روح المعانی“ : روي عن الحسن : ”کل ما شغلک عن عبادۃ اللہ تعالیٰ و ذکرہ من السمر والأضحاک والخرافات والغناء ونحوها“ . (۱۰۲/۱۲)

ما فی ”الدر المنثور للسيوطی“ : ﴿ومن الناس من یشتری لہو الحدیث﴾ قال : هو الغناء ، وکل لعب ولہو . (۳۰۷/۵)

ما فی ”الدر المختار مع الشامیة“ : وفي البزازیة : استماع صوت الملاہی کضرب قصب=

الرسالۃ (پیغام) نامی فلم

مسئلہ (۶۵۵): ایک فلم جو ”الرسالۃ/پیغام“ کے نام سے ریلیز (Release)

ہوئی ہے، جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روپ میں ایک عیسائی نے کام کیا ہے، نیز آپ ﷺ کو ایک سائے کی طرح بتلایا گیا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں ایک سایہ اینٹیں اٹھا رہا اور رکھ رہا ہے، اس فلم کا دیکھنا، دکھانا سب ناجائز و حرام ہے، نیز یہ ایک یہودی سازش ہے، کہ جس ذات نے تصویر کی حرمت بیان کی ہو اسی کی تصویر، خواہ سائے کی شکل میں ہو^(۱)، امت کے سامنے پیش کی جائے، تاکہ لوگ اس سائے کو بہ نگاہ احترام دیکھے^(۲)، اور مسلمانوں کے گھروں میں تصویریں عام ہو جائیں، اور شرک کا دروازہ کھل جائے، کیوں کہ دنیا میں شرک کا وجود اسی طرح سے ہوا، کہ اولاً شیطان نے صلحاء کی تصویریں بنانے پر لوگوں کو آمادہ کیا، تاکہ عبادت میں دل جمعی و نشاط پیدا ہو، پھر بعد کے لوگوں سے کہا کہ تمہارے آباء و اجداد انہی تصویروں کی عبادت کیا کرتے تھے،

= ونحوہ حرام، لقولہ علیہ السلام : ”استماع صوت الملاہی معصیۃ ، والجلوس علیہا فسق ، والتلذذ بہا کفر“ . (۳۲۵/۹ ، کتاب الحظر والإباحۃ)

(۳) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿ان المبدّرین کانوا إخوان الشیطنین ، وکان الشیطن لربہ کفوراً﴾ . (سورۃ الإسراء : ۲۷)

ما فی ” صحیح البخاری “ : عن جابر رضی اللہ عنہ قال : ” نہی رسول اللہ ﷺ عن إضاعة المال “ . (۳۲۵/۱ ، کتاب الخصومات)

ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿أفحسبتم أنما خلقنکم عبثاً﴾ . (سورۃ النور : ۱۱۵)

ما فی ” حاشیۃ القنوی علی تفسیر البیضاوی “ : توبیخ علی تغافلہم ، وعبثاً أي انا لم نخلقکم تلہیاً بکم ، وإنما خلقناکم لنعیدکم ، ونجازیکم علی أعمالکم . (۲۳۸/۱۳) =

لہذا تم بھی انہی کی عبادت کرو^(۳)، اور اس طرح بت پرستی عام ہوئی، نیز اس طرح کی فلم سازی کا مقصد آپ ﷺ، اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین ہے، جس کا انجام بہت ہی برا ہوگا۔^(۴)

والحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وقالوا لا تذرْنَ الهتكم ولا تذرْنَ وُدًّا ولا سُوءًا ولا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ . (سورة النوح : ۲۳)

ما في ” بيان القرآن للتهانوي “ : قوله تعالى : ﴿ولا تذرْنَ وُدًّا﴾ لما كان هذا مآل اتخاذ صورهم مع إباحة نفس التصوير ، حينئذٍ دل على أن الاهتمام بحفظ آثار الصلحاء إذا خيف منه مفسدة يجب تركه . (۲/۲۳۳، حاشية مسائل السلوك)

ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن عائشة رضي الله تعالى عنها ، أن أم حبيبة ، وأم سلمة ذكرتا كنيسة رأيتها بالحِشَّة ، فيها تصاوير لرسول الله ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ : ” إن أولئك إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات ، بنوا على قبره مسجداً ، وصوروا له فيه تلك الصور ، أولئك شرار الخلق عند يوم القيامة “ . (۱/۲۰۱ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب النهي عن بناء المساجد على القبور ، رقم الحديث : ۵۲۸ ، قديمي)

ما في ” رد المحتار “ : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتن أو لغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ . (۲/۲۱۶ ، كتاب الصلاة ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى ، بيروت)

(۲) ما في ” مرقاة المفاتيح “ : قال القرطبي : وكل من صح إيمانه به عليه الصلاة والسلام لا يخلو عن وجدان شيء من تلك المحبة الراجحة ، وإن استغرق بالشهوات وحجب بالغفلات في أكثر الأوقات ، بدليل أنا نرى أكثرهم إذا ذكر ﷺ اشتاق إلى رؤيته وآثرها على أهله وماله وولده والدة . (۱/۱۴۰ ، كتاب الإيمان)

(۳) ما في ” فتح القدير للشوكانى “ : ﴿ولا تذرْنَ وُدًّا ولا سُوءًا﴾ أي لا يتركوا عبادة =

هذه ، قال محمد بن كعب : هذه أسماء قوم صالحين ، كانوا بين آدم ونوح ، فنشا بعدهم قوم يقتدون بهم في العبادة ، فقال لهم ابليس : لو صورتم صورهم كان أنشط لكم ، وأسوق إلى العبادة ، ففعلوا ، ثم نشأ قوم من بعدهم ، فقال لهم ابليس : إن الذين من قبلكم كانوا يعبدونهم فاعبدوهم ، فابتداء عادة الأوثان كان من ذلك الوقت . (٨٨٥/٢)

(٣) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴾ . (سورة الأحزاب : ٥٤)

ما في ” التفسير المنير “ : وهذا دليل على أنه تعالى لم يحضر جزاءهم في الإبعاد من رحمته بل أوعدهم بعذاب النار الأليم ، والآية عامة في كل من آذى النبي ﷺ بشيء . (٢٢٣/١١)

ما في ” صحيح البخاري “ : حدثنا سفيان قال : عمرو : سمعت جابر بن عبد الله يقول : قال رسول الله ﷺ : ” من لكعب بن الأشرف ؟ فإنه قد آذى الله ورسوله ، فقام محمد بن مسلمة رضي الله تعالى عنه فقال : يا رسول الله ﷺ ! أتحب أن أقتله ؟ قال : نعم “ .

(٥٤٦/٢) ، كتاب الجهاد والسير ، باب قتل كعب بن الأشرف ، قديمي

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : قوله : (فإنه قد آذى الله ورسوله) وفي رواية للحاكم في الإكليل : ” فقد آذانا بشعره وقوى المشركين “ ومن طريق أبي الأسود عن عروة ، أنه كان يهجو النبي ﷺ والمسلمين ، ويحرض قريشاً عليهم .

(١٤٦/٩) ، كتاب الجهاد والسير ، قتل كعب بن الأشرف

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “ : واختلف العلماء في سبب ذلك ، وجوابه فقال الإمام المازري : إنما قتله كذلك ، لأنه نقص عهد النبي ﷺ وهجاه وسبه . (٢١٦/٦)

ما في ” فقه النوازل “ : تحريم إظهار فيلم محمد رسول الله ﷺ وإخراجه ، ونشره ، سواء فيما يتعلق بالرسول ﷺ أو بأصحابه الكرام رضوان الله تعالى عليهم أجمعين ، لما في ذلك من تعريض مقام النبوة ، وجلال الرسالة ، وحرمة الإسلام ، وأصحاب الرسول ﷺ للازدراء والاستهانة والسخرية . (٣١٨/٣) ، وثيقة رقم : ٢٩٨ ، المصدر : هيئة كبار العلماء بالسعودية ، التاريخ : شوال : ١٤٠٣ هـ ، مكتبة دار ابن الجوزية

”فجر الاسلام“ نامی فلم

مسئلہ (۶۵۶): ماضی قریب میں ایک فلم ”فجر الاسلام“ بڑے زور و شور سے چلی، جس میں حضور ﷺ کی بعثت سے قبل، لوگوں کی اُتر حالت کو ذکر کیا گیا ہے، اس طرح کی جتنی فلمیں منظر عام پر آ رہی ہیں، ان میں دشمنانِ اسلام کی، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف گھناؤنی سازش و منصوبہ بندی ہے، اسی لیے علمائے اسلام نے ان کو مردود اور ناجائز قرار دیا ہے^(۱)، نیز ان میں مفسدات کے انبار ہیں، مثلاً عورتوں کا بے پردہ اسکرین پر آنا^(۲)، تصاویر کا پایا جانا^(۳)، اور عوام الناس کا اس میں مشغول ہو کر مَا لَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ حقوق کا ملیا میٹ کرنا وغیرہ، اور اس طرح کی دیگر خرابیوں کی وجہ سے انہیں ناجائز و ممنوع قرار دیا گیا ہے۔^(۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمن : ۴)
 ما في ” التفسير المظهر “ : ﴿ومن الناس﴾ وعن ابن عباس رضي الله عنه : لهو الحديث الغناء ، والآية نزلت فيه وقال ابن جرير : هو الطبل ، قلت : مورد النص وإن كان خاصاً ، وهو الغناء ، أو قصص الأعاجم ، لكن اللفظ عام ، والعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ، ومن هنا قال قتادة : وهو كل لهو ولعب
 ﴿ليضل﴾ الناس ﴿عن سبيل الله﴾ أي عن دينه ، أو ذكره ، وقراءة كتابه
 بمعنى يلبث على ضلاله ويزيد فيه ﴿بغير علم﴾ قال قتادة : بحسب المؤمن الضلالة أن يختار حديث الباطل على حديث الحق . (۷/ ۲۵۳ - ۲۵۷)

ما في ” مشكوة المصابيح “ : عن أبي أمامة رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : ” إن =

=اللہ تعالیٰ بعثني رحمة للعالمين ، وهدى للعالمين ، وأمرني ربي عز وجل بمحق المعازف ،
والمزامير ، والأوثان ، والصلب ، وأمر الجاهلية“ . الحديث .

(۱۰۸۳/۳) ، باب بيان الخمر ووعيد شاربها ، رقم الحديث : ۳۶۵۴ ، بيروت ، كذا في
المسند لإمام أحمد بن حنبل : ۳۶۶/۱۶ ، رقم الحديث : ۲۲۲۰۸

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : (بمحق المعازف) أي بمحق آلات اللّٰهُ ، وفي النهاية : العزف
اللعب بالمعازف ، وهي الدفوف وغيرها مما يضرب ، وقيل : إن كل لعب عزف . (۲۱۹/۷)
ما في ” الموسوعة الفقهية “ : المعازف منها ما هو محرم كذات الأوتار والنايات والمزامير
والعود والطنبور والرباب ، ونحوها في الجملة ، لما روي عن علي رضي الله تعالى عنه ، أن
رسول الله ﷺ قال : ” إذا فعلت أمتي خمس عشرة خصلة حلّ بها البلاء ، وعدّ ﷺ منها :
واتخذت القينات والمعازف “ . (۱۶۸/۳۸) ، معازف ، الحكم التكليفي

(۲) ما في ” رد المحتار “ : (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه
عورة ، بل (لخوف الفتنة) كمسّه . (۷۳/۲) ، الصلاة ، مطلب في النظر إلى وجه الأمرد
(۳) ما في ” عون المعبود “ : فأما الصورة فهو كل ما تصوّرت من الحيوان ، سواء في ذلك
الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .

(ص/۷۷۷) ، كتاب اللباس ، باب في الصور ، بيت الأفكار الدولية الأردن
(۴) ما في ” تكملة فتح الملهم “ : اعلم أن الشريعة المصطفوية السمحة البيضاء ، لا تمنع
الارتفاقات والمصالح التي فطرت عليها الطبيعة البشرية ، ولا ترضى الرهبانية والتبتّل ، بل
تقتضي المدنية ، والمعاشرة الصالحة ، نعم تمنع الغلوّ في المسليّات والانهماك فيها ،
بحيث يلهي عن الضروريات الدينية والمعاشية .

(۳۸۰/۱۰) ، كتاب الشعر ، حكم الألعاب في الشرعية

(جدید مسائل کا حل : ص/۴۵۷ ، آپ کے مسائل اور ان کا حل : ص/۳۷۷)

فلم جس میں آپ ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے

مسئلہ (۶۵۷): ایسی اسلامی فلم جس میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت امیر حمزہ، حضرت بلال حبشی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی کی آواز مختصر طور پر سنائی گئی ہے، یہ فلم اسلامی فلم نہیں، بلکہ اسلام اور اکابر اسلام کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے، اس کا دیکھنا گناہ کبیرہ ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” كتاب الخراج “ : قال أبو يوسف رحمه الله تعالى : إهانة الصحابة فسق ، إلا أن سبّ الشيخين كفر . (ص/ ۱۸۲)

ما في ” شرح فقه الأكبر “ : من استخفّ بالقرآن ، أو بالمسجد ، أو بنحوه مما يعظم في الشرع كفر . (ص/ ۱۶۷)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : ان الاستهزاء بآيات الله وبشيء من شرائع دينه كفر من فاعله . (۱۸۳/۳)

ما في ” الموسوعة الفقهية “ : من أتى بفعل صريح في الاستهزاء بالإسلام ، فقد كفر ، قال بهذا الحنفية ، ودليلهم قوله تعالى : ﴿ وَلَنَسْأَلَنَّهُمْ لِيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ، قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴾ [سورة التوبة : ۶۵] . (۱۸۶/۲۲ ، ردّة)

کھیل کے جواز و عدم جواز کی شرطیں

مسئلہ (۶۵۸): ہر ایسا کھیل جو انسان کو اس پر واجب حقوق سے غافل کر دے، خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، یا منکرات و منہیات شرعیہ پر مشتمل ہو، یا اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہوں، ناجائز و مکروہ تحریمی ہے، اور شریعت اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح کا کھیل کھیلنے سے منع کرتی ہے، کرکٹ چوں کہ بہت سے دینی و دنیوی خرابیوں کا مجموعہ ہے، مثلاً: اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت ہونا بلکہ قضا ہو جانا^(۱)، ملازمین کے فرائض و واجبات میں کوتاہی و خلل کا واقع ہونا^(۲)، اپنے قیمتی اوقات و اموال کو ضائع کرنا^(۳)، کسی ٹیم کے ہارنے پر اس کو ذلیل و رسوا کرنا^(۴)، اور یہ سب امور ناجائز و منع ہیں، نیز شریعت ہر اس ذریعے سے بھی منع کرتی ہے، جو انسان کو برائی تک پہنچاتا ہے^(۵)، لہذا ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے پورے وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کرکٹ کھیلنا شرعاً ناجائز ہے۔ لیکن اگر کرکٹ کا کھیل مذکورہ تمام ممنوعات شرعیہ سے پاک ہو، تو پھر اس کے کھیلنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے، جب کہ واقعہ اور مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : والجماعة سنة مؤكدة للرجال ، قال الزاهدی : أرادوا بالتاكيد الوجوب . (۲ / ۲۸۷ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، بيروت) =

- وما في " الدر المختار مع الشامية " : لم يقل المتروكات ظناً بالمسلم خيراً ، إذ التأخير بلا عذر كبيرة لا تزول بالقضاء ، بل بالتوبة . (٥١٨ / ٢ ، باب قضاء الفوائت ، بيروت)
- (٢) ما في " الألعاب الرياضية " : فيحرم أن ينشغل المرء باللعب إذا كان في ذلك تضييع لواجب شرعي . (ص / ٣٢٠ ، المبحث الأول ، ١ لمسائل والضوابط المتعلقة بالوقت ، اجتناب تضييع الواجبات ، دار الفائس الأردن)
- ما في " القرآن الكريم " : ﴿ ويل للمطففين ، الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون ، وإذا كالوهم أو وزنوهم يخسرون ﴾ . (سورة التطفيف : ٣٠)
- (٣) ما في " صحيح البخاري " : عن جابر رضي الله عنه : " لأن النبي ﷺ نهى عن إضاعة المال " . (ص / ١٣٨ ، كتاب الخصومات ، من رد أمر السفه والضعيف ، بيروت)
- ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه الله : وألحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال ، وإن هؤلاء المبذرين لأوقاتهم لأحق بالحجر عليهم من المبذرين لأموالهم ، لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص / ٣٢٠ ، المسائل والضوابط المتعلقة بالوقت)
- (٤) ما في " جامع الترمذي " : عن سليمان بن عمرو بن الأحوص ، عن أبيه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول في حجة الوداع للناس : أي يوم هذا ؟ قالوا : يوم الحج الأكبر ، قال : " فإن دمائكم وأموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا ، في بلدكم هذا " .
- (٣٩ / ٢ ، أبواب الفتن ، باب ما جاء في تحريم الدماء والأموال)
- ما في " سنن أبي داود " : عن سعيد بن زيد ، عن النبي ﷺ قال : " إن من أربى الربا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق " . (ص / ٢٦٩ ، كتاب الأدب ، باب في الغيبة)
- (٥) ما في " رد المحتار " : " ما كان سبباً لمحذور فهو محذور " . (٢٢٣ / ٥)
- ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد ، وحكمها حكم مقاصدها ، من حيث التحريم ، والوجوب ، والكراهة ، والندب والإباحة ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص / ٣٦)

والی بال

مسئلہ (۶۵۹): چند شرطوں کے ساتھ والی بال کھیلنا جائز ہے، وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) فرائض و واجبات میں کوتاہی نہ ہو۔

(۲) ہارجیت پر مال کی شرط نہ ہو۔

(۳) کھیل محض وقت گزاری کے لیے نہ ہو۔

(۴) کھلاڑی فحش کلامی، دروغ گوئی اور گالی گلوچ اور دیگر منکرات و منہیات

شرعیہ سے اجتناب کریں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”أحكام القرآن للتهانوي“ : فالمباح من الملاهي الرائجة في هذا العصر بشرط : أن لا يكون فيها قمار ، ولا يكون يقصد التلهي ، بل لتمرّن البدن أو تعلم الشجاعة .

(۲/۳) ، اللّهُ المباح الرائج في العصر

ما في ”فتاوى عصرية“ : وقد اشترط من أباح هذه الألعاب مشروطاً ، منها : لا تؤخر الصلاة عن وقتها ، لأن الغالب في اللّهُ أنه يسرق الوقت ، ويشغل عن الواجبات ، ألا يخالط ذلك قماراً ، أن يحفظ اللاعب من الفحش وردى الكلام ، ألا يشتمل على الكذب ، واليمين الفاجرة ، والخيانة ، والظلم ، والسباب ، والفسوق ، والخروج عن طاعة الله بقول أو فعل . (ص/ ۱۲۰ ، حكم ألعاب الجيم والكمبيوتر)

فٹ بال، کبڈی اور دنگل میں کشتی

مسئلہ (۶۶۰): فٹ بال، کبڈی اور دنگل میں کشتی لڑنا، اگر ورزش، مشق جہاد اور تندرستی باقی رکھنے کی غرض سے ہو، تو درست ہے، مگر ستر پوشی اور حدود شرعیہ کی پابندی لازم ہے، لیکن اس میں اس قدر انہماک نہ ہو کہ احکام شرعیہ مثلاً: نماز و جماعت وغیرہ میں مخل ہو، ورنہ ممنوع ہوگا۔^(۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” مجمع الأنهر “ : تجوز المسابقة بالسهم والخيول ، والحمير والإبل والأقدام لقوله عليه الصلاة والسلام : ” لا سبق إلا في خف أو نضل أو حافر ، والمراد بالخف الإبل ، وبالنضل الرمي ، وبالحافر الفرس والبغل ، وفي الحديث : ” سابق رسول الله ﷺ وأبو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما ، فسبق رسول الله ﷺ ، ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكر والفر ، وكل ما هو من أسباب الجهاد فتعلمه مندوب إليه سعيًا في إقامة هذه الفريضة .

(۲۱۶/۳) ، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات ، بيروت

ما في ” الألعاب الرياضية “ : هذه اللعبة مباحة إن خلت من المحظورات الشرعية ، إذ أنها تشتمل على منافع تعود على الجسد بالقوة ، واللياقة البدنية ، وقد أباحها العلماء المعاصرون . كرة القدم . مشروعيتها . (ص/ ۱۲۹ ، دار النفائس الأردن)

ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿يَنْبِئُ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لُبَاسًا يَوَارِي سِوَاتِكَ وَيُشَاقُّ لِبَاسَ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : يدل على فرض ستر العورة لإخباره أنه أنزل علينا لباساً لنواري سواتنا به . (۳/ ۳۹ ، مكتبة شيخ الهند بديوبند)

ما في ” شرح مسلم للنووي “ : ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۳/ ۲۲۳ ، كتاب الحيض ، باب تحريم النظر إلى العورات ، احياء التراث)=

تاش، چوسر اور شطرنج

مسئلہ (۶۶۱): تاش، چوسر اور شطرنج، لہو و لعب کے طور پر کھیلنا مکروہ تحریمی ہے، اور عموماً کھیلنے والوں کی غرض یہی ہوتی ہے، نیز ان کھیلوں میں مشغولیت اکثر و بیشتر فرائض و واجبات کی تفویض کا سبب بنتی ہے، اور اس صورت میں اس کی کراہت حد حرمت تک پہنچ جاتی ہے۔^(۱)

=ما فی ”رد المحتار“ : ”ما کان سبباً لمحظور فهو محظور“ . (۵/۲۲۳ ، مکتبہ نعمانیہ دیوبند)
ما فی ”المقاصد الشرعیة للخادمی“ : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد ، وحکمها حکم مقاصدها ، من حیث التحريم ، والوجوب ، والکراهية ، والندب والإباحة ، وتكون واجبة إذا کان المقصد واجباً . (ص/۳۶)

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ”القرآن الکریم“ : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمن : ۶)

ما فی ”أحكام القرآن للتهانوي“ : والمحرم المكروه من الملاهي الرائجة في عصرنا هي كل لهو اشتمل على القمار ، أي لهو كان ، فإن القمار والميسر حرام بنص القرآن والنرد والشطرنج فإنها كلها لو لم يتضمن معاصي ومنكرات لا تخلو عنها عادة ، فهي في نفسها من اللهو المجرد الذي وقع الإجماع على تحريمه أو كراهته ، وإلى المشتكى عما وقع فيه كثير من المسلمين من الملاهي المحرمة ، حتى جعلوها ديدنهم ، واتخذوا دينهم لهواً ولعباً . (۳/۲۰۲ ، الملاهي المحرمة الرائجة)

ما فی ”روح المعاني“ : ﴿ولا تسبوا الذين﴾ الخ . استدلال بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها ، فإن ما يؤدي إلى الشر شر .

(۵/۳۶۵ ، ۳۶۶ ، سورة الأنعام : ۱۰۸ ، مکتبہ زکریا دیوبند)

ما فی ”السنن الكبرى للبيهقي“ : عن سليمان بن بريدة ، عن أبيه قال : قال رسول الله =

= صلی اللہ علیہ وسلم : ”من لعب بالنرد شیر، فهو كمن غمس يده في لحم الخنزير ودمه“ . لفظ حدیث اسحاق ، وفي رواية عبد الرحمن، أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال : ”من لعب بالنرد شیر فكأنما صبغ يده في لحم خنزير ودمه“ وفيه أيضاً : عن أبي موسى الأشعري ، أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال : ”من لعب بالنرد فقد عصى الله ورسوله“ .

(۳۶۲/۱۰ ، باب كراهية اللعب بالنرد أكثر من كراهية اللعب بالشيء من المأهلي)
ما في ”رد المحتار“ : كره تحريماً اللعب بالنرد ، وكذا الشطرنج . (در مختار) . وفي الشامية : وإنما كره ، لأن من اشتغل به ذهب عنه الدنيوي وجاءه العناء الأخروي ، فهو حرام وكبيرة عندنا ، وفي إباحته إغانة الشيطان على الإسلام والمسلمين ، كما في الكافي .
(۵۶۵/۹ ، ۵۶۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع ، بيروت)
ما في ”مجمع الأنهر مع الدر المنتقى“ : ويحرم اللعب بالنرد . مجمع الأنهر . وفي الدر المنتقى : (ويحرم اللعب بالنرد) ويقال له : النرد شیر ، وشیر اسم ملك وضع النرد ، وقيل : وضعه شابور بن ازدشير ثاني ملوك الساسانية ، وهو كبيرة بالإجماع .
(۲۲۲/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات)
ما في ”الدر المختار مع الشامية“ : وأباحه الشافعية وأبو يوسف في رواية ، ونظمها شارح الوهبانية فقال :

ولا بأس بالشطرنج وهي رواية

عن الحبر قاضي الشرق والغرب تؤثر

وهذا إذا لم يداوم ولم يخل بواجب ، وإلا فحرام بالإجماع .

(۵۶۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع)
ما في ”الفقه الإسلامي وأدلته“ : ويحرم عند الجمهور غير الشافعية أيضاً الشطرنج ، قال علي رضي الله عنه : الشطرنج من الميسر ، ومر علي رضي الله تعالى عنه يقوم يلعبون الشطرنج ، فقال : ”ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون ؟“ . (۲۶۶۳/۴ ، الباب السابع : الحظر والإباحة)
(فتاوى محمودية : ۵۳۴/۱۹ ، كفايت المفتي : ۲۰۴/۹ ، مكتبته دارالاشاعت كراچی ، محمود الفتاوى : ۱۳۹۵/۱۲۲/۳)

مداری کا کھیل

مسئلہ (۶۶۲): مداری کا کھیل دکھانا، مثلاً: سر بدن سے جدا کرنا، یا ڈبے سے کوئی کھانے پینے کی چیز یا پیسے وغیرہ نکالنا، چاقو مارنا وغیرہ، یہ محض دھوکہ دہی اور خداع ہے، اس میں نفع کچھ بھی نہیں، اس لیے یہ سب امور ناجائز ہیں۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿واتبعوا ما تتلوا الشيطان على ملك سليمان ، وما كفر سليمان ولكن الشيطان كفروا يعلمون الناس السحر﴾ . (سورة البقرة : ۱۰۲)

ما في ” القرطبي “ : السحر أصله التمويه بالحيل والتخايل ، وهو أن يفعل الساحر أشياء ومعاني ، يتخيل للمسحور أنها بخلاف ما هي به ، كالذي يرى السراب من بعيد ، فيخيل إليه أنه ماء ، وكراكب السفينة السائرة سيراً حقيقاً يخيل إليه أن ما يرى من الأشجار والجبال سائرة معه ، وقيل : هو مشتق من سحرت الصبي إذا خدعته . (۴۳/۲)

ما في ” التفسير المنير “ : والثالثة : تأثير في القوي المتخيلة : بأن يعتمد الشخص إلى القوة المتخيلة ، فيلقى فيها أنواعاً من الخيالات والصور ، ثم ينزلها إلى الحس من الرائين ، بقوة نفسه المؤثرة ، فينظر الرءون كأن شيئاً موجوداً في الواقع ، وليس هناك شيء من ذلك ، وتنال هذه المراتب بالرياضية كثير من التخيلات التي مظهرها على خلاف حقائقها ، كما يفعل بعض المشعوذين من أنه يريك أنه ذبح عصفوراً ، ثم يريكه وقد طار بعد ذبحه لخفة حركته . (۲۷۲/۱)

ما في ” فتح القدير للشوكاني “ : وقد اختلف هل له حقيقة أم لا ؟ فذهبت المعتزلة وأبو حنيفة إلى أنه خداع لا أصل له ولا حقيقة . (۱۰۰/۱)

ما في ” الصحيح لمسلم “ : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : ” من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشنا فليس منا “ .

(۱۷۷/۲) ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا

ما في ” شرح النووي على هامش مسلم “ : وقيل : معناه ليس على سيرتنا الكاملة وهدينا، =

غیر مسلموں کے تہوار میں کرتب بازی

مسئلہ (۶۶۳): مسلمانوں کا غیر مسلموں کے تہوار میں کرتب یا کمال بتلا کر انعام حاصل کرنا درست نہیں، اس لیے کہ اپنی شرکت کے ذریعے اُن کے اجتماع کو رونق دینا شرعاً جائز و درست نہیں ہے۔^(۱)

= وکان سفیان بن عیینة رحمه الله تعالى يكره قول من يفسر بليس على هدينا ويقول : بئس هذا القول ، يعني بل يمسك على تأويله ليكون أوقع في النفوس ، وأبلغ في الزجر .

(۷۷/۲) ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا

ما في ” مرقاة المفاتيح “ : وروى الطبراني وأبو نعيم في الحلية : عن ابن مسعود رضي الله عنه مرفوعاً ، ولفظه : ” من غشنا فليس منا ، والمكر والخداع في النار “ .

(۷۵/۷) ، كتاب الإيمان ، باب ما لا يضمن من الجنایات

ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : (و) كره (كل لهو) لقوله عليه الصلاة والسلام : ” كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة : ملاعبته أهله ، وتأديبه لفرسه ، ومناضلته بقوسه “ . در مختار . وفي الشامية : قوله : (وكره كل لهو) أي كل لعب وعبت . (۸۱/۹) ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع (جديد مسائل كحل: ص/۳۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱/۲)

ما في ” جامع الترمذي “ : عن صفية قالت : قال رسول الله ﷺ : ” لا ينتهي الناس عن غزو هذا البيت ، حتى يغزو جيش ، حتى إذا كانوا بالبيداء ، أو بببداء من الأرض خسف بأولهم وآخرهم ، ولم ينجح أو سطهم ، قلت : يا رسول الله ! فمن كره منهم ، قال : يعثهم الله على ما في أنفسهم “ . (۴۲/۲)

ما في ” تحفة الأحوذی “ : قال النووي : وفي هذا الحديث من الفقه التباعد من أهل الظلم والتحذير من مجالستهم ، ومجالسة البغاة ونحوهم من المبطلين ، لئلا يناله ما يعاقبون به . (۴۱۷/۲) =

گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا

مسئلہ (۶۶۴): گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا گمراہ امتوں کا دستور رہا ہے، مسلمانوں کے لیے یہ چیزیں ممنوع و حرام قرار دی گئی ہیں، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: ”جس گھر میں کتاب یا تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔“ (۱)

== ما في ”كنز العمال“ : ”من كثر سواد قوم فهو منهم ، ومن رضي عمل قوم كان شريكاً في عمله“ . (۱ / ۹ ، رقم الحديث : ۲۴۷۳۰)

ما في ”رد المحتار“ : والحكم برودة المسلم بهذا القدر لا يمكن ، والأولى للمسلمين أن لا يوافقهم على مثل هذا الأحوال لإظهار الفرح والسرور . (۱۰ / ۴۰۳ ، كتاب الختنى ، مسائل شتى)

ما في ”شرح فقه الأكبر“ : ومن خرج إلى السدة ، أي مجتمع أهل الكفر في يوم نيروز كفر لأن فيه اعلان الكفر ، وكأنه أعانه عليه ، وعلى قياس مسألة الخروج إلى النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم يوجب الكفر . (ص / ۳۰۶ ، فصل في الكفر صريحاً وكناية)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ”صحيح البخاري“ : عن أبي طلحة رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : ” لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير“ .

(ص / ۱۰۷۲ ، ۱۰۷۳ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : ۵۹۵۸ ، ۵۹۴۹)

ما في ”شرح مسلم للنووي“ : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بها يمتنهن أو بغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۷ / ۲۱۰ ، كتاب اللباس والزينة ، وكذا في مرقاة المفاتيح : ۳۲۳ / ۸ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، وكذا في رد المحتار على الدر المختار : ۲ / ۳۶۰ ، كتاب الصلوة ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى ، وكذا في البحر الرائق : =

بلا ضرورت فوٹو رکھنا

مسئلہ (۶۶۵): بلا کسی ضرورت کے اپنا فوٹو اپنے پاس رکھنا، یا کسی اور کے

پاس بھیجنا، ناجائز ہے۔^(۱)

= ۴۸/۲ ، کتاب الصلوة ، باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا

ما فی ” بدائع الصنائع “ : وتکرہ التصاویر فی البیوت لما روی عن رسول اللہ ﷺ عن سیدنا جبریل علیہ الصلاۃ والسلام أنه قال : ” لا تدخل الملائکة بیتاً فیہ کلب أو صورة “ .

(۳۰۴/۴) ، کتاب الاستحسان

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” عمدة القاری “ : عن نافع أن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ، أخبرہ أن رسول

اللہ ﷺ قال : ” إن الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القيامة ، یقال لهم : أحيوا ما

خلقتهم “ . (۱۱۰/۲۲) ، کتاب اللباس ، باب عذاب المصورین یوم القيامة ، رشیدیہ کوئٹہ

ما فی ” رد المحتار “ : وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم : الإجماع علی تحريم تصوير

الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما یمتنہن أو لغيره ، فصنعتہ حرام بكل حال ، لأن فیہ مضاهاة

لخلق اللہ تعالیٰ ، وسواء کان فی ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(۴۱۶/۲) ، کتاب الصلاۃ ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا ، دارالکتاب دیوبند، کذا فی

البحر الرائق : ۴۸/۲ ، کتاب الصلاۃ ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا

(فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۶/۱۹، کراچی)

تصویر والا شناختی کارڈ

مسئلہ (۶۶۶): آج کل حکومت کی طرف سے تصویر والا شناختی کارڈ رکھنا ضروری ہو چکا ہے^(۱)، اس لیے بحالتِ مجبوری تصویر والا شناختی کارڈ بنوانا اور اس کا رکھنا جائز و درست ہے۔^(۲)

بچوں کے مجسمے والے کھلونے

مسئلہ (۶۶۷): جس مجسمہ کے نقوش نمایاں نہیں ہوتے، محض ایک ہیولا سا ہوتا ہے، اس کے ساتھ بچوں کا کھیلنا اور اس کو گھروں میں رکھنا جائز ہے^(۱)، لیکن پلاسٹک وغیرہ کے وہ کھلونے جو مورتی کی شکل یا جاندار کی شکل کے ہوتے ہیں، ان سے بچوں کا کھیلنا اور ان کو گھروں میں رکھنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ تصویر کے

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)

(۲) ما فی ” القرآن الکریم “ : ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ ، فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

رَحِيمٌ﴾ . (سورة المائدة : ۳)

ما فی ” الأشباه والنظائر لابن نجيم “ : ” الضرورات تبيح المحظورات “ . (۱/۳۰۷)

ما فی ” تکملة فتح الملهم “ : أما اتخاذ الصورة الشمسية للضرورة ، أو الحاجة كحاجتها في

جواز السفر ، وفي التاشيرة ، وفي البطاقات الشخصية ، أو في مواضع يحتاج إلى معرفة هوية

المرء ، فينبغي أن يكون مرخصاً فيه ، فإن الفقهاء رحمهم الله تعالى استثنوا مواضع الضرورة

من الحرمة . (۲/۱۶۳ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/۴۹۶، ۴۹۷، کراچی) =

حکم میں ہے، اور احادیث میں تصویر کی ممانعت صراحۃً وارد ہے۔^(۲)

الحجة على ما قلنا :

= (۱) ما في ” الموسوعة الفقهية “ : فإن كانت ناقصة عضو مما لا يعيش الحيوان مع فقد له يحرم ، كما لو صور الحيوان مقطوع الرأس ، أو مخدوق البطن ، أو الصدر . (۱۰۱ / ۱۲)
ما في ” الدر المختار مع الشامية “ : قال في البحر : ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر ، وأقره المصنف (أو كانت صغيرة) لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائما ، وهي على الأرض . ذكره الحلبي . (أو مقطوعة الرأس أو الوجه) أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه (أو لغير ذي روح لا) يكره ، لأنها لا تعبد . الدر المختار . (۳۶۱ / ۲) ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة ، دار الكتاب ديوبند ، ۴ / ۸ ، بيروت ، وكذا في البحر الرائق : ۵۰ / ۲ ، كتاب الصلاة
(۲) ما في ” صحيح مسلم “ : عن أبي طلحة ، عن النبي ﷺ قال : ” لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة “ . (۲۰۰ / ۲) ، كتاب اللباس والزينة

ما في ” تكملة فتح الملهم “ : قوله : (لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة) هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح في البيوت ممنوع شرعاً ، واتفق عليه جمهور العلماء . (۱۵۵ / ۴) ، مسئلة التصوير في الإسلام

ما في ” المنهاج شرح مسلم “ : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بها يمتن أو لغيره ، فصنعه حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۲۱۰ / ۷) ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان (فتاوى محمودية : ۵۰۳ / ۱۹ ، كراچی)

”یوگا“ در حقیقت ”سوریہ پوجا“ ہے

مسئلہ (۶۶۸): ”یوگا“ جس کو آج کل ریاضت کا نام دیا گیا ہے، حقیقت میں سورج کی پرستش ہے، کیوں کہ اس ریاضت کے دوران سنسکرت زبان میں ایسے الفاظ شریک پڑھے جاتے ہیں، جن سے سورج کی عبادت اور تعظیم مقصود ہوتی ہے، نیز یہ بدھسٹ قوم کا شعار ہے، ان کے اس شعار کو اپنانا گویا ان کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جب کہ اس طرح کی مشابہت، ناجائز و منع ہے، لہذا ”یوگا“ بھی ناجائز و منع ہونا چاہیے۔^(۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾. (هود : ۱۱۳)
ما في ” التفسير المظهر “ : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال السدي : لا تدهنوا الظلمة ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ، وقيل : لا تسكنوا إلى الذين ظلموا ، قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى الميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالترزي بزيتهم وتعظيم ذكرهم .

(۲/۴۳۰ ، كذا في حاشية القونوي على تفسير البيضاوي : ۱۰/۲۲۶)

ما في ” سنن أبي داود “ : ” من تشبه بقوم فهو منهم “ . (ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس)
ما في ” مرقاة المفاتيح “ : أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق والفجار ، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار . (۸/۲۲۲)

ما في ” الزواجر عن اقتراف الكبائر “ : قال مالك بن دينار رحمه الله تعالى : أوحى الله تعالى إلى نبي من الأنبياء ، أن قل لقومك : لا يدخلوا مداخل أعدائي ، ولا يلبسوا ملابس أعدائي ، ولا يركبوا مراكب أعدائي ، ولا يطعموا مطاعم أعدائي ، فيكونوا أعدائي كما هم أعدائي “ . (۱/۲۵) =

ہینا ٹرم اور تیلی پیٹھی

مسئلہ (۶۶۹): ہینا ٹرم (جس کو عمل تنویم بھی کہتے ہیں) اور تیلی پیٹھی، ان فنون کے ذریعے آج طب و علاج میں بڑی مدد لی جاسکتی ہے، اس لیے سیکھنے سکھانے والے دونوں کی نیت درست ہو، تو اس کو جائز قرار دیا جانا چاہیے، ورنہ نہیں۔^(۱)

ما فی ”الفتاویٰ العصریة“ : تعد البوجا من طرق التمسک الهندوکیة ، فلا يجوز اتخاذها طريقاً للعبادة ، فاتخاذها بهذه الصفة التعبدية ضلال قطعاً أما من قوم يحركات تشبهها ولم تخطر بباله ارتباطها بتمسک الهندوک ، فهو من باب التشبه المنهي عنه شرعاً ، والأصل في ذلك ما ورد عن النبي ﷺ أنه نهى في كثير من أحاديثه عن التشبه بغير المسلمين في ملبسهم ، ومشربهم ، ومأكلهم ، فهذا التشبه من باب الحرام . (ص / ۴۵۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ”فتح الملهم“ : وحاصل مذهبنا أن فعله فسق ، ويحرم تعلمه ، خلافاً للغزالي لخوف الافتتان والاضرار . (ص / ۴۵۵)

ما فی ”الأشباه والنظائر لابن نجيم“ : ”الأمر بقاصدها“ . (ص / ۱۱۳)

(جدید فقہی مسائل: ص / ۴۵۹، جدید مسائل کا حل: ص / ۴۵۶)

کمپیوٹر و انٹرنیٹ کا حکم

مسئلہ (۶۷۰): اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت و بقا کے لیے ہر ممکن جد و جہد، امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے، اس لیے ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ کے مطابق، اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے جدید و قدیم ہر ممکن جائز ذریعے و وسیلے؛ مثلاً: انٹرنیٹ و کمپیوٹر وغیرہ کا استعمال جائز و درست ہے، بلکہ ضرورت و حالات کے تقاضوں کے مطابق مفید و موثر وسیلے کا استعمال کرنا ضروری ہے۔^(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ . (سورة الأنفال : ۶۰)
 ما في ” القرآن الكريم “ : ﴿خلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾ . (سورة البقرة : ۲۹)
 ما في ” أحكام القرآن للجصاص “ : عن أبي علي ثمامة بن شفي الهمداني أنه سمع عقبة بن عامر الجهني يقول : سمعت رسول الله ﷺ وهو على المنبر يقول : ” ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ . ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي “ . (۸۸/۳)
 ما في ” الإنترنت ومقاصد الشريعة “ : أصبح من المعلوم والواقع استخدام شبكة الإنترنت في تحقيق الدعوة إلى الله تعالى ، والتعريف بالإسلام و برسالته وأهدافه وتعاليمه وحقائقه ، والتواصل مع عامة الناس و جماهير المسلمين وسائر المؤسسات والجهات العلمية والفكرية والسياسية والمذهبية ، بغية التحوار والتباحث فيما يتعلق بحقائق الدين الإسلامي ومسائل الأحكام الشرعية ونوازل العصر وحلوله وفتاواه وغير ذلك .

(ص/ ۵۸ ، المحاسن الدعوية والإفتائية)

ما في ” المقاصد الشرعية “ : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/ ۴۶) (انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ: ص/ ۲۹)

مصادر و مراجع

کتاب عقائد

نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین	مکتبه
۱	شرح فقہ الاکبر	شیخ ملا علی قاری حنفی	مکتبه حقانیہ ملتان
۲	الزوائد عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر عسقلانی	مکتبه نزار مصطفیٰ الباز
۳	اکفار الملحدین / رسائل کشمیری	علامہ انور شاہ کشمیری	مکتبه لدھیانوی
۴	شرح العقائد النسفیة	علامہ سعد الدین قنطرازی	قدیم کتب خانہ کراچی
۵	شرح عقیدۃ الطحاوی	علامہ قاری محمد طیب صاحب	یا سر ندیم اینڈ کمپنی
۶	أصول الدین	أبو منصور اسمعیلی	دارالکتب العلمیہ بیروت

کتاب تفاسیر

۷	التفسیر المظهری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبه ذکر یاد یوبند
۸	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	مکتبه ذکر یاد یوبند
۹	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۱۰	المحرر المحیط	امام ابو حیان غرناطی اندلسی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۱	فتح القدیر فی علم التفسیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۲	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحبی	مکتبه رشیدیہ کوئٹہ
۱۳	تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیر دمشقی	مکتبه الاشرفیہ دیوبند
۱۴	معارج الفکر و دقائق التدریس	امام عبدالرحمن حبیکہ المیدانی	دارالقلم دمشق
۱۵	تاویلات اہل السنۃ	امام ابو منصور ماتریدی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۶	صفوة التفسیر	شیخ محمد علی الصابونی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۷	حاشیہ القونوی علی البیضاوی	امام عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱۸	الجامع لاحکام القرآن	امام ابو عبد اللہ احمد انصاری قرطبی	مکتبه الغزالی دمشق
۱۹	احکام القرآن	افادات حکیم الامت تھانوی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۰	احکام القرآن	علامہ ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۱	احکام القرآن	مفتی عبدالشکور	ادارۃ القرآن کراچی
۲۲	احکام القرآن	امام ابوبکر (ابن العربی)	مکتبه الرياض المدینتیہ
۲۳	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی بھاس	مکتبه شیخ الہند دیوبند
۲۴	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین بن عبدالرحمن سیوطی شافعی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۵	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	مکتبه الحق / ادارۃ تالیفات
۲۶	التفسیرات الاحمدیہ	شیخ احمد ملا جیون	مکتبه مجتہدین سہارنپور

۲۷	الدر المنثور فی التفسیر المأثور	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیه بیروت
۲۸	تفسیر الکشاف	امام ابوالقاسم جلال الدین خضری	دار الایمان سہارنپور
۲۹	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب	فرید بکڈ پوڈیو بوند

کتب احادیث

۳۰	صحیح بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ بلال دیوبند/ بیروت
۳۱	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	مکتبہ بلال/ بیروت
۳۲	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث جہتانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۳	مراتیل ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث جہتانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۴	جامع ترمذی	امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ ترمذی	مکتبہ بلال/ بیروت
۳۵	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن بن شعب بن علی نسائی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی بیروت
۳۶	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۷	مستدرک حاکم	امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری	دار الکتب العربیہ بیروت
۳۸	الموطا	امام مالک بن انس	مکتبہ دار السلام سہارنپور
۳۹	أوجز المسالك	ربیعانیہ الہند شیخ محمد زکریا کاندھلوی	دار القلم دمشق
۴۰	نصب الراية	امام جمال الدین زلیحی حنفی	دار الایمان سہارنپور
۴۱	شرح معانی الآثار (الطحاوی)	ابو جعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی	مکتبہ ملت دیوبند
۴۲	شعب الایمان	امام ابوبکر بنیہقی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۳	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۴	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دار الحدیث قاہرہ
۴۵	نبیل الاوطار	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۶	الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۴۷	مصنف عبد الرزاق	حافظ ابوبکر عبد الرزاق ابن ہمام صنعانی	الجلس العلمی سملک سورت
۴۸	ہاشم مصنف عبد الرزاق	علامہ شیخ حبیب الرحمن اعظمی	الجلس العلمی سملک سورت
۴۹	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن ابی شیبہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۵۰	سنن دارقطنی	امام حافظ علی بن عمر	دار الایمان سہارنپور
۵۱	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۵۲	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی مفتی ہندی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۳	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۴	جمع الزوائد	علامہ شیخ نور الدین سیوطی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۵	معجم کبیر طبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار احیاء التراث العربی
۵۶	سنن کبریٰ بیہقی	امام ابوبکر بنیہقی	دار الکتب العلمیہ بیروت

۵۷	فیض القدير	علامه عبدالرؤف المناوی	دارالمعرفۃ بیروت
۵۸	کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد بن عبدالهادی الجراحی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۵۹	کتاب الموضوعات	علامه ابن الجوزی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۶۰	عمدة القاری شرح البخاری	امام بدرالدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۶۱	فتح الباری شرح البخاری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی	دارالسلام ریاض
۶۲	فیض الباری شرح البخاری	علامہ شیخ انور شاہ کشمیری	مکتبہ شیخ الہند/بیروت
۶۳	حاشیہ الہدرا الساری الی فیض الباری	استاذ محمد بدر عالم میمنہ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۶۴	شرح ابن بطل	شیخ علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطل	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۶۵	انعام الباری	مفتی تقی عثمانی	مکتبہ الخراء کراچی
۶۶	حاشیہ صحیح البخاری	شیخ احمد علی سہارنپوری	مکتبہ بلال دیوبند
۶۷	المنہاج شرح مسلم	ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی	مکتبہ بلال/بیروت
۶۸	شرح النووی علی بابش مسلم	ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی	مکتبہ بلال/دارالسلام
۶۹	تکملة فتح الملہم	شیخ شبیر احمد عثمانی/مفتی تقی عثمانی	داراحیاء التراث العربی
۷۰	حاشیہ سنن ابی داؤد	محدث کبیر محمد حیات سبھلی	مکتبہ بلال دیوبند
۷۱	معالم السنن	امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البستی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۷۲	بذل المجہود	علامہ شیخ حلیل احمد سہارنپوری	دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت
۷۳	عون المعبود	شیخ ابو عبدالرحمن شرف الحق عظیم آبادی	بیت الافکار/احیاء التراث العربی
۷۴	عارضۃ الاحوذی	امام ابن العربی المالکی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۷۵	تحفۃ الاحوذی	شیخ عبدالرحمن مبارکپوری	داراحیاء التراث العربی
۷۶	العرف الثذی	علامہ شیخ انور شاہ کشمیری	داراحیاء التراث العربی
۷۷	الکوکب الدری	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ کراچی	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ کراچی
۷۸	معارف السنن	علامہ شیخ محمد یوسف بنوری	مکتبہ سعیدانم ایچ کراچی
۷۹	شمائل النبی للترمذی	امام ابویسٰی محمد بن عیسیٰ ترمذی	مکتبہ بلال دیوبند
۸۰	شروح ابن ماجہ	شروح مختلفہ، محقق رائد بن صبری	بیت الافکار الدولیۃ
۸۱	حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ	مکتبہ رشیدیہ سہارنپور
۸۲	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۸۳	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد الطیبی	زکریا کبڈ پوڈیوبند
۸۴	اشعۃ المعانی	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	کتب خانہ جمعیۃ ملتان
۸۵	ریاض الصالحین	ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی	
۸۶	امانی الاخبار شرح معانی الآثار	حضرت مولانا یوسف کاندھلوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ

کتاب فقه و فتاوی عربی

۸۷	المسوط	شیخ الاسلام ابو محمد بن احمد سرحسی	دارالکتب العلمیه بیروت
۸۸	تنویر الابصار مع الدرر الرد	امام محمد بن عبداللہ ترمذی	دارالکتب العلمیه بیروت
۸۹	الدر المختار مع تنویر وجای البحار	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	دارالکتب العلمیه بیروت
۹۰	الدر المختار مع الشامیه	//	دارالکتب العلمیه بیروت
۹۱	الدر المختار مع کشف الاستار	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	مکتبہ زکریا بکند پو دیوبند
۹۲	رد المحتار (شامی)	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	دارالکتب العلمیه بیروت
۹۳	تقریرات الرافعی علی رد المحتار	شیخ عبدالقادر الرافعی	دارالکتب دیوبند
۹۴	فتح القدیر	محقق ابن ہمام حنفی	دارالکتب العلمیه بیروت
۹۵	نتائج الافکار تکملة فتح القدیر	امام شمس الدین احمد (قاضی زادہ)	دارالکتب العلمیه بیروت
۹۶	کنز الدقائق مع البحر الرائق	امام ابو البرکات لبثی	دارالکتب العلمیه بیروت
۹۷	البحر الرائق	علامہ زین الدین (ابن خیم حنفی)	دارالکتب العلمیه بیروت
۹۸	منہ الخالق علی البحر الرائق	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	دارالکتب العلمیه بیروت
۹۹	تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زلیعی	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۰۰	حاشیہ لبثی علی تبیین الحقائق	شیخ غلشی	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۰۱	النہر الفائق	امام سراج الدین ابن خیم حنفی	دارالایمان سہارنپور
۱۰۲	الفتاوی الہندیہ	شیخ نظام و جماعت علماء ہند	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۳	الفتاوی الہرزیہ	امام حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۴	فتاوی قاضی خان	امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	مکتبہ زکریا / مکتبہ حقانیہ
۱۰۵	الاختیار لعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دارالمرم بیروت
۱۰۶	المجیط البرہانی	علامہ محمود بن احمد بخاری	دار احیاء التراث العربی
۱۰۷	مجمع الانہر	شیخ عبدالرحمن بن محمد (بنی زادہ)	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۰۸	الدر المنقذ شرح الملتقى	شیخ محمد بن علی (علاء حصکفی)	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۰۹	ملق فی الاخرج مع مجمع الانہر	امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۱۰	الشف فی الفتاوی	امام ابوالحسن علی بن حسین سغدی	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۱۱	الہدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	قدیمی ہندی
۱۱۲	حاشیہ الہدایہ	علامہ عبدالحمی الملکونی	مکتبہ رشیدیہ دہلی
۱۱۳	البنایہ شرح الہدایہ	علامہ محمد محمود بن احمد العینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۱۴	العناویہ شرح الہدایہ	امام امل الدین بابر بنی	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۱۵	العناویہ علی ہامش الفتح	امام امل الدین بابر بنی	دارالکتب العلمیه بیروت
۱۱۶	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	دارالکتب دیوبند

۱۱۷	خلاصۃ الفتاوی	امام طاهر بن عبدالرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ کونئہ
۱۱۸	شرح الوقایہ	صدر الشریعۃ عبداللہ بن مسعود	مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۱۹	عمدۃ الرعاۃ علی الوقایہ	علامہ شیخ عبداللہ لکھنوی	مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۲۰	السعاۃ بشرح الوقایہ	علامۃ الہند محمد عبداللہ لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۲۱	فتح باب العناۃ بشرح التقایہ	امام نور الدین الہروی القاری	دارالمریوت
۱۲۲	مختصر الوقایۃ	علامہ عبداللہ بن مسعود	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۳	الفتاوی الولوالجیہ	ابوالفتح ظہیر الدین عبدالرشید الولوالجی	دارالایمان سہارنپور
۱۲۴	الفتاوی التاتاریخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	دارالایمان سہارنپور
۱۲۵	الکافی فی الفقہ احنفی	وہبی سلیمان غاوجی	مؤسسۃ الرسالۃ
۱۲۶	مرآۃ الفلاح	علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	مکتبہ شیخ الہند بیروت
۱۲۷	حاشیۃ الطحاوی علی المراقی	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی حنفی	مکتبہ شیخ الہند/مکتبہ اشرفیہ
۱۲۸	الفقہ احنفی فی ثوبۃ الجدید	شیخ عبدالحمید محمود طہماز	دارالقلم دمشق
۱۲۹	کتاب الفقہ علی المذہب الاربعۃ	امام عبدالرحمن بن معوض الجزیری	داراحیاء التراث العربی
۱۳۰	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۳۱	الموسوعۃ الفقہیۃ المقارنۃ التجربۃ	ابو حسین احمد بن محمد بن جعفر بغدادی	مکتبہ محمودیہ افغانستان
۱۳۲	الفقہ الاسلامی وأدلۃ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کونئہ
۱۳۳	التصحیح والتوجیح	امام قاسم بن قطلوبغا	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۴	المختصر القدوری	امام احمد بن محمد بغدادی القدوری	مکتبہ بلال دیوبند
۱۳۵	الجوہرۃ النیرۃ	علامہ ابوبکر بن علی الحداد	مکتبہ قھاوی دیوبند
۱۳۶	القول الصواب فی مسائل الکتاب	مولانا محمد عبدالقادر جیلانی	مکتبہ عمر فاروق کراچی
۱۳۷	الفتاوی السراجیۃ مع قاضی خان	علی بن عثمان بن محمد سراج الدین الاوشی	المکتبۃ الحنفیۃ پشاور
۱۳۸	مجموعۃ رسائل اللکوی	علامہ شیخ عبداللہ لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۳۹	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	سید محمد امین ابن عابدین	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۰	الفتاوی الکاملیۃ	بحوالہ فتاوی حنفیہ	بحوالہ فتاوی حنفیہ
۱۴۱	حلی کبیر	علامہ شیخ ابراہیم حللی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۴۲	المغنی والشرح الکبیر	موفق الدین/شمس الدین ابنی قدلمۃ حللی	دارالفکر بیروت
۱۴۳	المغنی لابن قدلمۃ	ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدلمۃ المقدسی	طہ الریاض الحدیث/بیروت
۱۴۴	مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین	محمد بن احمد الشربینی شمس الدین	دارالفکر دمشق
۱۴۵	حاشیۃ الدسوقی	محمد بن احمد عرقۃ الدسوقی	دارالفکر دمشق
۱۴۶	المدوۃ الکبری	امام مالک بن انس الصحنی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۷	کشاف القناع	بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ	بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ

۱۴۸	الانصاف للمرادوی	علاء الدین علی بن سلیمان مرادوی حبلی	دار احیاء التراث العربی
۱۴۹	المہذب للبشری	امام ابوالحسن بشری	مطبع عیسیٰ الخلی
۱۵۰	المجموع شرح المہذب	امام نجی بن شرف النووی	دار الفکر دمشق
۱۵۱	لغز مفتی و السائل	علامہ شیخ عبدالرحمن محلی لکھنوی	مکتبہ صدیقیہ ٹانڈا یوپی
۱۵۲	فقہ النوازل	علامہ شیخ محمد بن حسین البیزانی	دار ابن الجوزی بیروت
۱۵۳	فقہ و فتاویٰ البیورع	الجزیرۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء	دار ابن حزم
۱۵۴	فقہ القضاء الطبیۃ المعاصرۃ	دکتور علی قرہ داغی / دکتور علی محمدی	دار البشائر الاسلامیۃ
۱۵۵	احکام الجراحۃ الطبیۃ	دکتور محمد بن محمد المختار شفقہ	مکتبہ الصحابہ جدہ
۱۵۶	کتاب الخراج	ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب	دار الاعضاء / دار الاصلاح
۱۵۷	فتاویٰ عصریۃ	شیخ علی جمعہ مفتی دیار مصریہ	دار السلام القاہرہ
۱۵۸	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ وحیدیہ دہلی
۱۵۹	عقد البیع	شیخ مصطفیٰ احمد الزرقا	دار القلم دمشق
۱۶۰	مجلۃ بحوث اسلامیۃ	بحوالہ خیر الفتاویٰ	بحوالہ خیر الفتاویٰ
۱۶۱	المعاملات المالیۃ المعاصرۃ	دکتور علی محمدی الدین القرہ داغی	دار البشائر الاسلامیۃ
۱۶۲	نوازل فقہیۃ معاصرۃ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ الصحوۃ کویت
۱۶۳	فتاویٰ المرأة المسلمۃ	لاصحاب الفضیلۃ والجزیرۃ الدائمۃ للافتاء	دار الغد الجدید المصریۃ مصر
۱۶۴	الالعاب الریاضیۃ	شیخ علی حسین امین یونس	دار النفائس اردن
۱۶۵	الفتاویٰ الحدیثیۃ	شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی جریری	دار احیاء التراث العربی
۱۶۶	فتاویٰ معاصرۃ	دکتور یوسف القرضاوی	دار القلم للنشر والتوزیع بالکویت
۱۶۷	فتاویٰ معاصرۃ	شیخ صالح بن محمد العثیمین	دار الغد الجدید مصر
۱۶۸	فتاویٰ النوازل	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی	دار الایمان سہارنپور
۱۶۹	التقابل فی الفقہ الاسلامی	العلاء الدین بن عبدالرزاق الجتک	دار النفائس الاردن
۱۷۰	عقد المقاولۃ	عبدالرحمن بن عابد بن خالد العابد	المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
۱۷۱	الغرر وأثرہ فی الفقہ الاسلامی		
۱۷۲	احکام السلطانۃ	علی بن محمد بن حبیب الماوردی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۷۳	صور من البیوع المحرمۃ والمختلف فیہا		
۱۷۴	عقد الجواہر الثمینیۃ	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۵	الاحکام الفقہیۃ للتعامل الکترونیۃ	شیخ عبدالرحمن بن عبداللہ السند	
۱۷۶	المعاہد الشرعیۃ	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۷	الدرر الحکام شرح غرر الحکام	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۸	الذخیرۃ القرانی	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔

۱۷۹	دراسات فقهية في قضايا طلبة معاصرة	عمر سليمان الاشقر، عبدالناصر وغيرهم	دار النفائس الاردن
۱۸۰	أحكام بحمل النساء	دكتور ازدهار بنت محمود بن صابر المدني	احياء اللغة العربية كراچی
۱۸۱	الانترنيت ومقاصد الشريعة	دكتور نور الدين مختار الحادي	مكتبة الرشيد سعودية

کتاب فقہ و فتاوی اردو

۱۸۲	فتاوی محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی
۱۸۳	حاشیہ فتاوی محمودیہ کراچی	دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی	القادر پرنٹنگ پریس
۱۸۴	فتاوی رحیمیہ	مفتی عبدالرحیم لاچوری	دارالاشاعت کراچی
۱۸۵	خیر الفتاوی	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیشوری
۱۸۶	احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد پاکستانی	دارالاشاعت دیوبند
۱۸۷	امداد الفتاوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دارالعلوم کراچی
۱۸۸	امداد الاحکام	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	زکریا بکڈ پوڈیوبند
۱۸۹	فتاوی دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	دارالعلوم دیوبند
۱۹۰	فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد ۱۳	مفتی عزیز الرحمن عثمانی	دارالعلوم دیوبند
۱۹۱	جامع الفتاوی	مفتی مہربان علی بڑوٹوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۱۹۲	کتاب الفتاوی	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۹۳	فتاوی عثمانی	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۹۴	فتاوی مفتی محمود	مفتی محمود پاکستانی	جمعیتہ پبلیکیشنز لاہور
۱۹۵	نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	تاج کمپیوٹرس دیوبند
۱۹۶	منتجبات نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشنز
۱۹۷	فتاوی رشیدیہ	مفتی رشید احمد گنگوہی	جسیم بکڈ پوڈیوبند
۱۹۸	فتاوی عبدالحی	مفتی عبدالحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۹۹	فتاوی قاضی	فتیہ زمن قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشنز
۲۰۰	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلوی	دارالاشاعت پاکستان
۲۰۱	فتاوی بینات	رفقاء دارالافتاء مجلس دعوت و تحقیق اسلامی	مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن
۲۰۲	فتاوی حقانیہ	مفتی عبدالحق پاکستانی	دارالعلوم حقانیہ پاکستان
۲۰۳	آپ کے مسائل اور ان کا حل	مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہید	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۲۰۴	محمود الفتاوی	مفتی احمد صاحب خانپوری	مکتبہ انور ڈائجیل
۲۰۵	جواہر الفقہ	مفتی شفیع احمد عثمانی	نفس القرآن جامع مسجد دیوبند
۲۰۶	جدید مسائل کا حل	مجموعہ افادات اکابر اشرفیہ مجلس علم و تحقیق	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۲۰۷	فقہی مقالات	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	زمزم بکڈ پوڈیوبند
۲۰۸	جدید فقہی مسائل	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

۲۰۹	قاموس الفقہ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۱۰	اہم فقہی فیصلے	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۱۱	شرکت و مضاربہ عصر حاضر میں	مولانا محمد عمران اشرف عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۱۲	اسلام اور جدید معیشت و تجارت	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	الامین کتبستان دیوبند
۲۱۳	اسلام اور جدید معاشی مسائل	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	فیصل انٹرنیشنل دریا گنج دہلی
۲۱۴	الحلیۃ الناجزۃ	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	مکتبہ رضی دیوبند
۲۱۵	بہشتی زیور	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	کتب گھر ناظم آباد کراچی
۲۱۶	تجارتی کمپنیوں کا لائحہ عمل	ڈاکٹر مولانا اعجاز صدیقی	ادارہ اسلامیات کراچی
۲۱۷	امداد الحجاج	حکیم الامت اشرف علی تھانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۱۸	غریب کی صورتیں	ڈاکٹر مولانا اعجاز صدیقی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۱۹	مالی معاملات پر غرر کے اثرات	ڈاکٹر مولانا اعجاز صدیقی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۲۰	ایضاح النوادر	مفتی شبیر احمد قاسمی	فرید بکڈ پو دہلی
۲۲۱	محقق و مدلل جدید مسائل	علامہ شیخ محمد جعفر علی رحمانی	یاسین بکڈ پو
۲۲۲	المسائل المهمۃ فیما ابتلت بہ العالمۃ	علامہ شیخ محمد جعفر علی رحمانی	یاسین بکڈ پو
۲۲۳	جدید فقہی تحقیقات	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
۲۲۴	حقوق اور ان کی خرید و فروخت	مولانا عمر عابدین قاسمی	زمزم پبلیشرز
۲۲۵	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	ایفا پبلیکیشنز
۲۲۶	بینک سے جاری ہونے والے کارڈ	مجلس ادارت اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا	دارالاشاعت کراچی
۲۲۷	کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام	مولانا محمد اسامہ	دارالاشاعت کراچی
۲۲۸	مسائل سود	مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی	حراء بکڈ پو دیوبند
۲۲۹	مسائل تجارت	مولانا اسلام الحق اسعدی المظاہری	المکتبۃ الاسعدی
۲۳۰	فقہ حنفی قرآن و سنت کی روشنی میں	بجۃ المصنفین / خالد محمود، عبدالعظیم / محمد اس	ادارہ اسلامیات لاہور
۲۳۱	اسلام کا قانون تجارت قرآن اور	محمد حسین صدیقی	زمزم پبلیشرز
۲۳۲	جدید معاشی نظام میں اسلامی اجارہ	مولانا محمد زبیر اشرف عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۳۳	انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ	مجلس ادارت	ایفا پبلیکیشنز

کتب اصول فقہ وقواعد فقہ

۲۳۴	الاشاہ والنظار	علامہ زین الدین (ابن تیم حنفی)	مکتبہ فقہ الامت دیوبند
۲۳۵	شرح المجملۃ	شیخ سلیم رستم باز البنانی	دار احیاء التراث العربی
۲۳۶	الموافقات فی اصول الشریعۃ	امام ابوالسحاق شاطبی	دار المعرفۃ / احیاء التراث
۲۳۷	شرح عقود رسم مفتی	علامہ محقق محمد امین ابن عابدین شامی	دار الکتب دیوبند
۲۳۸	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتر علی احمد اندوی	شرکتہ الراجحی المصر فیہ

۲۳۹	القواعد الفقہیۃ	دکتر علی احمد الندوی	دارالعلوم دمشق
۲۴۰	قواعد الفقہ	شیخ مفتی محمد احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈ پوڈیو بند
۲۴۱	المقاصد الشرعیۃ	شیخ نور الدین الخادمی	دارالہدیٰ بلایا
۲۴۲	ترتیب المال فی سلب الامالی	محمد بن سلیمان الشہیر بنایف زاده	مکتبہ الرشید
۲۴۳	الأصول والقواعد للفقہ الاسلامی	علامہ شیخ مفتی محمد جعفر علی رحمانی	مکتبہ یاسین بکڈ پو
۲۴۴	حاشیہ نور الانوار	مولانا محمد عبدالحکیم	یاسر ندیم اینڈ پرنٹ
۲۴۵	قوت الاختیار شرح نور الانوار	مولانا بکھیل احمد سکر ودوی	مکتبہ البلاغ
۲۴۶	درر الحکام شرح الحجلیۃ	علی حیدر	دارالجمیل بیروت
۲۴۷	القواعد والضوابط	بحوالہ موسوعۃ قواعد الفقہ	بحوالہ موسوعۃ قواعد الفقہ
۲۴۸	أصول الشاشی		مکتبہ بلال
۲۴۹	شرح السیر الکبیر	امام محمد بن حسن شیبانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت

کتاب لغات

۲۵۰	الجم الوسیط	ابراہیم مصطفیٰ، احمد حسن، حامد عبدالقادر، محمد علی	کتاب خانہ حسینیہ دیوبند
۲۵۱	المورد الوسیط	ڈاکٹر رومی و منیر بعلبکی / مترجم عبدالرزاق	دارالاشاعت
۲۵۲	لسان العرب	جمال الدین ابوالفضل محمد ابن کرم	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۵۳	کتاب التعلیقات	علی بن محمد جرجانی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۲۵۴	التعلیقات الفقہیۃ مع قواعد الفقہ	سید محمد عظیم احسان المجددی	اشرفی بکڈ پوڈیو بند
۲۵۵	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین صاحب	مکتبہ زکریا بکڈ پوڈیو بند

کتاب متفرقہ

۲۵۶	زاد المعاد فی ہدی خیر العباد	علامہ ابن القیم الجوزی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۵۷	شرح الفتح الربانی	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ
۲۵۸	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد الغزالی	دارالمعرفۃ بیروت
۲۵۹	حیوۃ النبی ان الکبری	علامہ کمال الدین دیمیری	احیاء التراث العربی بیروت
۲۶۰	اصلاح خواتین	حکیم الامت علامہ تھانوی	کتاب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۶۱	روضۃ الطالبین	علامہ نووی	المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ
۲۶۲	الشرح الصغیر	بحوالہ جدید فقہی مباحث	بحوالہ جدید فقہی مباحث
۲۶۳	منہاج المسلم	شیخ ابوبکر الجزائری	دارالغد الحجدید

